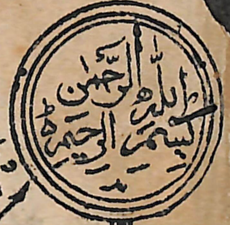
لا اله الا الله محمد رسول الله





ان تتقوا الله یجعل لکم فرقانا

مجلس رفقاءِ احمد قادیان کا ماہنامہ

فرقان

جلد ۴ نمبر ۱

بابت ماہ جنوری ۱۹۴۵ء مطابق ماہ صلح ۱۳۲۴ ہش





رسالہ فرقان کا دورِ جدید

آج ہم خدا کے فضل اور اسی ہی کی توفیق سے رسالہ فرقان کے چوتھے سال کی ابتداء کر رہے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ سے یہ امید رکھتے ہیں۔ کہ اس کی رحمت کا ہاتھ ہمارا معین و کارساز ہوگا۔ اور ہمیں اس رُوحانی جنگ میں فتحمندی کے ساتھ لوٹائیگا۔ جو کہ مقام مسیح موعودؑ کے منکرین کے ساتھ اس مقصد کے لئے کی جارہی ہے۔ کہ تا خدا کے مسیحؑ کا اصل مقام، وہ مقام جس پر خود خدا نے اُسے کھڑا کیا۔ دنیا میں قائم کیا جائے۔ اور اس سلسلہ میں تمام غلط فہمیوں اور جھوٹے پراپیگنڈا کو زائل کیا جائے۔

رسالہ فرقان ابتداءً تین سالہ پروگرام کے لئے جاری کیا گیا تھا۔ لیکن اب مجلس رفقاء احمدؑ نے اسے مزید دو سال تک جاری رکھنے کا فیصلہ کیا ہے۔ پیغامیت کے علاوہ بہائیت کی تردید بھی اب اس رسالہ کا مقصد ہوگا انشاء اللہ العزیز۔ اور کوشش کی جائے گی۔ کہ بہائیت کے متعلق معلومات اور اس کی حقیقت پر مشتمل مضامین "فرقان" میں شائع کئے جائیں۔

ہم خدا تعالیٰ کے حضور نہایت عجز اور الحاح کے ساتھ دُعا کرتے ہیں کہ وہ قادر ذات ہمیں اس کام کے کرنے کی توفیق عطاء فرمائے اور ہماری ان حقیر کوششوں کو اپنے دربار میں بپایہء قبولیت جگہ دے۔ ہماری ان مساعی کو بہتوں کی ہدایت کا موجب بنا دے۔ تا دنیا میں مسیح موعودؑ کے لائے ہوئے پیغام کے ذریعہ سچا مذہب قائم ہو۔ اور خدا کے پیارے رسول محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کامل اور عالمگیر تعلیم قرآن کریم لوگوں کے دلوں پر حکومت کرے۔ اور دنیا میں ایک سچے الٰہ کی عبادت ہو۔ اور ہم اس کے ادنےٰ بندے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کھوئی ہوئی وراثت کو پھر سے دنیا میں واپس لاسکیں۔ آمین یارب العالمین۔

اراکین مجلس رفقاء احمدؑ قادیان

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ٭ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

فہرست مضامین

رسالہ

جلد ۴ — فرقان — نمبر ۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم   مجلس رفقاء احمد قادیان کا ماہوار رسالہ   نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۴۵ء   فرقان   بابت ماہ صلح ۱۳۲۴ ش

تبدیلی عقیدہ

دعوائے نبوت میں ہوئی یا تعریف نبوت میں

محترمہ امۃ الرحمن صاحبہ بی۔اے۔بی۔ٹی کے قلم سے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد نبوت کی یہ تعریف فرمایا کرتے تھے کہ نبی وہ ہوتا ہے جو کثرت سے امور غیبیہ پر اطلاع پاکر خبر دے۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں:۔

۱۔ "نبی اُسے کہتے ہیں جو خدا کے الہام سے بکثرت آئندہ کی خبریں دے۔" (چشمہ معرفت ص ۱۸۰)

۲۔ "آپ لوگ جس امر کا نام مکالمہ مخاطبہ رکھتے ہیں۔ میں اس کی کثرت کا نام بموجب حکم الٰہی نبوت رکھتا ہوں۔" (تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۶۸)

۳۔ "خدا کی یہ اصطلاح ہے۔ جو کثرت مکالمات و مخاطبات کا نام اس نے نبوت رکھا ہے۔ یعنی ایسے مکالمات جن میں اکثر غیب کی خبریں دی گئی ہوں۔" (چشمہ معرفت ص ۳۲۵)

۴۔ "جبکہ وہ مکالمہ و مخاطبہ اپنی کیفیت و کمیت کی رو سے کمال درجہ تک پہنچ جائے۔ اور اس میں کوئی کثافت اور کمی باقی نہ ہو۔ اور کھلے طور پر امور غیبیہ پر مشتمل ہو۔ تو وہی دوسرے لفظوں میں نبوت کے نام سے موسوم ہوتا ہے۔ جس پر تمام نبیوں کا اتفاق ہے۔" (الوصیت ص ۱۲)

۵۔ "جس کے ہاتھ پر اخبار غیبیہ منجانب اللہ ظاہر ہوں گے۔ بالضرورت اس پر مطابق آیت فلا یظہر علیٰ غیبہ کے مفہوم نبی کا صادق آئیگا۔" (ایک غلطی کا ازالہ)

۶۔ "میرے نزدیک نبی اس کو کہتے ہیں۔ جس پر خدا کا کلام یقینی و قطعی بکثرت نازل ہو۔ جو غیب پر مشتمل ہو۔" (تجلیات الٰہیہ ص ۲۶)

۷۔ "بنی اسرائیل میں کئی ایسے نبی ہوئے ہیں۔ جن پر کوئی کتاب نازل نہیں ہوئی۔ صرف خدا

کی طرف سے پیشگوئیاں کرتے تھے" (بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء)

۸۔ "نبی کے معنے صرف یہ ہیں کہ خدا سے بذریعہ وحی خبر پانے والا ہو۔ اور شرف مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہو۔ شریعت کا لانا اس کے لئے ضروری نہیں۔ اور نہ یہ ضروری ہے۔ کہ صاحبِ شریعت رسول کا متبع نہ ہو" (براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۳۸)

۹۔ "نبی کا شارع ہونا شرط نہیں" (ایک غلطی کا ازالہ)

گویا آپؑ کے نزدیک نبی اسے کہتے ہیں۔ جسے کثرت سے امور غیبیہ پر مطلع کیا جائے۔ اور وہ امور غیبیہ مہمات میں سے ہوں۔ نبی کا شارع ہونا شرط نہیں اور نہ یہ ضروری ہے۔ کہ وہ کسی صاحب شریعت نبی کا متبع نہ ہو۔ لیکن اس سے پہلے نبی کی تعریف کرتے ہوئے حضور علیہ السلام نے یہ بھی لکھا ہے۔ کہ :-

ا۔ "اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول کے یہ معنے ہوتے ہیں کہ وہ کامل شریعت لاتے ہیں یا بعض احکام شریعت سابقہ کو منسوخ کرتے ہیں یا نبی سابق کی اُمت نہیں کہلاتے اور براہ راست بغیر استفادہ کسی نبی کے خدا تعالیٰ سے تعلق رکھتے ہیں" (الحکم ۱۷ اگست ۱۸۹۹ء)

اور پھر بعض غیر مبایعین نے حضرت اقدس کی تحریروں سے یہ بھی استدلال کیا ہے۔ کہ نبی کے لئے یہ ضروری ہے۔ کہ وہ شریعت سابقہ میں ترمیم و تنسیخ کرے۔ اور عبادت کے نئے طریق بنا دے۔ ایک قبلہ سے دوسرا قبلہ بنا دے۔ اس کا اپنا کلمہ ہو۔ وغیرہ۔ اب ظاہر ہے۔ کہ نبی کی ان دونوں تعریفوں میں صریح تناقض ہے۔ کبھی تو یہ فرمایا۔ کہ نبی کے معنے صرف یہ ہیں کہ وہ ایسے کثرت مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہو۔ جو امور غیبیہ پر مشتمل ہو۔ شریعت جدیدہ کا لانا اس کے لئے ضروری نہیں۔ اور نہ یہ ضروری ہے۔ کہ وہ کسی پہلے تشریعی نبی کا متبع نہ ہو۔ لیکن اس سے پہلے یہ بھی لکھا کہ نبی شریعت لایا کرتے ہیں۔ انہیں نبوت براہ راست ملا کرتی ہے۔ وہ کسی پہلے شرعی نبی کے متبع نہیں ہوتے۔ نبی کی ان دونوں تعریفوں کو کوئی سمجھدار انسان ایک نہیں قرار دے سکتا۔ اس صریح تناقض کی وجہ یہ ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نبوت کی تعریف میں تبدیلی فرمائی ہے۔ جہاں پہلے آپ نبی اسے قرار دیتے تھے۔ جو شریعت لائے۔ بعض احکام شریعت سابقہ کو منسوخ کرے یا نبی سابق کی امت نہ کہلائے۔ اور براہِ راست نبی ہو۔ وہاں بعد میں نبوت کے لئے صرف یہ ضروری قرار دیا۔ کہ اسے کثرت مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ حاصل ہو۔ جو امور مہمہ پر مشتمل ہو۔ اور خدا اس کا نام نبی رکھے۔ تعریف نبوت میں یہ تبدیلی آپ نے سنہ ۱۹۰۰ء کے آخر اور سنہ ۱۹۰۱ء کے شروع میں فرمائی۔

اس حقیقت کی طرف حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے حقیقۃ النبوۃ وغیرہ میں کھلے کھلے اور واضح الفاظ میں توجہ دلائی ہے۔ اور لکھا ہے:۔

"اس تمام اختلاف کی وجہ یہ ہے۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ دو مختلف اوقات میں نبی کی دو مختلف تعریفیں کرتے رہے ہیں۔ سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے آپ نبی کی اور تعریف کرتے تھے۔ اور بعد میں آپ نے جب اللہ تعالیٰ کی متواتر وحی پر غور فرمایا۔ اور قرآن کریم کو دیکھا تو اس سے نبی کی تعریف اور معلوم ہوئی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پس آپ کو اپنا عقیدہ بدلنا پڑا اور قرآن کریم سے آپ نے معلوم کیا۔ کہ نبی کی تعریف وہ نہیں جو آپ سمجھتے تھے۔ بلکہ اس کے علاوہ اور تعریف ہے (حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۲۲) اس عقیدہ کے بدلنے کا پہلا ثبوت اشتہار "ایک غلطی کا ازالہ" سے معلوم ہوتا ہے۔ جو پہلا تحریری ثبوت ہے۔ ورنہ مولوی عبدالکریم صاحب کے خطبات جمعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ سنہ ۱۹۰۰ء سے اس خیال کا اظہار شروع ہو گیا تھا۔" (حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۲۴)

پھر آگے چل کر حضور لکھتے ہیں:۔

"اس لحاظ سے کہ آپ نبوت کی تعریف سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے اور خیال کرتے تھے۔ ۔ ۔ ۔ آپ کے عقیدہ میں ایک تبدیلی پیدا ہوئی ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ غرضیکہ اے عزیزو! یہ وہ سبب ہے۔ جس کی وجہ سے حضرت صاحب کی مختلف تحریروں میں اختلاف معلوم ہوتا ہے۔" (حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۳۱ و ۱۳۲)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی یہ عبارتیں بالکل واضح اور ان کا مفہوم بالکل صاف ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سنہ ۱۹۰۰ء کے بعد تعریف نبوت میں تبدیلی فرمائی ہے۔

مَیں تسلیم کرتی ہوں کہ اگر انجمن احمدیہ اشاعت اسلام کے ممبروں کے لئے یہ انکشاف مشکلات پیدا کرنے کا موجب ہے۔ اور وہ اسے غلط اور نادرست سمجھتے اور بوجوہ اس سے اختلاف رکھتے ہیں۔ تو بدلائل اس کا رد کریں۔ اور حضرت اقدسؑ کی تعریف نبوت کے متعلق مندرجہ بالا تحریروں کے تناقض کو دُور کرنے کی کوئی اور سبیل کریں۔ لیکن ان کے لئے تمام تر رعائتیں تصور میں لانے کے باوجود بھی میں یہ نہیں سمجھ سکتی۔ کہ وہ بار بار یہ تحریر کرنے کی کیوں جرأت کرتے ہیں۔ کہ گویا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف دعویٰ نبوت کی

حقیقت میں تبدیلی منسوب کی۔ حالانکہ جیسا اوپر بیان ہوا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے حضرت اقدس ؑ کی طرف فی نفسہٖ **دعویٰ نبوت** نہیں۔ بلکہ **تعریف نبوت** کے عقیدہ میں تبدیلی کو منسوب کیا ہے۔ اور ظاہر ہے۔ کہ بالمقابل جب یہ چیزیں آجائیں گی۔ تو دعویٰ نبوت اور تعریف نبوت دو علیحدہ علیحدہ حقیقتیں بن جائیں گی۔

میں نے دیکھا ہے۔ کہ غیر مبایعین اس موضوع پر قلم اٹھاتے وقت ہمیشہ ایسا طرز بیان اختیار کرتے ہیں جس سے پڑھنے والے کو خواہ نخواہ یہ خیال گزرے۔ کہ گویا واقعہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف تعریف نبوت کے عقیدہ میں تبدیلی نہیں بلکہ نفس دعویٰ نبوت کے عقیدہ میں کسی قسم کی تبدیلی منسوب کی گئی ہے۔ چنانچہ ۱۹۱۵ء سے جو انہوں نے یہ طریق اختیار کیا ہے۔ تو آجتک یہ بدلنے میں نہیں آتا۔ حالانکہ یہ چیز واقعات سے بالکل بعید ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے ہرگز کہیں یہ نہیں لکھا کہ گویا ۱۹۰۱ء یا اس سے پہلے یا بعد کبھی بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دعویٰ نبوت کے عقیدہ میں تبدیلی فرمائی تھی۔ بلکہ ہمیشہ یہی لکھتے چلے آتے ہیں۔ کہ یہ تبدیلی عقیدہ صرف تعریف نبوت کے متعلق تھی۔ اور آپ پہلے جس مقام کا نام وجہ تعریف کے مطابق غیر نبوت رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے اسی کا نام نبوت قرار دیا۔ گویا محض نام اور تعریف کا سوال ہے۔ نفسِ دعویٰ میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ جیسے نبی آپ پہلے تھے۔ ویسے ہی بعد میں رہے۔ نبوت میں کوئی تغیر نہیں آیا۔ ہاں تعریف نبوت کے خیال میں تبدیلی پیدا ہوئی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز حقیقۃ النبوۃ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق فرماتے ہیں کہ:۔

"آپ شروع ہی سے نبی تھے۔" (حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۵۳)

"آپ جیسے نبی پہلے تھے۔ ویسے ہی بعد میں رہے۔ نبوت میں کوئی تغیر نہیں آیا۔" ص ۳۶

"جسدن سے آپ مسیح موعود ہوئے۔ اسی دن سے آپ نبی تھے اور خدا تعالیٰ نے آپ کو نبی قرار دیا تھا۔" ص ۳۸

"آپ کا دعویٰ شروع دن سے ایک ہی تھا۔" ص ۵۴

"حضرت مسیح موعود کا درجہ نبوت شروع سے ایک ہی تھا۔" ص ۳۵

کیا ان الفاظ کے ہوتے ہوئے بھی کوئی شخص دیانتداری سے یہ کہہ سکتا ہے۔ کہ ان الفاظ کا

لکھنے والا حضرت اقدسؑ کی طرف دعویٰ نبوت میں کسی تبدیلی کو منسوب کر رہا ہے۔ ہرگز نہیں۔

پس میں جناب مولوی صاحب اور اُن کے رفقاء سے مؤدبانہ گذارش کرونگی۔ کہ احقاق حق ایک دُوسرے کے مفہوموں کو الجھا کر پیش کرنے سے نہیں ہوا کرتا۔ اور نہ فیصلہ کا یہ صحیح طریق ہے۔ کہ کسی کی طرف غلط عقائد منسوب کر کے انہیں ہدف ملامت بنایا جائے۔ جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف دعویٰ نبوت میں نہیں بلکہ تعریف نبوت میں تبدیلی کو منسوب کیا ہے۔ تو درست طریق یہی ہے۔ کہ اپنی مخالفت کو اس نکتہ پر مرکوز کر کے آپ جواب سے عہدہ برآ ہونے کی کوشش کریں۔ کہ پھر حضرت اقدسؑ نے نبوت کی یہ جو دو متضاد تعریفیں کی ہیں۔ کہ :-

اوّل :- "اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول کے یہ معنے ہوتے ہیں کہ وہ کامل شریعت لاتے ہیں۔ یا بعض احکام شریعت سابقہ کو منسوخ کرتے ہیں۔ یا نبی سابق کی امت نہیں کہلاتے اور براہ راست بغیر استفادہ کسی نبی کے خدا تعالیٰ سے تعلق رکھتے ہیں"

دوئم :- "نبی کے معنے صرف یہ ہیں۔ کہ خدا سے بذریعہ وحی خبر پانے والا ہو۔ اور شرف مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہو۔ شریعت کا لانا اس کے لئے ضروری نہیں۔ اور نہ یہ ضروری ہے کہ صاحب شریعت رسول کا متبع نہ ہو"

اس تضاد کا حل کیا ہے۔ آپ ناسخ و منسوخ کے حل کا انکار کر سکتے ہیں۔ آپ سنہ ۱۹۰۱ء کی حد بندی کو غلط ثابت کرنے کے لئے زور قلم صرف کر سکتے ہیں۔ آپ حقائق سے آنکھیں بند کر کے یہ بھی کہہ سکتے ہیں۔ کہ دونوں عبارتوں میں کوئی تضاد نہیں۔ لیکن آپ کسی دُوسرے شخص کی طرف ایک غلط اور نادرست بات نہیں منسوب کر سکتے یعنی تعریف نبوت میں تبدیلی کے دعویدار کو دعویٰ نبوت میں تبدیلی قرار دینے والا نہیں کہہ سکتے۔

افسوس کی بات ہے۔ کہ انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور کے بعض ممبر صرف اس حد تک پہنچکر ہی بس نہیں کرتے۔ کہ تعریف نبوت میں تبدیلی کے بیان کو دعویٰ نبوت میں تبدیلی کا بیان قرار دے لیا۔ اور غلط طور پر اپنے پڑھنے والوں کو اس وہم میں مبتلا کرنے کی کوشش کی۔ کہ گویا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف دعویٰ نبوت میں تبدیلی کو منسوب کیا ہے۔ بلکہ رنگینی بیان کے لئے تعدی سے یہاں تک بیان کیا ہے۔ کہ خلیفۃ المسیح الثانی نبوت کے متعلق حضرت اقدسؑ کی سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کی تمام تحریروں کو منسوخ قرار دیتے ہیں۔ اور

یہ بات بھی ۱۹۱۵ء ہی سے مولوی محمد علی صاحب نے لکھنی شروع کی ہے۔ کہ خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کے نزدیک سن ۱۹۰۱ء سے پہلے کی کوئی عبارت مسئلہ نبوت کے متعلق حجت نہیں۔ بلکہ اس مسئلہ میں اس سے بعد کی تحریریں سند ہیں۔ اور پہلی تحریریں سب منسوخ کے حکم میں ہوگئی ہیں۔ حالانکہ یہ بات بھی بغیر تشریح کے اتنی ہی غلط، ناواجب اور نادرست ہے۔ جتنی کہ پہلی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے اس سلسلہ میں جو کچھ لکھا۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے چونکہ حضرت اقدس نبوت کی یہ تعریف فرمایا کرتے تھے۔ کہ نبی وہ ہوتا ہے۔ جو صاحب شریعت جدیدہ ہو۔ یا پہلی شریعت کے احکام میں ترمیم و تنسیخ کرے۔ اور وہ اپنے سے پہلے کسی نبی کا تابع نہ ہو۔ اور یہ تعریف آپ پر صادق نہ آتی تھی۔ اس لئے آپ اپنی نبوت سے انکار فرماتے رہے لیکن بعد میں جب آپ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ انکشاف ہوگیا۔ کہ نبوت کی یہ تعریف نہیں بلکہ "خدا کی یہ اصطلاح ہے۔ جو کثرت مکالمات و مخاطبات کا نام اس نے نبوت رکھا ہے۔ یعنی ایسے مکالمات جن میں اکثر غیب کی خبریں دی گئی ہوں" اور "نبی کے معنے صرف یہ ہیں۔ کہ خدا سے بذریعہ وحی خبر پانے والا ہو۔ اور شرف مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہو۔ شریعت کا لانا اس کے لئے ضروری نہیں۔ اور نہ یہ ضروری ہے۔ کہ صاحب شریعت رسول کا متبع نہ ہو" اور یہ تعریف نبوت آپ پر متحقق ہے۔ اس لئے اب انکار نبوت والی تحریریں آپ کے دعویٰ نبوت کے خلاف حجت نہیں ہوسکتیں۔ بیشک آپ نبی نہیں تھے۔ اگر نبوت کی یہ تعریف ہو۔ کہ اس کے لئے جدید شریعت لانا ضروری ہے۔ اور یہ بھی ضروری ہے۔ کہ اپنے سے پہلے صاحب شریعت نبی کا متبع نہ ہو۔ اور آپ نبی تھے اور نبی ہیں جبکہ نبوت کی یہ تعریف ہو۔ کہ "نبی اسے کہتے ہیں جو خدا کے الہام سے بکثرت غیب کی خبریں دے"۔ پس حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا فرمانا صرف یہ ہے۔ کہ انکار نبوت کے متعلق اس زمانہ کی تحریروں کو جبکہ تعریف نبوت یہ بیان کی گئی تھی کہ "نبی اور رسول کے یہ معنے ہوتے ہیں کہ وہ کامل شریعت لاتے ہیں۔ . . . اور براہ راست بغیر استفادہ کسی نبی کے خدا تعالیٰ سے تعلق رکھتے ہیں"۔ آپ کے دعویٰ نبوت کے خلاف حجت بنانا درست نہیں انکار کے ایسے دس ہزار حوالے بھی نفس مدعا (یعنی نبوت مسیح موعود) کے خلاف نہیں۔ کیونکہ وہ انکار دراصل اس مفہوم نبوت کا انکار نہیں کہ آپ پر کثرت سے بذریعہ وحی الٰہی اہم امور غیبیہ کا انکشاف نہیں ہوتا تھا۔ اور یہ کہ خدا نے آپ کا نام نبی نہیں رکھا تھا۔ بلکہ دراصل اس چیز کا انکار ہے۔ کہ آپ کوئی جدید شریعت لائے یا اپنے سے پہلی شریعت کے بعض احکام میں ترمیم و تنسیخ کی یا

اپنے سے پہلے نبی کی متابعت سے باہر رہے۔

پس غیر مبائع دوست ہماری طرف یہ غلط طور پر منسوب کرتے ہیں۔ کہ گویا ہم حضرت اقدس کی ۱۹۰۱ء سے پہلے کی تحریروں کو منسوخ سمجھتے ہیں۔ اس بارہ میں ہمارا جو عقیدہ ہے وہ صاف صاف یہ ہے کہ چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پہلے عام مروجہ تعریف نبوت کے مطابق اپنے مقام کا نام نبی نہیں رکھتے تھے۔ کیونکہ آپ کے نزدیک اس وقت نبی کے لئے صاحب شریعت ہونا ضروری تھا۔ اور یہ بھی ضروری تھا کہ اسے نبوت براہ راست ملی ہو۔ اور یہ صفات آپ میں متحقق نہ تھے۔ لیکن بعد میں جب آپ نے خدا کی وحی سے جان لیا۔ کہ نبی کے لئے یہ امور مستلزمات میں سے نہیں ہیں بلکہ جس کے ہاتھ پر اخبار غیبیہ منجانب اللہ ظاہر ہونگے۔ بالضرورت اس پر مطابق آیت فلا یظھر علی غیبہ کے مفہوم نبی کا صادق آئیگا۔ آپ نے بالصراحت اپنے آپ کو صاف صاف الفاظ میں نبی اور رسول کہا۔ اس لئے آج جبکہ نبی کی مندرجہ بالا تعریف متحقق ہو چکی ہے۔ انکار دعویٰ نبوت کے ثبوت میں ان حوالوں کو پیش کرنا درست نہیں۔ انکار نبوت کے وہ حوالجات حضور کی بعد کی تحریرات کے ذریعہ منسوخ ہو چکے ہیں۔ اور وہ منسوخی اس جہت سے ہے۔ جب نبی کی تعریف تو وہ کی جائے۔ جو حضور علیہ السلام نے ۱۹۰۱ء سے بعد فرمائی۔ ہاں ۱۹۰۱ء سے پہلے کی تعریف نبوت کے لحاظ سے وہ حوالے اب بھی حجت ہیں۔ اور ہرگز منسوخ نہیں۔ ناسخ و منسوخ کی بحث اس صورت میں چلتی ہے۔ جبکہ تعریف نبوت ۱۹۰۱ء کے بعد کی لی جائے۔ اور انکار نبوت کے حوالے اسی سنہ سے پہلے کے۔ ورنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے جو نبوت کی تعریف آپ فرماتے تھے۔ اس کی بنا پر ۱۹۰۱ء سے پہلے کے انکار نبوت کے حوالے آج بھی حجت ہیں۔ کیونکہ ان کا مطلب بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ آپ شرعی اور براہ راست نبی ہونے سے انکار فرماتے ہیں۔ اور کون احمدی اسے تسلیم نہیں کرتا۔ اور یہی معنے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے ان الفاظ کے ہیں کہ "ایک لحاظ سے تو حضرت مسیح موعود کی ابتدائی تحریرات اور آخری تحریرات میں اختلاف ہے اور ایک لحاظ سے بالکل کوئی اختلاف نہیں۔" (حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۲۰) اور اسی کی طرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے یہ الفاظ رہنمائی فرماتے ہیں:-

"جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے۔ صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں۔ اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں۔ مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتدا سے باطنی فیوض

حاصل کرکے اور اپنے لئے اس کا نام پاکر اس کے واسطہ سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے۔ رسول اور نبی ہوں۔ مگر بغیر کسی جدید شریعت کے۔ اس طور کا نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا۔ بلکہ انہی معنوں سے خدا نے مجھے نبی اور رسول کرکے پکارا ہے۔ سو اب بھی میں ان معنوں سے نبی اور رسول ہونے سے انکار نہیں کرتا۔" (ایک غلطی کا ازالہ)

غرض سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کی تحریریں ان معنوں میں اب حجت نہیں رہیں کہ وہ نبوت کی ایک خاص تعریف کو مدنظر رکھکر لکھی گئی تھیں۔ اور جب نبوت کی تعریف بدل گئی۔ تو اس بدلی ہوئی تعریف کے پیش نظر (کہ حقیقی تعریف ہے) اب پہلی تعریف یا اس کے مطابق انکار نبوت کے حوالوں کو بطور آخری حجت کے پیش کرنا درست نہیں۔ یہ وہ چیز ہے جسے بارہا پیش کیا گیا ہے۔ اور جس کا کوئی جواب آجتک انجمن احمدیہ اشاعت اسلام کے کسی ممبر سے نہیں بن آیا۔ ہاں خود مولوی محمد علی صاحب اس سے عہدہ برآ نہیں ہو سکے۔ لیکن کس قدر افسوس ہے کہ بجائے صاف صاف طریق کو اختیار کرنے کے وہ اس قسم کے مغالطہ آمیز سوال کرتے رہتے ہیں کہ کیا قادیانیوں میں سے کوئی ہے جو یہ اعلان کرے "کہ سنہ ۱۹۰۱ء میں اسکے عقیدہ میں یہ تبدیلی واقع ہوئی تھی۔ کہ پہلے وہ حضرت مسیح موعود کو مجدد اور محدث تسلیم کرتا تھا مگر اس کے بعد اس نے حضرت صاحب کی تحریروں کو منسوخ سمجھ کر آپ کو نبی تسلیم کر لیا تھا"

(ٹریکٹ مولوی محمد علی صاحب فیصلہ کا صحیح طریق ۱۵ ردسمبر ۱۹۴۳ء صلے)

سوال کا یہ انداز تب درست ہو سکتا ہے۔ جبکہ جن سے سوال کیا جا رہا ہے وہ حضرت مسیح موعودؑ کے دعویٰ نبوت میں تبدیلی عقیدہ کے قائل ہوں۔ اور یہ سمجھتے ہوں کہ پہلے آپ نبی نہ تھے۔ اور محدث و مجدد تھے۔ اور سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد نبی ہوئے۔ حالانکہ حقیقت یہ نہیں۔ مبایعین میں سے کوئی فرد واحد بھی یہ عقیدہ نہیں رکھتا کہ حضرت اقدس نے کبھی نفس دعویٰ نبوت میں تبدیلی فرمائی تھی۔ ہاں تعریف نبوت میں تبدیلی کے ہم قائل ہیں۔ اگر جناب مولوی صاحب مسائل نبوت میں سے کسی عقیدہ کی تبدیلی اور عدم تبدیلی کی بحث کا صاف صاف اور اینچا بینچی سے دور کوئی حل تلاش کرنا چاہتے ہیں۔ تو پھر اس کا صحیح طریق یہ نہیں کہ دریافت کیا جائے۔ کہ مسیح موعود علیہ السلام نے دعویٰ نبوت میں کوئی تبدیلی کی تھی یا نہیں۔ اور اس کے مطابق جماعت کے عقیدہ میں یہ تبدیلی واقعہ ہوئی تھی یا نہیں کہ پہلے حضرت مسیح موعود کو مجدد اور محدث تسلیم کرتی تھی۔ مگر اس کے بعد

اس نے حضرت کی تحریروں کو منسوخ سمجھ کر آپ کو نبی تسلیم کر لیا تھا (کیونکہ عقیدہ دعویٰ نبوت میں تبدیلی کا کوئی فریق بھی قائل نہیں) بلکہ درست طریق یہ ہے کہ آیا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تعریف نبوت میں کوئی تبدیلی فرمائی ہے یا نہیں اور اسی کے مطابق جماعت کے عقیدہ میں یہ تبدیلی واقعہ ہوئی تھی یا نہیں کہ پہلے وہ حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت کو محدثیت، مجددیت اور غیر نبیوں والی نبوت تسلیم کرتی تھی۔ مگر اس کے بعد اس نے تعریف نبوت کے متعلق حضرت کی تحریروں کو منسوخ سمجھ کر آپ کو خدا کی اصطلاح، نبیوں کی اصطلاح، اسلام کی اصطلاح اور خود حضرت مسیح موعودؑ کی اصطلاح کے مطابق غیر نبی نہیں بلکہ نبی تسلیم کر لیا تھا۔
لیکن افسوس ہے کہ جناب مولوی صاحب تبدیلی کی بحث میں اس آسان طریق کو چھوڑ کر بجائے عقیدہ تعریف نبوت میں تبدیلی کی بحث کے عقیدہ دعویٰ نبوت کی تبدیلی کی بحث میں الجھ جاتے ہیں۔ یہ طریق بیان واقعات کی غلط تصویر پیش کرتا ہے۔ افسوس ہے کہ جناب مولوی صاحب نے اسے ہی اختیار کرنا پسند فرمایا ہے۔

غلط فہمیوں کی بناء پر جماعت کے اختلاف کے وجوہ پہلے ہی تھوڑے نہیں۔ کہ اس طرح بے حقیقت باتوں کو حقیقت کا جامہ پہنا کر اور بڑھانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ پس غیر مبائع بہنوں اور بھائیوں سے میری دردمندانہ گذارش ہے۔ کہ وہ اس نادرست روش کو بدلنے کی کوشش فرمائیں۔ اور اس طریق عمل کو چھوڑ دیں۔ جو اختلافات کی خلیج کو پاٹنے کی بجائے وسیع تر کرنیوالا ہے۔

بیعت حضرت محمودؓ

از جناب مولوی ذوالفقار علی خاں صاحب

لیکے بیعت تری مسعود کئے دیتا ہے
آپ مبارک تجھے محمود کئے دیتا ہے

نہ ہو مایوس اگر اسباب مخالف ہیں ترے
ٹھیک انہیں مصلح موعود کئے دیتا ہے

تو نے برباد کیا وقت تو کیوں روتا ہے
وقت اگر تجھ کو ہی نابود کئے دیتا ہے

یہ جو منکر ہیں انہیں رحمت خالق سے بھی
شیر اللہ کا ابھی مردود کئے دیتا ہے

تو نہ گھبرا کہ دعا اسکی ہے اکسیر شفاء
جو تجھے چاہیئے موجود کئے دیتا ہے

سر کھپانا نہیں جو دین محمدؐ کے لئے
اپنی محنت کو بھی بے سود کئے دیتا ہے

سوزش دل کو بنا سوزش ابراہیمی
کیوں اسے آتش نمرود کئے دیتا ہے

صبر کر نان جویں پر کہ خدا دے گوہر
اسکو بھی حلوۂ بے دود کئے دیتا ہے

مولوی محمد علی صاحب سے خطاب

از رشحاتِ قلم نسیم سیفی بی-اے

کبھی دار الاماں کی یاد میں آنسو بہائے ہیں؟
دیارِ حضرتِ احمد کے کوچے یاد آئے ہیں؟

جو ایام حسیں گذرے نبی اللہ کے در پر
تصور پر کبھی وہ بھی حسیں ایام چھائے ہیں؟

کبھی جن کے کفِ پا کو نگاہِ شوق سے چوما،
عداوت کے نشانے اب انہیں پر کیوں لگائے ہیں؟

ذراسی بات پر یوں بے نیازِ کفر دیں ہوکر
کبھی نازاں تھے جن پر وہ عقائد کیوں بھلائے ہیں؟

خلافت کا حسیں دامانِ الطاف و کرم چھوڑا
درخشندہ ستارے ٹوٹ کر ذروں میں آئے ہیں،

رموزِ نور و ظلمت سے نظر واقف نہیں شاید
تمیزِ نور و ظلمت میں جبھی دھوکے سے کھائے ہیں

یہ دوری آستانِ دلبر و دلدار سے کیسی؟
کہاں دار الاماں کو چھوڑ کر ڈیرے لگائے ہیں

حجابات نظر اٹھنے میں آتے ہی نہیں اب تک
تعصب نے خرد کے پرخچے ایسے اڑائے ہیں

نسیم احساس کی قندیل روشن ہو تو کیونکر ہو
کہ ان کے ذہن و دل میں کچھ اندھیرے سے سمائے ہیں

گنجِ کرم

از قلم ملک عطاء الرحمٰن صاحب نائب ایڈیٹر

اسلام کے ابتداء ہی سے اس کے مخالفین نے اس پر بظاہر اور پوشیدہ طریق پر پے در پے حملے کئے۔ اس کی تعلیم کو بگاڑنے اور اس کے خوشنما اور حسین چہرہ کو بدنما اور مکروہ بنانے کی ممکن سعی کی گئی۔ چنانچہ اسلام پر جس قدر بھی ظاہری حملے مخالفین کی طرف سے کئے گئے۔ ان سب سے بڑھ کر وہ پوشیدہ حملہ ہے۔ جو عیسائیت نے خفیہ طور پر اسلام اور اس کی تعلیم پر کیا۔ بعض عیسائی منافقت کے ساتھ اسلام میں داخل ہوئے۔ اور عیسائیت کے مشرکانہ خیالات کو اسلام کی توحید پسندانہ تعلیم میں داخل کرنا شروع کر دیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق قرآن شریف میں جہاں جہاں ذکر آیا ہے۔ اس کی تشریحات اپنے اسی مخصوص مشرکانہ انداز میں کرنی شروع کر دیں۔ جس کے نتیجے میں آج تک تو کجا بڑے بڑے علماء اسلام اور اعلیٰ پایہ کے مفسرین قرآن بھی ان باطل عقائد کے حامل رہے۔ اور اسلام کی جڑوں کو کھوکھلا کر دینے والے خیالات۔ کو اس کی پاکیزہ تعلیم میں داخل کر دیا۔ چنانچہ حضرت مسیح علیہ السلام کا مُردے زندہ کرنا۔ اور خود مسیح علیہ السلام کا اس وقت تک زندہ ہونا ایسے متعدد مشرکانہ عقائد کو اسلام کی پاکیزہ تعلیم کا جزوِ موثر بنا دیا۔

گو عیسائیت کے اس دجل کا آغاز اسلام کے بالکل ابتداء سے ہی ہو چکا تھا۔ لیکن اس کا اظہار اس وقت ہونا شروع ہؤا۔ جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا وجودِ مقدس اور حضور کے نور سے بلاواسطہ فیضیاب ہونے والے صحابہ کرام نظروں سے اوجھل ہو چکے تھے۔ کہ جو اس پھیلتی ہوئی تاریکی کو اپنے اس خداداد نور کے ساتھ تار تار کر دیتے۔ چنانچہ جہاں ایک طرف اس نور سے دُوری بڑھتی گئی۔ تو دوسری طرف ظلمت اپنی تاریکی میں شدید تر ہوتی گئی۔ اور پھر جوں جوں اندھیرا بڑھتا گیا۔ دشمن اپنی ریشہ دوانیوں میں بڑھتا چلا گیا۔ اور اس نور کو نظروں سے یکسر اوجھل کر دیا گیا۔

لیکن رات کی ان سیاہ تاریکیوں میں خدا تعالیٰ نے بدرِ کامل کو ظاہر کیا۔ تا کہ کفر اور شرک کی تاریکیوں سے حاصل اندھیری رات اس ماہتاب کی ظلمت پاش کرنوں کے ساتھ پھر سے روشن ہو جائے۔ مگر اس دفعہ خدا تعالیٰ نے شیطان اور اس کے ہمنواؤں کو اپنے اس پوشیدہ ہتھیار کے دوبارہ استعمال کا

موقع نہ دیا کہ مخالف موافقت کے بظاہر خوشنما لباس میں مگر اندر ہی اندر منافقت کے ذلیل ہتھیاروں کے ساتھ اس حقیقت کے درپے ہو سکے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے ماتحت ہمیشہ کے لئے محفوظ کر لیا گیا۔

فتنۂ پیغامیت عیسائیت کا وہ ہم رنگ فتنہ تھا۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ہی اپنی جڑیں بنا رہا تھا۔ لیکن عیسائیت کے اس فتنہ کے برخلاف یہ فتنہ اپنے آپکو پوشیدہ نہ رکھ سکا۔ بلکہ جلد ہی ظاہر ہو گیا۔ جبکہ ابھی خود وہ نورِ نبوت اور اس سے بلاواسطہ نور حاصل کرنے والے پاک وجودوں کی کثرت موجود تھی کہ جن کی موجودگی میں کوئی دھوکہ اور فریب پنپ نہ سکتا تھا چنانچہ اس کے نتیجے میں تمام وہ غلط عقائد جو اس سے کبھی رُونما ہو سکتے تھے۔ اس وقت جبکہ صحابہؓ اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہوتے۔ اور ان غلط عقائد کے بطلان کا کوئی امکان باقی نہ رہتا جس طرح کہ اسلام کے پہلے دَور میں ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے ان سب کو پوری وضاحت کے ساتھ ظاہر ہونے کا موقع پیدا کر دیا۔ تاکہ ابھی سے ان کو ایسی صفائی کے ساتھ سلجھا دیا جائے تاکہ پھر دوبارہ اُس کے مومن بندے اس تجربہ شدہ غلطی کو نہ کر بیٹھتے۔ اور شیطان دوبارہ اس راہ سے کامیابی حاصل کرنے کی بجائے ہمیشہ کے لئے ہزیمت اٹھائے۔ چنانچہ فتنہ پیغامیت ایسے محفوظ زمانہ میں ظاہر ہوا کہ جبکہ اس کو نہایت آسانی کے ساتھ دبایا جا سکتا تھا۔ اور اس کے ساتھ ہی آئندہ آنے والوں کو ان غلط عقائد کی ترویج سے آگاہ اور متنبہ کیا جا سکتا تھا۔ اور اس طرح فتنہ پیغامیت کا اس وقت ظاہر ہونا۔ اور منافقانہ ریشہ دوانیوں پر سے اس وقت پردہ کا اٹھا دینا خدا تعالیٰ کی وہ عظیم الشان رحمت ہے کہ احمدیت کی گذشتہ اور آئندہ تاریخ میں اس کی کوئی نظیر نہ مل سکے گی۔ فتنہ پیغامیت آئندہ آنے والی ان تمام نسلوں پر انتہائی احسان ہے ہمارے رحیم و کریم خدا کا کہ جن کی خاطر آج ہی اس فتنہ کا اس طرح سر کچل دیا گیا ہے۔ کہ اب وہ ہمیشہ کی موت کے لئے آخری دم توڑ رہا ہے۔

فتنہ پیغامیت درحقیقت خدا تعالیٰ کا وہ عظیم الشان فضل ہے کہ جس کی وجہ سے احمدیت کے امتیازی مسائل اور اجراء نبوت ایسے اصولی اور بنیادی عقائد کو آئندہ آنے والی تمام نسلوں تک کے لئے اس قدر روشن اور واضح کر دیا گیا ہے کہ جس میں شک اور شبہ کی ہرگز کوئی گنجائش باقی نہیں رہی۔

فتنہ پیغامیت ابتداء میں یقیناً ہولناک نظر آتا تھا۔ عمائدین اور خود فہمیدہ اکابرین (جن کے لئے ہمیشہ کی رسوائی اور ذلت خدا تعالیٰ کے حضور مقدر ہو چکی تھی) کی اس فتنہ کو حمایت حاصل تھی۔ اور بزعم خود جماعت کی اکثریت اس کی پشت پناہ تھی۔ اس فتنہ کا ظہور انہیں کے لئے فی الواقع نہایت دردناک

اور خوفناک منظر پیش کر رہا تھا۔ مگر ساتھ ہی ساتھ احمدیت کے حقیقی پرستاروں کے لئے ایک بہت بڑا ابتلا تھا۔ لیکن بگفتہ ؎

ہر بلاکیں قوم را حق دادہ است ⁂ زیر آں گنجِ کرم بنہادہ است

اِس عظیم الشان ابتلا کے پسِ منظر خداوند کریم کا ہاتھ اس ابتلا میں کامیاب ہونیوالوں کے لئے اپنی رحمتوں اور فضلوں کے خزائن لٹانے کیلئے اُٹھ رہا تھا۔ چنانچہ اس کے جود و کرم کے بادل سے مخلصین و مقرب کی دائمی تسکین کے لئے سیدنا المصلح الموعود کا رحمت بار مقدس وجود اترا۔ جو بادلوں کی گرج اور بجلی کی کڑک کے درمیان میں اپنے ساتھ وہ پانی لے کر برسا کہ جس نے احمدیت میں آنے والی آئندہ تمام نسلوں کو سیراب کر دیا۔ اور اس کے آنے کے ساتھ وہ نور اس کے ہمراہ آسمان سے نازل ہوا کہ جس نے آئندہ میں آنے والی تمام تاریکیوں کو ہمیشہ کیلئے دُور کر دیا۔ اطال اللہ بقاءہٗ و اطلع شموس طالعہٖ۔

چنانچہ فتنہ پیغامیت کے ظاہر ہونے پر ہم کبھی بھی رنجیدہ خاطر نہیں ہوئے۔ بلکہ اس کے ذریعہ سے ہم خدا تعالیٰ کے ان عظیم الشان انعامات کے ہمیشہ کے لئے وارث ہو گئے۔ جس کیلئے ہم نہ صرف اس موجودہ نسل کی طرف سے بلکہ آئندہ آنے والی تمام نسلوں کے لئے اس کے شکر مند ہیں۔ جس کے لئے ہم دل کی گہرائیوں میں انتہائی خوشی محسوس کرتے ہیں۔ اور پھر اس کا شکر مند ہونا درحقیقت اپنے اس رحیم و کریم خدا کا شکر گذار ہونا ہے۔ کہ جس نے اس فتنہ اور اس کے ابتلا اور امتحان سے ہمیں محفوظ رکھا۔ اور شیطان کو اس دن سے ہم پر غالب آنے سے آج ہی نہیں بلکہ آئندہ ہمیشہ کے لئے روک دیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

اے خدا جس طرح آج اس امتحان اور ابتلا کے اندھیروں میں سے تو نے خود ہمارا ہاتھ پکڑا۔ اور ہمیں اپنے ابدی نور میں لے گیا۔ احمدیت میں آنے والی تمام نسلوں کو ان ابتلاؤں سے ہمیشہ کے لئے محفوظ رکھ۔ اور ان کا خود دستگیر و ہمنوا ہو۔ آمین

(بقیہ صفحہ ۲۱) مگر نبوت کے معنی اظہار امرِ غیب ہے" لہٰذا بالضرور یہ نتیجہ نکلا۔ کہ اگر کثرت مکالمہ مخاطبہ کو کبھی اس سے پہلے آپ نے کسی اور نام سے یاد فرمایا بھی ہے تو اب وہ تعریف باقی رہی۔ اب اس کثرت مکالمہ مخاطبہ کا نام محدث رکھنا حضور جائز نہیں قرار دیتے۔ اور اسی وجہ سے آپ اپنے آپ کو نبی کہتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ "تو میں اپنی نسبت نبی یا رسول کے نام سے کیونکر انکار کر سکتا ہوں" (ایک غلطی کا ازالہ)

کاش مولوی محمد علی صاحب کج بحثی چھوڑ کر اور صحیح طریق کو اختیار کر کے فیصلہ کرنے کی کوشش کرتے۔

کیا نجات نہ پانے والا بھی مسلمان ہے؟

از قلم شیخ ناصر احمد صاحب بی۔ اے

:(۱):

کسی شخص کو سچا مسلمان سمجھنے کا عام اور سادہ مفہوم یہ ہوتا ہے کہ وہ شخص خدا اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانبردار ہے۔ اسلامی شریعت یعنی قرآن کریم پر حتی الوسع عمل پیرا ہے۔ اس دنیا کی زندگی کو خدا اور اس کے رسولؐ کے احکام کی روشنی میں بسر کرتا۔ اور اگلی زندگی کے لئے باحسن طریق تیاری کرتا ہے۔ جس کے نتیجہ میں وہ خدا کے فضل سے نجات پائے گا۔ اور دوزخ کی آگ اس پر حرام قرار پاکر اُسے ابدی جنت میں ٹھکانہ ملیگا۔ یا بالفاظ دیگر مسلمان نجات یافتہ کو کہتے ہیں۔ ہر مسلمان نجات پائیگا۔ نجات نہ پانے والا مسلمان نہیں ہوگا۔ اگر اس کے اسلام میں کوئی نقص نہیں تو وہ سچا مسلمان ہے۔ اور وہ نجات پائے گا۔ اور اگر وہ نجات نہیں پائے گا۔ تو ماننا پڑے گا۔ کہ وہ مسلمان ہی نہ تھا۔ اس کے اسلام میں کوئی ایسا نقص تھا۔ جس کے باعث وہ مسلمان ہی نہ تھا۔ کیونکہ مسلمان نجات سے محروم نہیں رہ سکتا۔ آج ہم اسی عام فہم حقیقت کے ماتحت غیر مبایعین کے عقیدہ کفر و اسلام کے حل کی ایک آسان راہ پیش کرتے ہیں۔

:(۲):

اکابرین اخبار "پیغام صلح" نے ۱۹۱۳ء میں یہ اقرار کیا: "ہمارا ایمان ہے کہ حضرت مسیح موعود و مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے سچے رسول تھے۔ اور اس زمانہ کی ہدایت کے لئے دنیا میں نازل ہوئے۔ اور آج آپ کی متابعت میں ہی دنیا کی نجات ہے۔ اور ہم اس امر کا اظہار ہر میدان میں کرتے ہیں۔ اور کسی کی خاطر ان عقائد کو بفضلہ تعالیٰ نہیں چھوڑ سکتے" (۷ستمبر صـ۳ کالم ۲) پھر مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھا: "خدا تعالیٰ کو جو دلوں کے بھید جاننے والا ہے۔ حاضر و ناظر جان کر علی الاعلان ہم حضرت مسیح موعود و مہدی معہودؑ کو اس زمانہ کا نبی، رسول اور نجات دہندہ مانتے ہیں۔ اور جو درجہ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنا بیان فرمایا ہے۔ اس سے کم و بیش کرنا موجبِ سلبِ ایمان سمجھتے ہیں۔ ہمارا ایمان ہے کہ دنیا کی نجات حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے غلام حضرت مسیح موعودؑ پر ایمان لائے بغیر نہیں ہو سکتی۔"

:(۳):

ان ۲ حوالہ جات سے معلوم ہوتا ہے کہ اخبار "پیغام صلح" کے ساتھ تعلق رکھنے والوں کے نزدیک اس زمانہ میں حضرت مسیح موعودؑ کی متابعت میں ہی دنیا کی نجات ہے۔ اور یہ کہ حضورؑ اس زمانہ کے نجات دہندہ تھے۔ اور یہ کہ دنیا کی نجات کا صرف اور صرف یہی ایک ذریعہ ہے۔ کہ "حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے غلام حضرت مسیح موعودؑ پر ایمان لایا جائے۔ نیز یہ کہ اکابرین "پیغام صلح" "کسی کی خاطر ان عقائد کو بفضلہٖ تعالیٰ نہیں چھوڑ سکتے" تھے۔ اور یہ کہ وہ حضرت مسیح موعودؑ کے اپنے بیان فرمودہ درجہ سے "کم وبیش کرنا موجب سلب ایمان سمجھتے" تھے۔

ہم یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ کیا آج بھی ان کے یہی عقائد ہیں۔ کیا آج بھی وہ حضورؑ کو اس زمانہ کا نجات دہندہ سمجھتے ہیں۔ کیا آج بھی ان کے نزدیک دنیا کی نجات حضور کی متابعت میں ہی ہے۔ اگر آج ان کے یہ عقائد نہیں۔ تو کیا ان عقائد کو بدلنا بالفاظ دیگر حضرت مسیح موعودؑ کے مقام کو کم بیش کرنا ان کے لئے موجب سلب ایمان نہیں ہوگیا؟

—————— :(۴): ——————

خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کو مخاطب کر کے فرمایا: "جو شخص تیری پیروی نہیں کریگا۔ اور تیری بیعت میں داخل نہیں ہوگا۔ اور تیرا مخالف رہے گا۔ وہ خدا اور رسول کا نافرمانی کرنے والا اور جہنمی ہے۔"

(تذکرہ صفحہ ۲۸ - ۳۳۷)

ہم آج بھی یہ مانتے ہیں۔ جو حضورؑ نے خدا سے علم پاکر بیان فرمایا۔ اور جس طرح اکابرین "پیغام صلح" نے ۱۹۱۳ء میں اپنے عقائد کو ظاہر کیا تھا۔ لیکن آج انہی لوگوں کے نزدیک حضرت مسیح موعودؑ کا منکر بھی مسلمان ہے تو اب سوال یہ ہے کہ کیا وہ مسلمان نجات پائے گا۔ اگر وہ نجات پائے گا۔ تو حضورؑ نجات دہندہ کیونکر ہوئے؟ اور اگر نجات نہ پائیگا۔ تو وہ مسلمان کیسا۔ سیدھے طور پر اُسے غیر مسلمان ہی کیوں نہیں کہہ دیتے۔ کیا آپ کے نزدیک مسلمان بھی دو قسم کے ہیں؟ کیا کوئی مسلمان نجات سے محروم بھی رہ سکتا ہے۔ کیا نجات نہ پانے والا بھی مسلمان کہلا سکتا ہے۔ کیا یہ سلب الشئ عن نفسہٖ نہیں۔ کیا یہ صریح دھوکہ دہی نہیں کہ ایک شخص کو مسلمان بھی کہا جائے اور اس کے متعلق یہ عقیدہ بھی رکھا جائے۔ کہ وہ نجات نہیں پائے گا۔ ہمارے تو اس منافقانہ عقیدہ کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ نہ خدا نے اور نہ اس کے رسولؐ نے مسلمانوں میں یہ تفریق کی۔ اگر مسلمان نجات نہیں پائیں گے۔ تو نجات پانے والوں کو کس نام سے پکارو گے۔ اور اگر نجات نہ پانے والے بھی مسلمان ہوں گے۔ تو اُن کا اسلام ان کو کیا۔

فائدہ دے گا۔ اور اسلام کا نجات کے ساتھ کیا تعلق باقی رہے گا۔ اس کے ساتھ یہ بھی مدنظر رکھنا چاہیئے۔ کہ جناب مولوی محمد علی صاحب اپنی تفسیر بیان القرآن میں فرما چکے ہیں۔ کہ "کامل نجات صرف اسلام میں ہے"۔

خدا اور اس کے رسول کا حقیقی ادب

از جناب مولوی ظفر محمد صاحب مولوی فاضل

تیرا حال اے قوم دشمن عجب ہے — نہ نیکی نہ تقویٰ نہ کچھ خوفِ رب ہے

ہے لڑنا جھگڑنا فقط کام تیرا — حقائق کو سمجھے یہ ملکہ ہی کب ہے

نئی بات کہہ دے جو کوئی محقق — تو نزدیک تیرے بڑا بے ادب ہے

تو اس قولِ محمود پر چیخ اُٹھی — مچایا بہت اس پر شور و شغب ہے

محمدؐ سے بڑھنے کا امکان تو ہے — مگر کوئی بڑھ کر دکھا دے تو جب ہے

کہا تو نے "اس میں ہے ہتک محمدؐ — محمدؐ سے بڑھنے کا امکان کب ہے"

مگر تُو نے افسوس اتنا نہ سوچا — ترا قول خود کاسرِ شانِ رب ہے

نہیں جنبہ داری ہمارے خدا میں — وہ سب کا ہے رب اک محمدؐ کا کب ہے

اجازت ہے ہر ایک بڑھ جائے آگے — جو بڑھ جائے آگے وہی منتخب ہے

یہ دُنیا ہماری ہے دار المساعی — یہاں نیلِ مطلوب حسبِ طلب ہے

محمدؐ بنے سیدِ وُلدِ آدم — تو کوشش بھی انکی کچھ اس کا سبب ہے

اگر یہ نہیں تو عیاذاً بربی — کہو بے عمل ہو گیا منتخب ہے

مولوی محمد علی صاحب کی مغالطہ دہی

مولوی محمد علی صاحب امیر پیغام نے ایک ٹریکٹ موسومہ "فیصلہ کا صحیح طریق"، ۱۵ر دسمبر ۱۹۴۴ء کو شائع کیا ہے۔ جس کے صفحہ ۱۲ پر انہوں نے چند سوال لکھنے شروع کئے اور پھر خود ہی ہر ایک سوال کا جواب تحریر کر کے پبلک پر ظاہر کرنا چاہا ہے کہ گویا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنا عقیدہ تبدیل نہیں کیا تھا۔ اور "کوئی قادیانی جواب دے" کے الفاظ سے لکھ کر اپنی طرف سے اسے بڑی لاجواب بات قرار دیا ہے۔ میں اس کے متعلق عرض کرتا ہوں کہ مولوی صاحب موصوف نے بعض سوالوں کے جوابات غلط درج کئے ہیں۔ کیونکہ وہ جوابات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات کے مطابق نہیں ہیں۔ مثلاً مولوی محمد علی صاحب تحریر کرتے ہیں:۔

۱۔ کیا جب حضرت مسیح موعود (علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ ناقل) پر کفر کا فتویٰ اس بناء پر لگایا گیا کہ آپ نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ تو آپ نے یہ تشریح اس لفظ کی یا نہیں کہ اس سے مراد محض محدّث ہے۔ لغوی معنی میں نبی یعنی پیشگوئی کرنے والا ہے۔ اصطلاح شریعت میں نبی نہیں۔ یہ لفظ بطور مجاز اور استعارہ استعمال ہوا ہے۔ ــــ ۱۔ کی تھی۔

۲۔ کیا یہ تشریح صحیح تھی یا غلط۔ ــــ ۲۔ صحیح تھی۔

۳۔ کیا بعد میں حضرت مسیح موعود (علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ ناقل) نے اسے کبھی غلط قرار دیا۔ ۳۔ کبھی نہیں

گو مولوی صاحب نے سوال اول کے الفاظ میں اپنی طبیعت کے مطابق پیچیدگی سے کام لیا ہے۔ جس کے ظاہر کرنے کا ابھی موقعہ نہیں۔ اس وقت صرف مجھے یہ بتانا مقصود ہے کہ مولوی صاحب موصوف نے تیسرے سوال کا جواب غلط دیا ہے۔ جس کا ثبوت یہ ہے کہ حضرت سیدنا مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مندرجہ ذیل تصریحات فرماتے ہیں:۔

(الف) "یہ بھی یاد رہے کہ نبی کے معنی لغت کی رو سے یہ ہیں کہ خدا کی طرف سے اطلاع پا کر غیب کی خبریں دینے والا۔ پس جہاں یہ معنی صادق آئیں گے۔ نبی کا لفظ بھی صادق آئیگا۔ اور نبی کا رسول ہونا شرط ہے۔ کیونکہ اگر وہ رسول نہ ہو تو پھر غیب مصفّٰی کی خبر اس کو مل نہیں سکتی۔ اور یہ آیت اس کو روکتی ہے۔ لا یُظھر علیٰ غیبہ احداً الا من ارتضیٰ من رسول۔" (ایک غلطی کا ازالہ ص۳ بڑی تقطیع)

(ب) "اگر خدا تعالیٰ سے غیب کی خبریں پانے والا نبی کا نام نہیں رکھتا۔ تو پھر بتلاؤ کس نام

سے اس کو پکارا جائے۔ اگر کہو اس کا نام محدث رکھنا چاہیئے۔ تو میں کہتا ہوں کہ تحدیث کے معنی کسی لغت کی کتاب میں اظہار غیب نہیں ہے۔ مگر نبوت کے معنی اظہار امر غیب ہے۔" (ر صہ)

(ج) "پس میں جبکہ اس مدت تک ڈیڑھ سو پیشگوئی کے قریب خدا کی طرف سے پاکر بچشم خود دیکھ چکا ہوں۔ کہ صاف طور پر پوری ہوگئیں۔ تو میں اپنی نسبت نبی یا رسول کے نام سے کیونکر انکار کر سکتا ہوں۔ اور جبکہ خود خدا تعالیٰ نے یہ نام میرے رکھے ہیں۔ تو میں کیونکر رد کر دوں یا کیونکر اس کے سوا کسی دوسرے سے ڈروں۔" (ر صہ)

ان حوالجات سے ثابت ہے کہ "ایک غلطی کے ازالہ" میں حضرت سیدنا مسیح موعود علیہ السلام نے تعریف نبوت میں تبدیلی کی ہے۔ آپ کو اپنے متعلق کثرت مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ عطا کئے جانے کا جو دعویٰ تھا جسے آپ نے محدثیت کے نام سے کبھی یاد فرمایا۔ اب اسی کثرت مکالمہ مخاطبہ کو نبوت کے نام سے تعبیر کرنے کی تصریح فرماتے ہیں۔ اور بالصراحت اپنے آپ کو نبی کے نام سے موسوم فرماتے ہیں۔

پس مولوی محمد علی صاحب کا یہ سوال کرنا۔ کہ "کیا بعد میں حضرت مسیح موعود نے اسے کبھی غلط قرار دیا" اور خود ہی جواب دینا۔ کہ "کبھی نہیں"۔ بالکل غلط ہے۔ اور مولوی محمد علی صاحب نے عمداً مغالطہ دینا چاہا ہے۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتب میں اِس "ایک غلطی کے ازالہ" کے بعد کبھی بھی اپنے آپ کو محدث قرار نہیں دیا۔ اور نہ خود کو محدثوں کی صف میں سمجھا ہے۔ بلکہ صریحاً فرمایا ہے کہ "غرض اس حصہ کثیر وحی الٰہی اور امور غیبیہ میں اس امت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں۔ اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس امت میں گذر چکے ہیں۔ ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا۔ اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں۔ کیونکہ کثرت وحی اور کثرت امور غیبیہ اس میں شرط ہے۔ اور وہ شرط ان میں پائی نہیں جاتی۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱)

مولوی محمد علی صاحب کے لئے مناسب نہ تھا۔ کہ وہ ان تمام تر حوالجات سے واقف ہوتے ہوئے بھی پھر خود "فیصلہ کا صحیح طریق" پیش کرنے پر پبلک کو اس قدر مغالطہ دیتے۔ کہ گویا وہ ان حوالجات کو جانتے ہی نہیں ہیں۔ ان حوالجات کے ہوتے ہوئے معمولی عقل کا انسان بھی بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے (۱) کثرت مکالمہ مخاطبہ سے مشرف کئے جانے کا اظہار فرمایا ہے (۲) اور اسی کثرت مکالمہ مخاطبہ کو نبوت کے نام سے تعبیر فرمایا ہے۔ (۳) اور اس کثرت مکالمہ مخاطبہ سے فائز شخص کو محدث کے نام سے پکارے جانے پر تنبیہ فرمائی ہے کہ "اگر کہو کہ اس کا نام محدث رکھنا چاہیئے۔ تو میں کہتا ہوں۔ کہ تحدیث کے معنی کسی لغت کی کتاب میں اظہار غیب نہیں ہے۔" (باقی صفحہ ۱۶ پر)

بابیت

تاریخ بابیت

بابیت کی ابتدا

باطنیت کا آغاز ایرانیوں سے ہوا۔ اور بابیت اور بہائیت اس کے مٹے ہوئے بعض فرقوں کے ابھرے ہوئے نقوش ہیں۔ شیعوں کے بارھویں امام حضرت محمد بن حسن عسکری جن کی پیدائش ۲۵۶ھ میں ہوئی۔ امام غائب کہلاتے ہیں۔ جو آخری زمانہ میں پھر ظہور فرمائیں گے۔ انکی غیبوبت صغریٰ کے زمانہ میں جو وجود ان سے رابطہ وتعلق کا ذریعہ ہوتا تھا اُسے شیعی اصطلاح میں باب کہتے تھے۔ چنانچہ امام عسکری کے غائب ہونے کے ستر سال بعد ۳۲۸ھ تک ان کے چار باب بھی غائب ہوئے۔ جو ابواب اربعہ کہلاتے ہیں۔ اور اس سنہ کے بعد شیعوں کے نزدیک غیبوبت کبریٰ کا زمانہ شروع ہوجاتا ہے۔ ایک بہائی مؤرخ عبدالحسن نے غیبوبت کبریٰ سے پہلے کے زمانہ کو ۲۶۰ھ پر ختم کردیا ہے۔ لیکن یہ مؤرخ مذکور کی تاریخی غلطی ہے۔ یہ زمانہ دراصل ۳۲۸ھ تک ہی ہوتا ہے۔ اس کے بعد شیعوں کے عام عقیدہ کے مطابق بابوں یعنی نائبین یہ طریق عملاً مسدود ہوگیا۔ قریباً نوسو سال تک محدود سکوت کا یہی سلسلہ جاری رہا۔ اس لئے اس دور میں بابوں کا کوئی قابل ذکر تذکرہ ہمیں تاریخ کے صفحات میں نہیں ملتا۔ یہ بارھویں صدی کے اواخر کا واقعہ ہے۔ کہ "ظہور امام" کے قدیم تصور سے شیعوں کو وابستہ رکھنے کیلئے شیخ احمد الاحسائی ابن شیخ زین الدین الاحسائی جیسے لوگوں نے اس دبی ہوئی راکھ کے بجھے ہوئے انگاروں کو پھر سے روشن کرنا چاہا۔ تا امام غائب کے منتظرین کی یاس وقنوط کی تاریک حالت کو انکی آمد کا پر بہجت پیغام دے کر امید و آرزو سے جگمگا یا جاسکے۔

فرقہ شیخیہ شیخ احمد الاحسائی عمرین کا باشندہ تھا۔ ۱۱۵۷ھ میں پیدا ہوا۔ قریباً پچاس برس کی عمر پائی۔ ملک کے متداول علوم سے حصہ وافر اس نے پایا تھا۔ اور دُور و نزدیک اس کی علمی شہرت کا چرچا تھا۔ وہ اعتقاداً شیعہ تھا۔ تحصیل علم کے بعد اس نے شیعی معتقدات کی پُرجوش تلقین شروع کردی۔ اس کا خاص مشن یہ تھا۔ کہ امام غائب کے جلد ظہور کی خوشخبری لوگوں کو سنائے اور مرد منتظر کے لئے میدان کو ہموار کردے۔ اس کی پُرجوش تلقین بہت سے شیعوں کو اس کے حلقہ ارادت میں لے آئی۔ اور چونکہ اپنے مخصوص مشن کی متکلمانہ بحثوں کے لئے اسے بعض جگہ شیعوں کی عام روش سے ذرا ہٹ کر چلنا پڑتا تھا۔ اس لئے اس کے

امراء و دولتمندوں کا گروہ فرقہ شیخیہ کے نام سے مشہور ہو گیا۔

طریقہ کشفیہ ۱۲۴۲ھ میں شیخ احسائی کی وفات ہو گئی۔ اور اپنے کام کو جاری رکھنے کیلئے مرنے سے پہلے اس نے اپنے شاگرد سید کاظم رشتی کے حق میں وصیت کی۔ کہ وہ میرے بعد میرا جانشین اور فرخ کا امیر ہو۔ سید کاظم کی پیدائش ۱۲۰۵ھ میں بمقام رشت ہوئی تھی۔ اس نے اپنے پیشرو کی تلقینوں کو اسی سوز و شوق سے جاری رکھا۔ اور اس وجہ سے کہ بعض تفصیلات میں اس نے اپنے پیشرو سے اختلاف بھی کیا تھا۔ انکا طریقہ طریقہ کشفیہ کے نام سے موسوم ہو گیا۔ ۱۲۵۹ھ میں پچپن برس کی عمر میں اس کی وفات ہو گئی۔

ہماری آج کی گفتگو کے محور سید علی محمد "باب"، بانی تحریک بابیت سید کاظم ہی کے حلقہ درس کے متعلق ہے۔ شیخ احسائی یا سید کاظم رشتی دونوں میں سے کوئی بھی مدعی ماموریت نہ تھا۔ اور نہ ہی ان میں سے کسی نے اس جد و جہد کے لئے اپنے کسی الہام یا وحی الٰہی کو کبھی پیش کیا تھا لیکن وہ دونوں ایک ایسی فضاء ضرور پیدا کر رہے تھے۔ کہ جب بھی امام غائب یا ان کے نائب یعنی باب کی آواز بلند ہو۔ لوگ اس کی طرف جھک جائیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب علی محمد نے یہ دیکھا۔ کہ شیخ احسائی اور سید کاظم رشتی کی تعلیم سے متأثر ہو کر بابیت کے نام پر بلند ہونے والی آواز کی قبولیت کے لئے ماحول سازگار ہو گیا ہے۔ ان فضلاء کے جمع شدہ مواد کو بس آگ ہی دکھانا باقی ہے۔ تو اس نے سید کاظم کی وفات کے جلد ہی بعد ۱۲۶۰ھ میں اپنے باب ہونے کا دعویٰ کر دیا۔

بابی یا بہائی مذہب کا بلحاظ اصول دین یا عقائد کے امام غائب یا فرقہ شیخیہ یا طریقہ کشفیہ سے کوئی حقیقی لگاؤ نہیں۔ یہ سب اپنے تئیں اسلامی فرقہ قرار دیتے ہیں۔ اور بابیت یا بہائیت کا اسلام سے کوئی واسطہ اور تعلق نہیں۔ لیکن ہم نے بابیت یا بہائیت کے آغاز کی تاریخ لکھتے ہوئے۔ ان کا ذکر جو کر دیا ہے۔ تو محض اس لئے کہ شیعیت کا یہی امام غائب کے کسی باب کا تصور بابیت کا نقطہ آغاز ہے۔ اور اس کے بانیوں نے اسی کی لو سے اپنی شمع حیات کو روشن کیا ہے۔ اور سید کاظم رشتی کے ہی خیالات ان کی تعلیمی اور تبلیغی جد و جہد کے گہوارے تھے۔ پس ہمارے اوپر کے بیان سے کسی کو یہ شبہ نہ گذرے۔ کہ ہم بابیت یا بہائیت کو اس کی موجودہ شکل میں شیعیت سے نکلا ہوا کوئی فرقہ خیال کرتے ہیں۔ حاشا و کلا ان تحریکوں کا جیسا اوپر لکھا جا چکا ہے۔ اسلام سے کوئی تعلق اور واسطہ نہیں۔ اس موضوع پر ہم انشاء اللہ ایک علیحدہ مقالہ میں بحث کریں گے۔

بابیّت

بابی تحریک کے بانی سید علی محمد باب اب سے سوا صدی قبل ۱۲۳۵ھ شیراز میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام سید محمد رضی ہے۔ جو تجارت پیشہ تھے۔ باب بھی کچھ عرصہ تجارت کرتے رہے۔ کہا جاتا ہے کہ باب نے صرف اتنی ہی تعلیم پائی تھی جتنی کہ حساب کتاب کے لئے ضروری ہوتی ہے۔ باب نے غالباً قرآن مجید بچپن میں حفظ بھی کیا تھا۔ اس کی تربیت اس کے ماموں حاجی علی کے ہاں ہوئی جو خود شیخ احمد احسائی کا معتقد تھا۔ اس طرح باب کا ماحول امام غائب یا ان کے کسی نائب کے ظہور کی آمد کے خیالات سے پُر تھا۔ بائیس سال کی عمر میں باب کی شادی ہوئی۔ دوسرے سال ایک بچہ پیدا ہوا جس کا نام غالباً اپنے پیر طریقت شیخ احمد احسائی کے نام پر احمد رکھا۔

باب کی عمر چوبیس سال کی تھی۔ کہ سید کاظم رشتی کا ۱۲۵۹ھ میں انتقال ہو گیا۔ یہ خبر سنتے ہی اُنہوں نے فوراً اپنی دوکان بند کر دی۔ اور شیراز کی طرف چل پڑے۔ کیونکہ اب وہ موقعہ آچکا تھا۔ جسکی باب کو انتظار تھی۔ اب بوشیر کی بجائے شیراز میں ان کی نئی دوکان کھلنے والی تھی۔" شیراز پہنچکر اُنہوں نے ماہ جمادی الاولیٰ ۱۲۶۰ھ میں اپنے باب یعنی امام غائب کا نائب ہونے کا اعلان کر دیا۔

بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ باب نے اس وقت امام مہدی اور "قائم آل محمد" اور مورد الہام الٰہی ہونے کا بھی دعویٰ کیا تھا۔ لیکن یہ درست نہیں۔ سن ۱۲۶۰ھ میں ان کا دعویٰ صرف باب ہونے کا تھا۔ یہ قریباً چار سال بعد ۱۲۶۴ھ کا واقعہ ہے۔ کہ قلعہ چہریق سے واپسی پر انہوں نے اعلان کیا۔ کہ انہ المھدی المنتظر کہ در اصل مَیں ہی مہدی موعود ہوں۔ لیکن اس کے باوجود باب نے کبھی دعویٰ نبوت نہیں کیا۔ اور نہ ہی دعویٰ کرتے وقت ہی انہوں نے اپنے دعویٰ کی بنیاد وحی و الہام پر رکھی۔ باب کی آواز پر سب سے پہلے لبیک کہنے والے وہ لوگ تھے۔ جو سید کاظم رشتی کے معتقدین میں سے ہی تھے۔ جن میں سے ملا حسین بشروئی۔ ملا محمد علی بار فروش۔ مرزا حسین علی (جو بعد میں بہاء اللہ کے نام سے مشہور ہوئے اور بہائی تحریک کے بانی بنے) اور قرۃ العین خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

بابی تحریک اور حکومت وقت اس نئی تحریک کے متعلق ایرانی حکومت کی کیا پالیسی تھی۔ اس کے لئے بہاء اللہ کے بڑے بیٹے اور ان کے جانشین عبد البہاء کی مشہور کتاب مقالہ سیاح کے یہ الفاظ کافی ہیں:۔" جبتک باب کا معاملہ امن عام اور ملکی بہبودی

سے سازگار رہیگا۔ حکومت اس سے کسی قسم کا تعرض نہ کرے گی" اور عملاً حکومت نے اس گروہ سے شروع میں کوئی تعرض نہیں کیا۔ لیکن حکومت کے تعرض یا عدم مداخلت سے کیا ہوتا ہے شیخ احسائی اور سید کاظم رشتی کے تیار کردہ بھٹکنے والے مواد میں چنگاری پھینکی جاچکی تھی۔ کئی جہاد کے شائق مذہبی دیوانے جن کے متعلق "بہاء اللہ کی تعلیمات" کا مصنف لکھتا ہے کہ "اکثر ان میں سے ان پڑھ خوش عقیدت سادہ اور پاک باطن رومی تھے۔ جنہوں نے بچپن سے مسجدوں اور امام باڑوں میں امام معصوم قائم آل محمد حضرت مہدی علیہ السلام کا ذکر دل کو بیتاب کرنے والے فقروں میں سُنا تھا" اور جنکے متعلق کہا گیا ہے کہ "این نقوش بواسطہ آں حرارتِ فطری کہ عام خلق را بہ پیروی منجی ودلالت مے کند مجذوب بباب شدہ بودند بایں عقیدہ کہ امر ضروری برائے ہمہ ایں بود کہ در تحت سوائے او در آیند و از برائے او خون خود را نثار نمایند" (تاریخ امر بہائی ص۲) باب کے گرد جمع ہوچکے تھے۔ قرۃ العین جیسی آتش بار مقرروں کی امداد اسے حاصل تھی۔ اور اس کی اپنی تعلیم تھی کہ "گردنیں اڑائی جائیں۔ کتابیں اور اوراق جلا دئے جائیں۔ مقامات منہدم کر دئے جائیں۔ اور بجز ایمان لانیوالے اور تصدیق کرنے والے کے قتل عام کیا جائے" اس لئے حکومت کی تمام تر رواداری اور عدم مداخلت کی روش بے سود ثابت ہوئی۔ اور بابی دیوانوں نے ملک میں ہلڑ مچادیا۔ ابتداء میں حکومت نے صرف یہ کیا۔ کہ امن کی بحالی کے لئے باب کے بابوں سے کہ وہیں باب کی رہائش تھی ضمانت لے لی۔ اور باب نے بھی اقرار کرلیا۔ کہ وہ آئندہ سے کسی کو اپنے خیالات کی تبلیغ نہ کرے گا۔ اس زمانہ میں باب نے علماء کے مطالبہ پر برسر منبر بھی توبہ و ندامت کا اقرار کیا۔ اور پھر ناصر الدین شاہ کی خدمت میں جو اس وقت ابھی ولی عہد ہی تھا۔ ایک توبہ نامہ لکھ کر بھیجا۔ یہ توبہ نامہ تاریخ جدید "از کشف الحیل" میں درج ہے۔ لیکن ان باتوں کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہ نکلا۔ اور حقیقت ناشناس مرنے مارنے پر آمادہ بابی دیوانے اپنے پیشوا کی تعلیم کے مطابق اپنی امن سوز حرکتوں میں بڑھتے چلے گئے۔ اس لئے حکومت مجبور ہوگئی۔ کہ اس ساری ہنگامہ آرائی کے بانی باب کو نظر بند رکھے۔ چنانچہ انہیں شیراز اصفہان، ماکو اور چہریق وغیرہ میں قید رکھا گیا۔ اس کے باوجود بھی ملک کا امن بحال نہیں ہو رہا تھا باب کے نام پر قرۃ العین جیسے اس کے متبعین جو جاہل متبعین کو مسلسل بھڑکا رہے تھے۔ ۱۲۶۴ھ میں بمقام بدشت انہوں نے یہ فیصلہ کیا۔ کہ باب کو حکومت کی قید سے رہا کروایا جائے۔ چنانچہ ملک کی مختلف جہات سے اسلحہ بند ہو کر مختلف ٹولیاں چل پڑیں۔ اور قلعہ طبرسی کو مرمت کرکے اسے اپنا میگزین بنالیا۔ ۱۲۶۶ھ میں زنجان، مازندران، تبریز وغیرہ مقامات پر

انہوں نے کافی مسلح بغاوتیں کیں۔ اور حکومت کو اپنے سینکڑوں فوجیوں سے ہاتھ دھونا پڑا۔ آخر حکومت کی مصلحتوں نے یہی فیصلہ کیا۔ کہ اس مرکز فتنہ کو ہی ختم کر دیا جائے۔ کہتے ہیں۔ جب باب کو اس فیصلہ کی اطلاع ملی۔ تو "کان حضرتہٗ متغیر الحال علی خلاف المعتاد غائصاً فی بحرٍ عمیقٍ من الافکار" یعنی اس رات باب کی حالت خلاف معمول بالکل غیر تھی۔ اور وہ خیالات کے عمیق سمندر میں غوطہ زن تھا" اس موقعہ پر علاوہ ازیں باب سے دو ایسی باتیں بھی ظہور پذیر ہوئیں جو اُن کے مقام کی صحیح تعیین میں بڑی ممد ہیں۔ اوّل تو انہوں نے مایوسی کے عالم میں یہ آرزو کی۔ کہ کاش کوئی انہیں حکومت وقت کی سزا کے نافذ ہونے سے پہلے قید خانہ میں ہی قتل کر دے۔ اور دوسرے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ کل جو تم سے سوال و جواب ہو۔ تو میری حقیقت کے اظہار میں تقیہ کر جانا۔ اور میرا انکار کر دینا۔ مجھ پر لعنت کرنا" بہرحال آخر وہ گھڑی آ پہنچی جس کی ہیبت نے باب سے خلاف حقیقت باتیں کہلوائیں۔ خلاف حقیقت باتیں کہنے کی اپنے متبعین کو تلقین کروائی۔ اور حد درجہ بدحال کر ڈالا۔ چہریق سے تبریز میں لاکر ۲۸ شعبان ۱۲۶۶ھ کو گولی کا نشانہ بنا دیا گیا۔ باب کے قتل کی تاریخ کے سلسلہ میں ہم نے بہائی مورخین کے بیان کو اختیار کر لیا ہے۔ پروفیسر براؤن نے ۲۸ کی بجائے قتل کی تاریخ ۲۷ شعبان لکھی ہے اور ایک شامی مصنف عبدالرزاق نے پروفیسر براؤن کے ساتھ تاریخ کی تعیین میں تو اتفاق کیا ہے یعنی وہ بھی ۲۷ شعبان ہی قرار دیتے ہیں۔ لیکن وہ ۱۲۶۶ھ کے سال کی بجائے ۱۲۶۵ھ کا حال قرار دیتے ہیں۔ اس طرح دونوں بیانوں میں ایک سال کا فرق ہے۔

باب کے قتل سے ان کے متبعین کو صدمہ پہنچنا طبعی امر تھا۔ بابیوں نے اس کے انتقام کی یہ صورت اختیار کی۔ کہ شاہ ایران ناصر الدین شاہ پر قاتلانہ حملہ کر دیا۔ اس واقعہ ہائلہ نے ملک میں سخت طوفان برپا کر دیا۔ حکومت کے کل پُرزے پوری طرح حرکت میں آگئے۔ اور اس سازش کی تحقیقات کے لئے بہت سے بابی مشاہیر کو گرفتار کر لیا گیا۔ جن کی تعداد پروفیسر براؤن نے چالیس بیان کی ہے۔ جن میں سے اٹھائیس قتل کر دیئے گئے۔ باب کے قتل تک حکومت نے جو کچھ کیا امن کی بحالی اس کے مقتضیات میں سے تھی۔ لیکن بابیوں کی طرف سے بادشاہ پر قاتلانہ حملہ نے ایک انتقامی صورت پیدا کر دی۔ اور انہیں جہاں پہلے کوئی خاص بازپرس نہ ہوتی تھی۔ اب وہ مشکوک نگاہوں سے دیکھے جانے لگے۔ اور ان کی ایک خاصی تعداد کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ آتش بیان قرۃ العین بھی جس نے آخری دم تک حکومت کا تختہ الٹنے کی کوشش کی تھی۔ آخر توپ کے سامنے رکھ کر اڑا دی گئی۔ بعض مورخین

کا بیان ہے۔ کہ اسے گلا گھونٹ کر مار دیا گیا۔ یہ باب کے قتل سے قریباً دو سال بعد کا واقعہ ہے۔

بابی اور بہائی مصنفین نے واقعات کے اس حصہ کو "بابیوں کی قربانیوں" کے زیر عنوان بڑی رنگ آمیزی سے طویل تر کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور اس زمانہ میں حکومت ایران کی طرف سے جو سزائیں بھی نافذ کی گئی ہیں۔ انہیں بابیوں کی مظلومیت کا رونا رونے کے لئے استعمال کرنا چاہا ہے۔ لیکن اس کی حقیقت درست واقعات کی ایک نادرست توجیہہ سے زیادہ کچھ نہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جیسا اوپر بیان ہوا ہے۔ یہ زمانہ بابیوں کے لئے بڑی افراتفری کا تھا۔ وہ حکومت وقت سے برسرپیکار تھے۔ اس وجہ سے ان کی ایک بڑی تعداد قید و بند میں گرفتار ہوئی۔ بہت سوں کو حکومت کا عتاب سہنا پڑا۔ کئی تھے جو اس کے ظلم و ستم کا نشانہ بنے۔ اور بعضوں نے موت کا مزا بھی چکھا۔ لیکن یہ درست نہیں کہ اس زمانہ میں حکومت کے زیر عتاب آنے والے سب کے سب بابی تھے۔ اور انہیں محض اپنے ایمان و ایقان کی وجہ سے مورد ظلم و ستم ہونا پڑا تھا۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ اس وقت کے ایران میں آزادی کے خیالات راہ پا چکے تھے۔ اور جمہوریت کا خیال لوگوں کے دلوں میں پختہ ہو رہا تھا شاہ پسندوں نے دستوریت اور جمہوریت کے مؤیدین کو ایک مذہبی بہانہ کی آڑ بنا کر بابیت کے نام پر نشانہ عتاب و عقاب بنا لیا۔

باب کے قتل کے بعد بابی تاریخ کے متعلق خود اس کے متبعین کی تحریریں خاص طور پر مختلف ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ در اصل خود بابیوں میں اختلافات پیدا ہو گئے تھے۔ اور اسی زمانہ میں وہ مواد تیار ہوا تھا۔ جس نے بعد میں بابیت، ازلیت اور بہائیت کی تین مختلف شکلیں اختیار کر لیں۔ اور ہر گروہ واقعات کو اپنے ڈھب پر بیان کرنا چاہتا ہے۔ بہرحال واقعات کی صحیح شکل یہ ہے۔ کہ

باب کی جانشینی } باب نے جب اپنی زندگی خطرہ میں دیکھی۔ تو اس نے رمضان ۱۲۶۵ھ کو مرزا یحییٰ المعروف صبح ازل کو جس کی عمر اس وقت صرف انیس سال کی تھی۔ اپنا جانشین مقرر کر دیا۔ اور ایک وصیت نامہ لکھ کر اسے بھجوا دیا۔ پروفیسر براؤن نے اس وصیت نامہ کا عکس بھی شائع کیا ہے۔ اور مرزا جانی کاشانی بابی مؤرخ کا بیان ہے۔ کہ باب نے اس کے ساتھ اپنا قلمدان، کاغذات اور مہر وغیرہ بھی صبح ازل کے پاس بھجوا دی تھی۔ اس طرح باب کے قتل کے بعد صبح ازل نے باب کے "وصی" کے نام سے شہرت پائی۔ بعض بہائیوں نے لکھا ہے کہ باب در اصل بہاء اللہ کو اپنا جانشین بنانا چاہتا تھا۔ لیکن کیونکہ خود باب کی زندگی ہی میں بہاء اللہ پر لوگوں کی نظریں پڑ رہی تھیں۔ اور اسی وجہ سے وہ مخالفوں کی ایذا کا نشانہ بنتے

رہتے تھے۔ اس لئے باب کے ایک راز دار ملا عبد الکریم قزوینی کے مشورہ اور بہاء اللہ کی تائید و حمایت سے یہ فیصلہ کیا گیا۔ کہ وقتی مصلحت سے فی الحال بہاء اللہ کو پیچھے رکھ کر صبح ازل کو سامنے کر دیا جائے۔ چنانچہ عبد البہاء۔ ملا عبد الکریم قزوینی اور بہاء اللہ کے مشورہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں یہ کوئی ایسی تدبیر کرنی چاہیئے۔ کہ سب کی توجہ (حضرت بہاء اللہ سے ہٹ کر) کسی غائب شخص کی طرف ہو جائے۔ اور اس تدبیر سے بہاء اللہ لوگوں کی مزاحمت سے محفوظ رہیں۔ لیکن چونکہ اس کام کے لئے کسی غیر کو منتخب کرنا خلاف مصلحت تھا۔ اس لئے قرعہ فال بہاء اللہ کے بھائی مرزا یحیٰ (صبح ازل) کے نام پڑا۔ اور دوست و دشمن میں اسے ہی مشہور کر دیا گیا۔ اور اس کی طرف سے چند خطوط باب کی طرف لکھے گئے۔ اور کیونکہ در پردہ باب سے خط و کتابت ہو رہی تھی۔ باب نے بھی اس تجویز کو پسند کیا۔ اور اس طرح صبح ازل کا نام عوام کے کام و زبان پر آ گیا'' (مقالہ سیاح انگریزی صـ۱۶۲)

گو بہائیوں کی یہ روایت جو صبح ازل کو محض ایک قربانی کا بقرہ قرار دیتی ہے۔ خود تشنہ ثبوت ہے۔ لیکن اس سے کم از کم بہائی خود اقراری مجرم ضرور ثابت ہو جاتے ہیں۔ کہ کس طرح ان کی ابتدائی جد و جہد دھو کا بازی اور جعلسازی کے داغ سے داغدار ہے۔

بہر حال بہائی خواہ کچھ ہی تاویل کریں۔ اس میں شبہ نہیں کہ باب نے مرزا یحیٰ صبح ازل کو ہی اپنا وصی اور جانشین بنایا تھا۔ اور باب کے قتل کے بعد وہی بابیوں کا روحانی پیشوا تھا +

تردید فرقہ بابیّہ وبہائیّہ

بہائیوں کی مختصر تاریخ شیعہ مذہب کا عقیدہ ہے کہ پہلے گیارہ اماموں نے تکلیف کے ساتھ اس دنیاوی زندگی کو لوگوں میں رہ کر پورا کیا۔ مگر بارھویں امام حضرت محمد بن حسن عسکری نے لوگوں کی نظروں سے غائب ہونا پسند کیا۔ اس لئے کہ انہیں جان کا خطرہ تھا۔ (اکمال الدین باب ۴۰ صفحہ ۲۶۵) لیکن چونکہ زمین پر کوئی نہ کوئی قائم وحجۃ اللہ و امام ہونا ضروری ہے (کافی) اسلئے بارھویں امام کے غائب ہونے کے وقت سے ان کے دوبارہ ظاہر ہونے کے وقت تک مختلف زمانوں میں ان کے نائب پیدا ہوتے رہینگے۔ تا آنکہ امام غائب خود ظاہر ہوں۔ چنانچہ بقول شیعہ غیبوبت صغریٰ کے زمانے میں چار نائب ہوئے۔ جو ابواب سے موسوم تھے۔

۱۱۵۷ھ ہجری میں ایران کے فرقہ شیعہ میں ایک الشیخ احمد بن شیخ زین الاحسائی پیدا ہوئے جو اپنے آپکو امام غائب کا نائب بیان کرتے تھے۔ چونکہ یہ شیخ دوسرے شیعہ فرقوں سے بعض خیالات میں اختلاف رکھتے تھے۔ اس لئے ان کے فرقہ کا نام شیخیہ مشہور ہوگیا۔ ان کے مرجانے پر ان کے شاگرد اور وصی حاجی سید کاظم جانشین ہوئے جو ۱۲۵۹ھ میں انتقال کر گئے۔

یکم محرم ۱۲۳۵ھ ہجری کو مرزا رضا بزاز کے ہاں ایک لڑکا علی محمد پیدا ہوا۔ جو ضروری تعلیم حاصل کرنے کے بعد تجارت کا کام کرنے لگ گیا۔ چونکہ یہ لڑکا بھی شیخیہ فرقہ کے عقائد رکھتا تھا۔ اس لئے حاجی سید کاظم کی وفات کے بعد اس نوجوان نے بعمر ۲۴ سال امام غائب کا نائب ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ اور اپنا نام "باب" تجویز کیا۔ اور بعد میں "مہدی" اور "قائم آل محمدؐ" ہونے کا بھی دعویٰ کیا۔ فرقہ شیخیہ کے جن اٹھارہ شخصوں نے باب کے اس دعویٰ کو تسلیم کیا۔ انہیں بابی لوگ حیّ کے لفظ سے موسوم کرتے ہیں۔ حکومت ایران کو اس فرقہ کے متعلق کچھ رپورٹیں ملیں۔ جن کی بنا پر ان کا تدارک ضروری سمجھا گیا۔ چنانچہ علی محمد باب کو یکے بعد دیگرے شیراز، اصفہان، ماکو، چہریق مقامات میں رکھا گیا چہریق کے زمانہ میں بابیوں نے کئی ہنگامے برپا کئے۔ جن کی وجہ سے باب کو چہریق سے تبریز لایا گیا۔ اور ہر طرح کی اتمام حجت کے بعد ۲۸ شعبان ۱۲۶۶ھ ہجری کو میدان تبریز میں گولیوں سے اڑا دیا گیا۔ جبکہ اس کی عمر ۳۱ سال کی تھی۔

قتل کئے جانے سے ایک روز پیشتر علی محمد باب نے مریدوں کو بایں الفاظ وصیت کی کہ "اے اصحاب فردا کہ از شما سوال نمایند از حقیقت من تقیہ نماید و انکار نماید ولعن کنید ایں کہ حکم اللہ بر شما ہمیں است۔ نقطۃ الکاف مصنفہ حاجی میرزا جانی کاشانی صہ ۲۴۷

علی محمد باب کے القاب اُن کے ماننے والوں کے نزدیک مندرجہ ذیل ہیں۔ نقطہ اُولیٰ۔ طلعت اعلیٰ حضرت اعلیٰ۔ نقطۃ البیان۔ ذات حروف سبعہ۔ اس علی محمد باب کے مریدوں میں دو شخص میرزا یحییٰ۔ صبح ازل اور میرزا حسین علی الملقب بہ بہاء اللہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ یہ دونوں سوتیلے بھائی تھے۔ علی محمد باب نے قتل ہونے سے ایک سال پیشتر یعنی ۱۲۶۵ھ ہجری میں مرزا یحییٰ صبح ازل کو ۱۹ سالہ جوانی کی عمر میں اپنا وصی و جانشین مقرر کیا۔ علی محمد باب کے قتل ہو جانے کے دو سال بعد تین بابیوں نے باب کے قتل کا بدلہ لینے کی غرض سے ناصر الدین شاہ ایران پر ۲۸ شوال ۱۲۶۸ھ ہجری کو حملہ کر دیا۔ اسوقت مرزا یحییٰ بغداد چلے گئے۔ مگر میرزا حسین علی کو حکومت نے قید کر لیا۔ چار ماہ قید رہنے کے بعد طہران سے بغداد بھیجے گئے۔ جہاں یہ لوگ آزاد رہے۔ لیکن ۱۲۸۰ھ ہجری میں بعض ملکی مصالح کے ماتحت عبدالعزیز خان سلطان ترکی کے حکم سے یہ لوگ بغداد کی بجائے استنبول اور وہاں سے چار ماہ بعد ادرنہ منتقل کئے گئے جہاں یہ لوگ قریباً پانچ سال رہے۔ پانچویں سال میرزا حسین علی نے صبح ازل کی خلافت سے انکار کر کے خود نیابت کا دعویٰ کر دیا۔ اور صبح ازل کو دجال شیطان وغیرہ الفاظ سے یاد کرنا شروع کر دیا۔ جس پر دونوں میں جھگڑا پیدا ہو گیا۔ تو حکومت نے صبح ازل کو مع اس کے فریق کے جزیرہ سائپرس میں بھیجدیا۔ اور بہاء اللہ اور اس کے فریق کو عکّہ (فلسطین) بھیجدیا۔ بہاء اللہ کے دعویٰ کرنے سے پہلے اس فرقہ کا نام بابی تھا۔ مگر دعویٰ کے بعد صبح ازل کے ماننے والے ازلی کہلائے۔ اور حسین علی کے ماننے والوں کا نام بہائی ہو گیا۔ بہاء اللہ ۱۲۸۵ھ سے ۱۳۰۹ھ ہجری تک قریباً ۲۴ سال عکا میں رہے۔ اور ۱۳۰۹ھ ہجری میں بعمر ۷۹ سال یہیں فوت ہوئے۔

علی محمد باب کی تعلیم کا نمونہ (۱) لا یجوز التدریس فی کتب غیر البیان الا اذا انشئ فیہ مما یتعلق بعلم الکلام و ان مما اخترع من المنطق و الاصول وغیرھما لم یؤذن لاحد من المومنین (البیان باب ۱ واحد ۴) یعنی کسی شخص کے لئے جائز نہیں ہے کہ باب کی کتاب البیان کے سوا کوئی دوسری کتاب پڑھے یا پڑھائے۔ بجز ایسی کتاب کے جس میں اسی علم کلام کا بیان ہو۔ اور ان کے ماسوا جو کتب منطق و اصول یا دیگر علوم متداولہ کی ہیں۔ انکے پڑھنے کی مومنوں کو اجازت نہیں ہے۔

(۲) الباب السادس من الواحد السادس فی حکم محو الکتب کلّھا الّا ما اُنشئت اُو تنشأ فی ذالك الامر۔ یعنی چھٹا باب چھٹے واحد سے اس بارے میں ہے کہ دنیا کی تمام کتابیں مٹا دی جاویں۔ بجز اُن کتب کے جو لکھی گئی ہیں یا لکھی جائیں اسی بابی مذہب کی تائید میں۔

(۳) "ایشاں کسانے راکہ مومن بباب بنوند نجس و واجب القتل مے دانستند" (نقطۃ الکاف مقدمہ)

چنانچہ اس کی تائید میں بہاء اللہ کے جانشین عبد البہاء افندی نے بھی کی ہے۔ کہ "در یوم ظہور حضرت اعلیٰ، منطوق بیان، ضرب اعناق حرق کتب، و اوراق وہدم بقاع و قتل عام الا من آمن وصدق بود" (مکاتیب جلد ۲ صفحہ ۲۶۶)

(۴) علی محمد باب کے مریدوں پر چوری اور حرام کا مال جس پر علی محمد باب کی نظر پڑ جائے حلال ہو جاتا تھا۔ جیسے نقطۃ الکاف صفحہ ۱۴۰ اور ۱۴۱ میں حاجی میرزا جانی کاشانی بابی نے لکھا ہے کہ علی محمد باب نے اپنے رسالہ فروع میں لکھا تھا کہ منجملہ ان چیزوں کے جو ناپاک کو پاک کر دیتی ہیں ائمہ معصومین کی نظر بھی ہے۔ چنانچہ اس اصول پر علی محمد باب نے دعویٰ کیا۔ کہ "ہمیں قدر کہ تلقاء آیۃ ازاں واقع شد شئی کہ عینیت در او نباشد طاہر میگردد ..... و شجرہ حقیقت است در یوم ظہور آں و کل آثار اُو" (باب ۱۴ واحد ۲۵ یعنی جو ناپاک چیز ایسی ہو کہ اس میں جسمانی گندگی نہیں وہ البیان کی کسی آیت کے سامنے کرنے یا علی محمد باب کے دوسرے آثار اور اس کی اپنی نظر کے سامنے کرنے سے پاک و حلال ہو جاتی ہے۔ بلکہ اس سے بڑھ کر اس کی کتاب نقطۃ الکاف صفحہ ۱۴۰ پر یہ بھی لکھا ہے کہ باب کے اس حکم کی بناء پر جو اس نے رسالہ فروع میں دیا تھا۔ بہائیوں کی قرۃ العین نے مظہر حضرت فاطمہؓ ہونے کا ادعا کر کے اپنے یاروں کو یہ کہا کہ "حکم چشم من حکم چشم مبارک انسان است و ہر چہ من نظر نمائیم طاہر مے شود پس فرمودند اے اصحاب ہر چہ در بازار گرفتید بیاورید من نظر نمائیم تا حلال شود و اصحاب چنیں کردند" البیان کے باب ۱۴ واحد ۵ کے اس فقرہ سے بھی اس حکم کی تائید ہوتی ہے۔ کہ "قطع نسبت از غیر اہل بیان و وصل آں باہل بیان است۔ یعنی ناپاک کو پاک کرنے والی چوتھی چیز یہ ہے کہ غیر بابی سے اس چیز کا تعلق ٹوٹ جائے۔ اور بابی سے اس کا تعلق قائم ہو جائے۔ یہ حکم اس لئے دیا۔ کہ دور دور علاقوں اور ملکوں کے بابیوں کو تکلیف نہ ہو۔ اور انہیں اپنی کوشش سے جو مال مسروقہ و مغصوبہ ہاتھ آئیں ان پر باب کی نظر ڈلوانے کی ضرورت نہ رہے۔

(۵) کل من یدخل فی ذالك الدین فاذا یطھر و کلّ ما نسب الیہ ثم ما نزل من أیدی غیر اھل ذالك الدین الی اھل فان قطع النسبۃ عنھم و اثبات النسبۃ الیھم یُطھرہٗ" (البیان باب ۱۴ واحد ۵)۔ یعنی جو شخص بھی اس دین میں داخل ہوگا۔ وہ داخل

ہوتے وقت خود پاک ہو جائیگا۔ اور وہ تمام چیزیں بھی جو اسکی طرف منسوب ہونگی۔ اور ایسا ہی ہر وہ چیز جو بابیوں کے سوا دُوسرے لوگوں کی طرف سے بابیوں کے پاس آئے۔ وہ بھی پاک ہو جاتی ہے۔ کیونکہ غیر بابی سے ایسی چیز کا تعلق منقطع ہونے اور بابی سے تعلق ہو جانے پر وہ چیز پاک ہو جاتی ہے۔ اور اس پاکیزگی کی وجہ یہ ہے کہ "اگر موے ہزار مرتبہ در بحر داخل شوید و خارج شوید حکم طہارت جسدی نمے شود" (بیان باب ۲ واحد ۱۰)

(۶) "الباب الخامس من الواحد الخامس فی بیان حکم اخذ اموال الذین لا یدینون بالبیان وحکم ردّہ ان دخلوا فی الدین الّا فی البلاد التی لا یمکن الاخذ" یعنی پانچویں باب میں اُن لوگوں کے اموال چھین لینے کا حکم دیا گیا ہے۔ جو میری کتاب البیان کو نہیں مانتے اور اُن لوگوں کو مال واپس دیدینے کا حکم بھی ہے۔ جو بعد میں اس دین کو اختیار کر لیں۔ بجز ایسے شہروں کے جن میں غیر بابی سے مال لینا ممکن نہ ہو۔ چنانچہ اس باب میں مندرجہ ذیل احکام ہیں:۔

(الف) "کُل از کل گرفتہ میشود الّا آنکہ داخل شوند در ظلّ دین او" یعنی ہر غیر بابی سے اس کا تمام مال لے لیا جائے۔ بشرطیکہ جو اس دین میں داخل ہو جائے۔

(ب) "دریں ظہور حلال نیست بر غیر مومنین بحق آنچہ ما نسبت بایشان است الّا آنکہ داخل در ایمان گردند" یعنی بابی دین کے ظہور کے بعد ہر اس شخص پر اس کا مال حرام ہو گیا۔ جو اس دین میں داخل نہیں ہوا۔ سوائے اس کے کہ وہ اس دین میں داخل ہو جائے۔

(ج) "مالک کل شیئ خداوند است عزّ وجلّ و اذن نداده بر غیر مومن تملیک شیئ و آنچہ بر ایدی غیر مومنین مے بینی بغیر حق است" (باب ۵ واحد ۸) یعنی خدا تعالیٰ نے جو ہر چیز کا مالک ہے۔ اس امر کی اجازت نہیں دی کہ کسی غیر بابی کو کسی چیز کا مالک بنایا جائے۔ اور اس وقت ہر وہ چیز جو غیر بابی کے قبضہ میں ہے وہ قبضہ مخالفانہ ہے۔ جائز قبضہ نہیں ہے۔

(د) "اگر حق مقتدر باشد نفسہائے ایشان را از ایشان منع میکند۔ الّا آنکہ ایمان آورند چہ گونہ بملک ایشان" (واحد ۸) یعنی اس دین حق کو قدرت حاصل ہو۔ تو غیر بابیوں کی جانیں ماردی جائیں اور اُن کا سانس روک دیا جاتا۔ بجز اس کے کہ وہ ایمان لاتے چہ جائیکہ اُن کے اموال لے لئے جائیں۔

(ہ) "ہر نفسے بر صاحبش حلال نیست الّا بایمان او" (باب ۵ واحد ۸)

(۷) "فی حکم اموال التی یؤخذ فی ذالک الذین ان یکن فیہ من شیئ لم یکن لہ عدل لن یملکہ الا نقطۃ البیان وان غربت الشمس فلیحفظن لمطلعہا" (باب ۱۶ واحد ۵) یعنی جو مال غیر بابیوں کا چھینا جائے۔ اس میں جو چیز بے مثل اور بے نظیر ہو۔ وہ علی محمدؐ باب کی ہوگی اور

اگر وہ مرجائے۔ تو بابی لوگ اُسے محفوظ رکھیں تا آنکہ علی محمدؐ باب پھر ظاہر ہو۔

(۸) "فی ان کل شئی اعلاء للنقطۃ واوسط للحروف الحیّ وادناہ للخلق" (باب ۱۲ واحد ۵)

یعنی اعلیٰ درجہ کی ہر چیز علی محمد باب کی اور درمیانی درجہ کی چیز اُن اٹھارہ مریدوں کی جو شروع شروع میں ایمان لائے۔ اور باقی چیزیں عام بابیوں کی۔

(۹) الباب السادس والعشر من الواحد الثامن فیما کتب علیٰ کُلّ نفس من کل مما یتملک من مائیہ مثقال ذھبٍ من بھاءِ کُلّ شئٍ تسعۃ عشر وواحدٌ للّٰہ ان کانت الشمس طالعۃ فلیفوض الیہ لیقسمنّ بین حروف والواحدِ کُلّ واحدٍ مثقال اذا شاء والّا الامر بیدہ لا یسئل عمّا یفعل وھم یسئلون وان کانت الشمس محتجبۃً ویکون للحروف الواحد ذرینۃ یوصلن الیہ" یعنی ہر شخص جو اتنی چیزوں کا مالک ہو۔ کہ ان کی مجموعی قیمت ۱۰۰ مثقال سونا تک پہنچ جاتی ہو۔ اس پر فرض کیا گیا ہے کہ اس میں سے ۱۹ مثقال سونا ہر سو مثقال سونے میں سے علی محمدؐ باب کے سپرد کر دے۔ جو اپنی مرضی سے اپنے اور اپنے اٹھارہ خاص مریدوں میں تقسیم کرنے کا مجاز ہے۔ اس سے کوئی وجہ وغیرہ قطعاً دریافت نہیں کیجا سکتی اور اگر علی محمد باب اور وہ خاص اٹھارہ مرید مر چکے ہوں۔ تو یہ سونا ان کی اولاد کو پہنچا دیا جائے۔

(۱۰) قد فرض علیٰ کُلّ ملک یبعث فی دین البیان ان لا یجعل احدٌ علیٰ ارضہ لم یدن بذالک الذین وکذالک فرض علی الناس کلھم اجمعون الّا من یتجر تجارۃ کُلّیۃً ینتفع بہ الناس" (ب ۱۶ واحد ۷) یعنی ہر بابی بادشاہ پر فرض ہے کہ وہ کسی غیر بابی شخص کو سوائے کسی عام تجارت پیشہ شخص کے، اپنی مملوکہ زمین میں رہنے نہ دے۔ اور یہی حکم ہر بابی کو ہے۔

(۱۱) "ما اذن اللّٰہ ان یسکن علیٰ قطع الخمس غیر حروف البیان وان طال الزمان"

(باب ۴ واحد ۶) یعنی خدا نے اجازت نہیں دی کہ ایران کے ان پانچ صوبوں (فارس۔ عراق آذربائیجان خراسان۔ مازندران) میں سوائے بابیوں کے کوئی اور رہ سکے۔ کیونکہ بابی مذہب کا ظہور ان پانچ صوبوں میں شروع ہوا تھا۔

نہ صرف اسی پر بس کی۔ بلکہ علی محمد باب نے یہانتک لکھا ہے۔ کہ "اگر امکان میں ہوتا۔ تو ان پانچ صوبوں کے متعلق خدا کی طرف سے یہ حکم دیا جاتا۔ کہ ان کے حدود کی بنیادیں تہ زمین کے پانی سے لیکر اوپر تک الماس کی اٹھائی جائیں۔ اور ان کی دیواریں سُرخ یاقوت کی ہوں۔" اگر قدرت مشاہدہ مے شد ہر آئینہ امر مے شد کہ از فوق ماء حدود مرتفعہ براں از الماس مرتفع گردد و برگاہ ممکن بود سور کل از

یاقوت احمر مگر دد و ہر آئینہ امر الٰہی جاری مے گشت "۔

(۱۲) "حول البیت لا یجوز بیعہ ومن اراد ان یرفع ھٰذا قل علیہ ان یأخذ و لو لم یرض صاحبہ "۔ (باب ۷ واحد ۴) یعنی میرے گھر کے اردگرد کی زمین کی بیع جائز نہیں۔ اور جو شخص میرے اس گھر کو بلند عمارت میں بنانا چاہے۔ اسے جائز ہے۔ کہ اردگرد کی زمین زبردستی لیلے خواہ اس کا مالک اس امر کو ناپسند ہی کرے۔

(۱۳) "ان اللہ قد امر بان تقیموا من مقاعدکم اذا سمعتم اسم من یظہرہ اللہ من بعد بلقب القائم والحکم علیٰ اعدام من یخرمنہ من فوق الارض بما یمکن (باب ۱۵ واحد ۶) یعنی خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ کہ تم جب من یظہرہ اللہ کا نام سنو جو میرے بعد قائم کے لقب سے ظاہر ہوگا۔ تو اس کی تعظیم کے لئے اپنی اپنی جگہوں سے کھڑے ہو جاؤ۔ اور خدا نے یہ بھی حکم دیا ہے۔ کہ جو شخص اس قائم آل محمد (علی محمد باب) کو ناخوش کرے یا رنج پہنچائے۔ اُسے جس ذریعہ سے ممکن ہو سکے جان سے مار ڈالو۔

(۱۴) "الباب الثامن من الواحد التاسع فی حرمۃ الترياق والمسکرات والدواء مطلقاً "۔ یعنی بیان کتاب نویں واحد کا آٹھواں باب اس بارے میں ہے۔ کہ تریاق۔ مسکرات اور ہر قسم کی دوا پینا حرام ہے۔

اِن دُور از عقل و قیاس اور بے ہودہ احکام کے ہوتے ہوئے بہاء اللہ نے اپنی ایقان کتاب میں جو اپنے دعویٰ الوہیت سے پہلے لکھی تھی۔ علی محمد باب کے متعلق یہ تحریر کیا ہے۔ کہ:۔

" قدر و رتبہ آنحضرت را ملاحظہ فرما۔ کہ قدرش اعظم از کل انبیاء و امرش اعلیٰ وارفع از عرفان و ادراک کل اولیاء است "۔ (ایقان صفحہ ۲۰۵)

ارکین مجلس رفقاء احمد

مولوی عبدالرحمٰن صاحب انور۔ مولوی ابو العطاء صاحب۔ مولوی غلام احمد صاحب بدوملوی شیخ ناصر احمد صاحب۔ حافظ قدرت اللہ صاحب۔ چوہدری خلیل احمد صاحب ناصر۔ ملک عطاء الرحمٰن صاحب چوہدری مشتاق احمد صاحب۔ چوہدری غلام یٰسین صاحب۔ چوہدری عبداللطیف صاحب۔ مولوی صدرالدین صاحب۔ مرزا محمد یعقوب صاحب ملک صلاح الدین صاحب۔ سعید احمد صاحب فاروقی۔ حکیم عبداللطیف صاحب۔ قاضی محمد نذیر صاحب۔ مولوی ظہور حسین صاحب۔ مولوی عبدالرحمٰن صاحب مبشر مولوی علی محمد صاحب اجمیری۔ مولوی محمد عبداللہ صاحب اعجاز۔ چوہدری کرم الٰہی صاحب ظفر۔ میاں عبدالمنان صاحب عمر۔ میاں عباس احمد صاحب مولوی برکات اللہ صاحب۔ مرزا بشیر احمد بیگ صاحب۔ شیخ عبدالباری صاحب۔ چوہدری عزیز احمد صاحب۔ مولوی محمد یعقوب صاحب طاہر۔ چوہدری محمد علی صاحب صوفی بشارت الرحمٰن صاحب۔ مولوی خورشید احمد صاحب۔ صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب۔ صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب۔ صاحبزادہ مرزا خلیل احمد

عہدیداران مجلس رفقاء احمدؑ



۱۹۴۱ء میں مجلس رفقاء احمدؑ کی بنیاد چالیس۴۰ اراکین نے ڈالی۔ اور اس مبارک اور مکمل عدد کے ساتھ اپنی مناسبت قائم کی۔ چونکہ بعض اراکین کے قادیان سے باہر تشریف لے جانے کے باعث یہ تعداد کم ہوگئی۔ لہذا فیصلہ کیا گیا کہ اس سال کے شروع میں نئے سرے سے اس تعداد کو بحال کیا جائے۔ اس غرض کے لئے ایک سب کمیٹی مشتمل بر حسب ذیل ارکان مقرر ہوئی :۔

(۱) صاحبزادہ مولوی عبد المنان صاحب عمرؔ (۲) مولوی عبد الرحمٰن صاحب انورؔ (۳) حافظ قدرت اللہ صاحب (۴) چوہدری مشتاق احمد صاحب باجوہ (۵) خاکسار ناصر احمد۔

اس کمیٹی نے بعض کو ان کی درخواستوں کی بناء پر رکن مجلس قرار دیا۔ اور بعض احباب سے فرداً فرداً مل کر انہیں مجلس میں شمولیت کی دعوت دی۔ چالیس۴۰ اراکین کی مکمل فہرست دوسری جگہ درج ہے۔

مورخہ ۱۲ ؍ صلح کو ایک عام اجلاس میں کثرت رائے سے آئندہ سال کے لئے صاحبزادہ میاں عبد المنان صاحب ایم۔ اے مجلس کے صدر منتخب ہوئے۔ صدر کی طرف سے بعد میں حسب ذیل عہدیداران کا اعلان کیا گیا :۔

نائب صدر :۔ صاحبزادہ میاں عباس احمدؐ صاحب۔ مولوی ابو العطاء صاحب جالندھری ؛ معاون صدر :۔ صاحبزادہ مرزا خلیل احمد صاحب ؛ جنرل سکرٹری :۔ خاکسار ناصر احمدؐ نائب سکرٹری :۔ صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ؛ سکرٹری مال :۔ چوہدری مشتاق احمد صاحب باجوہ بی۔ اے ایل ایل بی نائبین :۔ چوہدری غلام یٰسین صاحب بی۔ اے و چوہدری عبد اللطیف صاحب بی ۔ اے ؛ ایڈیٹر رسالہ فرقان :۔ صاحبزادہ میاں عبد المنان صاحب عمرؔ۔ نائبین :۔ مولوی غلام احمدؐ صاحب بدوملہوی ملک عطاء الرحمٰن صاحب ؛ مینجر رسالہ فرقان :۔ سعید احمد صاحب فاروقی۔ نائبین :۔ مولوی عبد الرحمٰن صاحب مبشرؔ و شیخ عبد الباری صاحب بی۔ اے ؛ آڈیٹران :۔ ملک صلاح الدین صاحب ؛ حافظ قدرت اللہ صاحب

دعا ہے کہ خدا تعالیٰ ہم سب کو صحیح طور پر کام کرنے کی توفیق دے۔ اور ہماری حقیر مساعی میں برکت ڈالے۔ آمین

(خاکسار ناصر احمدؐ۔ جنرل سیکرٹری مجلس رفقاء احمدؑ)

حکیم محمد عبد اللطیف شہید منشی فاضل پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا یا اور دفتر رسالہ فرقان قادیان سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اِنْ تَتَّقُوا اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّکُمْ فُرْقَانًا

مجلس رفقاء احمدؐ قادیان کا ماہنامہ

فرقان

جلد ۱ | فروری سنہ ۱۹۴۵ء | ایڈیٹر عبدالمنان عمر ایم اے | ماہ تبلیغ ۱۳۲۴ ہش | نمبر ۲

فہرست مضامین

بزمِ مسیحؑ کی ایک اور شمع بجھ گئی

حضرت حجۃ اللہ نواب محمد علی خان رضؓ رحلت فرما گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

وہ "جوان" ہمت "صالح الخیال"، "خوب مستقل" "دلیر طبع" جس کی "خداداد فطرت سعید اور معتدل تھی" "جو منکرات و مکروہات سے بکلی مجتنب رہنے والا تھا جس نے "اپنی اصلاح پر آپ زور دیکر رسومی طریقوں سے نفرت پیدا کرلی تھی"۔ جسے اللہ تعالیٰ نے حجۃ اللہ کے پُرعظمت خطاب سے نوازا۔ جسے خدا کے نائب حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی فرزندی میں قبول فرمایا۔ ۲۶ صفر ۱۳۶۴ھ مطابق ۱۰ فروری ۱۹۴۵ء کو شام چھ بجے کے قریب پچہتر سال ایک ماہ دس دن کی عمر پاکر اپنے حقیقی مولیٰ سے جا ملا۔ ؎

بلانے والا ہے سب سے پیارا اسی پہ اے دل تُو جاں فدا کر

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود نے حضرت مسیح موعودؑ کے باغ میں ہزاروں افراد کے ساتھ نماز جنازہ پڑھاکر بہشتی مقبرہ میں حضرت مسیح الموعودؑ کے مزار مبارک کے قریب حضرت مرزا سلطان احمدؓ کے پہلو میں آپکو ابدی نیند سلا دیا۔ حضرت نواب صاحب ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے دنیوی وجاہت رکھنے کے باوجود حق کو قبول کرکے ہر قسم کے جاہ و آرام کو چھوڑکر پیارے مسیح کی بستی اور خدا کے رسول کے تخت گاہ میں دھونی رماکر رہائش اختیار کرلی۔ آپ چوٹی کے صحابہ میں سے تھے۔ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ۔ بڑے مخیر اور قومی بہبودی کے کاموں میں پیش از پیش خرچ کرنے والے تھے۔ سرسید نے جب انگلو اورنٹیل محمڈن کالج کی علیگڑھ میں بنیاد رکھی۔ تو اس کارِ خیر میں حصہ لینے والوں میں حضرت نواب صاحب بھی تھے۔ چنانچہ آپکے نام کا کتبہ اب بھی کالج کے سٹریچی ہال میں لگا ہوا ہے۔

دار الضعفاء کے مکانات کی زمین حضرت ناناجان پر میر ناصر نواب صاحب کی تحریک پر آپ ہی نے عطا فرمائی تھی۔ آپکو حسب ریزولیوشن صدر انجمن احمدیہ ۳۰۲ مورخہ ۵ ستمبر ۱۹۰۸ء مدرسہ تعلیم الاسلام کا ڈائرکٹر بنایا گیا۔ جس فونوگراف میں حضرت اقدس مسیح الموعود علیہ السلام کے یہ اشعار بھرے گئے تھے:۔

آواز آرہی ہے یہ فونوگراف سے ؎ ڈھونڈو خدا کو دل سے نہ لاف وگزاف سے

وہ آپ ہی سے غالباً مالیر کوٹلہ خط لکھ کر منگوایا گیا تھا۔ حضرت اقدسؑ سے خط وکتابت کا شرف بھی آپکو حاصل تھا۔ حضورؑ نے بڑے تعریفی رنگ میں آپکا ذکر ازالہ اوہام اور آئینہ کمالات اسلام میں فرمایا ہے۔

آپ ایک پاکباز کا جینا جیئے اور شہید کی موت آپ نے قبول کی۔

(نوٹ:۔ واوین کے اندر کے الفاظ حضرت اقدس مسیح الموعود علیہ السلام نے حضرت نواب صاحب کے متعلق استعمال فرمائے ہیں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

شذرات

۱۔ چیلنج انعامی درباره احمدؐ

اہل پیغام کے سالانہ جلسہ میں جماعت احمدیہ کے عقیدہ درباره نبوت مسیح موعود علیہ السلام کی کمزوری ثابت کرنے کے لئے اپنی طرف سے یہ زبردست دلیل پیش کی گئی کہ:۔

"انہیں ابھی تک یہ جرأت نہیں ہوئی۔ کہ اپنی مسجدوں میں محمد رسول اللہ کی بجائے مرزا غلام احمد رسول اللہ کی آواز بلند کریں۔" (پیغام صلح ۱۰ جنوری ۱۹۴۵ء صفحہ ۳)

حالانکہ یہ تبدیلی تو شارع نبی ہی کر سکتا تھا۔ اور ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو امتی نبی مانتے ہیں۔ یہاں تو یہ سوال پیدا نہیں ہوتا۔ ہاں یہی دلیل اہلِ پیغام کے خلاف ضرور پڑتی ہے جو کہتے ہیں کہ پیشگوئی اسمہٗ احمد کے مصداق صرف حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس کے مصداق نہیں۔ اہلِ پیغام کی مندرجہ بالا دلیل کے جواب میں جناب قاضی محمد یوسف صاحب پشاوری کا یہ مطالبہ پیش کر دینا ہی کافی ہے۔ جو مولوی محمد علی صاحب سے کئی بار پیش کر چکے ہیں۔ کہ:۔

"اگر آپ کا واقعی یہی ایمان اور اعتقاد ہے۔ تو ۱۳ سو سال سے مساجد میں مؤذن اشھد ان محمد رسول اللہ کے نام سے اذان دیتے چلے آئے ہیں۔ آپ صرف ایک دن پانچ اذانوں میں اشھد ان احمد رسول اللہ کے کلمہ سے اذان دلائیں اور ہر اذان کے بعد خاکسار مبلغ دس روپیہ بطور چندہ اشاعت اسلام پیش کرے گا۔" (رسالہ اسمہٗ احمد یا احمد موعود صفحہ ۳۹)

اگر کسی غیر مبائع میں یہ جرأت ہے؟ تو جناب قاضی محمد یوسف صاحب پشاوری کا یہ چیلنج اب بھی قائم اور وہی انعام موجود ہے۔

۲۔ "مدیر" اور "امیر" میں سے کون سچا

ایڈیٹر پیغام صلح جماعت احمدیہ کا ذکر کرتے ہوئے راقم ہیں کہ:۔

"جماعت احمدیہ لاہور نے اس کا کافی مقابلہ کیا ہے۔ اور قادیانیوں پر اتمام حجت کر دیا ہے۔" (پیغام صلح ۱۰ جنوری ۱۹۴۵ء صفحہ ۴)

حالانکہ اہلِ پیغام کے امیر صاحب کا فرمان اس کے برخلاف یہ ہے۔ چنانچہ وہ فرما چکے ہیں۔ کہ:۔

"(ا) ان میں سے کتنے ہیں۔ جن تک ہم نے حق بات کو پہنچایا ہے؟ شاید ان میں سے دو فی صدی بھی نہیں۔" (پیغام صلح ۶ اگست ۱۹۴۴ء صفحہ ۲)

(۲) "یہ بھی جانتا ہوں۔ کہ ہم ان کو حق اب تک پہنچا بھی نہیں سکے۔ ان لوگوں تک پہنچنے میں ابھی تک ہماری طرف سے جد و جہد کی کمی ہے" (پیغام صلح ۶ر ستمبر ۱۹۴۴ء صہ ۲)

گویا مدیر پیغام کے نزدیک تو جماعت قادیان پر "اتمام حجت" کر دیا گیا۔ لیکن امیر صاحب فرماتے ہیں۔ کہ "ہم ان کو حق اب تک پہنچا بھی نہیں سکے" اور ایسے احمدی "دو فیصدی بھی نہیں" جنکو اہل پیغام نے "حق بات" پہنچائی ہو۔ اب ایڈیٹر پیغام ہی بتائیں کہ دونوں کے بیانات میں سے کس کا بیان سچا۔ اور کس کا جھوٹا ہے؟

۳۔ کثرتِ جماعت سے نفرت اور پھر اس کی کوشش بھی

جناب مولوی محمد علی صاحب کی توجہ جب جماعت احمدیہ کیطرف ہوتی ہے۔ اور وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ پیشگوئی۔ کہ:۔

"میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ بھی بڑھاؤنگا اور ان کے نفوس و اموال میں برکت دونگا۔ اور ان میں کثرت بخشونگا" (اشتہار ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء) کو جماعت احمدیہ قادیان کے حق میں پوری ہوتی دیکھتے ہیں۔ تو ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ إِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ (سورۃ ملک ع۱) کے مطابق حیران و ششدر ہو کر اپنے نفس اور اپنی پارٹی کو مطمئن کرنے کے لئے یہ راگ الاپنا شروع کر دیتے ہیں۔ کہ:۔

"کثرت کوئی چیز نہیں۔ یہ غلط خیال ہے۔ میں اب بھی حیران ہوتا ہوں۔ جب پڑھتا ہوں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اکثریت کے ساتھ رہنا چاہیئے۔ ... خوب یاد رکھیئے کثرت کوئی چیز نہیں" (پیغام صلح ۲۴ر جنوری ۱۹۴۵ء صہ ۱)

اور چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیاں پوری ہو کر جناب مولوی محمد علی صاحب کو شرمندہ و ملزم کر رہی ہوتی ہیں۔ اس لئے یہ بھی ان سے کہے بغیر رہا نہیں جاتا۔ کہ:۔

"بڑا بھاری سوال ہمارے سامنے یہ ہے۔ کہ اس جماعت کی توسیع اور استحکام کے لئے کیا وسائل اختیار کئے جائیں" (پیغام صلح ۱۷ر جنوری ۱۹۴۵ء صہ ۱)

شکر ہے۔ جو اس "بھاری سوال" کا خیال آ گیا۔ اب اس پر عمل درآمد کب ہوگا؟ عندہٗ علم الساعۃ۔ دیدہ باید۔

۴۔ جناب مولوی محمد علی صاحب کی "بھاری غلطی"

امیر پیغام صاحب فرماتے ہیں:۔

"ہمارے دوستوں نے ملزم کیا۔ کہ تم نے یہ بھاری غلطی کی۔ جو قادیان کو چھوڑ آئے۔ ہم نے اس کی ہمیشہ یہی وجہ پیش کی کہ ... فساد سے

بچنے کے لئے ہم نے قادیان کو چھوڑ دیا۔" (پیغام صلح یکم نومبر ۱۹۴۷ء صہ۲)

معلوم ہوتا ہے کہ ان "ملزم" کرنے والے "دوستوں نے" رسالہ "الوصیت" مصنفہ حضرت مسیح موعودؑ مطالعہ کیا ہوگا۔ جس میں حضور نے اس ہونے والے اختلاف میں سچے گروہ کا نشان بتا دیا کہ :-

"یہ ضروری ہوگا۔ کہ مقام اس انجمن کا ہمیشہ قادیان رہے۔ کیونکہ خدا نے اس مقام کو برکت دی ہے۔" (الوصیت صہ۲۶ بار چہارم)

اور تعجب نہیں کہ مطالعہ میں مولوی محمد علی صاحب کی اپنی نظر کے سامنے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ فرمان آگیا ہو۔ کہ :-

"جیسے روشنی میں سیاہ دل چور نہیں ٹھہر سکتا ویسے ہی اس مقام (قادیان۔ ناقل) میں جو تجلیات و انوار الٰہی کا مرکز ہو۔ کوئی سیاہ دل خائن بہت مدت تک نہیں ٹھہر سکتا۔" (اخبار بدر ۲۵ اپریل ۱۹۰۷ء صہ۳)

پس قادیان جو "تجلیات اور انوار الٰہی کا مرکز" اور پھر "خدا نے اس مقام کو برکت دی" اس "دار الامان" اور مقدس قادیان کو چھوڑنے پر بلاشک ان کے دوستوں نے بلکہ خود مولوی محمد علی صاحب کے اپنے نفس نے اس "بھاری غلطی" سے آگاہ کر کے ان کو "ملزم" کیا ہوگا۔ سچ ہے۔ بل الانسان علیٰ نفسہ بصیرۃ ولو القی معاذیرہ۔ (القیامۃ ع۱)

۵۔ اہل پیغام کے مرکزی دفاتر کیلئے غیر احمدی کارکن اور پھر واقفِ زندگی

پیغام صلح میں اعلان کیا گیا ہے۔ کہ :-

"انجمن کو اپنے مرکزی دفاتر کے لئے مستعد نیک مخلص اور قابل کارکنوں کی ضرورت ہے۔ صرف وہی احباب درخواستیں دیں۔ جو مستقل طور پر اپنے آپ کو خدمتِ دین کے لئے وقف کرنے کو طیار ہوں۔" اور "کوائف" کے ضمن میں لکھا کہ :- "(۶) احمدی یا غیر احمدی۔ احمدی ہونے کی صورت میں کب داخل سلسلہ ہوئے۔" (پیغام صلح ۳۱ جنوری ۱۹۴۵ء صہ۵)

اہل پیغام کے مرکزی دفاتر کے لئے غیر احمدی کارکن۔ اور پھر اس سے "خدمتِ دین کے لئے وقف کرنے" کی شرط؟ کیوں نہ ہو۔ کند ہم جنس باہم جنس پرواز۔ کبوتر با کبوتر باز با باز

"امتِ محمدیہ میں نبوت" (اہل پیغام کا اقرار)

ایک پیغامی مبلغ نے لکھا ہے۔ کہ :-

"جناب مرزا محمود احمد صاحب تسلسل نبوت کی بنیاد قائم کر رہے ہیں۔" (پیغام صلح ۲۴ جنوری ۱۹۴۵ء صہ۵)

اُف! یہ کس قدر غلط بیانی ہے۔ کاش مولوی محمد علی صاحب کا یہ فرمان بھی جو اھدنا الصراط المستقیم الخ کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے۔ پیشِ نظر ہوتا۔ کہ :-

"مخالف خواہ کوئی ہی معنے کرے۔ مگر ہم تو اسی پر قائم ہیں۔ کہ خدا نبی پیدا کر سکتا ہے صدیق بنا سکتا ہے۔ شہید اور صالح کا مرتبہ عطا کر سکتا ہے۔ مگر چاہیئے مانگنے والا"

(تقریر امیر پیغام در احمدیہ بلڈنگس از الحکم ۱۸ر جولائی ۱۹۰۸ء ص۶)

ایسا ہی "احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور" یعنی اہل پیغام کے رسالہ "کلید کلام الامام" میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصنیف "الوصیت" سے استدلال و استنباط کر کے یہ عنوان قائم کئے گئے ہیں کہ :-

"مرزا صاحب کی اولاد میں سے ایک نبی" (ص۱۳۷ کلید کلام الامام)

"امت محمدیہ میں نبوت" (ص۱۵۴ " " ")

کیا پیغامی مبلغ کے نزدیک یہ بطور نمونہ بیانات بھی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کے ہیں؟ اور کیا مندرجہ بالا الزام ان پر بھی عائد کریں گے؟

۷۔ "نبی تراش" کون ٹھہرا؟ کفرِ منکرین کا مسئلہ

ایک غیر احمدی مفتی صاحب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بعد نزول بھی نبی اور رسول قرار دیتے ہوئے بقول پیغامی مبلغ "منکرین مسیح موعود کو خارج از اسلام قرار دیا ہے"۔ اس پر پیغامی مبلغ لکھتے ہیں۔ کہ :-

"اس موضوع پر جماعت احمدیہ لاہور کی طرف سے کافی لٹریچر شائع ہو چکا ہے جس کا جواب نہ قدیم نبی اتارنے والوں کے پاس ہے نہ جدید نبوت تراشنے والوں کے پاس ہے"

(پیغام صلح ۲۴ر جنوری ۱۹۴۵ء ص۵)

دراصل اس پیغامی مبلغ نے "نبوت تراشنے" کے الفاظ سے بلاواسطہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر طنز کی ہے۔ کیونکہ یہ الفاظ حضور نے ہی استعمال فرمائے ہیں۔ سنیئے :-

"اللہ جلشانہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صاحب خاتم بنایا۔ یعنی آپکو افاضۂ کمال کے لئے مُہر دی۔ جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی۔ اسی وجہ سے آپ کا نام خاتم النبیین ٹھہرا۔ یعنی آپ کی پیروی کمالات نبوت بخشتی ہے اور آپ کی توجہ رُوحانی نبی تراش ہے۔ اور یہ قوت قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی" (حقیقۃ الوحی حاشیہ ص۹۷)

کیا اہلِ پیغام اس حوالہ کو دیکھنے کے بعد بتائیں گے۔ کہ "نبوت تراشنے والوں" کے طنزاً کہے ہوئے الفاظ کی زد کس پر پڑتی ہے؟ تعجب ہے کہ غیر احمدیوں کی طرح اعتراض کرتے وقت اہل پیغام عداوت

محمود ایدہ اللہ الودود میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی تیر برسانے سے نہیں جھجکتے۔ اور جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت (جیساکہ اوپر کے حوالجات سے بھی عیاں ہے) ثابت ہے۔ تو آپ کے منکرین کا مسئلہ اسی سے حل ہو گیا۔ کہ نبی کا منکر کیا ہوتا ہے؟ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے جب پوچھا گیا۔ کہ آپ کو نہ ماننے والے کافر ہیں یا نہیں؟ تو حضورؑ نے کیا عمدہ جواب فرمایا۔ کہ:۔

"مولویوں سے جاکر پوچھو کہ ان کے نزدیک جو مسیح اور مہدی آنے والا ہے۔ اس کو جو نہ مانے گا۔ اس کا کیا حال ہے۔ پس میں وہی مسیح اور مہدی ہوں۔ جو آنے والا تھا"

(فتاویٰ مسیح موعود علیہ السلام ص۱۱۸)

اور جب حال ہی میں غیر احمدی مفتیوں نے یہ کہا۔ کہ حضرت عیسےٰؑ نبی ہونگے۔ اور ان کا منکر کافر ہے تو پیغامی مبلغ صاحب جھنجلا اٹھے۔ کہ یہ کیا ہو گیا۔ حالانکہ یہ تو وہ جواب ہے۔ جو حضرت مسیح موعودؑ نے دیا تھا۔ چنانچہ حضور نے ایک جگہ بہ صاف تحریر فرمایا۔ کہ مسیح موعود کا آنا ایمانیات میں داخل ہے۔ "اس کا انکار کفر ہے"

۸۔ اہل پیغام سے ایک لاینحل سوال

جناب مولوی محمد علی صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصانیف کے "ہزارہا صفحات" کے ذکر میں کہا ہے۔ کہ:۔

"وہ صفحات نہایت اعلیٰ درجہ کے معارف سے پُر ہیں۔ جنکو پڑھنے سے فی الواقعہ انسان کو سچی روشنی ملتی ہے" (پیغام صلح ۲۴ جنوری ۱۹۴۵ء ص۱)

اس سے تو ہم کو بھی اتفاق ہے۔ مگر یہاں ایک نہایت ہی حیرت انگیز لاینحل سوال پیدا ہوتا ہے۔ اور وہ یہ کہ میں نے اہلِ پیغام کے "دار الکتب" میں جاکر شائع ہونے والی "فہرست کتب" اور اشتہارات وغیرہ کو دیکھا۔ اور پوچھا ہے۔ مگر ۱۹۰۰ء کے بعد کی تصنیف کردہ کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں سے کل تصانیف نہ سہی۔ ان کے ہاں تو بعض بھی دستیاب نہیں ہو سکتیں اور نہ ہی گذشتہ ۳۱ سال میں (سوائے ایک کتاب کے) ۱۹۰۰ء سے ۱۹۰۸ء تک کی کتب میں سے کوئی شائع کی گئی ہے۔ سب نہ سہی آدھی یا چوتھائی ہی شائع کی جاتیں۔ اس لئے میں سمجھدار غیر مبائع حضرات سے یہ اپیل کرتا ہوں کہ وہ بتائیں کہ اس میں کیا خاص راز مخفی ہے؟ کیا ۱۹۰۰ء کے بعد مئی ۱۹۰۸ء تک کے عرصہ میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کوئی کتاب تصنیف ہی نہ کی تھی؟ یقیناً کی تھیں۔ بلکہ میں بطور مثال چند کا نام انکی آگاہی کے لئے درج کرتا ہوں۔ تاکہ وہ اپنے ہاں ان کتب کے بارہ میں معلوم کر سکیں کہ ملتی ہیں یا نہیں؟ اور وہ یہ ہیں:۔

(۱) ایک غلطی کا ازالہ (۲) دافع البلاء (۳) الہدیٰ (۴) نزول المسیح (۵) کشتی نوح (۶) تحفہ ندوہ (۷) اعجاز احمدی (۸) ریویو بر مباحثہ بٹالوی وچکڑالوی (۹) مواہب الرحمٰن (۱۰) تذکرۃ الشہادتین (۱۱) براہین احمدیہ حصہ پنجم (۱۲) چشمۂ مسیحی (۱۳) تجلیات الٰہیہ (۱۴) حقیقۃ الوحی (۱۵) چشمہ معرفت (۱۶) پیغام صلح وغیرہ۔

میں دوبارہ غیر مبائع اصحاب سے درخواست کرتا ہوں۔ کہ وہ اس سوال لاینحل کو ضرور حل کرائیں۔ کہ سنہ ۱۹۱۴ء کے بعد کی ان بطور نمونہ درج شدہ ۱۶ کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کیوں شائع نہیں کیا جاتا؟ یا بتایا جائے۔ کہ ان میں سے کونسی کتاب انہوں نے ایک مرتبہ ہی شائع کی؟ براہ کرم اس کا ضرور جواب دیں۔ یا یہ بتایا جائے۔ کہ ان تمام کتب میں معاذ اللہ "معارف" نہیں۔ یا ان کے پڑھنے سے (نعوذ باللہ) "سچی روشنی" نہیں ملتی؟ حالانکہ اگر اہل پیغام ان کتب کو بھی بار بار شائع کریں۔ تو جماعت احمدیہ کے دونوں فریق کے مل سکنے میں بڑی مدد حاصل ہوگی۔ انشاء اللہ۔

۹۔ اہل پیغام کو اپنی معکوس ترقی کا اقرار

مئی سنہ ۱۹۱۴ء میں اہل پیغام کے اکابر مع مولوی محمد علی صاحب نے ایک مشترکہ اعلان شائع کیا تھا۔ جس میں کہا تھا۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کو "ابھی بمشکل قوم کے بیسویں حصہ نے خلیفہ تسلیم کیا ہے"۔ (پیغام صلح ۵ رمئی ۱۹۱۴ء ص۱)

اور اب ۱۲ رجنوری سنہ ۱۹۴۵ء کے خطبہ میں انہی مولوی صاحب نے اپنی پارٹی کو "پانچ لاکھ کے مقابلہ میں پانچہزار" قرار دیا ہے۔ (پیغام صلح ۲۴ رجنوری ۱۹۴۵ء ص۱) یعنی بقول مولوی محمد علی صاحب مئی سنہ ۱۹۱۴ء میں اگر جماعت احمدیہ کی تعداد (۱۰۰) فرض کی جائے۔ تو اس یکصد میں سے جماعت احمدیہ قادیان کی تعداد صرف (۵) اور اہل پیغام کی (۹۵) تھی۔ اور اگر آج ۳۱ سال کے بعد ($\frac{5000}{505000}$) بقول مولوی محمد علی صاحب جماعت احمدیہ کی کل تعداد ۱۰۰ اہی گنی ہو جائے۔ تو جماعت احمدیہ قادیان کی تعداد ۹۹ سے قدرے زائد ہے۔ اور اہل پیغام کی تعداد ایک عدد سے قدرے کم ہے۔ خلاصہ یہ کہ ۳۱ برس میں بقول مولوی محمد علی صاحب جماعت احمدیہ قادیان اگر (۵) سے ترقی کر کے (۹۹) ہو گئی۔ تو اہل پیغام ترقی کرتے کرتے ۳۱ برس میں (۹۵) سے (۱) ہو گئے۔ جل جلالہ۔ کیا اس ترقی کو اہل پیغام کی معکوس ترقی کہا جائے گا یا کچھ اور؟

۱۰۔ جناب امیر پیغام کی طرف سے دس آدمیوں کیلئے زبردست اپیل

جناب مولوی محمد علی صاحب نے بھی نقل کرتے ہوئے ۲۷ راکتوبر سنہ ۱۹۱۴ء کو تحریک کی۔ کہ:-

"انجمن نے دس آدمی اس وقت لینے اور انہیں بطور مبلغ تیار کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

اس کے لئے بجٹ میں کافی گنجائش رکھی ہے۔ آج وہ باہر میدان میں نکل آئیں۔ تو دو تین سال کے اندر وہ اس قابل ہوں گے۔ کہ باہر جاکر خدا کے دین کا کام کریں۔ میں اس وقت آپ سے اور اپنے اخبار کے ذریعہ سے ساری جماعت سے اپیل کرتا ہوں۔ کہ وہ اس بات کی طرف زبردست توجہ کریں۔ خود اخبار میں زبردست تحریک جاری رہے۔ کہ اس کام کے لئے دس آدمی نکل آئیں۔ چاہیئے کہ جلسہ سالانہ تک وہ نکل چکے ہوں۔ تاکہ نئے سال کے ساتھ وہ تیاری شروع کردیں۔ دفتر کے ذریعہ سے بھی جماعتوں میں تحریک ہونی چاہیئے۔ اس کام کے لئے میں نوجوانوں کو مخصوص نہیں کرتا۔ جواں ہمت لوگوں کی ضرورت ہے۔ بلکہ ۴۰ اور ۵۰ سال کے آدمی اس کام کے لئے زیادہ موزوں ہیں۔" (پیغام صلح یکم نومبر ۱۹۴۲ء صہ ۲)

یہ بجٹ "میں کافی گنجائش" کے لالچ سے کی ہوئی "زبردست تحریک" جو ساری جماعت" سے اس خیال سے کی گئی تھی۔ کہ وہ "آج" ہی پوری ہو جائے گی۔ ورنہ "جلسہ سالانہ تک" تو ضرور ہو جائیگی۔ اور جو نوجوانوں سے لیکر بوڑھوں تک سے خطوط اور اخبارات کے ذریعہ تحریک کی گئی تھی۔ اور صرف "دس آدمی" کا مطالبہ تھا۔ اس پر کئی "آج" گذر گئے۔ "جلسہ سالانہ" بھی آکر گذر گیا۔ بلکہ سوا تین ماہ گذر نے کے باوجود ابھی تک (۳۱ر جنوری کی یہ اطلاع ہے) پوری نہیں ہوسکی۔ جناب مولوی صاحب کو نقل کرنے کا تو ولولہ پیدا ہوا۔ مگر افسوس ان کی اس آواز کے ساتھ "واجب الاطاعت" نہ ہونے کی کسر نے دیر کرائی ہے۔ ورنہ ایسی تحریک اور اتنی دیر؟

خاکسار سید احمد علی سیالکوٹی از قادیان دارالامان

پیغامیوں کی ترقی یا تنزل؟

مولوی محمد علی صاحب بیان کرتے ہیں۔ کہ "ان کو (جماعت احمدیہ قادیان کو۔ ناقل) ہماری (پیغامیوں کی۔ ناقل) دن دُگنی رات چوگنی ترقی نظر نہیں آتی" (پیغام ۷ر جولائی صہ ۲ کالم ۲)

غالباً اس عظیم الشان ترقی سے مراد اُن کی وہ ترقی معکوس ہے جو خود انہوں نے بایں الفاظ بیان کی ہے۔ "پانچ لاکھ کے مقابلہ میں پانچہزار" قرار دیا ہے۔ پیغام ۲۴ر جنوری ۱۹۳۵ء۔ کیونکہ شروع اختلاف کے وقت یہ ظاہر کیا گیا تھا کہ ابھی بمشکل قوم کے بیسویں حصہ نے خلیفہ تسلیم کیا ہے (پیغام ۵ر مئی ۱۹۱۴ء) گویا اس وقت اسّی ۸۰ فیصدی اپنے قرار دئے اور اب تیس ۳۰

مولوی محمد علی صاحب کے ایک ٹریکٹ پر نظر

از قلم چوہدری عبداللطیف صاحب واقف زندگی تحریک جدید

کچھ عرصہ ہوا مولوی محمد علی صاحب نے ایک دو ورقہ ٹریکٹ بعنوان "خلیفہ قادیان کا ۱۹۱۴ء سے پہلے کا مذہب" شائع کیا۔ جس میں تحریر کیا:۔

"میں ان علماء سے اور دیگر مسلمان بزرگوں سے جو محض قادیانی جماعت کی کثرت کی وجہ سے یہ سمجھ بیٹھے ہیں۔ کہ قادیانی علماء حضرت مرزا صاحب کے صحیح دعویٰ کو پیش کرتے ہیں۔ اپیل کرتا ہوں۔ کہ حقیقت یہی ہے۔ کہ قادیان میں نبوت ۱۹۱۴ء میں خلافت کی لونڈی بن کر آئی"

قبل اس کے کہ میں متذکرہ بالا ادعا کی حقیقت بیان کروں۔ یہ عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ مولوی محمد علی صاحب نے جس طنز آمیز طریق پر اپنے زعم کو پیش کیا ہے۔ وہ غائیت درجہ روح فرسا اور دلخراش ہے۔ افسوس ہے کہ مولوی صاحب حضرت اقدس امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی مخالفت میں اس قدر بڑھ گئے ہیں۔ کہ انہیں سیاہ و سفید کی تمیز نہیں رہی۔ اور انہوں نے آپے سے باہر ہو کر ایسی روش اختیار کر لی ہے۔ جو تہذیب اور شرافت کے معیار سے کوسوں دُور ہے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ مولوی صاحب کو جماعت احمدیہ کی روز افزوں ترقی ایک نظر نہیں بھاتی۔ اور وہ صداقت کی مخالفت میں ناجائز اور ناواجب ذرائع کو اختیار کرنے میں دریغ نہیں کرتے۔ لیکن وہ یاد رکھیں۔ کہ وہ جماعت احمدیہ کی مخالفت کا بیڑہ اٹھا کر اس کی صداقت کو چار چاند لگا رہے ہیں۔ اور ان کی مخالفانہ کوششیں جماعت کے لئے کھاد کا موجب ہونگی۔ جماعت بفضلہ تعالیٰ اپنے اولوالعزم امام کی قیادت میں ایک مضبوط چٹان پر قائم ہے۔ اور اس سے ٹکر اُن کے لئے موت کا پیغام ثابت ہوگی۔

اس کے بعد مولوی صاحب کے اعتراض کو واضح کرتا ہوں۔ مولوی محمد علی صاحب نے نہایت ہی غیر ذمہ وارانہ طریق پر دو خطرناک غلط بیانیاں کی ہیں۔

اوّل یہ کہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنی خلافت کا سکہ جمانے کے لئے ۱۹۱۴ء میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو از خود مدعی نبوت بنا دیا۔ دوئم یہ کہ

۱۹۱۴ء سے قبل جماعت حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نبی قرار نہیں دیتی تھی۔

مولوی محمد علی صاحب کے پہلے دعوٰی کا سراپا افتراء ہونا اس سے ظاہر ہے۔ کہ جماعت احمدیہ میں خلافت کا عقیدہ ۱۹۱۴ء میں رائج نہیں ہوا۔ بلکہ جماعت نے متفقہ طور پر ۲۷ رمئی ۱۹۰۸ء کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات پر حضرت مولوی نور الدین صاحب رضی اللہ عنہ کو اپنا واجب الاطاعت خلیفہ منتخب کیا۔ اور اس وقت مولوی محمد علی صاحب کے محرم راز خواجہ کمال الدین صاحب نے اعلان کیا:-

"حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جنازہ قادیان میں پڑھا جانے سے پہلے آپ کے وصایا مندرجہ رسالہ الوصیت کے مطابق حسب مشورہ معتمدین صدر انجمن احمدیہ موجودہ قادیان و اقربا حضرت مسیح موعود و باجازت حضرت ام المومنین کل قوم نے جو قادیان میں موجود تھی اور جس کی تعداد اس وقت بارہ سو تھی۔ والا مناقب حضرت حاجی الحرمین الشریفین جناب حکیم نور الدین صاحب سلمہ کو آپ کا جانشین اور خلیفہ قبول کیا۔ اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ معتمدین میں سے ذیل کے اصحاب موجود تھے۔ مولانا حضرت مولوی سید محمد احسن صاحب۔ صاحبزادہ بشیر الدین محمود احمد صاحب۔ جناب نواب محمد علی خانصاحب۔ شیخ رحمت اللہ صاحب۔ مولوی محمد علی صاحب۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب۔ ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب۔ خلیفہ رشید الدین صاحب و خاکسار خواجہ کمال الدین۔"

(اخبار بدر مورخہ ۲ رجون ۱۹۰۸ء)

اس بیان سے جہاں مولوی محمد علی صاحب کی غلط بیانی کی واضح طور پر تردید ہوتی ہے۔ وہاں یہ بھی روز روشن کی طرح ثابت ہو جاتا ہے۔ کہ ۱۹۰۸ء میں کل جماعت احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نبی قرار دیتی تھی۔ اور اکابرین غیر مبایعین بھی خلافت اُولیٰ کے آخری زمانہ یعنی مارچ ۱۹۱۴ء تک اسی عقیدہ پر قائم تھے۔ تب ہی تو سب حضرت مولوی نور الدین صاحب رضی اللہ عنہ کو خلیفۃ المسیح مانتے رہے۔ یہ جماعت احمدیہ کا اجتماعی فیصلہ ہے۔ جس سے افسوس ہے ۱۹۱۴ء میں محض ذاتیات اور حضرت محمود ایدہ اللہ الودود سے بغض اور کینہ کے باعث غیر مبایعین منحرف ہو گئے۔

پس میں مولوی محمد علی صاحب کی خدمت میں گذارش کرونگا۔ کہ اگر قادیان میں نبوت خلافت کی لونڈی بنکر گئی ہے۔ تو پھر ۱۹۰۸ء میں آئی تھی نہ ۱۹۱۴ء میں۔ پھر میں مولوی صاحب موصوف کی دیانت و امانت سے اپیل کرونگا۔ کہ وہ اپنے محولہ بالا اقرار سے رجوع کریں۔ کیونکہ وہ سراسر حقائق کے

خلاف اور صداقت سے بعید ہے۔ کیا مولوی صاحب اپنی شرافت اور خدا ترسی کا ثبوت دیتے ہوئے حق بات کہنے کی جرأت کریں گے؟

اس کے بعد میں مختصراً مولوی صاحب کی دُوسری غلط بیانی کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ یہ امر متعدد بار ثابت کیا جا چکا ہے۔ کہ مولوی محمد علی صاحب خود ۱۹۱۴ء تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو غیر تشریعی نبی قرار دیتے رہے ہیں۔ پھر معلوم نہیں وہ کس برتہ پر اس سے انکار کی جرأت کر رہے ہیں۔ میں اس جگہ مولوی صاحب کے تین حوالہ جات نقل کرتا ہوں:۔

(۱) "یہ سلسلہ سچے معنوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتا ہے۔ اور یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ کوئی نبی خواہ وہ پُرانا نبی ہو یا نیا۔ آپ کے بعد ایسا نہیں آسکتا جسکو نبوت بدوں آپ کے واسطہ کے مل سکتی ہو" (ریویو اُردو بابت ماہ مئی ۱۹۰۶ء)

(۲) "مکذب مدعی نبوت کذاب ہوتا ہے۔ مرزا صاحب ملزم مدعی نبوت ہے۔ اس کے مُرید اس کو دعویٰ میں سچا اور دشمن جھوٹا سمجھتے ہیں" (حلفیہ شہادت بعدالت ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور مورخہ ۱۳ر مئی ۱۹۰۴ء)

(۳) بجواب مستغیث کہا "مرزا صاحب دعویٰ نبوت کا اپنی تصانیف میں کرتے ہیں۔ یہ دعویٰ نبوت کا اس قسم کا ہے۔ کہ میں نبی ہوں۔ لیکن کوئی نئی شریعت نہیں لایا"
(حلفیہ شہادت ۱۶ر جون ۱۹۰۴ء)

متذکرہ بالا تین حوالوں سے یہ امر بالبداہت پایہ ثبوت کو پہنچ جاتا ہے کہ مولوی محمد علی صاحب ۱۹۱۴ء تک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو غیر تشریعی نبی مانتے رہے ہیں۔ اور اس کا ہر موقع پر واضح اور غیر مبہم الفاظ میں اقرار کرتے رہے ہیں۔ پس مولوی محمد علی صاحب کا یہ کہنا کہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنی خلافت کو منوانے کے لئے نبوت کا عقیدہ ۱۹۱۴ء میں گھڑ لیا ہے۔ بالکل واقعات کے خلاف ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ مولوی صاحب نے ذاتیات کو دخل دے کر اور حضور کی ذات والا صفات سے بغض و عناد کے پیشِ نظر نبوت کے عقیدہ سے انحراف کر لیا ہے۔

آخر میں میں مولوی صاحب کی خدمت میں نہایت ہی ادب سے گذارش کرونگا۔ کہ مولوی صاحب! اب تو آپ بڑی عمر کو پہنچ چکے ہیں۔ قبر میں پاؤں لٹکائے ہوئے ہیں۔ خدارا اس ہٹ دھرمی کو چھوڑ دیں۔ اور خواہ مخواہ پبلک کو دھوکہ دے کر اپنی عاقبت کو خراب نہ کریں۔ بلکہ اس معاملہ میں سنجیدگی، دیانت اور خوفِ خدا سے کام لیتے ہوئے غور کریں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں۔ کہ اگر آپنے تعصب و ہٹ دھرمی کے

جذبات سے الگ ہو کر محض خدا تعالیٰ کی رضاء اور خوشنودی سے کام لیتے ہوئے اس پر غور کیا تو خدا تعالیٰ آپ کو ضرور رُوحانی بصیرت عطاء کرے گا جس سے تاریکی کے پردے پھٹ جائیں گے۔ اور آپ کا قلب نورِ ایمان سے منور ہو جائے گا۔ ابھی وقت ہے۔ اس سے فائدہ اٹھائیں۔ تاکہ آپ اپنی نجات کے لئے سامان بہم پہنچا سکیں۔ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے آپ کو توفیق عطاء کرے۔ آمین

مولوی محمد علی صاحب کے متعلق منذر خوابیں

(۱)

مکرم ملک عزیز احمد صاحب ہیڈ ڈرافسمین میدانِ جنگ سے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں لکھتے ہیں:-

"بحضور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ"۔

کچھ عرصہ ہوا۔ میں نے ایک کشف میں (جو بعد نماز تہجد عین بیداری میں مجھے ہوا) مولوی محمد علی صاحب کی موجودہ حالت کو دیکھا۔ مجھے یاد نہیں کہ میں نے حضور کی خدمت میں پہلے لکھا یا نہیں۔ مگر آج مجھے کاغذات کا جائزہ لیتے ہوئے وہ کاغذ جس پر یہ کشف درج تھا۔ ملا۔ میرا خیال تھا کہ اس کو اپنی ذات تک ہی محدود رکھوں۔ کیونکہ میں اس قسم کے کشوف اور رویا پردہ اخفاء میں ہی رکھنے کا عادی ہوں۔ مگر چونکہ مولوی صاحب کی حالت روز بروز کینہ اور بغض میں ترقی کرتی جا رہی ہے۔ جیسا کہ مولوی صاحب کے خطبات اور تقاریر مندرجہ پیغام صلح سے عیاں ہے۔ اس لئے سمجھتا ہوں۔ کہ وہ کشف حضور کی خدمت میں لکھ دیا جائے۔ اور حضور اگر مناسب سمجھیں تو اخبار میں شائع کرا دیں۔ تا اگر ممکن ہو تو مولوی صاحب اس سے عبرت حاصل کر کے اپنی حالت کو سنوار سکیں۔ کشف یہ ہے:-

۱۹۱۹ء میں جبکہ ابھی میری وابستگی خلافت ثانیہ سے نہیں ہوئی تھی۔ یہ معلوم کرنے کے لئے کہ مبایعین اور غیر مبایعین میں سے کون حق پر ہے۔ استخارہ کرنے پر مجھے ایک روز بعد نماز تہجد کشفی رنگ میں ایک خوبصورت سنگ مرمر کے چوکھٹا میں مرزا بشیر الدین محمود احمد لکھا ہوا دکھلایا گیا۔ اس سے مجھ پر سچائی ظاہر ہو گئی۔ اور فوراً حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی بیعت کرنے کا شرف حاصل ہو گیا۔ وہی چوکھٹا اب دوبارہ اسی مکان اور اسی جگہ پر جہاں پہلے دکھلایا گیا تھا۔ دکھلایا گیا۔ اس کے دیکھنے کے بعد میں جب باہر گلی میں آیا۔ تو مولوی محمد علی صاحب کو کھڑا دیکھتا ہوں۔ مگر ایسی حالت

میں کہ پاؤں میں کالے رنگ کا فل سلیپر ہے۔ جس کی ایڑی بیٹھی ہوئی ہے۔ سر پر رُومی ٹوپی ہے۔ مگر بغیر پھُندنے کے۔ چائنا سلک کا کوٹ ہے۔ مگر پھٹا ہوا۔ پاجامہ سپید تھا مگر میلا اور جگہ بجگہ سالن کے داغ پڑے ہوئے۔ مجھے ان کو دیکھکر خواہش پیدا ہوئی۔ کہ ان سے ملوں۔ میں مصافحہ کے لئے آگے بڑھ کر السلام علیکم کہتا ہوں۔ مگر کوئی جواب نہیں ملتا۔ دوبارہ السلام علیکم کہا پھر بھی کوئی جواب نہیں ملا۔ سہ بارہ السلام علیکم کہا۔ مگر پھر بھی جواب نہ ملا۔ اس پر مَیں نے مولوی صاحب سے کہا کہ مولوی صاحب میں نے تین دفعہ السلام علیکم آپ سے کہا ہے۔ آپنے کوئی جواب نہیں دیا۔ بجائے اس کے کہ مولوی صاحب خندہ پیشانی سے پیش آتے۔ غصہ سے پوچھتے ہیں کہ تمہاری غرض مجھ کو ملنے سے کیا ہے۔ مَیں نے کہا کوئی خاص غرض تو نہیں البتہ آپ سے ملاقات کئے پچیس تیس سال گذر گئے تھے۔ اس لئے آپ کو دیکھ کر آپ سے ملاقات کرنے کی خواہش دل میں پیدا ہوئی۔ مگر معاً میرے دل میں خیال آیا۔ کہ آیا واقعی مولوی صاحب کو دیکھے اتنا عرصہ گزر بھی گیا ہے یا نہیں۔ اس وقت میرا ذہن اس واقع کیطرف منتقل ہوا جبکہ مولوی صاحب قادیان چھوڑ کر لاہور جا رہے تھے۔ اور ہم چند لڑکے ان کے پیچھے نہر تک اس غرض سے گئے تھے۔ کہ ان سے کہیں کہ وہ قادیان سے نہ جائیں۔ ورنہ ویسے تو انکو کئی دفعہ بعد میں دیکھنے کا اتفاق ہوا۔

خیر جب انہوں نے میرے السلام علیکم کا کوئی جواب نہ دیا۔ بلکہ درشت کلامی سے پیش آتے ہوئے آگے چل دیئے۔ تو چند قدم جانے پر ان کو ٹھوکر لگی اور وہ گر گئے۔ اُٹھے اور چند قدم چل کر پھر ٹھوکر کھائی۔ پھر اٹھے پھر چند قدم پر ٹھوکر کھائی۔ مَیں یہ نظارہ دیکھ رہا تھا۔ جب مَیں نے ان کو اس حالت میں دیکھا تو ان سے کہا۔ "مولوی صاحب دیکھیں آپ نے تین دفعہ ٹھوکر کھائی اور گرے۔ یہ آپ کا گرنا اس مقام سے ہے۔ جس پر آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں قائم تھے۔ اور اب خلافت ثانیہ سے بغاوت کر کے اس مقام سے گر گئے۔ لباس آپ کا جو پھٹا ہوا ہے یہ لباس التقویٰ ہے۔ جسکو آپنے احمدیہ جماعت میں فتنہ ڈال کر اور ڈیڑھ اینٹ کی مسجد علیحدہ بنا کر داغدار کر دیا ہے۔ مَیں اب بھی آپکو توجہ دلاتا ہوں۔ کہ آپ اس واقعہ سے عبرت حاصل کریں۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام کے ماتحت کہ آؤ ہمارے پاس بیٹھ جاؤ۔ آپ بھی نیک ارادے رکھتے تھے۔ اس کے خلیفہ اور مصلح موعود کی جماعت میں شامل ہو جائیں۔ کیونکہ عزت وہ ہے جو آسمان سے آئے۔ میری نظر کے سامنے اس جلسہ کا واقعہ ابھی تک ہے۔ جس میں آپ نے مومنوں کی جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا۔ کہ ہم تم سے جوتے مار کر چندہ لینگے۔ وہ کونسی رُوح تھی۔ جس کے ماتحت مومنوں کی جماعت نے آپکے یہ الفاظ سُن لئے ورنہ آج ذرا یہی الفاظ اپنے ان عقیدتمندوں سے کہہ کر تو دیکھیں جنکے آپ امیر قوم بنے ہوئے ہیں

مولوی صاحب اب بھی کچھ نہیں گیا۔ موجودہ عزت سے زیادہ عزت آپ کو حاصل ہو سکتی ہے جبکہ آپ موجودہ خلیفہ کی غلامی میں آجائیں گے۔ کیونکہ مسیح موعودؑ کا موعود خلیفہ اپنے اندر وہ طاقت اور وہ رُوحانیت رکھتا ہے۔ کہ جس پر اس کی نظر عنایت ہو جائے۔ اس کا دین اور دنیا سنور جاتی ہے۔ سعادت اسی میں ہے کہ آپ اپنے انجام اور آخرت کی فکر کریں۔ ورنہ یہی کہنا پڑے گا۔ ؎

اس قدر کین و تعصب بڑھ گیا + جس سے کچھ ایمان جو تھا وہ سڑ گیا

کیا یہی تقویٰ یہی اسلام تھا + جس کے باعث تمہارا نام تھا"

(خاکسار ملک عزیز احمد عفی عنہ)

اس پر حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے رقم فرمایا:۔

"بہت عجیب خواب ہے۔ میں نے اسی جوتے مارنے والے واقعہ کو اس دفعہ (جلسہ سالانہ کی) تقریر میں بیان کیا تھا۔"

:(۲):

مکرم سید کرامت حسین شاہ صاحب نے بھی میدانِ جنگ سے بذریعہ ہوائی ڈاک ذیل کا عریضہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خدمت میں لکھا ہے:۔

"سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کا احسان ہے۔ کہ اُس نے مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت اور شان ظاہری رنگ میں بھی پہچاننے کی توفیق عطاء فرمائی اور ایک طرح سے باطنی رنگ میں بھی۔

اس بارے میں جو خدا تعالیٰ نے خاکسار کو دو ۲ عجیب اور پُرشان خوابیں دکھلائیں۔ ان میں سے ایک یہ تھی۔ کہ خواب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور مولوی محمد علی صاحب (امیر غیر مبائعین) کے فوٹو دکھلائے گئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چہرہ پر غور سے جب دیکھا۔ تو حضور کے چہرہ مبارک سے روشنی نکل رہی تھی (اور حضور نے خواب کے اندر ہی میری طرف بھی توجہ فرمائی)

اس کے بعد جب دوسرے فوٹو کو جو مولوی محمد علی صاحب کا تھا۔ غور سے دیکھا۔ اس خیال سے کہ کہیں ان کے چہرہ پر بھی کوئی روشنی ہے۔ مگر حیران رہ گیا یہ دیکھ کر کہ نہ صرف ان کے چہرہ پر سے روشنی ہی غائب ہے۔ بلکہ ان کے فوٹو پر عجیب قسم کی مُردنی چھائی ہوئی ہے۔ اس دوران میں خواب میں ہی ایک بزرگ شکل کے آدمی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف اشارہ کرکے کہتے ہیں۔ کہ یہ (حضرت مسیح موعودؑ) امریکہ میں بھی ہیں۔ اس کے علاوہ اور جگہوں کا نام بھی لیا (شاید

ملکوں کا، لیکن وہ مجھے اچھی طرح یاد نہیں رہے۔

دوسرا خواب جو ان دنوں مجھے آیا۔ یہ ہے کہ ایک شخص خواب میں کہہ رہا ہے۔ کہ کیا مرزا صاحب کا نام بھی قرآن مجید میں کہیں ہے۔ اس کا مَیں نے جواب دیا۔ تمام نبیوں کا نام تو قرآن مجید میں نہیں ہے۔ اس نے پھر کہا۔ حضرت عیسیٰؑ کا تو نام ہے (قرآن مجید میں) اس پر مَیں خاموش ہو گیا۔ اور میرے دل میں بہت قلق اور افسوس پیدا ہوا۔ اس کے بعد معاً میری زبان پر یہ آیت خود بخود جاری ہو گئی۔ انا اعطیناك الکوثر۔

اس خواب کے بعد جب مَیں نے غور کیا۔ کہ اس کی کیا تعبیر ہو سکتی ہے۔ تو اس نتیجہ پر پہنچا۔ کہ کوثر سے مراد حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہیں۔ اور مسیح موعود حضرت مرزا صاحب ہی ہیں۔ جنہوں نے اس زمانہ میں مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔ الحمد للہ رب العالمین۔ آپکا خادم کرامت حسین شاہ (احمدی)

اس پر حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے رقم فرمایا:۔

"الکوثر میں یقیناً حضرت مسیح موعودؑ کی خبر ہے۔ کوثر کے معنی بڑی خیر والے شخص کے ہوتے ہیں۔"

:(۳):

مکرم خان عبد المجید خانصاحب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ریٹائرڈ کپورتھلہ نے لکھا ہے:۔

جناب مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے سے تین قسم کے تعلقات ہونے کی وجہ سے مجھ کو ان کے ساتھ ہمدردی ہے۔ اوّل:۔ مولوی صاحب موصوف موضع مراد تحصیل کپورتھلہ کے باشندہ ہونے کی حیثیت میں میرے ہموطن ہیں۔ دوم:۔ جب مَیں قادیان میں انٹرنس کے امتحان کی پرائیویٹ تیاری کر رہا تھا۔ اس وقت مولوی صاحب سے اپنے طور پر جبکہ مولوی صاحب مسجد مبارک کے اوپر مشرقی چوبارہ میں رہتے تھے۔ ریاضی کے مضمون میں امداد لیا کرتا تھا اور اس طرح میرے اُستاد ہیں۔ سوم:۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی موجودگی میں مولوی صاحب نے سلسلہ احمدیہ کی خدمات سرانجام دیں۔ اور اس طرح پر مولوی صاحب میرے دینی بھائی رہ چکے ہیں۔ لہذا مَیں اپنا وہ رؤیا ذیل میں لکھونگا۔ جو مَیں نے حضرت والد صاحب رضی اللہ عنہ کی وفات کے ۴-۵ سال بعد اور اپنی ملازمت کے ابتدائی ایام میں ۱۵ ستمبر ۱۹۱۰ء کو مولوی صاحب موصوف کے متعلق دیکھا۔ جبکہ وہ ہماری جماعت کے سرگرم کارکن تھے۔ مجھ کو بچپن سے اپنی خوابوں کے متعلق چونکہ خاص توجہ رہی ہے۔ اس لئے مَیں نے اپنی خوابوں کے اندراج کی ایک کاپی بنائی ہوئی ہے۔ جس پر نمبر شمار۔ تاریخ و وقت۔ خواب و مضمون خواب کے

الگ الگ خانے ہیں۔ مولوی صاحب کے متعلق جو مجھ کو خواب آیا۔ وہ کاپی مذکور کے ۴ پر ۱۵ ستمبر ۱۹۰۸ء کی تاریخ پر درج ہے۔ اور اس کے الفاظ بلاکم و کاست حسب ذیل ہیں:۔

"آج ظہر سے قبل سو گیا۔ خواب میں مولوی محمد علی صاحب کی نسبت دیکھا۔ کہ ایک تنور میں گر گئے ہیں۔ اور جل کر بالکل سوختہ ہو گئے ہیں۔ اس وقت بعض نے کہا۔ کہ سلسلہ ہم نے جو کہا تھا۔ کہ معدوم ہو جائیگا۔ طبیعت بڑی حیران تھی۔ جب آگ والا حصہ خواب کا دیکھا۔ خدایا ہمارے سلسلہ کو جو تیرے ہاتھ کا قائم کردہ ہے۔ ترقی دے۔ آمین"

پہلے تو اس خواب کی تعبیر میری سمجھ میں نہ آئی۔ مگر مولوی صاحب کے جب ۱۹۱۴ء میں سلسلہ عالیہ سے تعلقات منقطع ہوئے۔ تو مَیں نے ہمدردی کے رنگ میں مولوی صاحب کی خدمت میں اپنا مذکورہ بالا خواب لکھ کر بھیج دیا۔ کیونکہ اس وقت میری سمجھ میں یہ تعبیر آئی۔ کہ مولوی صاحب کے تنور میں گرنے سے یہ مراد ہے۔ کہ سلسلہ عالیہ سے ان کا انقطاع ہو گیا۔ اور سوختہ ہونے سے رُوحانی یعنی دینی طور پر مُردہ ہونا دکھایا گیا۔ اور اس خیال سے محولہ بالا خط مولوی صاحب کی خدمت میں لکھا گیا۔ قریباً سات سال مولوی صاحب نے میرے اس خط کا جواب نہ دیا۔ جس میں ان کو ہمدردی کے طریق پر بزور تحریک کی گئی تھی کہ اسی رُوحانی سلسلہ میں جس میں ان کو شامل ہونے کا جائز فخر حاصل تھا۔ منسلک ہو جائیں۔ تاکہ آنے والی زندگی میں دائمی خوشیوں کے وارث ٹھہر سکیں۔

چونکہ اب مولوی محمد علی صاحب سلسلہ عالیہ احمدیہ کی مخالفت میں حد سے زیادہ تجاوز کر گئے۔ یہانتک کہ سیدنا خلیفۃ المسیح الثانی مصلح موعود ایدہ اللہ تعالیٰ کو گالیاں دینی شروع کر دی ہیں۔ اس لئے مَیں پھر اپنا اخلاقی فرض سمجھ کر مولوی صاحب کو متنبہ کرتا ہوں کہ اب بھی وقت ہے کہ سلسلہ عالیہ کی طرف جلد سے جلد رجوع کریں۔ مَیں یہ بھی ضروری خیال کرتا ہوں کہ اپنے رویا کے متعلق یہ ظاہر کردوں کہ زمین و آسمان کے خالق و مالک خدا کو گواہ رکھ کر بطور حلف کہتا ہوں کہ جو الفاظ مَیں نے اپنے رویا کے متعلق اس خط میں لکھے ہیں۔ وہی الفاظ میرے خواب نامہ کے نمبر ۴ پر ۱۵ ستمبر ۱۹۰۸ء کی تاریخ میں درج ہیں۔ اگر یہ بات غلط ہو تو اللہ تعالیٰ جو جھوٹ بولنے والے کو سزا دئیے بغیر نہیں چھوڑتا۔ میرے ساتھ جھوٹوں والا سلوک کرے۔ عبدالمجید خاں عفی عنہ"

:(۴):

اخبار الفضل قادیان مورخہ ۱۲ جنوری ۱۹۳۵ء میں مولوی محمد علی صاحب کے بارہ میں چند منذر خوابوں کا ذکر پڑھا تو مجھے یاد آیا۔ کہ آغاز اختلاف میں ہمارے مکرم و محترم مولوی عطاء اللہ صاحب احمدی شہید ساکن اسماعیلہ ضلع مردان نے ہماری انجمن احمدیہ پشاور کے بالاخانہ میں چند دوستوں کے سامنے اپنا ایک کشف بیان کیا۔

جو انہوں نے اس زمانہ کے قریب دیکھا تھا۔ مَیں خدا کو گواہ رکھ کر بیان کرتا ہوں۔ کہ یہ بالکل سچ ہے۔ کہ مولوی صاحب مرحوم نے بیان کیا۔ کہ سالانہ جلسہ ۱۹۱۳ء یا اس کے قریب میں سٹیج پر قادیان بیٹھا تھا۔ کہ مجھے مولوی محمد علی صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحب دونوں بالکل ننگے نظر آئے۔ اور پہلی نظر میں ہی میں نے دیکھا کہ دونوں کے مردانہ عضو نہ تھے۔ عین جلسہ میں یہ کشف دیکھا۔ میں نے بڑی توبہ اور استغفار کیا۔ اور اختلاف کے وقت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہٖ العزیز کی بیعت کرلی۔ مولوی عطاء اللہ صاحب ۱۹۱۶ء میں شہید ہوگئے۔

میاں امام الدین صاحب مرحوم ساکن بٹالہ ضلع گورداسپور جو پشاور میں سکونت پذیر تھے۔ اور غیر مبائع تھے۔ انہوں نے بیان کیا۔ کہ ۱۹۱۲ء یا ۱۹۱۳ء میں مَیں نے ایک خواب میں دیکھا۔ کہ ایک بڑا تالاب ہے۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضؓ نے اس میں غوطہ لگایا۔ تھوڑی دیر کے بعد دوسرے کنارہ تالاب سے ایک نوجوان نکلا جو حضرت مرزا محمود احمدؓ کی صورت کا تھا۔ جن کو مَیں نے شناخت کیا۔ اور مَیں حیران ہوا۔ کہ غوطہ حضرت مولوی نورالدین رضؓ نے لگایا اور نکل آئے حضرت محمود احمدؓ۔ خدا گواہ ہے کہ ان کا خواب یہی تھا۔ جو مَیں نے بیان کیا۔ (خاکسار قاضی محمد یوسف احمدی از پشاور)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوۃ پر بعض دلائل

(از ملک صلاح الدین صاحب پروفیسر جامعہ احمدیہ)

۱۔ آپؑ کے الہامات کی روشنی میں

جس طرح انبیاء سابقین کی وحی میں لفظ نبی ان کے نبی ہونے کی دلیل ہے۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وحی میں لفظ نبی و رسول آپؑ کے نبی ہونے کی دلیل ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وحی میں بکثرت نبی اور رسول کا لفظ آیا ہے۔ مَیں اس جگہ صرف چند الہامات کا ذکر کرتا ہوں:۔

(الف) "دنیا میں ایک نبی آیا۔ پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اُسے قبول کرے گا۔ اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کردے گا۔" (براہین احمدیہ حصہ چہارم صفحہ ۵۵۷)

(ب) "سَیَقُوْلُ الْعَدُوُّ لَسْتَ مُرْسَلًا سَنَأْخُذُہٗ مِنْ مَارِنٍ اَوْ خُرْطُوْمٍ وَاِنَّا مِنَ الظّٰلِمِیْنَ مُنْتَقِمُوْنَ۔ یعنی دشمن کہے گا۔ کہ تُو خدا کی طرف سے نہیں ہے۔ ہم اس کو ناک سے پکڑینگے۔ یعنی دلائل قاطعہ سے اس کا دم بند کردینگے۔ اور ہم جزا کے دن ظالموں سے بدلہ لینگے۔" (اربعین ۳ صفحہ ۳۶)

یہ الہام حضور علیہ السلام کی رسالت کے منکر کو ظالم قرار دیتا ہے۔

(ج) "یَا اَحْمَدُ جُعِلْتَ مُرْسَلًا" (تذکرۃ الشہادتین صـ۴۳) یعنی اے احمدؐ تو مرسل بنایا گیا۔

(د) "مَا اُرْسِلَ نَبِیٌّ اِلَّا اَخْزٰی بِہِ اللّٰہُ قَوْمًا لَا یُؤْمِنُوْنَ" (بدر جلد ۲ صـ۲۳ بحوالہ تذکرہ صـ۵۶۳)

یعنی کوئی نبی نہیں بھیجا گیا۔ مگر خدا نے اس کی وجہ سے ایک قوم کو رسوا کیا۔ جو ایمان نہیں لائے تھے۔

(ہ) "(۱) زمین کہتی ہے (۱) یَا نَبِیَّ اللّٰہِ کُنْتُ لَا اَعْرِفُکَ" (الحکم جلد ا ۵ صـ۱۱ بحوالہ تذکرہ صـ۵۳۹)

کہ اے نبی! میں تجھے نہیں پہچانتی تھی۔

۲۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کی روشنی میں

جس طرح پہلے نبیوں نے اپنی وحی میں اپنے متعلق لفظ نبی و رسول سے مخاطب کئے جانے پر خود کو نبی و رسول کہا۔ اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ نے بھی اپنے آپ کو نبی کہا ہے۔ مثلاً :-

(الف) "اسی طرح اوائل میں میرا یہ عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح بن مریم سے کیا نسبت ہے۔ وہ نبی ہے۔ اور خدا کے بزرگ مقربین میں سے ہے۔ اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا تو میں اس کو جزئی فضیلت قرار دیتا تھا۔ مگر بعد میں جو خدا تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی۔ اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا۔ اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا۔ مگر اس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی"

(حقیقۃ الوحی صـ۱۵۰)

(ب) "غرض اس حصہ کثیر وحی الٰہی اور امور غیبیہ میں سے اس اُمت میں سے مَیں ہی ایک فرد مخصوص ہوں۔ اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس اُمت میں سے گذر چکے ہیں۔ ان کو یہ حصۂ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کیلئے میں ہی مخصوص کیا گیا۔ اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں"۔ (حقیقۃ الوحی صـ۳۹۱)

(ج) "پرچہ اخبار عام ۲۳ مئی ۱۹۰۸ء کے پہلے کالم کی دُوسری سطر میں میری نسبت یہ خبر درج ہے کہ گویا مَیں نے جلسہ دعوت میں نبوت سے انکار کیا۔ اس کے جواب میں واضح ہو کہ اس جلسہ میں مَیں نے صرف یہ تقریر کی تھی۔ کہ مَیں ہمیشہ اپنی تالیفات کے ذریعہ سے لوگوں کو اطلاع دیتا رہا ہوں اور اب بھی ظاہر کرتا ہوں۔ کہ یہ الزام جو میرے ذمہ لگایا جاتا ہے۔ کہ گویا مَیں ایسی نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں۔ جس سے مجھے اسلام سے کچھ تعلق باقی نہیں رہتا۔ اور جس کے یہ معنی ہیں کہ مَیں مستقل طور پر اپنے تئیں ایسا نبی سمجھتا ہوں۔ کہ قرآن شریف کی

پیروی کی کچھ حاجت نہیں رکھتا۔ اور اپنا علیحدہ کلمہ اور علیحدہ قبلہ بناتا ہوں اور شریعت اسلام کو منسوخ کی طرح قرار دیتا ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقتداء اور متابعت سے باہر جاتا ہوں۔ یہ الزام صحیح نہیں ہے۔ بلکہ ایسا دعویٰ نبوت کا میرے نزدیک کفر ہے۔

...... اور جس بنار پر مَیں اپنے تئیں نبی کہلاتا ہوں۔ وہ صرف اس قدر ہے۔ کہ مَیں خدا تعالیٰ کی ہمکلامی سے مشرف ہوں۔ اور وہ میرے ساتھ بکثرت بولتا ہے اور کلام کرتا ہے۔ اور میری باتوں کا جواب دیتا ہے۔ اور بہت سی غیب کی باتیں میرے پر ظاہر کرتا اور آئندہ زمانوں کے وہ راز میرے پر کھولتا ہے۔ کہ جبتک انسان کو اس کے ساتھ خصوصیت کا قرب نہ ہو۔ دوسرے پر وہ اسرار نہیں کھولتا۔ اور انہی امور کی کثرت کی وجہ سے اُس نے میرا نام نبی رکھا ہے۔ سو مَیں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں۔ اور اگر مَیں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہوگا۔ اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے۔ تو مَیں کیونکر اس سے انکار کرسکتا ہوں۔ مَیں اس پر قائم ہوں۔ اس وقت تک جو اس دنیا سے گذر جاؤں"۔ (تبلیغ رسالت جلد ۱۰ ص۱۳۴)

(د) ایک امریکن میاں بیوی حضور علیہ السلام کی ملاقات کے لئے اپریل ۱۹۰۸ء میں قادیان آئے۔ اور دَورانِ ملاقات میں دریافت کیا کہ آپ نے ڈوئی کو کس بنار پر چیلنج دیا تھا۔ تو حضور نے فرمایا۔ چونکہ "یہ ممکن ہی نہیں کہ ایک ہی وقت میں ایک ہی خدا کی طرف سے ایک دوسرے کے بالکل متضاد اور مخالف راہوں پر چلنے والے ۲ رسول موجود ہوں۔ پس چونکہ اس طرح سے دنیا میں فساد پیدا ہوتا۔ اور حق و باطل میں امتیاز اُٹھ جاتا ہے۔ ہم نے اسے صادق اور کاذب کے فیصلہ کرنے کے واسطے چیلنج دیا"۔ (الحکم ۱۰ر اپریل ۱۹۰۸ء)

۳۔ حضرت خلیفہ اوّل رضؓ کے بیانات کی روشنی میں

جس طرح پہلے نبیوں کے خلفاء اور صدیقین کے کلمات اس نبی کی حقیقی شان بیان کرنے میں واجب التسلیم ہیں۔ بالکل اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لانے والوں میں سے وہ عظیم الشان ہستی جو بعد میں خدا تعالیٰ کی تائیدات کے ماتحت خلیفۃ المسیح قرار پائی۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات میں صدیق یاد کی گئی۔ اُس بزرگ ترین ہستی کے ارشادات بھی یقیناً منکرینِ نبوت مسیح موعودؑ کے لئے بطور دلیل پیش کئے جاسکتے ہیں۔ اور ان پر حجت ہیں:۔

(الف) حضور کے کلمات کے سلسلہ میں ایڈیٹر صاحب لکھتے ہیں "ذکر تھا کہ مولوی محمد حسین صاحب نے لکھا ہے کہ اگر احمدی مرزا صاحب کو نبی کہنا چھوڑ دیں۔ تو ہم کفر کا فتویٰ واپس لے لینگے۔

فرمایا ہمیں ان کے فتووں کی کیا پرواہ ہے اور وہ حقیقت ہی کیا رکھتے ہیں۔ جب سے مولوی محمد حسین نے فتویٰ دیا ہے۔ وہ دیکھے کہ اس کے بعد اس کی عزت کہاں تک پہنچ گئی ہے۔ اور مرزا صاحبؑ کی عزت نے کس قدر ترقی کی ہے۔" (بدر ۱۳ اپریل ۱۹۱۱ء ص)

(ب) "ایمان بالرسل اگر نہ ہو۔ تو کوئی شخص مومن مسلمان نہیں ہو سکتا۔ اور اس ایمان بالرسل میں کوئی تخصیص نہیں عام ہے۔ خواہ وہ نبی پہلے آئے یا بعد میں آئے۔ ہندوستان میں ہوں یا کسی اور ملک میں۔ کسی مامور من اللہ کا انکار کفر ہو جاتا ہے۔ ہمارے مخالف حضرت مرزا صاحبؑ کی ماموریت کے منکر ہیں۔ اب بتاؤ کہ یہ اختلاف فروعی کیونکر ہوا۔ قرآن مجید میں تو لکھا ہے۔ لا نفرق بین احد من رسلہ"

(الحکم ۲۸ فروری ۱۹۱۱ء ص)

(ج) "جن لوگوں نے مسیح موعودؑ کو دیکھا ہے۔ اور اس کی مجلس میں بیٹھے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ نبی میں ایک خاص کشش ہوتی ہے۔ اور اس وقت کھل کر بیٹھنا بہت مشکل ہوتا اگر صریح حکم نہ آتا۔" (درس القرآن ص۵۸۵)

۴۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کے ارشادات

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ کا درجہ جماعت میں کسی معرّف کا محتاج نہیں۔ خدا تعالےٰ نے مسیح موعود علیہ السلام کی پاکیزہ وحی میں آپ کی تعریف کی۔ اور آپکو "مسلمانوں کے لیڈر" جیسے خطاب سے معزز فرمایا ہے۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں امام الصلوٰۃ ہوتے تھے۔ جمعہ کی نماز میں خطیب ہوتے تھے۔ آپنے بار ہا اپنے ایمان و یقین کا یوں اظہار فرمایا ہے:-

(الف) "تیرہ سو برس کے اندر کسی کو یہ موقعہ نہ ملا۔ کہ کوئی شخص منبر پر کھڑا ہوا پڑھ رہا ہو۔ لقد جاءکم رسول من انفسکم۔ اور خدا کا مرسل و مامور اس کے سامنے موجود ہو۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ۔ یہ مبارک دور ہمیں ملا۔ خدا کا مرسل ہم میں ہے۔ اور ہم اسی ذوق سے پڑھتے ہیں۔ لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤف رحیم۔" (الحکم ۱۴ فروری ۱۹۰۲ء)

(ب) "میں آج پکار کر کہتا ہوں۔ انما المؤمنون اخوۃ۔ مومن بھائی بھائی ہیں۔ تم یاد رکھو۔ کہ یہ آیت اس وقت پھر اتر رہی ہے۔ خدا کا برگزیدہ رسول تم میں موجود ہے اس کے بعد تم میں باہم کوئی عداوت اور کینہ نہ ہو۔" (الحکم ۲۴ جون ۱۹۰۳ء)

(ج) "کفر بالرسل کی عبرت انگیز سزا یا ایک اہلحدیث کی پردہ دری۔ خدا کے مرسل کے انکار سے سلبِ ایمان نہیں ہوتا۔ علم۔ عقل۔ دانائی سب ہی کچھ چھن جاتا ہے۔"

(الحکم ۱۰ر جولائی ۱۹۰۵ء)

(د) "حضرتؑ نے قلم لے کر خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر لکھا۔ کہ میں وہی ہوں جس کا وعدہ کیا گیا تھا۔ اگرچہ میں آپ کی اس تحریر سے پہلے بھی علیٰ وجہ البصیرۃ آپؑ کو سچا پیغمبر اور مرسل مانتا ہوں۔ لیکن اس تحریر کو پڑھ کر ایک حالت وجد مجھ پر طاری تھی۔"

(الحکم ۱۰ر مئی ۱۹۰۳ء صہ۱۱)

۵۔ اکابر غیر مبایعین کا اقرار

(الف) مشترکہ اعلان[1]: "ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خادمین اولین میں سے ہیں۔ ہمارے ہاتھوں میں حضرت اقدسؑ ہم سے رخصت ہوئے۔ ہمارا ایمان ہے کہ حضرت مسیح موعود و مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے سچے رسول تھے۔ اور اس زمانہ کی ہدایت کے لئے دنیا میں نازل ہوئے۔ اور آج آپکی متابعت میں ہی دنیا کی نجات ہے۔ ہم اس امر کا اظہار ہر میدان میں کرتے ہیں۔ اور کسی کی خاطر ان عقائد کو بفضلہٖ تعالیٰ نہیں چھوڑ سکتے۔" (پیغام صلح ۷ر ستمبر ۱۹۱۳ء)

۲۔ چالیس دن کے بعد پھر اعلان کیا "معلوم ہوا ہے کہ بعض احباب کو کسی نے غلط فہمی میں ڈال دیا ہے۔ کہ اخبار ہذا کے ساتھ تعلق رکھنے والے احباب یا ان میں سے کوئی ایک سیدنا و ہادینا حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مدارج عالیہ کو اصلیت سے کم یا استخفاف کی نظر سے دیکھتا ہے۔ ہم تمام احمدی جن کا کسی نہ کسی صورت سے اخبار پیغام صلح کے ساتھ تعلق ہے۔ خدا تعالیٰ کو جو دلوں کے بھید جاننے والا ہے۔ حاضر و ناظر جان کر علی الاعلان کہتے ہیں کہ ہماری نسبت اس قسم کی غلط فہمی پھیلانا محض بہتان ہے۔ ہم حضرت مسیح موعود و مہدی معہودؑ کو اس زمانہ کا نبی، رسول اور نجات دہندہ مانتے ہیں۔ اور جو درجہ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنا بیان فرمایا ہے۔ اس سے کم و بیش کرنا موجب سلبِ ایمان سمجھتے ہیں۔ ہمارا ایمان ہے کہ دنیا کی نجات حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے غلام حضرت مسیح موعودؑ پر ایمان لائے بغیر نہیں ہو سکتی۔"

(پیغام صلح ۱۶ اکتوبر ۱۹۱۳ء)

(ب) مولوی محمد علی صاحب

حضور علیہ السلام کے وصال کے جلد بعد ۲۱ر جون ۱۹۰۸ء کو حضور کا تحریر کردہ "پیغام صلح" سنایا گیا۔ اس دن مولوی محمد علی صاحب نے احباب جماعت کو مخاطب کرکے کہا: "ان لوگوں نے حضرت مرزا صاحب کی بعض پیشگوئیوں پر اعتراض کیا ہے، مگر دیکھو پیشگوئیاں ہمیشہ انتظار اور امید کے مطابق ہی واقع نہیں ہوا کرتیں۔ آج سے ہی نہیں۔ اور نہ صرف مرزا صاحب کے معاملہ میں بلکہ ہمیشہ سے اور تمام انبیاء کی سنت قدیمہ میں اسی طرح سے چلا آیا ہے۔ . . . . راہ کھلی ہے۔ ہمیں بھی اسی وسیع دعا کے کرنے کا حکم ہے۔ اھدنا الصراط المستقیم اور اس کی قبولیت بھی یقینی ہے۔ کیونکہ اگر خدا وہ مدارج جو منعم علیہ لوگوں کو ملے کسی دوسرے کو دے سکتا ہی نہیں تھا۔ تو پھر ہمیں یہ دعا سکھلانے کے کیا معنی؟ مخالف خواہ کوئی ہی معنی کرے۔ مگر ہم تو اسی پر قائم ہیں کہ خدا نبی پیدا کر سکتا ہے۔ صدیق بنا سکتا ہے۔ اور شہید اور صالح کا مرتبہ عطاء کر سکتا ہے۔ مگر چاہیئے مانگنے والا۔ . . . . ہم نے جس کے ہاتھ میں ہاتھ دیا۔ وہ صادق تھا۔ خدا کا برگزیدہ اور مقدس رسول تھا۔ پاکیزگی کی روح اس میں اپنی کمال تک پہنچی ہوئی تھی۔"

(الحکم ۱۸ر جولائی ۱۹۰۸ء)

(ج) ڈاکٹر بشارت احمد صاحب

"حیات مسیح کے مدعی صاحبان کے مسلمات سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ (یعنی مسیح موعود) نبی اور رسول ضرور ہوں گے۔ کیونکہ وہ یہ بڑے زور شور سے مانتے ہیں۔ کہ مسیح کی وفات سے پہلے تمام اہل کتاب ان پر یعنی مسیح پر ایمان لائیں گے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اہل کتاب نے ان کا خدا کا رسول ہونے سے انکار کیا تھا۔ اور ایمان لانا رسول پر ہی ہوا کرتا ہے۔ جو خدا کا رسول نہیں اس پر ایمان لانا کیا معنی؟ کیا کوئی شخص کسی امتی پر بھی ایمان لایا کرتا ہے؟ حاصل کلام یہ کہ نبی اور رسول ہوں گے۔ لیکن ساتھ ہی امتی بھی ہونگے کیونکہ اس طرح بسبب امتی ہونے کے ان کی رسالت و نبوت ختم نبوت کے منافی نہ ہوگی۔"

(پیغام صلح ۲۴ر فروری ۱۹۱۴ء)

(د) خواجہ کمال الدین صاحب

امرت سر کے مسلمانوں کو مخاطب کرکے لکھتے ہیں:-

"اے ظالم طبع انسانو! آخر جس آیت نے تم کو بحالت مرض روزہ چھوڑایا ہے۔ وہی آیت ایک مسافر کو روزہ نہ رکھنے کی اجازت دیتی ہے۔ دیکھو خدا کا قہری سبق پلید اور خبیث طبع منافقوں کے لئے یوں اترا کرتا ہے۔ تم نے ایک خدا کے مرسل پر اس لئے پتھر برسائے کہ اس نے رمضان میں بحالت سفر کیوں روزہ چھوڑا۔ خدا نے کل دنیا میں بخار ضرور بھیجا۔ لیکن کل

پنجاب میں سے تمہارے اس شہر کو چُن کر تم کو اس آیت پر عمل کرنے کے لئے مجبور کیا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار"۔ (الحکم ۳۰ اکتوبر ۱۹۰۸ء)

(۵) مرزا یعقوب بیگ صاحب

مرزا یعقوب بیگ صاحب نے ایک تقریر میں کہا:۔

"صاحبان! قومی کمزوریوں کا اثر رسول کی کامیابیوں پر ہوا کرتا ہے۔ دیکھو حضرت موسیٰ ؑ اپنی قوم کی کمزوریوں کی وجہ سے منزل مقصود پر نہ پہنچ سکے اور راستے ہی میں رہ گئے میں دُعا کرتا ہوں کہ خدا کے رسول حضرت مسیح موعود ؑ کی دُعاؤں کے طفیل ہم ایسی کمزوری دکھانے سے محفوظ رہیں۔ بلکہ صحابہ رضؓ کی طرح ان تمام وعدوں کے پُورا ہونے کے مورد اور مصداق بنیں۔ آمین"۔

(الحکم ۲۲ اگست ۱۹۰۸ء)

(۹) ڈاکٹر محمد حسین صاحب

ڈاکٹر محمد حسین صاحب نے جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے اپنی ایک چٹھی میں لکھا:۔

"یہی وجہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے رحم فرمایا۔ اور زمانہ کی ہدایت کے لئے اور راہنمائی کے لئے اپنا رسولِ وقت بھیجا ہے"۔ (الحکم ۲۶ اپریل ۱۹۰۸ء)

ناظرین کرام! مندرجہ بالا سطور میں آپ نے الہامات وتحریرات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام وتحریرات حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ وحضرت مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ ملاحظہ فرمائیں اور اکابرین غیر مبایعین کے بیانات بھی جو حضور علیہ السلام کی زندگی سے لیکر ابتداءِ زمانۂ اختلاف تک کے ہیں پڑھے ان سے روزِ روشن کی طرح ظاہر ہوتا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اُمتی نبی تھے۔ اور ان پر ایمان لانا ایسا ہی فرض ہے جیسے کسی اور نبی پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اور حضور علیہ السلام ہی کی واحد شخصیت ہے کہ جسے اُمتِ محمدیہ میں اللہ تعالیٰ نے تیرہ سو سال کے عرصہ میں فائز کیا۔ اب آپ ذیل میں ملاحظہ فرماویں۔ آیا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا عقیدہ مندرجہ بالا عقیدہ سے سرِ مُو بھی تفاوت رکھتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ اندریں حالات پیغامیوں بالخصوص مولوی محمد علی صاحب کا بار بار یہی رٹ لگانا کہ گویا میاں محمود احمد صاحب ہی دعویٰ نبوت کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف منسوب کرتے ہیں کہاں تک اپنے اندر صداقت رکھتا ہے۔

۶۔ حضرت سیدنا امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے اختلاف سے قبل فرمایا:۔

(الف) "دنیا کو کھول کھول کر سُناؤ۔ کہ وہ نبی قادیان میں ہے۔ اس کا نام مرزا غلام احمد تھا۔ اسے اتباعِ قرآن سے آنحضرت صلعم کی غلامی میں احمدؐ کا درجہ دیا گیا۔ اس پر خدا کا کلام نازل ہوا۔ جو اسکی اتباع نہیں کریگا۔ خدا اسے ترقی نہیں دیگا"۔ (بدر ۱۹ جنوری ۱۹۱۱ء)

(ب) ”تعجب ہے کہ ان لوگوں نے یہ نہ دیکھا کہ جب حضرت مسیح موعودؑ کو نبی اللہ مانتے ہیں۔ تو پھر کیونکر آپؑ کے فتویٰ کو رد کر سکتے ہیں“

(مضمون ”مسلمان وہی ہے جو سب ماموروں کو مانے“ الحکم ۴ر مئی ۱۹۱۱ء صٓ)

مولوی محمد علی صاحب کا الہام

(از قلم مولوی غلام احمد صاحب بدوملہوی)

مولوی محمد علی صاحب بیان کرتے ہیں کہ ”جس وقت ہم الگ ہوئے ہیں مجھے بھی الہام ہوا تھا وَالْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰی۔ اور آج واقعات بتلاتے ہیں کہ یہ الہام پورا ہوا“ (پیغام صلح، ۱۰ر جنوری ص۲ کالم ۲) یعنی بالفاظ دیگر جب مولوی صاحب خدا کے رسول کی تخت گاہ قادیان سے الگ ہوئے تھے۔ انکی ہجرت خدا تعالیٰ کو ایسی پسند آئی۔ کہ اس نے الہام سے نوازا۔ جو بقول مولوی محمد علی صاحب ”واقعات بتاتے ہیں کہ یہ الہام پورا ہوا“

ہمیں اس بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں کہ مولوی صاحب کو یہ الہام فی الواقعہ انہی دنوں ہوا یا نہ ہوا۔ اور آیا کہ یہ الہام واقعی خدا تعالیٰ کی طرف سے تھا یا نہ اور کہ اپنے اندر ان کی آئندہ زندگی کی بہتری کی بشارت ہو کر ان کے اس ہجرت والے فعل کی تحسین کرنے کے لئے تھا یا نہ؟ ہاں ہم اتنا ضرور کہیں گے۔ کہ اگر مولوی محمد علی صاحب نے اپنے اس الہام کو اسی وقت ظاہر کر دیا ہوتا اور اسکی صداقت پر اپنے کامل یقین کا اظہار کرتے ہوئے انہوں نے اسوقت ہی تحدّی کی ہوتی۔ اور پھر واقعی اگر ان کی بعد کی زندگی بھی ایسی ہی ہوتی جیسے کہ الہام سے انہوں نے سمجھا اور بیان کیا۔ تو ضرور اُن کا یہ الہام مع اُن الہاموں کے جو اور بھی وہ ظاہر کرتے۔ کسی قدر قابلِ توجہ ہوتے۔ مگر ان باتوں کے بغیر تو ان کی وہی حالت ہے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مندرجہ ذیل ارشاد میں بیان فرمائی ہے:۔

(۱) ”اگر ایسی خوابوں اور ایسے الہاموں کو کسی بات پر کچھ دلالت ہے تو صرف اس بات پر کہ ایسے انسان کی فطرت صحیح ہے۔ بشرطیکہ جذبات نفسانیہ کیوجہ سے انجام بد نہ ہو۔ اور ایسی فطرت سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ اگر درمیان میں روکیں اور حجاب پیش نہ آجائیں۔ تو وہ ترقی کر سکتا ہے“ (حقیقۃ الوحی ص۸)

(۲) ”پس یہ کمال شقوت اور نادانی اور بدبختی ہے کہ یہ سمجھ لیا جائے۔ کہ انسانی کمال بس اسی پر ختم ہے کہ کسی کو کوئی سچی خواب آجائے یا سچا الہام ہو جاوے۔ بلکہ انسانی کمال کیلئے اور بہت سے لوازم اور شرائط ہیں اور جبتک وہ متحقق نہ ہو۔ تب تک یہ خوابیں اور الہام بھی مکر اللہ میں داخل ہیں خدا انکے شر سے ہر ایک سالک کو محفوظ رکھے“ (حقیقۃ الوحی ص۹)

یعنی ایسا ایک آدھ الہام اگر واقعی منجانب اللہ بھی ہو تو بھی فطرت کے ایک حد تک صحیح ہونے پر دلالت کریگا۔ اور وہ دلالت بھی مشروط ہوگی۔ کہ (۱) بعد میں اس شخص کا اپنے جذبات نفسانیہ کیوجہ سے انجام بد نہ ہو جاوے (۲) کہ اگر بعد کی

زندگی میں اس کے آگے رکیں اور حجاب ظاہری و باطنی پیش نہ آئے۔ تو وہ ترقی کرسکتا ہے۔ (۳) اور کہ سچے الہام جو انسانی کمال کا باعث ہیں۔ اُن کے لئے لوازم و شروط بھی ہیں۔ اگر وہ متحقق نہ ہوں تو وہ خواب و الہام مکو اللہ میں داخل ہے (۴) اور ایسے بعض الہاموں کے شر سے جو مکر اللہ کے طور پر کسی کو ہوتے ہیں خدا تعالیٰ ہر ایک سالک کو محفوظ رکھے۔

پس اب مذکورہ بالا لوازم و شرائط کے پیش نظر مولوی محمد علی صاحب کے اس الہام پر بعد کے واقعات کی روشنی میں غور کرتے ہوئے ہم علیٰ وجہ البصیرۃ یہ کہتے ہیں کہ مولوی صاحب نے اپنے اس الہام سے جو کچھ سمجھا وہ ہرگز صحیح نہیں ہے اور کہ یہ الہام ان کے لئے بشرٰی نہ تھا بلکہ سراسر انذار و تنبیہ تھی۔ کیونکہ مولوی صاحب کے بیان کردہ مطلب کے مطابق والاٰخرۃ سے ان کی وہ زندگی مراد ہے جو قادیان چھوڑنے کے بعد والی ہے۔ اور اُولیٰ سے انکی وہ زندگی مراد ہے جو قادیان چھوڑنے سے پہلے کی ہے اور یہ تاویل و مراد ہرگز ہرگز صحیح نہیں کہ الاٰخرۃ سے مراد بعد کی زندگی ہو اور اُولیٰ سے مراد پہلی زندگی ہو۔ اسلئے کہ (۱) پہلی زندگی وہ ہے جو خدا تعالیٰ کے فرستادہ اُمّتی نبی کے سلئے میں اُن کے مکان میں اُن کی اتباع میں اُن کے قائم کردہ اور چلائے ہوئے نظام کی رکنیّت میں گذری ہے۔ خدا تعالیٰ کے رسول کے پایہ تخت میں گذری ہے۔ مسجد مبارک و مسجد اقصیٰ میں نمازیں ادا کرنے کے رنگ میں گذرتی رہی ہے (یہ دونوں مساجد شعائر اللہ ہیں۔ خدا تعالیٰ کی مقدس وحی میں اُن کے درجات بیان ہوئے ہیں) وقتاً فوقتاً بہشتی مقبرہ کی جگہ دُعائیں کرنے میں گذری ہے۔ بلکہ بیوی کو دفن بھی کرایا ہے۔ اور یہ ساری باتیں سراسر مبارک ہیں۔ اور جس کو حاصل ہوں اور کوشش سے حاصل ہوئی ہوں۔ انکے حق میں باعثِ عظمت شان ہیں۔ مگر مولوی صاحب کی دُوسری زندگی میں یہ باعثِ عظمت شان اور مبارک باتیں مفقود ہیں۔

(۲) قادیان چھوڑنے سے قبل وہ خلافت احمدیہ حقہ کے قائل تھے۔ جو سراسر نیکی۔ رضامندی خدا کا موجب ہے مگر بعد کی زندگی میں وہ خلافت کے قائل نہیں رہے بلکہ اس خلافت کو مٹانے کیلئے وہ کیا کچھ کوشش کرنیوالے ہو گئے۔

(۳) مولوی محمد علی صاحب کا الہام خود اُن کے ان معنوں کی رُو سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس کشف کے صریحاً خلاف بنجاتا ہے۔ اور چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کشوف و الہامات اُن کے ماننے والوں کے الہاموں کے متعلق کسوٹی ہیں جس سے دوسرے الہام کے کھرا یا کھوٹا ہونے کا پتہ لگتا ہے۔ اور چونکہ وہ الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کشف کے خلاف ہے۔ لہٰذا وہ معنے و مطلب یقیناً غلط ہوگا۔ جس کی وجہ سے مولوی صاحب کا الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کشف کے خلاف ہوا۔ تفصیل اسکی یوں ہو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں "مولوی محمد علی صاحب کو رویا میں کہا۔ آپ بھی صالح تھے اور نیک ارادہ رکھتے تھے آؤ ہمارے ساتھ بیٹھ جاؤ۔" (تذکرہ صفحہ ۴۷۸) حضور کے اس کشف میں (جو بموجب نصِ صریح رویاء الانبیاء وحیٌ وحی الٰہی ہے) مولوی محمد علی صاحب کی زندگی کے دو زمانے بتائے گئے ہیں (۱) وہ زمانہ جبکہ ان کو حضرت مسیح موعودؑ

علیہ السلام سے ارادت تھی۔ اور مولوی صاحب صالح تھے۔ اور حضور کے ساتھ بیٹھتے تھے۔ (۲) دُوسرا وہ زمانہ جبکہ مولوی محمد علی صاحب کا نیک ارادہ بھی نہ رہا۔ اور صالح بھی نہ رہے۔ اور کہ پرے ہٹ کر کھڑے ہو گئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو انہیں اپنے ساتھ بیٹھنے کی دعوت دینی پڑی۔ (آگے خدا کو معلوم کہ وہ بیٹھے یا نہ بیٹھے) لہٰذا پچھلی زندگی مولوی محمد علی صاحب کی جو پرے ہٹ جانے یعنی قادیان سے چلے جانے کی ہے۔ ہرگز ہرگز پہلی زندگی سے بہتر نہیں ہو سکتی۔ ہاں مولوی صاحب کا الہام البتہ اُن کے حق میں تنبیہ و انذار ہے۔ کہ خدا تعالےٰ انہیں فرماتا ہے کہ اے مولوی محمد علی صاحب! تمہاری پہلی زندگی یعنی قادیان میں آنے سے قبل کی زندگی سے بعد کی زندگی یعنی قادیان میں آجانے والی زندگی بہتر تھی۔ لہٰذا واپس جا کر نقصان نہ اُٹھاؤ اور باز آجاؤ۔ مگر مولوی صاحب یہ انذار و تنبیہ نہ سمجھ سکے۔ اور خدا تعالیٰ کے مکر کے تحت آکر اپنے اس الہام کے شر سے نہ بچ سکے۔ جس سے بچنے کیلئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دُعا مانگی تھی۔ کیونکہ وہ اللہ کے علم میں سالک و مُرید نہ رہے تھے۔

یا پھر (۲) یہ الہام خدا تعالیٰ کے فرمودہ اصول ولو شئنا لرفعناہ بھا ولکنہ اخلد الی الارض واتبع ھواہ کے مطابق مولوی محمد علی صاحب کے حق میں بطور ابتلاء تھا۔ بایں طور کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے سابقہ کاموں کی بناء پر جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں انہوں نے سرانجام دئے تھے۔ ان پر نظر رحم کرتے ہوئے ۱۹۱۴ء میں علیحدگی کے موقعہ پر انہیں سمجھا دیا کہ وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی۔ یعنی یہ دُوسری خلافت تمہارے حق میں پہلی خلافت سے زیادہ بہتر ہو گی۔ قادیان سے جانے کا نام نہ لو۔ اور خدا تعالےٰ کا یہ نصیحت فرمانا۔ ولو شئنا لرفعنا بھا کے اصول پر تھا۔ مگر مولوی محمد علی صاحب کا عمل ولکنہ اخلد الی الارض واتبع ھواہ کے مطابق تھا۔ چنانچہ مولوی محمد علی صاحب وغیرہم کے اسوقت کے حالات میں اس آیت کی مطابقت تلاش کریں تو ہمیں اس مطلب و معنی کی تائید مندرجہ ذیل ملتی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ اپنے ایک خطبہ عید الفطر میں فرماتے ہیں:۔

"بعض لوگ کہتے ہیں ہم تمہاری نسبت نہیں بلکہ اگلے خلیفے کے اختیارات کی نسبت بحث کرتے ہیں۔ مگر تمہیں کیا معلوم کہ وہ ابوبکرؓ اور مرزا صاحبؑ سے بھی بڑھ کر آئے۔" (اخبار بدر جلد ۸ نمبر ۵۲)

پس اگر بخیال مولوی محمد علی صاحب ان کا یہ الہام بطور تبشیر تھا اور کہ انکی پہلی زندگی کی بہتر و نیک خدمات کے نتیجہ میں تھا۔ تو پھر اسوقت انکا اور دوسرے بعد خلافت کے متعلق سوال و جواب کے لحاظ سے یقیناً خدا تعالیٰ کی طرف سے انہیں فہمائش تھی۔ کہ دوسری خلافت تمہارے لئے بہتر ہو گی۔ مگر وہ نہ سمجھے۔ کیونکہ "جذبات نفسانیہ کیوجہ سے انجام بد نہ ہونے کی شرط تھی۔ اور "درمیان کی روکیں اور حجاب ترقی کے آگے روک ہونے کا" اظہار تھا۔ سو ایسا ہی ظہور میں آیا۔ کہ "عداوتِ محمود" "خود ستائی"، "امارت کی خواہش"، وغیرہ جذبات نفسانیہ نے رفع الی اللہ کی بجائے خلود الی الارض کا سامان کر دیا۔ تبھی تو حضرت مسیح موعود [illegible]

تردیدِ فرقہ بابیہؔ و بہائیہؔ

بابیوں کے نزدیک شریعتِ اسلامیہ منسوخ ہو چکی ہے

—— :۔(از قلم مولوی غلام احمدؐ صاحب بدوملوی معلم مجاہدین تحریک جدید):۔ ——

(۱) "حلال محمد حلال الیٰ یوم القیامۃ وحرام محمد حرام الیٰ یوم القیامۃ" والی حدیث کو صحیح قرار دیتے ہوئے۔ پھر بابی لوگ یوم القیامت سے قائم آل محمدؐ کا زمانہ یعنی علی محمدؐ باب کے دعویٰ کا زمانہ مراد لیتے ہیں۔ شریعتِ اسلامیہ کا زمانہ ختم سمجھتے ہیں۔ (بحر العرفان صفحہ ۱۱۵ و ۱۱۶)

(۲) "مے گویند قائم کہ ظاہر میشود بشریعتِ مقدسہ نبوی رفتار مے فرماید و احکام را تغیر و تبدیل نمے دہد و برہم نمے زند پس ظاہر مے شود از برائے چہ و شغلش چیست" (بحر العرفان ص۱۱۱)

یعنی شیعہ جو کہتے ہیں کہ جب قائم آل محمدؐ ظاہر ہوگا۔ تو وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شریعت کا پیرو ہوگا اور احکام شریعت میں کوئی تبدیلی نہیں کریگا۔ تو ہم اہلِ بہاء کہتے ہیں کہ اگر قائم آل محمدؐ نے ظاہر ہو کر احکام شریعت میں کوئی تبدیلی نہیں کرنی تھی۔ تو اس کا ظہور کس کام کا اور شغل کیا ہوگا؟

(۳) "البتہ شکے نیست کہ بہ دین و آئین جدید ظاہر مے شود" (بحر العرفان ص۱۱۱)

یعنی اس میں ذرا شک نہیں کہ قائم آل محمدؐ نیا دین اور نئی شریعت لے کر ظاہر ہوگا۔

(۴) "اینکہ جمیع ادیان را یکے مے فرماید یعنی نسخ مے فرماید شریعت قبل را" (بحر العرفان ص۱۲۶)

یعنی یہ جو قائم آلِ محمدؐ کی نسبت پیشگوئی ہے کہ وہ تمام دینوں کو ایک کرے گا۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ وہ قائم اپنے سے پہلی شریعت کو منسوخ کر دے گا۔ اور سب کو ایک نئے دین کی دعوت دے گا۔

(۵) "بُسّت الجبال بسّاً فکانت ھبآءً مُنبثّاً۔ یعنی راندہ شوکوہہا راندنی پس باشد غبارے پراگندہ کہ دیدہ میشود یعنی چوں احکام جدیدہ میشود و احکام قبل عتیق و تاثیر احکام قبل برداشتہ میشود از گفتار شاں اثرے و ثمرے مترتب نمے شود ایں است کہ در نظرے نمے آیند مگر چوں غبارے پراگندہ" (بحر العرفان ص۲۲۷) یعنی قرآن کریم کی آیت و لبست الجبال لبسا فکانت ھبآءً منبثّاً۔ کا یہ مطلب ہے کہ جب نئے احکام آجائیں گے۔ اور پہلے احکام پرانے ہو کر بے اثر ہو جائیں گے۔ تو اُس پرانے دین کو ماننے والوں کی باتیں ایسی بے اثر و بے ثمر ہو جائیں گی۔ کہ وہ لوگوں کی نظر میں پراگندہ غبار کیطرح ہو جائیں گے

(۶) قرآن کریم کی آیت والارض جمیعاً قبضتہ یوم القیامۃ والسمٰوٰت مطویّات بیمینہ سے

یہ استدلال کیا ہے کہ " دیگراز واقعات قیامت تزلزل ارض است و آں ارض قلوب خلائق است کذالک پیچیدہ شدن آسمان چوں طومار و آں شریعت و حکم قبل بود کہ چوں طومار ہم پیچیدہ شد۔" (بحر العرفان صـ ۲۲۵ و ۲۲۳)
یعنی واقعات قیامت میں سے زمین کے تزلزل کا واقعہ بھی ہے۔ اور اس زمین سے مراد لوگوں کے دلوں کی زمین ہے۔ اور آسمانوں کے لپیٹے جانے سے مراد پہلی شریعت کا لپیٹا جانا ہے۔ چنانچہ اس زمانہ میں وہ شریعت اسلامیہ طومار کی طرح لپیٹ دی گئی ہے۔

(۷) اقم الصلوٰۃ لِدُلُوکِ الشمس الیٰ غسق اللیل کے معنی بیان کرتے ہوئے یوں لکھا ہے۔ کہ " برپا دارید نماز را بعد از زوال آفتاب تا تاریکی شب مراد آنکہ برپائے دارید نماز را تا آنکہ ایام شریعت آں بزرگوار منقضی و تاریک شود و وقت آں در غسق اللیل مے باشد و غسق اللیل بحروف تہجی مے شود ہزار و دویست و شصت و یک از ہجرت کہ در آں سنہ قائم ظاہر مے شود و حکم ایں صلوٰۃ مرتفع میگردد و احکام تازہ و شریعت تازہ حادث مے شود۔" (بحر العرفان صـ ۱۲۶) یعنی قرآن مجید کا جو یہ حکم ہے کہ دلوک شمس سے غسق اللیل تک نمازیں پڑھو۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ جب تک آنحضرت صلعم کی شریعت کا زمانہ ختم ہو کر تاریک و تار نہیں ہو جاتا۔ جو سن ہجرت سے لیکر ۱۲۶۱ سنہ ہجری تک ہے۔ نمازیں پڑھتے رہو۔ کہ اس ۱۲۶۱ سنہ میں جب قائم آل محمدؐ ظاہر ہوگا۔ تو ان نمازوں کا حکم اُٹھ جائے گا۔ اور تازہ احکام اور تازہ شریعت جاری ہوگی۔

(۸) در صدر اسلام اصحاب حضرت رسل را اذیت مے کردند و سبّ مے نمودند کہ چرا دین تازہ اختیار کردہ اند و از دین آباء و اجداد است کشیدہ اند و امروز ہم بر ایں طائفہ ملامت و شماتت و اذیت مے نمائند کہ چرا از طریقہ آباؤ اجداد خود خارج شدہ و احباب امر جدید و کتاب تازہ مومن و مقبل شدہ اند" (بحر العرفان صـ ۱۳۵) یعنی جس طرح ابتدار اسلام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کو اس وجہ سے تکلیف دی جاتی تھی۔ کہ انہوں نے اپنے باپ دادا کے طریقہ کو چھوڑ کر کیوں ایک نیا دین اختیار کر لیا ہے۔ اسی طرح ہم بہائیوں کو بھی اس وجہ سے ملامت وغیرہ سبّ و شتم کا نشانہ بنایا جا رہا ہے کہ ہم اپنے باپ دادا کے مذہب سے نکل کر کیوں نئی شریعت اور تازہ کتاب کو ماننے لگ گئے ہیں۔

(۹) تنصیص برانیکہ در ایں یوم عظیم دیانت متجدد خواہد شد و شریعت جدیدہ ظہور خواہد نمود ایں آیۃ مبارکہ نزول یافت مے فرماید یومئذٍ یوفیھم اللہ دینھم الحق۔ یعنی در آں روز حق جل جلالہ دین حق را دلفیاً بخلق عنایت خواہد فرمود و ایں در غایت وضوح است کہ مقصود ازیں دین کہ در آیۃ کریمہ وعدہ فرمودہ کہ بخلق عنایت فرماید دین اسلام نیست زیرا کہ دین اسلام در ظہور حضرت رسول

علیہ السلام ولقیاً نازل شد و آنحضرت کاملا بخلق ابلاغ فرمودہ بل مقصود شریعت جدیدہ است ۔"
(کتاب الفرائد صـ۲۸۲ مصنفہ ابو الفضل مبلغ بہائیہ مطبوعہ ۱۳۱۵ھ سنہ ہجری) یعنی اس امر کی تنصیص کے لئے کہ آجکل کے عظیم الشان زمانہ میں نیا دین اور نئی شریعت ظاہر ہوگی۔ قرآن کریم کی یہ آیت دلیل ہے۔ یومئذ یوفیھم اللہ دینھم الحق۔ جس میں خداتعالیٰ فرماتا ہے کہ اس دن خداتعالیٰ ان کو ان کا سچا دین پورا پورا دے دیگا۔ کیونکہ یہ ظاہر و باہر ہے کہ جس دین کے دیئے جانے کا اس آیت میں وعدہ فرمایا گیا ہے۔ وہ دین اسلام نہیں ہے۔ اس لئے کہ دین اسلام تو آنحضرتؐ کے زمانے میں نازل ہو چکا تھا۔ اور آنحضرتؐ نے اسے لوگوں تک پہنچا دیا تھا۔ سو اسوقت آئندہ کے زمانے کو ملحوظ رکھ کر ایک نئے دین کے دئے جانے کی پیشگوئی اس امر کی مثبت ہے کہ خداتعالیٰ کا اس آیت سے مقصود شریعت جدیدہ کا دینا ہے نہ پرانے اسلام کا۔

(۱۰) "ظہور مہدی سبب ختم اسلام و فتح شریعت و دیانت جدیدہ باشد ۔" (الفوائد صـ۳۰۲) یعنی مہدی یعنی باب کا ظہور اسلام کے دور کو ختم کر دینے اور نئی شریعت اور نئے دین کے شروع ہونے کا سبب ہے۔

(۱۱) "ازیں جملہ کہ عرض شدہ ثابت و مبرہن گشت۔ بطلان ایں قول فاسد باطل کہ شریعتے دیگر بعد از شریعت اسلامیہ تشریع نخواہد شد ۔" (الفوائد صـ۳۰۳) یعنی مصنف کتاب الفوائد اپنے ماسبق مضمون میں تشریح کرتا ہوا لکھتا ہے۔ کہ یہ جو کہا جاتا ہے۔ اس عقیدہ کا باطل و فاسد ہونا کہ شریعت اسلامیہ کے بعد کوئی اور شریعت جدیدہ نہ آئے گی۔ ہمارے مندرجہ بالا مضمون سے اس عقیدہ کا باطل و فاسد ہونا مبرہن طور پر ظاہر ہو گیا ہے۔

(۱۲) "ہمیں قسم بداں حکم جمیع احکام شرائع انبیاء را زیراکہ اینہا احکام راہ رفتن بود بجہت منزل رسیدن ہرگاہ شخص مسافر بمنزل رسید دیگر احکام سفر از و مرفوع مے گردد ۔ ۔ ۔ ۔ بایں دلیل شریعت حضرت رسول اللہ صلعم نسخ مے شود زیراکہ راہ رفتن مے باشد و آں دین نسخ نخواہد شد کہ امر آں واحد است و دین توحید مے باشد و آں دین حضرت قائم آل محمدؐ است ۔ ۔ ۔ ۔ و احکام حضرت احکام باطن است، ولابد باطن کہ آمد حکم ظاہر مے رود ۔" (نقطۃ الکاف صـ۱۵) یعنی جیسے ایک راہ رَو مسافر کے متعلق کچھ احکام ہوتے ہیں۔ کہ جب وہ مسافر اپنے گھر پہنچ جاتا ہے۔ تو وہ احکام اس سے ساقط ہو جاتے ہیں۔ بالکل یہی مثال پہلے انبیاء کی شریعتوں کی ہے۔ کہ اب علی محمد باب کے ذریعہ منزل مقصود پر بابیوں کے پہنچ جانے سے پہلی شریعتوں کے احکام بابیوں سے ساقط ہو گئے۔ اور اس دلیل سے آنحضرت صلعم کی

شریعت کے منسوخ ہونے کی ضرورت تھی۔ کیونکہ اس شریعت کے احکام بھی مسافرانہ حالت کے احکام تھے۔ اور یہ دین جو علی محمد باب کا ہے۔ یہ باقی رہنے والا اور منسوخ نہ ہونے والا ہے۔ کیونکہ اس کے احکام باطنی ہیں اور یہ ظاہر بات ہے کہ باطنی احکام کے آجانے پر ظاہری احکام منسوخ ہو جاتے ہیں۔

(۱۳) خود بہاء اللہ لکھتا ہے کہ "روایات محققہ کہ جمیع دال است بر شرع و حکم جدید و امر بدیع باز منتظر ند کہ طلعت موعود بر شریعت فرقان حکم فرماید۔ چنانچہ یہود و نصاریٰ ہمیں حرف را میگویند" (ایقان ۱۹۹) یعنی باوجودیکہ روایات محققہ اس امر پر دلالت کر رہی ہیں کہ نئی شریعت اور نئے احکام اس زمانے میں آنیوالے تھے۔ پھر بھی ہمارے مخالف محمدی لوگ اس امر کے منتظر ہیں کہ یہ موعود قرآن شریف کی شریعت کا پابند ہو۔ اور یہ بالکل ویسی ہی بات ہے جیسے یہودی اور عیسائی کہتے تھے کہ آنیوالا ہماری شریعت کا پابند ہونا چاہیئے۔

(۱۴) "اگر قائم موعود بشریعت و احکام قبل مبعوث و ظاہر شود دیگر ذکر ایں احادیث برائے چہ شدہ" (ایقان صلا۲) یعنی اگر اس قائم آل محمد نے پہلی اسلامی شریعت پر ہی ظاہر ہونا تھا۔ تو ان احادیث کے بیان کرنے کا کیا فائدہ؟ یعنی جو بقول بہائیوں کے نئی شریعت کی پیشگوئی کر رہی ہیں۔

شریعت اسلامیہ کے منسوخ کرنے کی وجہ

خود بہاء اللہ یہ قرار دیتا ہے کہ "اگر اعتراض و اعراض اہل فرقان نبود ہر آئینہ شریعت فرقان دریں ظہور نسخ نمے شود" (اقتدار ص۲۷ و ص۲۸) یعنی اگر قرآن مجید کے ماننے والے باب اور بہاء اللہ کا انکار نہ کرتے، اور ان کے دعاوی پر اعتراض نہ کرتے۔ تو یقیناً قرآن شریف کی شریعت قائم رہتی۔ اور منسوخ نہ ہوتی۔ معلوم ہوا۔ کہ قرآن شریف کی شریعت اس لئے منسوخ نہیں ہوئی۔ کہ وہ ناقابل عمل ہے۔ بلکہ بابیوں کے اندرونہ بغض و عناد کی وجہ سے ہے۔ کہ وہ انتقام لینے کی غرض سے اسے منسوخ قرار دے رہے ہیں۔ جس کے بارے میں قل موتوا بغیظکم کا جملہ کہہ دینا ان کے جواب میں کافی ہے۔

بہاء اللہ کا دعویٰ خدائی

مندرجہ ذیل حوالجات سے ثابت ہے:۔

(۱) "یا محمود اسمع ندائی من مقامی المحمود ثم اشہد بما شہد لسان العظمۃ انہ لا الہ الا انا المہیمن القیوم قد ارسلنا الرسل و انزلنا الکتب و فصّلنا فیہا ما یرفع العباد الی الغایۃ القصویٰ الجنۃ العلیا ولکن القوم اعرضوا بما اتبعوا کل ناعق مردود کم من عالم تمسّک بالشریعۃ و بہا افتی علی منزلہا" (اقدس ص۵) یعنی اے محمود میری آواز کو میرے مقام محمود سے سُن۔ پھر گواہی دے اس بات کی جسکی گواہی دی لسان عظمت نے کہ کوئی معبود نہیں بجز میرے جو سب کا نگہبان اور سہارا ہوں۔ ہم ہی نے تمام

رسولوں کو بھیجا اور تمام کتابوں کو اتارا ہے۔ اور ان میں وہ باتیں بیان کی ہیں جو بندوں کو انکے آخری مقصد تک لے جائیں۔ اور جنت علیا تک پہنچا دیں۔ لیکن لوگوں نے اعراض کیا اسلئے کہ انہوں نے ہر مردود پکارنیوالے کی اتباع کی۔ کئی عالم ہیں جو پہلی شریعت پر چلتے ہیں۔ اور اسی کے ذریعے اس شریعت کے اتارنے والے کے خلاف فتویٰ لگاتے ہیں۔

(۲) "قد صعدت زفراتی و نزلت عبراتی و بکت عین شفقتی وناح قلبی بما اری العباد معرضین عن بحر رحمتی و شمس فضلی و سماء کرمی الذی احاط من فی السموٰت والارضین" (اقدس ص۹۹) یعنی میری آہیں بلند ہوئیں اور آنسو جاری ہوئے اور میری شفقت کی آنکھ رو پڑی۔ اور میرے دل نے نوحہ کیا۔ اس وجہ سے کہ میں نے بندوں کو دیکھا۔ جو وہ اعراض کر رہے ہیں میری رحمت کے سمندر سے اور میرے فضل کے سورج سے اور میری اعلیٰ بخشش سے جو آسمانوں اور زمینوں کی تمام چیزوں پر محیط ہیں۔

(۳) "یا عیسیٰ افرح بما یذکرک مالک العرش والثریٰ" (اقدس ص۱۰۷) یعنی اے عیسیٰ خوش ہو۔ کہ تجھے مالک العرش والثریٰ (عرش و پاتال زمین کا خدا) یاد کر رہا ہے۔

(۴) "یذکرون نقطۃ البیان ویفتون علی مُرسلہ ویقرؤن الاٰیات وینکرون منزلھا" (اقدس ص۱۱۵) یعنی وہ لوگ علی محمد باب کا ذکر کرتے ہیں۔ اس کے بھیجنے والے کے خلاف فتویٰ دیتے ہیں۔ بیان کی آیتوں کو پڑھتے ہیں۔ مگر جس نے اِس بیان کو اتارا اس کا انکار کرتے ہیں۔

(۵) "یا اکبر یذکرک مالک القدر فی حین احاطۃ الاحزان من الذین کفروا بالرحمان" (اقدس ص۱۶۲) یعنی اے اکبر تجھے قضاء قدر کا مالک ایسے وقت میں یاد کرتا ہے۔ جبکہ وہ اسے غموں نے گھیرا ہوا ہے ان لوگوں کی طرف سے جو رحمان کا انکار کرتے ہیں۔

(۶) "انا لو نرید ان نذکرلک قطعۃ من قطعات الارض وما ولج فیھا و ظھر منھا لنقدر ان ربک احاط علم السمٰوٰت والارضین" (اقدس ص۱۸۸) یعنی اگر ہم چاہیں کہ زمین کے قطعات میں سے ہر قطعہ کے متعلق بیان کریں کہ اس میں کیا داخل ہوتا ہے۔ اور کیا ظاہر ہوتا ہے۔ تو ہم ضرور ایسا کرتے۔ کیونکہ تیرے رب کا علم تو آسمان و زمین پر محیط ہے۔

(۷) "الذی ینطق فی السجن الاعظم انہ لخالق الاشیاء و موجدھا حمل البلایا لاحیاء العالم وانہ ھو الاسم الاعظم الذی کان مکنونًا فی ازل الازال (اقدس ص۲۲۵) یعنی وہ جو ملک کے بڑے قید خانہ میں بول رہا ہے۔ وہی تمام چیزوں کا خالق و موجد ہے۔

اُسی نے مصیبتوں کو اس لئے اپنے اُوپر[1] برداشت کیا۔ کہ دُنیا کو زندہ کرے۔ اور وہ وہی اسم اعظم ہے جو ہمیشہ ہمیش سے مخفی تھا۔

(۸) "والکتاب یقول قد جاء منزلی" (اقدس صفحہ ۲۴) یعنی کتاب بیان پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ میرا اتارنے والا خود آ گیا۔

(۹) "یا اھل الارض اذا غربت شمس جمالی وسترت سماء ھیکلی لا تضطربوا قوموا علیٰ نصرۃ امری وارتفاع کلمتی بین العالمین انّا معکم فی کُلّ الاحوال و ننصرکم بالحق انّا کنّا قادرین" (اقدس در بیان شریعت) یعنی اے اہل زمین جب میرے جمال کا سورج ڈوب جائے۔ اور میرا وجود چھپ جائے۔ تو مضطرب نہ ہونا۔ بلکہ میرے دین کی مدد اور میری آواز کو بلند کرنے کے لئے کھڑے ہو جانا۔ ہم ہر حالت میں تمہارے ساتھ ہیں اور تمہاری مدد کریں گے۔ کیونکہ ہم قادر ہیں۔

(۱۰) "یا معشر الملوك انتم المماليك قد ظهر المالك باحسن الطراز ويدعوكم الى نفسه المهيمن القيوم اياكم ان يمنعكم الغرور من مشرق الظهور أو تحجبكم الدُّنيا عن فاطر السماء قوموا علىٰ خدمته المقصود الذي خلقكم بكلمة من عنده وجعلكم مظاهر القدرة لما كان وما يكون" (اقدس ص) یعنی اے بادشاہوں کے گروہ تم خود مملوک ہو (تمہارا) مالک ظاہر ہو چکا۔ اعلیٰ لباس میں اور مہیمن اور قیوم خدا ذلت کی طرف دعوت دیتا ہے۔ ڈرو مبادا تمہارا غرور تمہیں مشرقِ ظہور سے منع کرے یا دنیا تمہیں آسمان کے پیدا کرنیوالے سے روک دے۔ (سو) اس مقصود کی خدمت کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ جس نے تمہیں اپنے ایک کلمہ (کُن) سے ظاہر کیا۔ اور تمہیں مظہر بنایا ایسی قدرتوں کا جو ہو چکیں اور جو آیندہ ہونگیں۔

(۱۱) "اذا اختلفتم فی امرٍ فارجعوہ الی اللّٰہ ما دامت الشمس مشرقۃً من افق السماء و اذا غربت ارجعوا الی ما نزل من عندہٖ (اقدس در ذکر میّت) یعنی جب تمہارا کسی معاملہ میں اختلاف ہو۔ تو اُسے خدا تعالیٰ کی طرف لوٹاؤ۔ جب تک کہ سُورج چمک رہا ہے، افق سماء میں۔ ہاں جب وہ سورج غروب ہو جاوے۔ تو پھر متوجہ ہو جاؤ (اس اختلاف کے لئے) اُس چیز کی طرف جو اُس نے اپنے پاس سے اتاری ہے۔

---

[1] عیسائی بھی یہی کہتے ہیں کہ خداوند یسوع مسیح نے دنیا کی خاطر دکھ جھیلے۔

(۱۲) "خلقنا الخلق لهٰذا الیوم" (اقدس صـ۷۵) یعنی بہاء اللہ کہتا ہے کہ ہم نے مخلوقات کو اسی وقت کے لئے پیدا کیا تھا۔

(۱۳) "لا الٰہ الّا انا المسجون الفرید" (کتاب مبین صـ۲۸۶) یعنی کوئی معبود نہیں بجز میرے جو قید خانہ میں تنہا ہوں۔

(۱۴) "یا قوم طهّروا قلوبکم ثم ابصارکم لعلکم تعرفون بارئکم فی هٰذا القمیص القدس البدیع" (کتاب مبین صـ۳۰) یعنی اے میری قوم اپنے دلوں اور اپنی آنکھوں کو پاک کرو۔ تاکہ تم اپنے پیدا کرنے والے کو پہچان سکو۔ جو اس پاکیزہ چمکدار قمیص میں رونق افروز ہے۔

(۱۵) قد ظهرت الکلمة التی سترها الابن انها قد نزلت علیٰ هیکل الانسان فی هٰذا الزمان تبارك الرب الذی هو الرب قد أتی بمجده الاعظم بین الامم" (کتاب مبین صـ۵۳) یعنی وہ کلمہ ظاہر ہو گیا۔ جسے بیٹے نے پردہ میں رکھا ہوا تھا۔ وہ کلمہ ہیکل انسانی پر نزول فرما ہوا۔ مبارک ہے وہ رب جو واقعی رب ہے۔ وہ اپنی اعلیٰ و عظیم بزرگی کے ساتھ امتوں میں آ پہنچا۔

(۱۶) "اقتدوا بربکم العلی الابهی انه فی الشدّة والبلاء یدعوالناس الیٰ هٰذا الصراط المستقیم" (مبین صـ۱۹) یعنی اے لوگو تم اپنے برتر اور صاحب جمال رب کی اقتدار اور پیروی کرو۔ جو بڑی تکلیف اور مصیبت کی حالت میں بھی لوگوں کو اس سیدھے راستے کیطرف بلاتا ہے۔

(۱۷) "اقتدوا بربکم الرحمٰن انه فی البلیّة الکبریٰ یدعوالناس بالحق" (مبین صـ۲۹۷) یعنی تم اپنے رحمٰن رب کی پیروی کرو۔ جو بڑی مصیبت کی حالت میں لوگوں کو اپنے سچے راستے کی طرف دعوت دے رہا ہے۔

(۱۸) "ما نزلت الکتب الّا لذکری" (مبین صـ۴۹) یعنی رسولوں پر جو کتابیں اتاری گئی تھیں۔ وہ میرے ہی ذکر کی خاطر اتاری گئی تھیں۔

(۱۹) "هٰذا یوم لو ادرکه محمد رسول اللہ لقال قد عرفناك یا مقصود المرسلین ولو ادرکه الخلیل لیضع وجهه علی التراب خاضعاً للّٰہ ربك ویقول قد اطمئن قلبی یا الٰہ من فی ملکوت السمٰوٰت والارض ... ولو ادرکه الکلیم یقول لك الحمد بما ارىتنی جمالك وجعلتنی من الزائرین" (مبین صـ۱۳۵)

یعنی (بہاء اللہ کے ظہور کا دن) وہ دن ہے کہ اگر اسے محمدؐ رسول اللہ پا لیتے۔ تو (ما عرفناك حق معرفتك کی بجائے) کہہ اٹھتے۔ کہ اے رسولوں کے مقصود ہم نے تجھ کو پہچان لیا۔ اور اگر اس دن کو

ابراہیم خلیل اللہ پالیتے۔ تو اپنے ماتھے کو مٹی پر اپنے رب کے آگے خشوع وخضوع کرتے ہوئے رکھ دیتے۔ اور کہہ اُٹھتے۔ کہ (اب مجھے احیاء اموات کے متعلق اطمینان حاصل کرنے کی ضرورت نہیں رہی بلکہ) میرا دل مطمئن ہوگیا۔ اے معبود برحق اُن تمام چیزوں کے متعلق جو زمین وآسمان کی بادشاہت میں ہیں۔ ... اور اگر اس زمانہ کو موسیٰ کلیم اللہ پاتے۔ تو (وہ ربِّ ارنی کی خواہش وآرزو کرنے کی بجائے خود ہی) کہہ اٹھتے کہ سب تعریف تجھے ہی حاصل ہے کہ تُونے مجھے اپنا جمال دکھایا۔ اور اپنی زیارت سے مشرف کیا۔

(۲۰) "قد ارتفعت ایدی الرسل للقائی" (مبین ص۹) یعنی تمام رسولوں کے ہاتھ مشتاقانہ طور پر میری ہی ملاقات کے لئے اُٹھتے تھے۔

(۲۱) "ایاکم ان تفعلوا مافعلتم بشری اذا نزلت علیکم آیات اللہ من شطر فضلی لا تقولوا انها ما نزلت علی الفطرة ان الفطرة قد خلقت بقولی" (مبین ص-) یعنی اے منکرو۔ جو سلوک تم نے میرے مبشر علی محمد باب کے ساتھ کیا۔ ویسا سلوک میرے ساتھ نہ کرنا۔ اور جب کوئی آیت میرے فضل سے تم پر اتاری جاوے۔ تو یہ نہ کہنا کہ یہ فطرت کے مطابق نہیں ہے۔ کیونکہ فطرت بھی میرے فرمان سے پیدا ہوئی ہے۔

(۲۲) "حملنا الشدائد من کل دنی بعد اذ کان فی قبضتنا ملکوت السموٰت والارضین" (مبین ص۲۹۸) یعنی ہم نے ہر ایک ذلیل سے ذلیل آدمی کے ہاتھوں تکالیف اٹھائی ہیں۔ حالانکہ تمام آسمانوں اور زمینوں کی بادشاہت ہمارے ہاتھ میں تھی۔

(۲۳) "هذا الکتاب نزل بالحق من لدن عزیز حکیم۔ ینطق بانّی انا المسجون فی هذا السجن العظیم" (مبین ص۳۲۳) یعنی یہ کتاب اُتری ہے عزیز وحکیم خدا کی طرف سے جو کہتا ہے۔ کہ میں اس بڑے (عکا کے) قید خانے میں قید ہوں۔

(۲۴) "کذالك یامرك الرحمان اذ کان بایدی الظالمین مسجون" (مبین ص۳۲۰) یعنی ایسا ہی حکم دیتا ہے تجھے وہ رحمان جو ظالموں کے ہاتھوں قید خانہ میں قید ہے۔

(۲۵) "کذالك امرك ربك اذ کان مسجونا فی اخرب البلاد" (مبین ص۳۲۵) یعنی ایسا ہی حکم دیا تجھے تیرے رب نے جبکہ وہ تمام شہروں میں سے خراب شہر (عکا) میں قید ہے۔

(۲۶) "قل لك الحمد یا مبدع الاکوان بما ذکرتنی فی السجن اذ کنت بین ایدی الفجار" (مبین ص۳۴۷) یعنی اے مخاطب تم یُوں کہو۔ کہ تیرے ہی لئے تمام تعریف ہے۔ اے تمام کائنات کے پیدا کرنے والے کہ تُونے مجھے ایسی حالت میں یاد کیا۔ جبکہ تُو ظالموں کے ہاتھ قید تھا۔

(۲۷) "کذالک نطق القلم اذ کان مالک القدم فی سجنہ الاعظم بما اکتسبت ایدی الظالمین" (اقتدار صفحہ ۳۶) یعنی قلم اعلیٰ نے اسی طرح نطق فرمایا۔ جبکہ مخلوق کا قدیمی مالک ظالموں کی شرارت سے قید خانہ میں پڑا ہوا تھا۔

(۲۸) "اذا یراہ احد فی الظاهر یجدہ علیٰ هیکل الانسان بین ایدی اهل الطغیان واذا یتفکر فی الباطن یراہ مهیمنا علیٰ من فی السموٰت والارضین" (اقتدار صفحہ ۱۱) یعنی جب کوئی اُسے (بہاء اللہ) ظاہری لحاظ سے دیکھے۔ تو اُسے انسانی شکل میں پائیگا۔ کہ سرکش لوگوں کے ہاتھ میں قابو آیا ہوا ہے۔ لیکن جب اُس کے باطن پر غور کریگا۔ تو اُسے آسمانوں اور زمینوں کی کل مخلوق پر نگہبان و محافظ پائے گا۔ (یہی عیسائی کہتے ہیں کہ یسوع مسیح ظاہر میں انسان تھا مگر حقیقت میں خدا تھا۔)

(۲۹) چنانچہ بہاء اللہ بھی کہتا ہے "وقد اتی الاب والابن فی الوادی المقدس" (مبین صفحہ ۴۵) یعنی باپ اور بیٹا دونوں اس وادی مقدس میں آگئے ہیں۔

(۳۰) "انا فدینا الابن وما اطلع بما اراد ربک لا جبرئیل ولا الملائکۃ المقربون" (الواح مبارکہ صفحہ ۲۳) یعنی ہم نے اپنے بیٹے کو قربانی میں دیا تھا۔ اور ہمارے ارادے سے نہ جبرئیل کو اطلاع تھی۔ اور نہ دوسرے فرشتوں کو۔

(۳۱) "یا احباء اللہ لا تستقروا علیٰ فراش الراحۃ واذا عرفتم بارئکم وسمعتم ما ورد علیہ قوموا علی النصر" (الواح مبارکہ صفحہ ۱۵۴) یعنی اے اللہ کے پیارو۔ تم فرش راحت پر آرام نہ کرو۔ جب تم نے اپنے پیدا کرنے والے کو پہچان لیا۔ اور جو مصائب اس پر وارد ہیں انکو سُن لیا۔ تو اب اس کی مدد کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔

(۳۲) "ورد علینا من الذین خلقوا بامر من عندنا" (الواح مبارکہ صفحہ ۲۱۶) یعنی ہم پر انہی لوگوں کی طرف سے مصائب وارد ہوئیں۔ جو ہمارے ہی حکم سے پیدا ہوئے تھے۔

(۳۳) "ما دونی قد خلق بامری" (الواح مبارکہ صفحہ ۲۱۴) یعنی میرے سوا تمام چیزیں میرے امر سے پیدا شدہ ہیں۔

(۳۴) "انا لو نخرج من القمیص الذی لبسناہ لضعفکم لیفدی بنفسی من فی السموٰت والارض بانفسهم" (الواح مبارکہ صفحہ ۵۸) یعنی اگر ہم اس لباس سے باہر جائیں۔ جو ہم نے تمہاری کمزوریوں کی وجہ سے پہن رکھا ہے۔ تو آسمانوں اور زمینوں کے رہنے والے سب اپنی جانیں میری ذات کے لئے قربان کردیں۔

حکیم عبداللطیف شہید منشی فاضل پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپا اور دفتر رسالہ فرقان قادیان سے شائع کیا۔

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

اِن تتقوا اللہ یجعل لکم فرقانا

فرقان

رفقائے احمد کا ماہنامہ — قادیان

بسم اللہ الرحمن الرحیم — نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

فرقان

ایڈیٹر
مولوی عبدالمنان عمر

ماہ امان ۱۳۲۴ ہش
مارچ ۱۹۴۵ء

جلد ۴ — نمبر ۳

ترتیب عنوانات

لِلّٰہ الحمد کہ آں چیز کہ خاطر میخواست
آخر آمد زِ پسِ پردۂ تقدیر پدید

وہ خدا کا فرستادہ مسیح موعود علیہ السلام آج سے ۳۷ سال قبل ہم سے جدا ہو گیا۔ وہ قدرتِ اولیٰ کا عظیم الشان مظہر تھا۔ وہ جاتے جاتے قدرتِ ثانیہ کا بہجت بخش پیغام ہمیں پہنچا گیا اور بتا گیا کہ بیشک میں تم سے جدا ہو رہا ہوں لیکن میرا جانا بھی تمہارے لئے ضروری ہے تا اللہ تعالیٰ قدرتِ ثانیہ کے مظاہر تمہیں نوازے اور پھر اس وجود کو تمہارے اندر برپا کرے جو حسن و احسان میں میرا نظیر ہے۔ جو اپنے کاموں میں اولوالعزم ہے، جو مظہر الحق والعلیٰ کَاَنَّ اللّٰہَ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ کا مصداق ہے۔ جس کے آنے سے چھوٹوں کو بڑا اور بڑوں کو چھوٹا کیا جاتا تھا۔ وہ وجود باجود اپنے وقت میں آیا، اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوا، اور اس کے ذریعہ اقوام عالم تک محمدؐ و احمدؑ کا نام پہنچا، اور ساری ہی علامات نے بتا دیا کہ جس نے آنا تھا وہ آ گیا۔ اور اب کچھ ضرور نہیں کہ دوسرے کی راہ تکیں۔ اور بصیرت کی نگاہ رکھنے والوں نے نہ صرف یہ کہ خود سمجھ لیا، بلکہ دوسروں کو بھی بتا دیا کہ وہ

پسرِ موعود مصلحِ موعود یہی محمود ایدہ اللہ الودود ہے

اور یہی نہیں بلکہ خود خدا نے اس کی شہادت دی، اور خود آپ نے الہام سے بتایا کہ محمود ہی

مصلحِ موعود ہے

میں سمجھتا ہوں کہ احمدی قوم کا فرض ہے کہ اس عظیم الشان انعام کے ملنے پر خوشی سے اچھل اور کود ے۔ اور خدا کی اس قرناء کی آواز کو اکناف عالم میں پھیلا دے۔ اس کے ساتھ ہی مجھے اپنے غیر مبائع بھائیوں سے بھی یہ عرض کرنا ہے کہ اب بھی اگر ان کے دلوں میں مصلح موعود کی پیشگوئی کے اس وجود باجود حضرت محمود میں پورا ہونے کے متعلق کوئی شک و شبہ ہو تو وہ [illegible] فرقان کی آئندہ اشاعت میں جو مصلح موعود نمبر ہوگا اس کی وضاحت کر دی جائے گی۔

نیا دور ——— اور ——— نئے جام

مجلس رفقائے احمدؑ کی تشکیل پیغامی زہر کے تریاق کے لئے فرقان کی اشاعت کی غرض سے عمل میں لائی گئی تھی مجلس کا یہ ارادہ تھا کہ اس غرض کے ماتحت تین سال تک فرقان شائع کیا جائے چنانچہ خدا تعالیٰ کے فضل اور اس کی توفیق سے تین سال پوری کامیابی کے ساتھ گزر چکے ہیں۔ لیکن ان تین سالوں کے ختم ہونے پر مجلس نے مزید ارادہ یہ کیا ہے کہ فرقان کو آئندہ دو سال تک جاری رکھا جائے۔ وما توفیقنا الا باللہ۔

فرقان کی گذشتہ سہ سالہ اشاعت میں ہمارے محترم مولانا ابو العطاء صاحب نے نہایت جانفشانی اور محنت کے ساتھ تردید پیغامیت کے لئے وہ بیش قیمت مرقع جمع کر دیا ہے، کہ سلسلہ ان کی ان مساعی کا تہِ دل سے ممنون ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے علم اور عمل میں برکت فرمائے۔

فرقان کی گذشتہ سہ سالہ اشاعت میں محترم مولوی صاحب نے ہر دو زاویا سے پیغامیت کی تردید میں سعی فرمائی ہے۔ ایک طرف تو اہل پیغام کے ان اصولی اور بنیادی مسائل کو زیر بحث لایا گیا، جو احمدیت سے علیحدہ ہونے کے لئے انہوں نے اپنے لئے وجہ بنائے، اور دوسرے پیغام صلح کی ہنگامی اور وقتی ناکام کوششوں کی تردید کیجاتی رہی۔ لیکن مجلس نے آئندہ کے لئے یہ فیصلہ کیا ہے، کہ اپنے اوقات اور فرقان کے اوراق کو آئندہ ہنگامی امور میں صرف نہ کیا جائے، بلکہ مختلف فیہ مسائل کو مختلف عنوانات میں تقسیم کر کے ان پر مختلف جہتوں سے مبسوط بحث کیجائے۔ تاکہ ردِ پیغامیت میں یکجائی طور پر ایک مسلسل مواد جمع کر دیا جائے۔

اختلافات کی یہ مے گو تلخ کام ضرور کرتی ہے، اور ہم اختلافات کو اختلافات کی حیثیت میں ہرگز پسند نہیں کرتے لیکن یہ تلخ گھونٹ ہی روحانی نشہ کے تخیل سے ہمیں اپنے حلق سے اس لئے اتارنے پڑتے ہیں، کہ فتنہ پیغامیت کا نبوت کے ضیا پاش زمانہ کے اسقدر قریب میں رونما ہونا اور خلافت موعودہ کے بابرکت عہد کے دوران میں ظاہر ہونا احمدیت میں آئندہ آنیوالی نسلوں پر خدا تعالیٰ کا ایک عظیم الشان احسان ہے، کہ تا نبوت اور موعودہ خلافت کی تابانی ان اندھیروں اور ظلمتوں کو

ہمیشہ کے لئے دور کر دے، اور آئندہ آنے والی نسلیں عقائد حقہ کے روشن سورج جس کے سامنے سے ظلمت کا ہر بادل اٹھ چکا ہوگا، اپنے ایمان اور روحانیت کو روشن تر کرتے چلے جائیں۔ انشاء اللہ

چنانچہ شراب کہنہ در جام نو فرقان کے نئے دور میں اختلافات کی دیرینہ شراب کا ایک اور دور روحانیت کے خمخانہ کے بادہ نوشوں میں چلے گا، لیکن نئے جام اور نئے ساغر میں

فرقان کی آئندہ اشاعت **مصلح موعود نامہ** ہوگی۔ اور اس کے بعد ہم اپنے اس ارادہ کو عملی طور پر قارئین کرام کی خدمت میں عرض کر سکیں گے۔ واللہ الموفق والمستعان۔

خاکسار ملک عطاء الرحمن نائب ایڈیٹر

اہل پیغام سے ایک سوال

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی کتاب "الوصیت" میں فرماتے ہیں:۔ "ایک جگہ مجھے دکھائی گئی اور اس کا نام بہشتی مقبرہ رکھا گیا۔ اور ظاہر کیا گیا کہ وہ ان برگزیدہ جماعت کے لوگوں کی قبریں ہیں جو بہشتی ہیں" جس کے متعلق فرمایا کہ "واضح ہو کہ خدا تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ ایسے کامل الایمان ایک ہی جگہ دفن ہوں۔" اس کے ساتھ حضورؑ نے تین دفعہ بہشتی مقبرہ کے متعلق دعا کی کہ "یہ اس جماعت کے پاک دل لوگوں کی خوابگاہ ہو ..... جو فی الواقع تیرے لئے ہو چکے ..... اے خدائے غفور و رحیم! تو صرف ان لوگوں کو اسجگہ قبروں کی جگہ دے جو تیرے اس فرستادہ پر سچا ایمان رکھتے ہیں" آخر پر حضورؑ فرماتے ہیں "کوئی نادان اس قبرستان اور اس کے انتظام کو بدعت میں داخل نہ سمجھے، کیونکہ یہ انتظام حسب وحی الٰہی ہے اور انسان کا اسمیں دخل نہیں۔" اہل پیغام کے نزدیک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قائم کردہ نظام کی اگر کچھ قوت ہے یا حضورؑ کے کسی کشف یا وحی الٰہی کی کوئی حقیقت ہے یا آپکی دعاؤں میں اگر کوئی تاثیر وہ سمجھتے ہیں تو اس امر کا کیا جواب ہے کہ اختلاف کے بعد ایک دو نہیں بلکہ ایک کثیر حصہ وابستگان خلافت جنکی تعداد ہزاروں تک جا پہنچتی ہے اس بابرکت انتظام میں شامل ہو چکی ہے اور ایک بہت بڑی جماعت اس مبشر مقام میں داخل ہو کر حضورؑ کی پر خلوص دعائیں لے چکی ہے، اہل اس مقام رحمت کی وارث ہو چکی ہے جس کے متعلق حضورؑ فرماتے ہیں:۔

"اس قبرستان کے متعلق بڑی بھاری بشارتیں مجھے ملی ہیں۔ اور نہ صرف خدا نے یہ فرمایا کہ یہ مقبرہ بہشتی ہے بلکہ یہ بھی فرمایا۔ اُنْزِلَ فِیْھَا کُلُّ رَحْمَةٍ۔" (الوصیت)

اگر فی الواقعہ یہ نظام خدا کی طرف سے قائم کیا گیا، جس کے متعلق بڑی بڑی بشارتیں دی گئی ہیں، اور جس کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پر خلوص دعائیں کی ہیں، تو اسجگہ دفن ہونے والے بھی ضرور "سچا ایمان" رکھتے تھے اور اس نظام میں شامل ہونے والی جماعت بھی یقیناً حق پر ہے۔

ورنہ

کیا آپ اس سارے نظام کو عبث اور بے حقیقت قرار دیں گے؟

فتدبروا یا اولی الالباب

الٰہی نوشتہ

(ملک نذیر احمد صاحب ریاض واقف زندگی)

آج قادیان علوم ظاہری و باطنی کا خزینہ اور تہذیب و تمدن کا گہوارہ بنا ہوا ہے۔ خدا نے ایک مسیحی نفس وجود کو چُنا، اور اپنی بے شمار برکات و افضال کی متواتر و پیہم بارشوں کے نزول کے ساتھ اس کو اس طرح نوازا، کہ آج جبکہ ہم سینما کی تصاویر کی طرح گذشتہ واقعات کے مدوجزر کا نفسیاتی نقطہ نظر سے مطالعہ کرتے ہیں، اور ان بیتے ہوئے ایام پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالتے ہیں تو اس حیرت انگیز عروج عظیم الشان ترقیات، حسین ماحول اور جنت نگاہ مناظر کو دیکھ کر ہمارے سینے کی مطمئن خلوتیں تموج و اضطراب سے لبریز ہو جاتی ہیں۔ اور یہ پُرسکون فضاء ہمارے قلوب کو تشکر و امتنان کے جذبات سے مملو کر کے آستانہ الوہیت پر بے اختیار ناصیہ فرسا ہونے کو مجبور کرتی ہے۔

اُف! کتنا بھیانک ۱۴ر مارچ ۱۹۱۴ء کا وہ دن تھا، جبکہ ہر چہار طرف سے تاریک و تار بادل مہیب صورت میں اُمڈ آئے تھے، اور بظاہر یوں معلوم ہوتا تھا، کہ شاید حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا نحیف پودا بادِ مخالف کے ان مسموم تھپیڑوں کی تاب بھی نہ لا سکے گا، اور مخالف طبقہ یعنی قومی اکابر کی ریشہ دوانیاں اور مکروہ پراپیگنڈا اپنی تمام تر طاغوتی طاقتوں کے ساتھ اس کو اپنی لپیٹ میں لئے بغیر نہ رہیں گی۔ نہ معلوم اس شرذمہ قلیلہ کا کیا انجام ہوگا؟ جماعت کے متزلزل قلوب ان طوفانی ہنگاموں کو چشم حیرت وا کئے دیکھ رہے تھے، اور اپنی ایمانی قوتوں کے تحفظ کی تدابیر کو خاطر میں لانے کی ناکام [illegible] میں مشغول تھے، اور خدائے عزوجل کے حضور اپنے ٹوٹے ہوئے دل، اور حقیر نیازوں [illegible] لئے والہانہ انداز میں یہ کہہ رہے تھے، کہ اے مسیح موعودؑ کے خدا تو اس تند ہواؤں میں ڈانواں ڈول کشتی کو اپنے فضل سے کنارے پر لگا، اور ہمارے متزلزل قلوب کو اپنے زبردست غیبی ہاتھ سے تھام کر اطمینان و سکینت سے بھر دے۔

خدا نے ان شکستہ دلوں کی دردمندانہ پکار کو سنا اور اپنے کمزور بندوں کو نظر ترحم سے

دیکھا، اور ان کی بیتاب التجاؤں کو شرف قبولیت بخشتے ہوئے مخالفت کے ان مہیب طوفانوں اور تاریک و تار بادلوں میں سے ایک **بدر منیر** کو ظاہر فرمایا، جس نے محض خدا کی دی ہوئی توفیق اور نصرت سے جماعت کے قلوب کو ہوش ربا طمانیت اور راحت بخش سکینت سے معمور کر دیا۔ نہ جانے اس آواز میں کیا جادو کا سا اثر اور مقناطیسی کشش ہوتی، کہ بیک وقت تمام جماعت کو دیوانہ وار اس کی طرف کھینچ لائی، اور منجدھار میں پڑی کشتی سلامتی کے ساتھ ساحل مراد پر پہنچ گئی۔

ایسا ہونا ہی تھا، اور خدائی باتیں جو بہت عرصہ پیشتر خدا کے پیارے مسیح پر (خدا کی اس پر ہزاروں ہزار رحمتیں ہوں) نازل ہوئیں۔ انکی تکمیل کا اقتضا بھی یہی تھا، کہ وہ خطرناک حالات اور مایوس کن ماحول میں انتہائی شان و شوکت کے ساتھ حیرت انگیز طور پر پوری ہوتیں، تا خدا کا جلال دنیا پر ظاہر ہو، اور حقیقت بین نگاہیں حق و باطل میں نمایاں امتیاز حاصل کر سکیں۔

چنانچہ جب ہم اکابر پیغام کی طرف سے پیدا کردہ ان فتنوں کا ذکر خدا کے پیارے مسیح کے پاکیزہ الہامات میں دیکھتے ہیں، تو ہمارے قلوب مزید ایمان کے ساتھ ایک دفعہ پھر لبریز ہو جاتے ہیں، کہ کس طرح واضح الفاظ میں خدا نے قبل از وقت اپنے پیارے کو انکی اطلاع دیدی تھی۔ چنانچہ تذکرہ صفحہ ۶۶۲ میں حضرت کا الہام ہے:-

"۱۔ خدا دو مسلمان فریق میں سے ایک کا ہوگا۔ پس یہ پھوٹ کا ثمرہ ہے۔ ۲۔ اِنِّیْ مَعَ الْاَفْوَاجِ اٰتِیْکَ بَغْتَةً۔ ۳۔ اِنِّیْ مَعَ اللّٰہِ الْکَرِیْمِ۔ ۴۔ طوفان آیا۔ وہی طوفان بشر آئی۔"

اللہ اللہ! کسقدر مبرہن الہام ہے۔ جو پیغامی فتنہ کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ اور کتنے صاف اور واضح الفاظ میں اس خوفناک فتنہ کا ذکر ہے۔ اور جس کو شر سے تعبیر کرتے ہوئے اپنے منیب بندوں کو تسلی بھی دی کہ الٰہی خلیفے چونکہ انسانی دست برد سے الگ ہو کر صرف میرے اذن سے میری حکومت کو قائم کرتے ہیں، اس لئے گھبرانے کی چنداں ضرورت نہیں۔ میں خود ان فتنہ گروں سے نبٹ لوں گا، اور زبردست غیبی طاقت سے عین اسوقت جبکہ میرے بندے متذبذب، مایوس اور شکستہ خاطر ہونگے اپنی افواج بھیج کر ان شیطانی طاقتوں کو نیست و نابود کر دونگا، تا دنیا پر میرا جلال اپنے تمام محاسن کے ساتھ بہترین طور پر ظاہر ہو۔

پھر تذکرہ صفحہ ۷۹۶ میں اس فتنہ کی نسبت ایک اور الہام ہے:-

"بعض بد قسمت ایسے ہیں کہ شریر لوگوں کی باتوں سے جلد متاثر ہو جاتے ہیں۔ اور بدگمانی

کی طرف ایسے دوڑتے ہیں جیسے کتا مردار کی طرف ...... مجھے وقتاً فوقتاً ایسے آدمیوں کا علم بھی دیا جاتا ہے مگر اذن نہیں لیا جاتا، کہ انکو مطلع کردوں۔ کئی چھوٹے ہیں جو بڑے کئے جائیں گے۔ اور کئی بڑے ہیں جو چھوٹے کئے جاویں گے پس مقام خوف ہے۔" پھر تذکرہ صفحہ ۵۵۵ میں فرمایا:-

"وَلَا تُکَلِّمْنِیْ فِی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اِنَّھُمْ مُّغْرَقُوْنَ۔ یہ الہام خاص دوستوں کے لئے ہے۔"

یہ الہامات بھی اپنے اندر پیغامی فتنے کے کئی ایک واقعات کی تفاصیل اپنے اندر رکھتے ہیں۔ اول بدظنی کو ہی لیجئے۔ یہ پیغامی اکابرین میں نمایاں طور پر پائی جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت مولوی محمد سرور شاہ صاحب بیان فرماتے ہیں، کہ توسیع مسجد مبارک کے لئے تحریک چندہ کے سلسلہ میں مولوی محمد علی صاحب، خواجہ کمال الدین صاحب اور میں۔ ہم تینوں قصبہ کنجاہ نوالہ ضلع گجرات گئے اور راستہ میں آتے اور جاتے ہوئے خواجہ صاحب نے مولوی محمد علی صاحب کی موجودگی میں ایسی باتیں کیں کہ ہمارا روپیہ زیورات اور کپڑوں پر خرچ ہوتا ہے اسیطرح مولوی عبدالرحیم صاحب نیر حلفیہ شہادت دیتے ہیں کہ ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں مجھے ایک دفعہ کہا تھا، کہ ہم محنت سے روپیہ کما کر بھیجتے ہیں، اور وہاں بیوی صاحبہ (حضرت ام المومنین) کی ایک کڑی (زیور) بنجاتی ہے۔ اسپر ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب سے حلفیہ بیان طلب کیا گیا تھا، مگر وہ خاموش رہے۔

چنانچہ ان تمام امور کی تصدیق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان خطوط سے بھی ہوتی ہے جو اخبار الحکم جلد ۹ نمبر ۱۱ پرچہ ۲۱ مارچ ۱۹۰۹ء صفحہ ۹ میں۔ اور رسالہ مکتوبات میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام بنام مولوی عبداللہ صاحب سنوری کے صفحہ ۱۲۰ و ۱۲۱ میں درج ہیں جس کے مطالعہ سے اکابر پیغام کی بدظنی پر سیر حاصل تبصرہ ہو سکتا ہے۔ لیکن اس فرصت میں ان تفاصیل کی گنجائش نہیں۔

اس الہام کی دوسری شق کہ کئی چھوٹے ہیں جو بڑے کئے جاوینگے۔ اس طرح نصف النہار کیطرح روشن ہو کہ ۱۹۱۴ء سے آجتک ہر دن جو نیا چڑھتا ہے ہمارے لئے ایک نیا عرفان اور یقین لاتا ہے جس سے حضرت مصلح الموعود ایدہ اللہ الودود کی شان اقدس ایک موہ لینے والے محبوبانہ انداز میں ہمارے سامنے آجاتی ہے، کہ کس طرح حضور ان جہرت زا فتنوں کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک بطل جلیل کیطرح میدان مبارزت میں آنکلے، اور مخالفت و معاندت کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکنے اور ان تاریک

یا دلوں کو دور کرنے میں حیرت انگیز کارہائے نمایاں دکھائے۔

اکابر پیغام کو یہ زعم تھا کہ ہم ہی اس کشتی کے ناخدا اور اس جماعت کے روحِ رواں ہیں، ہمارے ہی دم قدم سے بازارِ احمدیت کی رونق اور چہل پہل قائم ہے۔ ہماری ہی شاندار مساعی، اعلیٰ ترین قابلیتیں اور استعدادیں سلسلہ کے وسیع نظم ونسق پر حاوی ہیں، اور اس کی روز افزوں ترقیات صرف ہماری ہی کوششوں کی رہین منت ہیں۔ ہمارے ہی اثر ورسوخ سے جماعتی نظام چل رہا ہے، اور ہاں ہم ہی حضور کے روحانی فرزند اور حقیقی جانشین ہیں جو ان حقائق ومعارف کے بہترین ترجمان کہلا سکتے ہیں اور ہمیں ہی سربرآرائے خلافت ہونا چاہیئے۔

مگر مسیح موعودؑ کا خدا انکی بے سروپا اور بے ہنگم لاف وگزاف کو سنکر اپنے عرش پر مسکرایا اور اپنی زبردست قدرت اور شوکت کے اظہار کے لئے اُس وقت ایک بظاہر بالکل معمولی اور کمزور وجود کو چنا، اور اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کرتے ہوئے اُس مہتم بالشان مقام پر لاکھڑا کیا جسکو دیکھ کر اکابر پیغام کی نگاہیں حیرت واستعجاب کے ساتھ کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ اور وہ جو اپنے تئیں قبائے خلافت پہننے کے زیادہ مستحق گردانتے تھے حد درجہ ناکام ونامراد ہوئے۔

چنانچہ آج جبکہ اس واقعہ کو ۳۱ سال کا طویل عرصہ گذر چکا ہے ہر فریس وعقلمند اس عرصہ کے تمام ترکو الف پر ایک سرسری نگاہ ڈالکر ہی اندازہ کرسکتا ہے کہ کسقدر نصرتیں اور تائیدات بارش کیطرح حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کیلئے ظاہر ہوئیں اور کس طرح ہر قدم پر کامیابی اور فرخندہ اختری نے آپ کے قدموں کو چوما۔ اور وہ علوم کے اجارہ دار آج اتنی بھی سکت نہیں رکھتے کہ حضور کے مقابلہ میں قرآنی چیلنج کو ہی قبول کرتے ہوئے علمی مقابلہ کے لئے میدان میں آسکیں۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ۔

پس خدا کے نوشتے پورے ہوئے اور انہیں پورا ہونا ہی تھا

وہ پودا جو اُس وقت نحیف تھا، آج خدا کے فضل سے ایک تناور درخت کی صورت میں اپنے شاداب سایہ سے ہر کہ ومہ کے لئے سکینت کا باعث ہے۔

پس مُبارک وہ جس نے سر آرائے خلافت ہوتے ہی رحمت کی بارشیں برسائیں۔ اور ایک شکور جماعت کی ہزاروں ہزار دعاؤں کی شمولیت کے ساتھ سرداری کے تاج کو قبول کیا۔

غیر مبائعین کیلئے لمحۂ فکریہ

(شیخ ناصر احمد صاحب بی اے واقف زندگی)

(۱)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک کتاب جس کا نام "تبصرہ" ہے۔ اس میں حضورؑ نے ایک عظیم الشان پیشگوئی شائع فرمائی ہے، اور تحریر فرمایا ہے کہ:-

"ہماری جماعت کو لازم ہے کہ اس پیشگوئی کو خوب شائع کریں۔ اور اپنی طرف سے چھاپ کر مشتہر کریں۔ اور یادداشت کے لئے اشتہار کے طور پر اپنے گھر کی نظرگاہ میں چسپاں کریں۔"

وہ پیشگوئی یہ ہے:-

"ایک الہام میں مجھے مخاطب کر کے فرمایا۔ اِنِّیْ اُرِیْحُکَ وَلَا اُجِیْحُکَ وَاُخْرِجُ مِنْکَ قَوْمًا۔ یعنی میں تجھے راحت دوں گا۔ اور میں تیری قطع نسل نہیں کروں گا۔ اور ایک بھاری قوم تیری نسل سے پیدا کروں گا۔

یہ خدا کا کلام ہے جو اپنے وقت پر پورا ہوگا۔ اگر اس زمانہ کے بعض لوگ لمبی عمر پائیں گے۔ تو وہ دیکھیں گے کہ آج جو خدا کی طرف سے یہ پیشگوئی کی گئی ہے وہ کس شان اور قوت اور طاقت سے ظہور میں آئے گی۔ خدا کی باتیں ٹل نہیں سکتیں ...... یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ معمولی سلسلہ موت کا ہر ایک بد اور نیک پر محیط ہے۔ کسی خاص فرقہ سے مخصوص نہیں۔ اگر ہماری اولاد میں سے کوئی مر گیا۔ یا آئندہ مرے تو دشمنوں کے لئے یہ خوشی کی بات نہیں ...... کیونکہ موت فوت سے کسی نبی کا خاندان مستثنیٰ نہیں رہا .... اس بارے میں ان دنوں جو کچھ خدا نے مجھے فرمایا ہے۔ وہ پیشگوئی یہاں لکھتا ہوں۔ چاہیئے کہ میری جماعت اس کو یاد رکھے۔ اور اس کو اپنے گھروں کی نظارہ گاہ جگہوں پر چسپاں کریں، اور اپنی عورتوں اور لڑکوں کو

اس سے اطلاع دیں...... اور پھر فرمایا...... میں تیرے ساتھ ہوں اے ابراہیم اور ایسا ہی تیرے اہل کے ساتھ۔ اور تو میرے ساتھ ہے اور ایسا ہی تیرے اہل...... خدا ایک قہری تجلی کریگا...... اور میرا نام عزت کے ساتھ دنیا کے ہر ایک کنارہ میں پھیلا دے گا۔"

(۲)

یہ وہ مقتبس عبارت ہے اس عظیم الشان پیشگوئی سے، کہ جسے حضورؑ نے دنیا کے سامنے اپنی وفات سے پانچ ماہ قبل شائع فرمایا۔ اور دنیا کو بتادیا کہ کامیابی و کامرانی حضورؑ کا حصہ ہوگی، اور ناکامی و نامرادی حضورؑ کے دشمنوں کی قسمت۔ ان الفاظ کو پڑھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضورؑ کی ترقی اور حضورؑ کی اولاد کی ترقی دونوں یکساں اور لازم و ملزوم۔ جہاں حضورؑ کی صداقت کی دیگر علامات ہوں گی وہاں حضورؑ کی اولاد کی ترقی بھی حضورؑ کی صداقت کا نشان ہوگی۔ حضورؑ کی اولاد کا ترقی نہ کرنا حضورؑ کی صداقت کی دلیل نہیں۔ اور اولاد کا ترقی کرنا ایک ناقابل تردید ثبوت ہے، صداقت کا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ یہ پیشگوئی اپنی پوری شان کے ساتھ پوری ہوئی اور ہو رہی ہے۔ اور ہوتی رہے گی۔ کیونکہ خدا کا وعدہ ہے کہ یہ مبارک نسل تا قیامت قائم رہیگی۔

ہم اس مرحلہ پر اپنے غیر مبائع دوستوں کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتے ہیں، کہ کیا یہ حیرت کی بات نہیں کہ حضورؑ کی ساری کی ساری اولاد بغیر کسی استثنا، کے آج ایک ہی مسلک پر قائم ہے۔ حضورؑ کے دعوے کے متعلق ان سب کا ایک ہی ایمان ہے۔ حضورؑ کے بعد خلافت کے قائل وہ سب ہیں۔ یاد رہے کہ یہ وہ نسل مبارکہ ہے جو موعود ہے، جو صداقت کا نشان ہے۔ اگر یہ اولاد راہ راست سے بھٹکی ہوئی ہے (نعوذ باللہ) تو یہ ترقی نہیں بلکہ یہ تو تباہی اور بربادی ہے۔ اور اگر اسنے ترقی ہوئی ہے تو اس کا مسلک بھی صحیح ہے۔

غیر مبائعین کے پاس اس سوال کا کیا جواب ہے کہ یہ ترقی کرنے والی اولاد ساری کی ساری نعوذ باللہ غلط کار ہے؟ اگر کوئی ایک فرد بھی اس نسل کا غیر مبائعین کے ساتھ ہوتا تب بھی ایک نہایت ہی کمزور رنگ میں کہا جا سکتا تھا۔ لیکن خدا نے اس نشانِ صداقت کو ذرہ بھر اشتباہ سے بھی محفوظ رکھا۔ تا جسکی آنکھیں ہوں وہ دیکھ لے کہ زندہ خدا کا ہاتھ کس طرف ہے۔

(۳)

اگر غیر مبائعین اس نشان سے انکار کریں تو پھر ماننا پڑے گا کہ ان کے نزدیک حضرت مسیح موعودؑ

کی ایک پُر تحدّی پیشگوئی نعوذ باللہ غلط نکلی۔ اور جو حضورؑ نے اسقدر تاکید فرمائی تھی کہ اس پیشگوئی کو یاد رکھو اور دوسروں میں پھیلاؤ اور اپنی نظارہ گاہ جگھوں پر چسپاں کرو۔ وہ نعوذ باللہ بے معنی تھا۔ اور وہ جو کہا گیا تھا کہ "اگر اس زمانہ کے بعض لوگ لمبی عمریں پائیں گے تو وہ دیکھیں گے ...... خدا کی باتیں ٹل نہیں سکتیں۔" یہ نعوذ باللہ ایک انتظار بے سود تھا جو دنیا کو لگا دیا گیا تھا۔ یقیناً یقیناً غیر مبائعین کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں۔ لیکن ہم مطمئن ہیں کہ ہمارے دل شاداں ہیں کہ ہم نے اس پیشگوئی کو پورا ہوتے دیکھا۔ ہم نے حضورؑ کی موعود و مبارک اولاد کو بڑھتے اور ترقی کرتے دیکھا، اور ایک ایک فرد کو حضورؑ کی صداقت کا نشان بنتے دیکھا۔ حضورؑ کی جماعت نے ترقی کی، اور حضورؑ کی اولاد نے ترقی کی۔ لیکن غیر مبائعین کے نزدیک نہ جماعت نے ترقی کی اور نہ اولاد بڑھی۔ (بلکہ ان کے نزدیک تو کثرت بے معنی شے ہے) اور ترقی وہ تنزل کو کہتے ہیں۔ کیا کوئی ہے جو اس سوال کا جواب دے؟

کہاں ہیں وہ دل جو غور کرتے ہیں؟ اور کہاں ہیں وہ آنکھیں جو دیکھتی ہیں اور خدا کے اُن نشانوں کو سمجھتی ہیں جن کے اندر اس کی اپنی ذات پنہاں ہوتی ہے؟

مولوی محمد علی صاحب سے ایک سوال!

بمبئی میں قیام کے دوران میں مولوی محمد علی صاحب سے چند لوگوں نے یہ سوال کیا:۔

"اگر حضرت مرزا صاحب نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا، تو مسلمان علماء نے ان پر کیوں کفر کا فتویٰ لگایا؟" (پیغام صلح ۲۸ فروری ۱۹۴۵ء)

نہ معلوم مولوی صاحب نے اس سوال پر خاموشی ہی مصلحت سمجھی ہوگی۔ وگرنہ غیر احمدی احباب کی طرف سے ایسا سوال پیش ہونا اس امر کی واضح دلیل ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نبوت کا ہی دعویٰ فرمایا۔ جس پر غیر احمدی علماء آتش زیر پا ہوئے۔ اور انہوں نے حضورؑ کی مخالفت میں ہر حربہ کو استعمال کیا۔ یہاں تک کہ کفر کے فتوے بھی لگائے وگرنہ اگر نبوت کا دعویٰ نہ ہوتا، تو کفر کے فتوے کی کوئی وجہ باقی نہیں رہتی۔

تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ

(مولوی صدر الدین صاحب واقف زندگی)

اللہ تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ وہ اپنے برگزیدہ لوگوں کے تقویٰ و طہارت اور اعلیٰ قابلیتوں اور لیاقتوں کا سکّہ دوستوں اور دشمنوں کے دلوں میں بٹھا دیتا ہے جسے بعض اوقات انکے مخالف کو بھی تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ اور بعض عداوت سے قبل اس کے ماننے والے اور معتبر ہوتے ہیں۔ مگر عداوت کے امر کے وقوع پر شدید مخالف ہو جاتے ہیں۔ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مصری لوگ باوجود سخت مخالف ہونے کے نیک قرار دیتے تھے۔ چنانچہ خروج باب ۱۲ آیت ۳ میں لکھا ہے:۔

"اور خداوند نے ان لوگوں پر (یعنی بنی اسرائیل) مصریوں کو مہربان کر دیا۔ اور یہ آدمی موسیٰ بھی ملک مصر میں فرعون کے خادموں کے نزدیک اور ان لوگوں کی نظر میں بزرگ تھا۔"

پھر حضرت داؤدؑ کے متعلق بنی اسرائیل کا مخالف بادشاہ اکیس آپکے تقویٰ اور طہارت کے بارے میں کہتا ہے:۔

"خداوند کی قسم! تو راستباز ہے" (۱سموئیل باب ۲۹۔ آیت ۶)

اور پھر حضرت صالحؑ کے متعلق انکی قوم کہتی ہے۔ یٰصٰلِحُ قَدْ كُنْتَ فِيْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَا یعنی اے صالح! تو اپنے دعویٰ سے قبل ہم میں امید کیا جاتا تھا۔ تو اپنی نیکی اور نیک اطوار اور اعلےٰ قابلیتوں کیوجہ سے قوم کو بام عروج پر لے جائے گا۔

اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہودی نیک اور صالح قرار دیتے تھے اور پاک انسان خیال کرتے تھے۔ مگر آپکے دعویٰ پر وہ الزامات لگانے لگے۔ چنانچہ حضرت مسیحؑ فرماتے ہیں:۔

"تم میں کون مجھ پر گناہ ثابت کرتا ہے؟ اگر میں سچ بولتا ہوں تو میرا یقین کیوں نہیں کرتے؟ جو خدا سے ہوتا ہے وہ خدا کی باتیں سنتا ہے۔ تم اس لئے نہیں سنتے کہ خدا سے نہیں ہو۔ یہودیوں نے جواب میں اس سے کہا۔ کیا ہم خوب نہیں کہتے، کہ تو سامری ہے اور تجھ میں بدروح ہے۔"

سو اس حوالہ سے صاف ثابت ہے کہ دعوے سے قبل یہودی حضرت مسیح کو نیک اور صالح قرار دیتے تھے، اسی لئے وہ آپ کے چیلنج کا جواب نہ دے سکے اور کوئی گناہ ثابت نہ کر سکے۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی لوگ پہلے نہایت صادق اور پاک سمجھتے تھے۔ مگر دعوے کے بعد مخالف ہوگئے۔

حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ جب آیت وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ اتری۔ تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (گھر سے) نکل کر صفا (پہاڑی) پر چڑھے۔ سو آپ منادی فرمانے لگے۔ اے بنی فہر! اے بنی عدی! جو قریش کے بطون تھے۔ یہانتک کہ وہ جمع ہوگئے۔ جو بعض آدمی خود نہ آسکے تو کوئی پیغام رسان بھیجدیا تاکہ دیکھے کہ کیا بات ہے؟ سو ابو لہب اور قریش آئے۔ تو آپ نے فرمایا۔ تم مجھے بتاؤ تو سہی کہ اگر میں تم کو خبر دوں کہ ایک لشکر اس پہاڑ کی جانب سے نکل کر تم پر حملہ کرنے والا ہے۔ کیا تم میری تصدیق کروگے؟ انہوں نے کہا۔ ہاں! کیونکہ ہم نے آپ کو تجربہ کرکے دیکھا ہے کہ آپ ہمیشہ سچ ہی بولتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ اگر یہ بات ہے تو میں تمہارے لئے نذیر ہوں یعنی رسول ہوں۔ اور نہ مانوگے تو تم پر سخت عذاب آئیگا۔ ابو لہب نے کہا کہ تیرے لئے ہلاکت ہو۔ کیا تو نے اس بات کے لئے جمع کیا تھا؟ اس پر تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ نازل ہوئی۔

اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو تمام لوگ نہایت پاکیزہ انسان خیال کرتے تھے۔ اگرچہ آپکے دعوے کے بعد سنت قدیمہ کے مطابق آپ کو برا کہنے والے بھی پیدا ہوئے۔ چنانچہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق فرماتے ہیں:۔

"مؤلف براہین احمدیہ مخالف و موافق کے تجربے اور مشاہدے کی رو سے (وَاللّٰہُ حَسِیْبُہٗ) شریعت محمدیہ پر قائم و پرہیزگار اور صداقت شعار ہیں۔"

(اشاعت السنتہ صک جلد ۹)

مگر بعد میں یہی مولوی صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اشد ترین مخالف ہوگئے۔ جیسے ابو لہب دعوئی نبوت سنتے ہی مخالف ہوگیا۔

ایسا ہی حضرت امیر المومنین مصلح موعود ایدہ اللہ الودود چونکہ خدا کے برگزیدہ اور مصلح تھے، اس لئے مولوی محمد علی صاحب سے بھی خدا نے آپکی تعریف کروائی۔ تا آپ کی عظمت اور شوکت کا اظہار ہو۔ چنانچہ مولوی محمد علی صاحب حضور کی خلافت سے قبل لکھتے ہیں:۔

"اس وقت صاحبزادہ (حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب) کی عمر ۱۸-۱۹ سال

کی ہے۔ اور تمام دنیا جانتی ہے کہ اس عمر میں بچوں کا شوق اور امنگیں کیا ہوتی ہیں!
زیادہ سے زیادہ اگر وہ کالجوں میں پڑھتے ہیں تو اعلیٰ تعلیم کا شوق اور آزادی کا خیال
ان کے دلوں میں ہوگا۔ مگر دین کی یہ ہمدردی اور اسلام کی حمایت کا
یہ جوش جو اُوپر کے بے تکلف الفاظ سے ظاہر ہو رہا ہے۔ ایک خارق عادت
بات ہے۔ ...... اور وہ سیاہ دل لوگ جو حضرت مرزا صاحب کو مفتری کہتے ہیں،
اس بات کا جواب دیں کہ اگر یہ افتراء ہے تو یہ سچا جوش اس بچہ کے دل میں
کہاں سے آیا؟ جھوٹ تو ایک گند ہے۔ پس اس کا اثر تو چاہیئے تھا کہ گندہ ہوتا۔ اور
نہ یہ کہ ایسا پاک اور نورانی جس کی کوئی نظیر ہی نہیں ملتی۔"

(ریویو آف ریلیجنز مارچ ۱۹۰۶ء صفحہ ۱۱۵)

مگر افسوس! مولوی صاحب جہاں پہلے حضور کی تعریف میں رطب اللسان تھے، حضور کے مسندِ خلافت پر بیٹھنے سے سخت ناراض ہو کر حضور کے اشد ترین مخالفوں میں سے ہو گئے۔ اور راہِ راست چھوڑ کر مخالفین کا رستہ اختیار کیا اور پہلے مخالفین سے مشابہت اختیار کی۔

کاش! مولوی صاحب غور فرمائیں کہ پہلے لوگوں نے جہاں تعریفیں کیں اور بعد میں ذاتی اغراض اور طبیعت کے ناموافق منصب اور دعویٰ ہونے کے باعث مخالف ہو گئے اور ہر قسم کی نامرادی کا منہ دیکھا اور ان میں تو کہیں شامل نہیں ہوتے۔ خدا تعالیٰ حضرت مسیح موعود کو برگزیدوں کی طرح ہر قسم کی فتح و نصرت تائید اور برکات کا مورد بنا رہا ہے۔ اور دن دُگنی رات چوگنی ترقی ہو رہی ہے۔ اور مولوی صاحب کو ناکامی و خسران و حرماں کا نشانہ بنا رہا ہے۔ کاش! وہ اس مشابہت عظمیٰ سے ڈر کر خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کریں۔

شعراءِ حضرات! مصلح موعود نمبر کے لئے جہاں دیگر اہلِ قلم حضرات کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ اپنے مضامین ۱۵ اپریل سے قبل قبل ہمیں بھجوا دیں وہاں شعراء حضرات کی خدمت میں یہ عرض ہے، کہ وہ اپنی نظمیں مذکورہ تاریخ تک ارسال فرمادیں۔ "ادارہ"

غیر مبائعین کا مستقبل

(رحمت اللہ خان صاحب شاکر)

غیر مبائع دوستوں کا خیال ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حقیقی جانشین وہ ہیں نہ کہ جماعت احمدیہ۔ لیکن اگر وہ حقائق کی روشنی میں اپنے اس خیال پر غور کریں تو ان پر واضح ہو سکتا ہے کہ یہ خیال صحیح نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مامور من اللہ ہیں۔ اور آپ نے ایک جماعت کی بنیاد اس لئے رکھی کہ تا دنیا میں اسلام کو از سر نو غالب کیا جائے، اور ادیان باطلہ پر اس کی فضیلت و برتری کو یہ دلائل واضح کر کے اسے دنیا کا آئندہ مذہب بنایا جائے۔

غیر مبائع اصحاب یہ سمجھتے ہیں یا کم سے کم ظاہر یہی کرتے ہیں کہ وہ جماعت جو آپ کے مسلک پر قائم اور آپ کے مشن کی تکمیل کی ذمہ وار ہے۔ وہی لوگ ہیں۔ جو جناب مولوی محمد علی صاحب کے زیر امارت ہیں۔ لیکن منہ سے دعویٰ کر دینا کچھ مشکل امر نہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا وہ یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ اس کام کو سرانجام دینے اور اس مشن کی تکمیل کی اہلیت ان کے اندر موجود ہے؟ وہ اپنی اس وقت تک کی زندگی پر بہت نازاں ہیں، اور بڑے بڑے کارنامے کرنے کے مدعی ہیں۔ اگرچہ ان کے یہ دعوے بھی جماعت احمدیہ کی اسلامی خدمات کے سامنے بالکل ہیچ ہیں۔ لیکن ہم اس بحث کو فی الحال نظر انداز کرتے ہیں۔ دیکھنے والی بات یہ ہے کہ کیا ان کا مستقبل روشن ہے یا تاریک؟

دنیا میں کوئی قوم ترقی نہیں کر سکتی، خواہ وہ دنیوی لحاظ سے ترقی کرنا چاہے یا مذہبی لحاظ سے۔ جب تک اس کے اندر ایسے لوگ زیادہ سے زیادہ تعداد میں نہ پائے جاتے ہوں۔ جو اس کے پیش کردہ کام کو پورا کرنے کے لئے ضروری ہیں۔ جو قوم دنیا پر اپنا دنیوی اقتدار اور تسلط قائم کرنے کی متمنی ہو۔ اس کے لئے ضروری ہو گا کہ [illegible] اپنے افراد کو فوجی ٹریننگ دے۔ حکمرانی کے ڈھنگ سکھائے۔ ان کے اندر فوجی روح کو زیادہ سے زیادہ مضبوط کرے۔ اور قومیت کے جذبات پیدا کرے۔ نوجوانوں کے عزائم اور حوصلے بلند کرنے والے اعلیٰ سے اعلیٰ جرنیل۔ سیاستدان اور مدبر پیدا کرے۔ جو ان میں

قوتِ عمل پیدا کرے، وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح جو قوم یہ عزم لے کر اٹھی ہو کہ ایک خاص مذہب، ایک خاص کلچر، ایک خاص تہذیب و تمدن اور مخصوص نظریات کو دنیا میں قائم کرے، اور تمام اقوام عالم کو اپنے رنگ میں رنگین کر دے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ سب سے پہلے اس کے لئے موزون اسباب مہیا کرے، دنیا کے سامنے اپنے عقاید و نظریات پیش کرنے کا انتظام کرے۔ ایسے علماء کی زبردست جماعت پیدا کرنے کا مستقل انتظام کرے کہ جو ہر زمانہ میں اس کے نظریات اور عقاید کو علمی نقطۂ نگاہ سے برتر ثابت کر سکیں، اور اس لئے نہ صرف اپنے مخصوص علوم بلکہ دنیا کے تمام مروجہ علوم کے ماہر ہوں۔ ایسے فدائیوں اور ایسے مجاہدوں کی ایک فوج تیار کرے جو اپنے مذہب کی راہ میں ہر قسم کی قربانیاں کرنے اور تکالیف اٹھانے کے لئے تیار ہو۔ جن کے سینے امنگوں اور آرزوؤں سے آباد ہوں۔ جو اپنے مذہب کو ایک قابلِ فخر اور حسین ترین مذہب سمجھتے ہوں۔ جن کے قلوب میں بنی نوع انسان کی ہدایت کے جذبات کا ایک سمندر موجیں مار رہا ہو۔ پھر اس قوم کے لئے ضروری ہے کہ اس کا ایک مخصوص مرکز ہو جسے تقدیس کا درجہ حاصل ہو، جس کی طرف اپنی مذہبی روایات کی وابستگی کے باعث ان کے قلوب ہر وقت متوجہ رہتے ہوں۔ وہ خواہ دنیا کے کسی علاقہ اور کسی گوشہ میں ہوں مگر اس مرکز کی کشش ان کے دلوں میں پورے جوش کے ساتھ موجود ہو۔ وہاں ان کا ایک ایسا امام ہو جسے وہ دنیا کا بہترین انسان اور خدا تعالےٰ کا مقرب ترین بندہ یقین رکھتے ہوں۔ اور جسکی صحبت میں زیادہ سے زیادہ وقت گذارنے کا شوق ان کے دل کی گہرائیوں میں ہر وقت چٹکیاں لیتا رہے۔ جس کی آواز کو سننے کے لئے وہ ہمہ تن گوش رہتے ہوں۔ اور پھر اس پر انشراحِ صدر کے ساتھ لبیک کہنے کے لئے اخروی فلاح کی ضمانت سمجھتے ہوں وغیرہ وغیرہ۔

یہ اسباب مہیا ہونے یا کم سے کم ان کے مہیا کرنے کے انتظامات کئے بغیر جو قوم سمجھتی ہے کہ وہ دنیا پر چھا جانے کے لئے پیدا ہوئی ہے، ہر معاملہ فہم، دور اندیش اور واقعات کی تہ پر نظر رکھنے والا انسان اسکی سادگی اور افلاس تخیل پر افسوس کریگا۔ اور یہی حالت ہمارے غیر مبائع دوستوں کی ہے۔ کیونکہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کام انہی کے ہاتھوں سے ہو رہا ہے اور ہوگا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علوم کے حقیقی وارث وہی ہیں، اور انہی کی وساطت سے یہ امانت دنیا کے کناروں تک پہنچیگی۔ لیکن کیا ان کا عمل بھی ان کے دعویٰ کا ساتھ دے رہا ہے؟ کیا ان کے مستقبل کے آئینہ میں ان کی کامیابی کی کوئی ادنیٰ سی جھلک بھی نظر آتی ہے؟ اور کیا ان کی تیاریاں اور ان کے انتظامات اس بلند دعویٰ کی شان کے شایاں ہیں؟ یہ ایک ایسا پہلو ہے جس پر ہمارے یہ

دوست اگر غور کریں تو یقیناً ان کے لئے ہدایت کو پانا آسان ہے۔

وہ اپنی اندرونی حالت کو ہم سے بہت زیادہ اچھی طرح جانتے ہیں۔ وہ ذرا غور کریں اور دیکھیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علوم کو دوسروں تک پہنچانے والے آدمیوں کی تیاری کا کام ہو رہا ہے؟ کیا ایسے ادارے انھوں نے قائم کر لئے ہیں جو پہلے ان کی قوم کے نوجوانوں کو ان علوم میں تاک کریں۔ کیا قوم کی آئندہ پود کو اس مخصوص رنگ میں رنگین کرنے اور ان کو احمدیت کا فدائی اور جاں نثار بنانے کا کام ان کے ہاں ہو رہا ہے؟ کیا ان کے پاس ایسے نوجوان ہیں جو تبلیغ دین کا کام ہر قسم کے حالات میں کرنے اور ہر قسم کی تکالیف اس راہ میں بشاشت کے طور پر برداشت کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اپنا مستقبل اسی خدمت سے وابستہ اور اسی کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر چکے ہوں۔

ہمارے غیر مبائع دوست خوب جانتے ہیں کہ وہ ایسے فدائیوں سے محروم ہیں۔ بلکہ انہیں تو احمدی ملازمین بھی میسر نہیں آ رہے۔ اور وہ غیر احمدیوں کو زیادہ سے زیادہ تنخواہ کا لالچ دے کر اپنے دفتری کام کرانے پر مجبور ہو رہے ہیں۔ اور کارکنوں کی اس افسوسناک کمی پر باوجود وہ اس قدر عظیم الشان اور اہم ترین ذمہ داری کو اگر اپنی طرف منسوب کریں تو انکی حالت قابل رحم ہے۔ علماء کی تیاری کا بھی ان کے ہاں کوئی انتظام نہیں۔ مرکز ایسا مرکز جس کی تقدیس کا جذبہ افراد قوم کے اندر موجود ہو۔ ان کے پاس کوئی نہیں۔ اور امیر اور متبعین کے مابین اخلاص و محبت کے جو تعلقات ہیں انکی تفصیل ان میں سے کسی سے معلوم نہیں۔ وہ خود ہی سوچ لیں ہم اگر عرض کریں گے تو ممکن ہے انہیں ناگوار گذرے۔ اور یہ سب امور ثابت کرتے ہیں کہ ان کا مستقبل یہ ظاہر نہیں کرتا کہ وہ حق پر ہیں۔

ہمارے ان سادہ لوح بھائیوں کو یاد رکھنا چاہیئے کہ ایک انجمن بنا لینے یا چند ایک کتب شائع کر دینے سے مذہب اگر دنیا میں قائم ہو سکتا، اگر اسلام کو اس طرح غلبہ حاصل ہو سکتا۔ اور دنیا کی تہذیب و تمدن اگر اسلامی سانچے میں ڈھل سکتا تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ انجمنیں پہلے بھی بہت تھیں، اب بھی بہت ہیں، اور آئندہ بھی ان کے قائم ہونے میں کوئی روک نہیں۔ کتابیں بھی لوگوں نے بہت لکھی ہیں، تراجم بھی بہت کئے گئے ہیں۔ مگر ان کاموں میں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کام میں بہت بیّن فرق ہے۔ کاش! ہمارے دوست غور کریں۔

انبیاء کرامؑ اور ان کی اولاد

(از مولوی غلام احمد صاحب بدوملہوی اسسٹنٹ ایڈیٹر)

قرآن کریم جو ایک مکمل الہامی کتاب ہے اور تفصیلاً لکل شئے ہے۔ اور جو مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِن شَئٍ کی مصداق ہے۔ جس کے متعلق یہی یقین موجب سعادتِ ابدی ہے کہ اس نے جو کچھ بیان کیا وہی عظیم الشان کامل صداقت ہے۔ اور اگر اس کے اندر کسی نبی سابق علیہ السلام کا کوئی واقعہ ذکر ہے تو وہ بھی اپنے اندر کئی قسم کی روحانی، اعتقادی، علمی و عملی صداقتیں اور ہدایتیں رکھتا ہے اور ایمان و ایقان کے لحاظ سے جب ہم قرآن کریم کا مطالعہ کرتے ہیں تو اس میں خدا تعالیٰ نے انبیاء کرامؑ اور انکی اولاد کے بارہ میں ہمیں یہ تعلیم دی ہے جو پہلے نبیوں کے حق میں بالصراحت عظمتِ شان کا اظہار کرتی ہے اور آیندہ کے متعلق بھی امتِ مسلمہ کو بشارت دیتی ہے کیونکہ واقعاتِ انبیاء دراصل آیندہ کی پیشگوئیاں ہیں۔

۱۔ ابو الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق فرمایا:۔ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓى اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۔ (آل عمران ع ۴) کہ آلِ ابراہیمؑ کو خدا تعالیٰ نے مصطفےٰ کیا تھا۔ اس تصریح کا یہ مطلب ہے کہ ابراہیم اول کی اولاد بھی مصطفےٰ تھی اور ابراہیم ثانی کی اولاد بھی مصطفےٰ ہوگی۔ ورنہ آیندہ زمانہ میں کسی نبی کو ابراہیم کے لقب سے ملقب کرنا کوئی حقیقت ہی نہیں رکھتا اگر اسے وہ درجہ اخلاص، ذریتِ طیبہ کے عطا کئے جانے کا وعدہ نہ دیا جاتا ہو۔ اور پھر اس ابراہیم کی اولاد کو بھی ویسے ہی درجات و سلسلہ کا باقی نہ ملتا ہو۔ چنانچہ اسی حکمت کو خدا تعالیٰ نے دوسری جگہ وضاحت سے یوں فرمایا۔ وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ۔ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ۔ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۔

وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا ؕ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۙ وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ ۚ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ (انعام ع) یعنی اول ۱۸ نبیوں کا نام وار ذکر کرکے پھر بقیہ نبیوں کو مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ میں ذکر کرکے ان تمام کو ہدایت یافتہ و مجتبیٰ و مصطفےٰ قرار دیا۔ پھر ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ میں اسی ہدایت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مستقبل کے صیغہ سے آیندہ بھی اسی ہدایت کے عطا کئے جانے کا وعدہ دیدیا۔ کہ آیندہ بھی ایسے ابراہیم و موسیٰ و داؤد صفات انسان پیدا ہوا کریں گے۔ اور اگر کسی کو ابراہیم کہا جاوے اور اسے ابراہیم اول کی طرح اولاد کا وعدہ بھی دیا جاوے تو بالضرور سمجھ لو اے مسلمانو! کہ ایسے وعدوں پر ایمان لانا تمہارا فرض ہوگا۔ کیونکہ خدا تعالےٰ وعدہ دینے کے بعد اس کا خلاف ہرگز نہیں کرتا۔

۳۔ وَاَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَاَدْعُوْا رَبِّيْ ۖ عَسٰۤى اَلَّاۤ اَكُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّيْ شَقِيًّا ۝ وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ (مریم ع) یعنی کہ حضرت ابراہیم نے جب اپنے چچا وغیرہ زیر تبلیغ لوگوں کو کہا کہ میں تم سے علیحدہ ہو کر دعا کروں گا۔ اور مجھے یقین ہے کہ میں اپنے رب کو پکارنے میں محروم نہ رہوں گا۔ سو جب اپنی قوم سے عارضی یا کافی عرصہ کے لئے عزلت میں ہوئے تو انہیں اسحاق و یعقوب کی بشارت دی گئی۔ (اسجگہ وَهَبْنَا بمعنے بَشَّرْنَا ہے۔ کیونکہ اول تو یعقوب پوتے ہیں۔ وہ حضرت ابراہیم کی وفات کے بعد پیدا ہوئے۔ دوم اسحاق بھی ابراہیم کے بابل سے چلے آنے پھر کنعان میں آباد ہونے پھر مصر جانے اور وہاں سے واپس آکر کنعان پہنچنے اور پھر اسمٰعیل کے پیدا ہونے پھر اسمٰعیل کے وادی فاران میں چھوڑے جانے کے بعد جب ذبح اسمٰعیل کا واقعہ ہوتا ہے تو فرمایا جاتا ہے وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ وَبٰرَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلٰۤى اِسْحٰقَ ؕ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِيْنٌ ۝ (صافات ع) اس عزلت اور علیحدگی کو دوسری جگہ اِنِّيْ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ۝ (صافات ع ۳) اور دوسری جگہ اِنِّيْ مُهَاجِرٌ اِلٰى رَبِّيْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ (عنکبوت ع ۳) سے ظاہر کیا گیا ہے اور دوسری جگہ بعد میں اسمٰعیل و اسحاق و یعقوب کی بشارت دئے جانے کا ذکر بھی ہے۔ بعینہ اسی طرح جب ابراہیم ثانی بھی عارضی عزلت

(چلہ کشی) کے لئے قادیان سے بطرف مشرق ہوشیار پور تشریف لے گئے اور آپ نے دعائیں کیں کیونکہ آپ کو فرمایا گیا تھا کہ "تمہاری عقدہ کشائی ہوشیار پور میں ہوگی" ۱۸۸۶ء - تو آپ کو اپنی اولاد کے بارے میں عظیم الشان بشارتوں سے نوازا گیا۔

۳ - حضرت زکریا علیہ السلام کے متعلق فرمایا کہ ذِکْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ۝ یعنی اے محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم اپنے رب کی رحمت کو یاد کرنے کو مدنظر رکھ، کہ جب اس رب نے اپنے بندے زکریا کو یاد کیا۔ جبکہ زکریا نے اپنی بدنی کمزوریوں کا ذکر کرتے ہوئے اپنے مابعد اپنے علم دین کے ضائع ہو جانے کے خطرے کی بناء پر خدا تعالیٰ سے نشانِ رحمت طلب کیا۔ اور عرض کیا۔ فَهَبْ لِي مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا يَّرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ۝ (مریم ع) چونکہ اسجگہ اس دعا کو نِدَآءً خَفِيًّا ۝ کہا ہے۔ اور پھر بشارت ملی تو فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ کہکر انکی اس دعا کو عزلت و خلوت کی دعا ظاہر کیا ہے۔ مگر دوسری جگہ آل عمران میں هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ۝ فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ فرما کر عزلت و خلوت میں ہی دعا کرنے کی تصریح فرما دی ہے۔

بعینہٖ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی عزلت و خلوت میں ہی اپنی عظیم الشان اولاد کے لئے بشارتیں عطا کی گئیں۔ اور جیسے حضرت زکریاؑ کو اس مبشر اولاد کے متعلق فرمایا گیا کہ وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ۝ (مریم ع) ویسے ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خود سلامتی کا شہزادہ، اور حضورؑ کی اولاد کو بھی بلحاظ پیدائش و وفات و بعثت روحانی اپنی سلامتی اور وابستگانِ دامن کی سلامتی کا باعث قرار دیا گیا۔ جسکی تفصیل اپنے مقام پر آئے گی۔

۴ - حضرت مریم علیہا السلام کے متعلق فرمایا گیا۔ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ۝ فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا ۫ فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ۝ قَالَتْ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ۝ قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ۝ (مریم ع) یعنی حضرت مریم کو بھی اپنے رب کی رحمت کے ایک نشان کا واقعہ مدنظر رکھ - جبکہ وہ بھی اپنے

اہل سے مشرقی سمت کو علیحدہ ہوئیں۔ اور اختیار کر لیا اُس مریمؑ نے اپنے اُن اہل سے مزید حجاب بھی (علاوہ علیحدگی مکان کے) تو ہم نے اپنا روح القدس اسکی طرف بھیجا ...... جس نے کہا کہ میں تجھے غلام زکی کی بشارت دیتا ہوں۔

بعینہٖ اسی طرح امتِ محمدیہ کے ایک عظیم الشان **مریم صفت** کو (یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو) اپنے مکان شرقی والی علیحدگی، اور (پھر چلہ کشی کے دوران میں بھی) اپنے خدام سے "رب" متکلم کی خلوت میں **غلام زکی** و دیگر اولاد کے بارے میں بشارات ملیں۔ اور جیسے حضرت مریمؑ کے اس غلام زکی کی شان میں بہت کچھ تعریفی الفاظ اسی وقت قبل از پیدائش ہی حضرت مریمؑ کو الہام کر دیئے گئے، ویسے ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی اپنے اس عظیم الشان فرزند کے بارے میں جس نے "مسیحی نفس" کی وجہ سے مسیح ناصری سے بھی مشابہ ہونا تھا۔ اور پھر حضرت مسیح اول کی طرح کلمۃ اللہ[1]، بیماریوں کو صاف کرنے والا[2] اور صاحب شکوہ و عظمت اور دولت[3] ہونے کی وجہ سے وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ہونا تھا۔ پہلے ہی تصریحات کر کے بتا دیا گیا، کہ وہ کس علو مرتبت کا انسان ہو گا۔ اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنَا بِطُوْلِ حَيَاتِهٖ وَاحْشُرْنَا فِيْ اُمَّتِهٖ

اور جیسے حضرت مریمؑ کی اس مبشر بہ اولاد کے منہ سے مخالف یہودیوں کو سنا دیا گیا، کہ وَالسَّلٰمُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَیَوْمَ اَمُوْتُ وَیَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا۔ (مریم ع۲) اسی طرح اس "غلام زکی" کے متعلق بھی روحانی لحاظ سے اپنی سلامتی، اپنے وابستگان کی سلامتی کی بشارتیں دیدی گئیں۔ جن کا ذکر بالتفصیل مصلح موعود کے متعلق بشارتوں والے مضمون میں ہدیہ ناظرین ہو۔

چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اُن الہاموں کا ملخص یوں بیان فرمایا ؎

خدایا تیرے فضلوں کو کروں یاد ؛ بشارت تو نے دی اور پھر یہ اولاد
کہا ہرگز نہیں ہوں گے یہ برباد ؛ بڑھیں گے جیسے باغوں میں ہوں شمشاد
خبر تو نے یہ مجھ کو بارہا دی !!! ؛ فسبحان الذی اخزی الاعادی

ان چند واقعاتِ گذشتہ کے بیان کے بعد (کہ جن واقعاتِ گذشتہ میں صرف واقعاتِ گذشتہ کا ہی بیان مطلوب ہے، بلکہ گفتہ آید در حدیث دیگراں کے طور پر دراصل ان عظیم الشان واقعات کی پیشگوئی مقصود تھی، جو آئندہ امتِ محمدیہ میں رونما ہونے والے تھے۔ اور اب بفضلہ تعالیٰ رونما ہو چکے ہیں) میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چند ارشادات کو پیش کرتا ہوں، کہ جو تفہیمی اور ہدایتی دونوں پر اس لئے حجت ہیں کہ دونوں ہی حضرت

مسیح موعود علیہ السلام کو ملہم من اللہ، مخبر صادق، کثرت مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف اور آپؑ کے الہامات کو بلا شبہ صادق مانتے ہیں۔ جن کی بناء پر اپنے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف منسوب ہونا باعثِ فخر قرار دیتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اولاد کے بارے میں بموجب ارشاد حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی پھر خدا تعالیٰ نے آپکو بشارت دی، جبکہ دوسری شادی کا خیال بھی نہیں تھا، پھر شادی کی بشارت دی۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

(ب) "اِنَّ اللّٰہَ لَا یُبَشِّرُ الْاَنْبِیَآءَ وَالْاَوْلِیَآءَ بِذُرِّیَّۃٍ اِلَّا اِذَا قَدَّرَ تَوْلِیْدَ الصَّالِحِیْنَ" (آئینہ کمالات اسلام صـ۵۷۹)۔

یعنی اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء اور اولیاء کو اسی اولاد کی بشارت دیتا ہے، جس کا صالح اور پاکیزہ ہونا علم الٰہی میں مقدر ہوتا ہے۔

(ج) "میں التزاماً چند دعائیں ہر روز مانگا کرتا ہوں۔ اول اپنے نفس کیلئے دعا مانگتا ہوں کہ خدا مجھ سے وہ کام لے، کہ جس سے اسکی عزت اور جلال ظاہر ہو، اور اپنی رضا کی پوری توفیق عطا کرے۔ پھر اپنے گھر کے لوگوں کے لئے دعا مانگتا ہوں کہ ان سے قرۃ عین عطا ہو، اللہ تعالیٰ کی مرضیات کی راہ پر چلیں۔ پھر اپنے بچوں کے لئے دعا مانگتا ہوں کہ یہ سب دین کے خدام بنیں۔ پھر اپنے مخلص دوستوں کے لئے نام بنام۔ پھر ان سب کے لئے جو اس سلسلہ سے وابستہ ہیں، خواہ ہم انہیں جانتے ہیں یا نہیں جانتے۔" (سیرۃ مسیح موعودؑ مصنفہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم رضؓ صـ۲۲)۔

(د) "قَدْ اَخْبَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّ الْمَسِیْحَ الْمَوْعُوْدَ یَتَزَوَّجُ وَیُوْلَدُ لَہٗ۔ فَفِیْ ھٰذَا اِشَارَۃٌ اِلٰی اَنَّ اللّٰہَ یُؤْتِیْہِ وَلَدًا صَالِحًا یُشَابِہُ اَبَاہُ وَلَا یَاْبَاہُ۔ وَیَکُوْنُ مِنْ عِبَادِ اللّٰہِ الْمُکْرَمِیْنَ۔" (آئینہ کمالات اسلام صـ۵۷۸ حاشیہ)

اولاد کے بارے میں پہلا الہام

"ثَمَانِیْنَ حَوْلًا اَوْ قَرِیْبًا مِّنْ ذٰلِکَ اَوْ تَزِیْدُ عَلَیْہِ سِنِیْنًا وَتَرٰی نَسْلًا بَعِیْدًا۔" (تذکرہ صـ۵)۔ یہ الہام حضورؑ کو کئی بار ہوا ہے۔ تذکرہ صفحہ ۳۴۹، ۳۵۹، ۳۶۶۔

یعنی تیری عمر ۸۰ برس کی ہوگی، یا دو چار کم یا چند سال زیادہ۔ اور تو اس قدر عمر پائیگا کہ ایک دور کی نسل دیکھ لیگا۔

حضور علیہ السلام ۱۳ ا فروری ۱۸۳۵ء کو پیدا ہوئے، اور ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو فوت ہوگئے۔ گویا بحساب شمسی ۷۳ سال اور کچھ ماہ اور بحساب قمری ۷۵ سال اور کچھ ماہ عمر ہوئی۔ اور آپ نے اپنی زندگی میں اپنے پوتے بھی دیکھ لئے۔

(۵) "اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ حَسِیْنٍ۔ یعنی ہم تجھے ایک حسین لڑکے کے عطا کرنے کی خوشخبری دیتے ہیں۔ میں نے یہ الہام ایک شخص حافظ نور احمدؐ امرتسری کو سنایا۔ سو اب تک زندہ ہے، اور بباعث میرے دعوئے مسیحیت کے مخالفوں میں سے ہے۔ اور نیز یہی الہام شیخ حامد علی کو جو میرے پاس رہتا تھا، اور دو ہندوؤں کو جو آمد و رفت رکھتے تھے، یعنی شرمپت اور ملاوامل ساکنان قادیان کو بھی سنایا۔ اور لوگوں نے اس الہام سے تعجب کیا، کیونکہ میری پہلی بیوی کو عرصہ بیس سال سے اولاد ہونی موقوف ہوچکی تھی اور دوسری کوئی بیوی نہ تھی۔" (تذکرہ ص۳۵)

(۶) "اُشْكُرْ نِعْمَتِیْ رَئَیْتَ خَدِیْجَتِیْ۔ بحوالہ براہین ص۵۵۸ میرا شکر کر کہ تو نے میری خدیجہ کو پایا۔ (الہام ۱۸۸۲ء کا) یہ ایک بشارت کئی سال پہلے اس رشتہ کی طرف تھی، جو سادات کے گھر میں دہلی میں ہوا۔[1]....

.... اور خدیجہ اس لئے اس بیوی کا نام رکھا کہ وہ ایک مبارک نسل کی ماں ہے، جیسا کہ اسجگہ بھی مبارک نسل کا وعدہ تھا۔ اور نیز یہ اس طرف اشارہ تھا، کہ وہ بیوی سادات کی قوم میں سے ہوگی۔" (تذکرہ ص۳۵)

(۷) "سو چونکہ خدا تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ میری نسل میں سے ایک بڑی بنیاد حمایت اسلام کی ڈالیگا، اور اس میں سے وہ شخص پیدا کرے گا۔ جو آسمانی روح اپنے اندر رکھتا ہوگا، اس لئے اس نے پسند کیا کہ اس خاندان کی لڑکی میرے نکاح

[1] نوٹ:۔ یہ رشتہ ۱۸۸۴ء میں ہوا۔ چونکہ الہام تین سال قبل ہوچکا تھا، اب شادی ہونے کے بعد اسکی تفصیل فرماتے ہیں، لہذا "ہوا" کا لفظ تحریر فرمایا ہے۔

میں لاوے اور اس سے وہ اولاد پیدا کرے جو اُن نوروں کو جن کی میرے ہاتھ سے تخم ریزی ہوئی ہے، دنیا میں زیادہ سے زیادہ پھیلاوے۔" (تذکرہ صفحہ ۳۵)

پس اے بھائیو! جنہوں نے اس وقت تک حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کو المصلح الموعود تسلیم نہیں کیا، وہ اِن مذکورہ بالا دلائل پر غور کریں، جن کا خلاصہ یہ ہے:۔

کہ ۱۔ ایک طرف قرآن کریم میں خداتعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اولاد عطا کرنے کا ذکر کرتا ہے جو یقیناً بموجب مضامین قرآنی ہمیں تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ آئندہ کے لئے بطور پیشگوئی ہے۔ کیونکہ قرآن قصوں کہانیوں کی کتاب نہیں ہے۔ اور دوسری طرف اس ۱۸۸۶ء والے اشتہار سے قبل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو چھ سات دفعہ ابراہیم کے نام سے یاد فرماتا ہے۔ آخر غور کرو کہ اس میں کیا راز ہے؟ پھر اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء سے قبل بھی آپکو اولاد کی بشارت دیتا ہے۔ بشارت کا قاعدہ کلیہ بحوالہ آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۷۹ آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ پھر ۱۸۸۶ء کے بعد بھی آپ کو دیگر اولاد کے متعلق بشارت دیتا ہے، اور قریباً بیس دفعہ مزید آپ کو ابراہیم قرار دیتا ہے۔

۲۔ پھر ایسے ہی خداتعالیٰ حضرت زکریا کو اولاد عطا کئے جانے کا ذکر کرتا ہے اور وہ بھی یقیناً محض قصہ کے طور پر نہیں، بلکہ امت محمدیہ کے لئے تعلیم و تلقین کے علاوہ ایک عظیم الشان پیشگوئی کے طور پر، تو دوسری طرف اسی ۱۸۸۶ء والے اشتہار سے قبل ہی حضرت مسیح موعود کو الہاماً وہی دعا سکھاتا ہے جو حضرت زکریا کو سکھائی تھی۔ یعنی رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْوَارِثِیْنَ۔ (تذکرہ صفحہ ۴) اور ساتھ ہی اس دعا کی غرض بھی الہاماً ہی ظاہر فرماتا ہے کہ رَبِّ اَصْلِحْ اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ۔ (تذکرہ صفحہ ۴۶) کہ جیسے حضرت زکریا کی دعا یہود کی اصلاح کی خاطر تھی، ویسے ہی ہم تجھے یہ دعا امت محمدیہ کی اصلاح کیخاطر سکھلاتے ہیں۔

۳۔ پھر ایسے ہی خداتعالیٰ ایک طرف قرآن کریم میں حضرت مریم کا ذکر کرتا ہے، اور انکی پاکدامنی، طہارت نفسی، خدا کی خدمت میں لگے رہنے اور ہر وقت خدا یاد ہونے کیوجہ سے آخر اسے مصطفیٰ کئے جانے، مطہر کئے جانے کے بعد پھر انکی عظیم الشان مبشر بہ اولاد کا ذکر فرماتا ہے۔ اور یہ بھی یقیناً محض قصہ کے طور پر نہیں، بلکہ اسی لئے کہ امت محمدیہ میں سے بھی یقیناً بعض افراد ایسے ہوں گے جو خداتعالیٰ کے علم میں اول مریمی صفت رکھتے ہوئے پھر عیسوی صفت کی طرف منتقل ہو کر

روحانی تولّد پائیں گے، یا ایسے مریمی صفت ہوں گے کہ انکی اولادِ عیسوی شان سے کسی وقت جلوہ گر ہوکر لکھوکھا انسانوں کی روحانی زندگی کا باعث بنتے ہوئے مسیح و ممسوح ہوگی، تو دوسری طرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو وہی دعا سکھاتے ہوئے جو حضرت مریمؑ کو پیدائشِ کلمۃ اللہ پر الہام ہوئی۔ وَهُزِّي إِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسَاقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا (تذکرہ ص۳۹)

اور پھر يَا مَرْيَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ کا الہام فرماتے ہوئے مریم بھی قرّا بدیّا اور نَفَخْنَا فِيهِ مِنْ رُوحِنَا کے قائم مقام نَفَخْتُ فِيكَ مِنْ لَدُنِّي رُوحَ الصِّدْقِ (تذکرہ ص۱۸۳) کا الہام فرمایا۔ پھر یہاں تک تشبیہ دی کہ حضورؑ نے فرمایا:۔

• "میری دعوت کی مشکلات میں سے ایک رسالت اور وحی الٰہی اور مسیح موعود ہونے کا دعویٰ تھا۔ اس کی نسبت میری گھبراہٹ ظاہر کرنے کے لئے یہ الہام ہوا تھا۔

• فَأَجَاءَهُ الْمَخَاضُ إِلَى جِذْعِ النَّخْلَةِ. قَالَ يَا لَيْتَنِي مِتُّ قَبْلَ هَذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَنْسِيًّا۔ (تذکرہ ص۲۷)"

پھر فرمایا" اور اس کے متعلق اور الہام بھی تھا، جیسا لَقَدْ جِئْتِ شَيْئًا فَرِيًّا. مَا كَانَ أَبُوكِ امْرَأَ سَوْءٍ وَمَا كَانَتْ أُمُّكِ بَغِيًّا (تذکرہ ص۹۱) •

چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:۔

"اس مسیح کو بھی یاد رکھو جو اس عاجز کی ذریت میں سے ہے، جس کا نام ابن مریم رکھا گیا ہے۔ کیونکہ اس عاجز کو براہین میں مریم کے نام سے بھی پکارا ہے۔"

تو دوسری طرف انہی نبیوں، دو نبیوں اور ایک صدیقہ کی ایک عزلت اور خلوت میں جانے کیطرح حضرت مسیح موعودؑ کے لئے بھی خلوت کا انتظام فرماتا ہے۔ اور پھر آپکو ویسی ہی خلوت کے بعد عظیم الشان اولاد کی بشارت دے کر پھر مخالفوں کے سامنے اسے پیش کرتے ہوئے آپ سے تحدی کرواتا ہے کہ:۔

"اے منکرو اور حق کے مخالفو! اگر تم میرے بندے کی نسبت شک میں ہو، اگر تمہیں اس فضل و احسان سے کچھ انکار ہے، جو ہم نے اپنے بندے پر کیا تو اس نشانِ رحمت کی مانند تم بھی اپنی نسبت کوئی سچا نشان پیش کرو، اگر تم سچے ہو۔ اور اگر تم پیش نہ کرسکو، اور یاد رکھو کہ ہرگز نہیں کرسکو گے تو اس آگ سے ڈرو کہ جو نافرمانوں اور جھوٹوں اور حد سے بڑھنے والوں کے لئے تیار ہے۔" (اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء)

بہائیت

ہمارا عزم

فرقان کے نئے دور میں ردِّ پیغامیت کو جہاں نئے زاویہ سے پیش کرنے کا اقدام رفقائے احمدؐ کے پیش نظر ہے، وہاں مجلس نے آیندہ کے لئے اس امر کا بھی فیصلہ کیا ہے کہ فرقان کا ایک حصہ ردِّ بابیت و بہائیت کے لئے فارغ کیا جائے۔ چنانچہ مجلس کے اس ارادہ کی تعمیل میں فرقان کی گذشتہ دو اشاعتوں میں قارئین کرام کی خدمت میں بعض امور عرض کئے جا چکے ہیں۔ مجھے اس ضمن میں یہ عرض کرنا ہے، کہ چونکہ بابیت اور بہائیت کے متعلق اسقدر ابتدائی واقفیت اکثر احباب کو نہیں ہوگی، کہ وہ بابی اور بہائی مسائل اور تعلیم پر تنقید اور بحث سے پوری طرح فائدہ اٹھا سکیں۔ اس لئے ادارت کا یہ خیال ہے، کہ ابتدا میں تدریس و تعلیم کے طریق پر بابیت اور بہائیت کے متعلق ضروری معلومات عرض کی جائیں، اور پھر باقاعدہ تنقیدی مضامین کا سلسلہ شروع کیا جائے۔ چنانچہ اس غرض کے ماتحت چند اقساط میں بابیت اور اس کے بعد اس کے ذیلی فرقوں کے تاریخی حالات عرض کئے جائیں گے، اور اس کے ساتھ ساتھ بابی اور بہائی تعلیم کو آسان پیرایہ میں بیان کیا جائے گا تاکہ ان ابتدائی امور کے مطالعہ کے بعد بابی اور بہائی حقیقت اجمال کے ساتھ ان کے سامنے آسکے۔ اور اس طرح آیندہ فرقان کی اس ضمن میں جو مساعی بھی قارئین حضرات کی خدمت میں پیش ہوں ان سے وہ زیادہ سے زیادہ مستفید ہو سکیں۔ وَمَا تَوْفِیْقُنَا اِلَّا بِاللّٰہِ۔

اشاعت زیر مطالعہ میں بابیت کے انتشار کا پہلا نتیجہ یعنی ازلیت کے تاریخی حالات اور بابی احکامات میں سے نمونۃً چند احکامات پیش کئے جا رہے ہیں، تاکہ ان کے مطالعہ سے اس دجالی تعلیم کا ایک تخیل حاصل ہو سکے، کہ جو قرآن ایسی عظیم الشان اور عالمگیر اور پاکیزہ تعلیم کے نسخ کی دعویدار ہے۔

خاکسار ملک عطاء الرحمٰن نائب ایڈیٹر۔

بابیّت کے بعد

ملک عطاء الرحمٰن - نائب ایڈیٹر

فرقان کی ایک گذشتہ اشاعت میں بابیت اور اس کے بانی سید علی محمدؐ باب کے متعلق کچھ حالات پیش کئے جا چکے ہیں۔ چنانچہ اسی سلسلہ میں اشاعت زیر نظر میں مجھے باب کے قتل کے بعد بابیت کے انتشار اور اس کے معروف ذیلی فرقوں کے تاریخی حالات پیش کرنے ہیں۔ اور اختصار کیساتھ یہ عرض کرنا ہے کہ بابیت کا شیرازہ کس سرعت سے بکھرنا شروع ہوا، اور اس کے تار و پود کے کچے دھاگے باب کے قتل کے معاً بعد کس تیزی کے ساتھ ٹوٹنے شروع ہوئے۔

باب کے قتل کے بعد بابیت اولاً دو فرقوں میں منقسم ہوگئی۔ ازلیت اور بہائیت، اور پھر بہائیت جو ازلیت کی نسبت غالب تھی وہ بھی اپنے بانی کی وفات پر مزید چند فرقوں میں تقسیم ہوئی۔ جن کا ذکر ان کی ترتیب پر کر دیا جائے گا۔ انشاء اللہ۔

ازلیّت

بانی مرزا یحییٰ جو باب کے معتقدین میں شامل تھا، اس فرقہ کا بانی تھا۔ باب نے اسکو صبح ازل کا خطاب دے رکھا تھا۔ چنانچہ یہ فرقہ ازلیت کے نام سے صبح ازل کے خطاب کی نسبت سے موسوم ہوا۔

مرزا یحییٰ صبح ازل طہران میں سنہ ۱۸۳۰ء میں پیدا ہوا۔ اس کا باپ مرزا عباس مرزا بزرگ کے نام سے مشہور تھا۔ مرزا یحییٰ اپنے سوتیلے بھائی مرزا حسین علی بہاء اللہ سے ۱۳ سال عمر میں چھوٹا تھا۔ مرزا یحییٰ ابھی ۴ سال کا ہی تھا کہ اس کا باپ فوت ہوگیا۔ (مقالہ سیاح انگریزی صفحہ ۳۷۳)

صبح ازل کا بابیت قبول کرنا مقالہ سیاح کا مصنف تو اس امر میں خاموش ہے کہ صبح ازل نے بابیت کو کب قبول کیا تھا، لیکن مرزا جانی جو تاریخ جدید کا مصنف ہے، وہ اپنی اس تصنیف میں لکھتا ہے کہ میں مرزا یحییٰ صبح ازل سے خود ملا، اور اس سے پوچھا کہ وہ کس طرح بابیت میں داخل ہوا۔ تو اس پر اسنے بتایا کہ وہ ابھی بلوغت کو پہنچ بھی رہا تھا کہ باب کے دعوے کی اس کو اطلاع ہوئی، لیکن بغیر تحقیق کے وہ اسکو قبول کر نیکے لئے

تیار نہ تھا۔ انہی دنوں اس کا سوتیلا بڑا بھائی مرزا حسین علی جو باب کا معتقد ہو چکا تھا، اپنے ہمراہ گھر پر بابیوں کو لاتا اور ذکر وغیرہ کی مجلس منعقد کی جاتی۔ ان مجالس کا اس کے دل پر بڑا اثر ہوتا۔ بالخصوص فاء آہ یا الٰہی کے جملہ کا جو کثرت سے وہ پڑھتے تھے۔ چنانچہ تب سے وہ باب کے معتقدین میں شامل ہو گیا۔ باب نے جب اپنے معتقدین کو خراسان کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا، تو اس کی عمر پندرہ سال کے قریب تھی۔ بدشت کانفرنس کے ناکام ہونے پر صبح ازل بارفروش میں آیا، اور اس اثنا میں پہلی مرتبہ ملا محمد علی بارفروشی سے ملنے کا موقع حاصل کیا۔ بارفروش کے مقام پر اس نے صبح ازل کو تربیت کی غرض سے جناب طاہرہ کے سپرد کر دیا۔ اس کے بعد صبح ازل بارفروشی سے دوبارہ نہ مل سکا۔ جب باب طبرسی کے قلعہ میں بند تھا، تو اس نے مدد کی فریاد کی۔ صبح ازل اس کی امداد کے لئے روانہ تو ہوا، لیکن امول کے حاکم نے اس کو قید کر لیا، اور وہ ماژندران میں چار ماہ کے قریب قید و بند کی پریشانیوں میں پڑا رہا۔

(تعلیقات بر تاریخ جدید انگریزی از براؤن ص ۳۷۴ تا ۳۷۸)

باب نے ملا حسین بشروی کی موت اور ملاں محمد علی بارفروشی کے قتل پر ۱۸۴۹ء میں مرزا یحییٰ کو اپنا جانشین مقرر کیا۔ مرزا یحییٰ جب سے ۱۸۵۲ء تک موسم گرما طہران اور شمیران، اور سرما نور میں بسر کرتا۔ جولائی ۱۸۵۰ء میں باب کے قتل کے وقت وہ طہران کے نزدیک ذرگندہ تھا۔ ۱۸۵۲ء میں جب بادشاہ ایران پر قاتلانہ حملہ کیا گیا، تو اس وقت مرزا یحییٰ نور میں تھا۔ جہاں سے وہ حراست کے خوف سے بغداد کی طرف درویش کے بھیس میں چلا گیا۔ اور بہاء اللہ کے بغداد پہنچنے کے چند روز بعد دسمبر ۱۸۵۲ء میں صبح ازل بھی بغداد پہنچ گیا۔

(بعد کے واقعات بہائیت کے عنوان کے ماتحت آئندہ اشاعت میں۔ انشاء اللہ)۔

صبح ازل کی جانشینی

بقول براؤن ہشت بہشت کے مطابق باب کے قتل سے ۲ سال قبل مرزا یحییٰ نے ایک خط مرزا علی سیاح کی وساطت سے باب کو بھیجا۔ باب نے خط پڑھتے ہی ان الفاظ میں سجدۂ شکر ادا کیا:۔

"تبارک اللہ من ذٰلک الشرق المتشارق العظیم والطالع المتطالع الکریم"۔

باب اس وقت ماکو میں قید تھا، بلکہ اس نے صبح ازل کو اپنے بعد اپنا جانشین مقرر کیا، اور اسے وصیت نامہ میں اس کو ان الفاظ میں مخاطب کیا:۔

"ثمرہ بیان۔ صبح ازل۔ وجہ۔ بہاء اللہ۔ مرآۃ۔ بلور۔ جواہر کافور۔ شمس ازل۔ نقطۂ ثانی۔ وحید۔ حیّ۔ ناطق۔ وغیرہ وغیرہ"۔

بابؔ نے اپنے اس وصیت نامہ میں صبح ازل کو البیان کے آٹھ منہج کے پورا کرنے کے حقوق بھی دیئے، اور اس طرح صبح ازل کو اپنے بعد اپنا حقیقی جانشین مقرر کیا۔

(تعلیقات مقالہ سیاح انگریزی صفحہ ۳۵۲-۳۵۳)

تاریخ جدید کا مصنف مزید یہ تحریر کرتا ہے، کہ جب صبح ازل کے خطوط باب کو پہنچتے تو وہ اس کے لئے انتہائی مسرت کا باعث ہوتے، اور مرزا جانی مؤرخ کے الفاظ "بنائے غروب شمس ذکریہ وطلوع قمر ازلیہ شد" میں بابؔ کے زوال اور صبح ازل کے اقبال کا زمانہ شروع ہو گیا۔ چنانچہ بابؔ نے اپنے تمام امور ذاتیہ کو صبح ازل کی طرف منتقل کر دیا۔ اور جس کے اظہار کے لئے اپنا قلمدان، کاغذات، تحریرات، تصنیفات، مقدس لبادہ اور دیگر تبرکات۔ اپنی متبرک انگوٹھیاں وغیرہ، متعدد اشیاء صبح ازل کو بھجوا دیں۔ اپنے وصیت نامہ میں واضح طور پر صبح ازل کو اپنا جانشین مقرر کیا۔ اور البیان کے آٹھ منہج مکمل کرنے کے لئے حکم دیا۔

(تعلیقات بر تاریخ جدید انگریزی از براؤن صفحہ ۳۷۹)

اس کے علاوہ تاریخ البابیہ کے مؤلف ڈاکٹر مرزا عمر مہدی خان اپنی اس تالیف میں بیان کرتے ہیں کہ صبح ازل جب قبرص میں نظر بند کیا گیا، تو اسوقت سے ہمیشہ وہ اپنے اس دعویٰ کو کہ وہی باب کا حقیقی جانشین ہے پیش کرتا، اور اس کی تائید میں بابؔ کے مختلف خطوط اور البیان کے اس اقتباس کو جسمیں صبح ازل کو اس نے مخاطب کیا تھا، پیش کرتا۔

"لا الٰہ الا انت لک الامر والحکم وان البیان ھدیۃ منی الیک"۔

(تاریخ البابیہ صفحہ ۲۶۶)۔

باب کا قتل ۱۸۵۰ء میں ہوا، اور اس نے مذکورہ وصیت نامہ اپنی وفات سے پہلے تحریر کیا چنانچہ براؤن کی تحقیق کے مطابق ۱۸۵۰ء تا ۱۸۶۴ء تک تقریباً چودہ سال تک تمام بابی زعماء اکابرین اور عام معتقدین صبح ازل کو ہی باب کا حقیقی جانشین تسلیم کرتے رہے، اور ۱۸۶۴ء میں مرزا حسین علی بہاء اللہ نے من یظہرہ اللہ کے دعویٰ کے ساتھ ازلیت کے مقابلہ پر بہائیت کی بنا ڈالی۔

(تعلیقات مقالہ سیاح انگریزی از براؤن صفحہ ۳۵)

گبن کی تحقیق کے مطابق باب کی وفات پر صبح ازل کی عمر ۱۶ سال تھی، لیکن براؤن کا اس بارہ میں یہ خیال ہے کہ گبن کو اس میں غلط فہمی ہوئی ہے، درحقیقت صبح ازل کی عمر ۱۶ سال کے قریب اس وقت تھی جبکہ بابؔ نے اپنا وصیت نامہ اپنے قتل سے دو سال قبل لکھا، اور صبح ازل کو

جانشین مقرر کیا۔ چنانچہ باب کے قتل پر براؤن کی تحقیق کے مطابق صبح ازل کی عمر ۱۹ سال کے قریب تھی۔

ازلی تعلیم اور تصنیفات صبح ازل بابیت کا حقیقی پیرو تھا اور برخلاف بہاء اللہ کے اس نے بابیت میں اور باب کی شریعت اور اس کی تعلیم میں بہت زیادہ تبدیلی اور ترمیم نہ کی بلکہ اُس نے بابیت کی تائید میں متعدد کتب لکھیں جن میں سے معروف یہ ہیں :-

کتاب نور۔ علییین مختلفہ۔ مستیقظ۔ خطوط کاتب۔ صحیفہ وغیرہا از زیارات۔ مختلفہ جلد ۲۔ شرح قصیدہ۔ مختلفہ۔ کتاب نور جلد ۲۔ آیات۔ مرأۃ البیان و آثار البیان۔ نغمات روح۔ (تعلیقات بر مقالہ سیاح انگریزی از براؤن صفحہ ۳۴۲)۔ لیکن اس امر کے برخلاف ازلیت اپنے عقائد میں بعینہٖ بابیت ہے۔ تاریخ البابیہ کا مؤلف اپنی کتاب کے صفحہ ۲۴۴ پر لکھتا ہے کہ ازلیت اسلام کے زیادہ قریب تھی، اس کے ماننے والے اپنے آپکو باب اور بابیت سے بالکل علیحدہ تصور کرتے ہیں، نماز و روزہ اور دیگر اسلامی فرائض کے اسلامی تعلیم کے مطابق پابند ہیں۔ بہاء اللہ اور اس کے متبعین کو کافر اور ظاہر و باطن میں انکو ملعون قرار دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ جہانتک انکو قدرت حاصل ہو مسلمانوں اور بہائیوں کے مال اور جان کو مباح سمجھتے ہیں۔

مؤلف ہذا کی تحقیق کے مطابق اس وقت جبکہ صبح ازل قبرص میں محبوس تھا، اس کے متبعین کی تعداد دو ہزار کے قریب تھی۔ یہ تعداد سنہ ۱۹۰۲ء میں شمار کی گئی تھی۔

صبح ازل کی وفات سنہ ۱۹۱۲ء صبح ازل قبرص میں فوت ہوا، اور اس کی موت کے ساتھ ازلیت کا جنازہ بھی اٹھ گیا۔ بابیت کا انجام تو خود اس کے کاذب مدعی باب کے قتل پر ظاہر ہو چکا تھا لیکن اس کے مردہ جسم میں کچھ سانس باقی تھے تو باب کے حقیقی جانشین صبح ازل جس کو باب نے اپنی وصیت کے مطابق خود مقرر کیا تھا، کے مرنے پر اور اس کے سلسلہ اتباع ازلیت کی ناکامی و نامرادی پر اس مردہ جسم پر نہایت ہی ذلت کی موت کی آخری مہر لگا دی گئی۔ الاعتبار لاولی الابصار

صبح ازل کی زندگی کے ایسے واقعات جو بہاء اللہ کے برخلاف متعدد مواقع پر پیش آئے، ان کو اس خیال سے حذف کر دیا گیا ہے، کہ ان کا بیان بہائیت اور بہاء اللہ کے حالات کے بیان میں تکرار کا

لہ (نوٹ متعلقہ صفحہ ۹۹) صبح ازل پہلے بغداد پہنچا یا بہاء اللہ۔ اس کے متعلق بہائی تاریخ میں اختلاف ہے۔ یہ بیان کہ صبح ازل بغداد میں پہلے صبح ازل پہنچا اور بہاء اللہ اس کے بعد، صبح ازل کا اپنا ہے۔ لیکن براؤن اسے تسلیم نہیں کرتا بلکہ اس کے نزدیک دراصل صبح ازل پہلے بغداد میں پہنچا اور اس کے پہنچنے کے جلد ہی بعد بہاء اللہ پہنچ جاتا ہے۔ جیسا کہ اسکی تشریح براؤن نے مقالہ سیاح کی تعلیقات صفحہ ۳۷۵ کے علاوہ مرزا محمد حسین الہمدانی کی کتاب تاریخ جدید کے انگریزی ترجمہ کے دیباچہ کے صفحہ ۲۰ پر کی ہے۔ "ادارت"

بابیت

احکامات

(ملک عطاءالرحمٰن نائب ایڈیٹر)

مرزا علی محمد باب کا یہ دعویٰ تھا کہ اس کے آنے کے ساتھ تمام پہلی شریعتیں منسوخ قرار دی جاتی ہیں، اور اب صرف اور صرف اسی کی تعلیم پر چل کر خدا تعالیٰ کا قرب اور وصل حاصل ہو سکتا ہے۔ چنانچہ اس کا دعویٰ تھا کہ وہ گذشتہ تمام انبیاء سے افضل ہے۔ اس کے دعوے کو حسب ذیل چند اقتباسات میں پیش کیا جاتا ہے۔

"قدر و رتبہ آنحضرت را ملاحظہ فرما کہ قدرش اعظم از کل انبیاء و امرش اعلیٰ و ارفع از عرفان ادراک کل اولیاء است۔" (ایقان صـ۲۰۵)

یعنی باب کا مرتبہ تمام انبیاء سے بڑھ کر ہے، اور اس کا مقام تمام اولیاء کے عرفان و ادراک سے بلند اور ارفع ہے۔

"اِنَّہٗ لَسُلْطَانُ الرُّسُلِ۔" (کتاب ادعیہ محبوب)

یعنی باب تمام رسولوں کا بادشاہ ہے۔

اس کے علاوہ ایقان میں یہ دعویٰ پیش کیا گیا کہ باب سے قبل جملہ انبیاء نے علم کا ۱/۲۷ حصہ پیش کیا۔ اور باب ۲۶/۲۷ حصہ علم کا پیش کریگا۔ (ایقان صـ۲۱۲)

باب کا دعوے ان اقتباسات سے اس لئے پیش کیا گیا ہے کہ تا قارئین کرام اس دعوے سے باب کی تعلیم اور اس کے ان احکامات کا مقابلہ فرما سکیں جو نمونہ کے طور پر پیش کر رہا ہوں، اور اس طرح خود اس کے فہمیدہ مقام، اسکی بلندی و برتری، اس کے علم و حکمت کے فیضان اور معرفت و ادراک کی بلند پروازی کو ملاحظہ فرما کر موازنہ فرما سکیں، کہ اس کے دعوے کا قصر صرف اور صرف الفاظ کی بے حقیقت دیواروں پر قائم ہے۔ جو چشم بینا کی نظر میں مٹی کے چند ڈھیروں اور بوسیدہ گرے ہوئے کھنڈرات سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا۔

چند احکامات نمونۃً عرض ہیں۔ نہایت اختصار کے ساتھ باب کے الفاظ میں حسب ضرورت کسی قدر تشریح کے ساتھ:-

حکم اوّل "لَا یَجُوْزُ التَّدْرِیْسُ فِیْ کُتُبِ غَیْرِ الْبَیَانِ اِلَّا اِذَا اَنْشَئَ فِیْہِ عِلْمًا

يَتَعَلَّقُ بِعِلْمِ الْكَلَامِ وَاِنَّ مِمَّا اخْتُرِعَ مِنَ الْمَنْطِقِ وَالْاُصُولِ وَغَيْرِهَا لَمْ يُؤْذَنْ لِاَحَدٍ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔" (البیان باب ۱۰ واحد ۴)

باب کی کتاب البیان کے علاوہ کسی اور کتاب کے پڑھنے کی اجازت نہیں، اور کسی اور علم کا حاصل کرنا جائز نہیں۔ یعنی علم کی جڑوں پر ایسا تبر رکھدیا ہے کہ تا بنی نوع انسان ایسی تعلیم کو قبول کر کے شرم و حیا کے ساتھ ہزار ہا سال قبل کی جہالت کے تاریک پردوں میں اپنا منہ چھپا لے۔

حکم دوم "ایشاں کسانے را کہ بہ باب نہ ویدند نجس و واجب القتل مے دانستند۔" (نقطۃ الکاف صـ۷)۔

"در یوم ظہور حضرت اعلیٰ منطوق بیان ضرب اعناق و حرق کتب و اوراق وہدم بقاع و قتل عام را اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَصَدَّقَ بِہٖ۔" (مکاتیب جلد ۲۔ صـ۲۶۶)

یعنی جو لوگ باب پر ایمان نہ لائیں وہ واجب القتل ہیں۔ اس کے علاوہ علوم و فنون کی سب کتب جلادی جائیں۔

حکم سوم "كُلُّ مَنْ يَدْخُلُ فِيْ ذٰلِكَ الدِّيْنِ فَاِذًا يَطْهُرُ وَكُلُّ مَا نُسِبَ اِلَيْهِمْ ثُمَّ مَا نَزَلَ مِنْ يَدِهٖ غَيْرَ اَهْلِ ذٰلِكَ الدِّيْنِ اِلٰى اَهْلِ الدِّيْنِ فَاِنْ قَطَعَ النِّسْبَةَ عَنْهُمْ وَاِثْبَاتِ النِّسْبَةِ اِلَيْهِمْ يُطَهِّرُهٗ۔" (بیان باب ۱۴ واحد ۵)

ہر شخص بابی مذہب میں داخل ہوتے ہی پاک ہو جاتا ہے اور اس سے پہلے وہ اور اسکی تمام اشیاء ناپاک ہیں اور اسی طرح جو چیز کسی غیر بابی کی کسی بابی کے قبضہ میں آجائے، فوراً پاک ہو جاتی ہے۔

"اگر یوے ہزار مرتبہ در بحر داخل شوید و خارج شوید حکم طہارت جسد نمے شود۔" (بیان باب ۲ واحد ۶)

غیر بابی ہونے کی حالت میں ہزار مرتبہ نہانے سے بھی جسم کی طہارت حاصل نہیں ہو سکتی۔

حکم چہارم "کل از کل گرفتہ مے شود اِلَّا آنکہ داخل شوند در ظل دین او۔" (باب ۵ واحد ۵)

ہر غیر بابی سے اس کا مال و اسباب چھیننا جائز ہے۔ جبر و تشدد اور غصب کی کسقدر خطرناک تعلیم ہے۔

حکم پنجم "كُلُّ شَيْءٍ اَعْلَاهُ لِلنُّقْطَةِ وَاَوْسَطُهٗ لِلْحُرُوْفِ الْحَيِّ وَاَدْنَاهُ لِلْخَلْقِ۔" (باب ۴ واحد ۸)

اچھی اچھی تمام چیزیں باب کے لئے، درمیانہ قسم اس کے ۱۸ مخصوص مریدوں کے لئے، اور ادنیٰ

قسم کی باقی لوگوں کے لئے۔

حکم ششم "ہر ۱۰۰ مثقال سونے میں سے ۱۹ مثقال سونا باب اور اس کے ۱۸ مریدوں کا حق ہے، اور اگر وہ مر جائیں تو ان کے بعد انکی اولاد اسکی مقدار ہے۔" (بیان باب ۱۶ واحد ۵)۔

حکم ہفتم "قد فرض علی کل ملک یبعث فی دین البیان ان لا یجعل احد علی ارضہ لمن لم یدن بذٰلک الدین۔ وکذٰلک فرض علی ان من کلھم اجمعون الا من یتجر۔" (بیان باب ۶ واحد ۷)

ہر بابی کو اور ہر بابی بادشاہ اپنے علاقہ میں کسی غیر بابی کو آنے یا رہنے کی اجازت نہ دے سوائے تجارت پیشہ لوگوں کے لئے۔

حکم ہشتم "حول البیت لا یجوز بیعہ ومن اراد ان یرفع ھٰذا حل علیہ ان یاخذ ولو لم یرض صاحبہ۔" (بیان باب ۱۷ واحد ۴)

باب کے گھر کے گرد تمام زمینوں کی بیع و فروخت منع کر دی گئی۔ اور اگر کوئی بابی مکان بنانا چاہے تو زمین کے مالک کی رضامندی کے بغیر زبردستی مکان بنا لیا جائے۔ یعنی غصب کی انتہائی تعلیم دی گئی ہے جس پر عملدرآمد امن کو اس کی جڑوں سے اکھاڑ پھینکے۔

حکم نہم "اذا اسمعتم اسم من یظھرہ انہ من اجر بلقب القائم والحکم علی اعدا من یحزنہ فوق الارض بما یمکن۔" (باب ۱۵ واحد ۶)

بابیوں کو یہ حکم ہوا کہ آل قائم یعنی باب کے حکموں پر جو کوئی اس کو رنج پہنچائے اس کو ہر ممکن طریق سے قتل کر دیا جائے۔

حکم دہم "الباب الثامن من الواحد التاسع فی حرمۃ التریاق والمسکرات والدواء مطلقاً۔" (بیان باب ۸ واحد ۹)۔

باب نے نشہ والی چیزوں کیساتھ علاج والی ادویات کے استعمال سے بھی منع کر دیا گیا، اور اس طرح خدا تعالیٰ کے پیدا کئے ہوئے اسباب کو مفید اور کارآمد بنانے سے روک دیا۔

اختصاراً صرف دس احکامات پیش کئے گئے ہیں، تا کہ قارئین کرام اس اکمل و اعلیٰ تعلیم کو جو قرآن ایسی پاک و مطہر اور کامل ترین شریعت کے لئے بطور ناسخ جناب باب کے ذریعہ دنیا پر نازل ہوں۔ انکو ملاحظہ فرما سکیں کہ مذکورہ احکامات کسقدر نامعقول اور مجہول ہیں کہ عام عقل بھی ان کو

تسلیم نہیں کرسکتی، چہ جائیکہ اس کو خدائی احکامات اور الٰہی نوشتے قرار دئے جائیں۔ مذکورہ احکامات کا ماحصل یہی ہے، کہ دنیا پر بد امنی، تشدد، جبر، غصب اور جہالت کی اشاعت و ترویج کیجائے۔ اسلام کا جو ہر شعبۂ زندگی میں ایک سکون اور اطمینان اور تمام دنیا میں اپنوں اور بیگانوں کی تمیز کے بغیر امن اور امان کو قائم کرنے کی اٹھتے بیٹھتے ہر سانس کیساتھ تلقین کرتا ہے کے ساتھ مقابلہ کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ پاکیزہ اور خوشنما لباس کے مقابلہ میں فرسودہ اور ناپاک چیتھڑوں کا پیش کرنا جو انتہائی خوش فہمی ہے ؎ ببیں تفاوت رہ است از کجا تا بہ کجا۔

اہل قلم حضرات!

فرقان کے نئے دور میں بابیت ایک مستقل عنوان ہے جس کیلئے ہم نے مفید، پر از معلومات اور تحقیقی مضامین کا مجموعہ ہدیہ قارئین کرنا ہے۔ اہل علم حضرات کی خدمت میں عرض ہے کہ وہ اس میدان میں قلمرانی فرمائیں اور نہایت ہی ٹھوس مضامین تحریر فرما کر ہمیں باقاعدہ بھجوائیں۔ بابیت اور بہائیت ایک غلط نقش ہے جو اسلام اور قرآن ایسے روشن چہرہ کو اپنے پیچھے چھپانے کا ناکام ارادہ رکھتا ہے۔ چنانچہ باطل کے اس اقدام کو ہم نے نامراد کرنا ہے۔ لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ ہم میں سے ہر ایک جو اس میں مفید حصہ لے سکے اس جد و جہد میں ہمارے ساتھ شامل ہو تا کہ ہم جلد ہی اس نقش غلط کو ہمیشہ کے لئے مٹا دیں اور وہ چند سادہ لوح جو اس کے جھوٹے دام میں گرفتار ہیں انکو ہمیشہ کیلئے آزاد کر کے ان کے دلوں کو اسلام کی درخشاں تعلیم سے روشن کریں۔ وہ جو ہمارے ساتھ اس مہم میں شامل ہوا اس نے یقیناً اسلام، قرآن اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی خدمت کی۔ اور اپنے خدا کی رضا کو حاصل کیا۔ کیونکہ یہی وہ راہ ہے جس سے ہم اپنے خدا کو پا سکتے ہیں۔ وھو الموفق۔

"ادارت"

پتے مطلوب ہیں!

مجلس رفقائے احمدؑ کے فیصلہ کیمطابق رسالہ فرقان کا ایک حصہ ردّ بہائیت کیلئے مقرر کیا گیا ہے، چنانچہ اس امر کی اطلاع کی گئی تھی کہ جن احباب کو بہائیوں اور بابیوں کا علم ہو انکے پتے ہمیں بھجوا دیں تا کہ ہم رسالہ فرقان انکے نام مفت جاری کر سکیں۔ اب پھر دوبارہ اسکی یاد دہانی عرض ہے۔ کہ جن احباب کو بہائیوں اور بابیوں کے جسقدر پتے معلوم ہوں یا ان میں سے جو زیر تبلیغ ہوں انکے پتے جلد ہی رسالہ ہذا کو بھجوا دیں تا کہ حصہ بہائیت کے پیش نظر مقصد کے لئے مفید بنائے جا سکیں۔

امید ہے کہ مخاطب حضرات پوری مستعدی کے ساتھ اس ضمن میں ہمارے ساتھ تعاون کریں گے۔

جزاھم اللہ احسن الجزاء

خاکسار مرزا وسیم احمد نائب سیکرٹری
مجلس رفقائے احمدؑ۔ قادیان

مُصلح موعُود نامہ

فرقان کی آیندہ اشاعت "مصلح موعود نامہ" ہوگی۔ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تعالیٰ

سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ ہمارا آقا اور ہمارا محبوب امام ہی اس ربانی وعدہ کا مصداق ہے جس کے ہاتھ میں اللہ تعالیٰ نے اسلام کی آیندہ شوکت و عظمت کی کلید دی ہے۔ چنانچہ اب جبکہ اس عظیم الشان پیشگوئی کا خدائی ارادہ کے ماتحت انکشاف ہو چکا ہے ہم نے اسکی عظمت اور حقیقت کو زمین کی تمام وسعتوں میں پھیلانا ہے تاکہ وہ حقیقی مقصد جو اس پیشگوئی کے ساتھ خدا تعالیٰ کے حضور مقدر رہی تا اس کو ہم جلد تر حاصل کر سکیں۔ "مصلح موعود نامہ" ہماری مخلصانہ مساعی کا مرقع ہوگا جس میں اس پیشگوئی کی حقیقت اور صداقت کو ہم نے ہدیہ احباب کرنا ہے۔

علم و عرفان کے حقیقی گوہر نثار

۱۔ سیدہ محترمہ حضرت ام المومنین مدظلہا اللہ تعالیٰ ۔ ۲۔ سیدہ محترمہ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ سلمہا اللہ تعالیٰ

۳۔ حضرت میرزا بشیر احمد صاحب ۴۔ صاحبزادہ حافظ میرزا ناصر احمد صاحب

کے بیش قیمت مضامین ہماری کامیاب مساعی کا عنوان ہونگے۔ انشاء اللہ۔

احباب سلسلہ کا فرض ہے

کہ وہ اس کی کثرت کے ساتھ وسیع ترین حلقہ میں اشاعت کے لئے ہمارے ساتھ ممکن تعاون فرمائیں اور وہ اسطرح کہ اسکی

مُفت اشاعت کے لئے عطایا

اور

سعید طبع احباب کے پتے

ہمیں ۱۰ ارشہادت (اپریل) سے قبل قبل بھجوادیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

(حکیم عبداللطیف شہید منشی فاضل پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپایا۔ اور دفتر رسالہ فرقان قادیان سے شائع کیا۔)

لا اله الا الله محمد رسول الله

اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا

فرقان

جلد ۲ نمبر ۳

اپریل

مصلح موعود نمبر

رفقائے احمد کا ماہنامہ

قادیان

مصلح موعود نمبر

مدیر
مولوی عبد المنان صاحب عمر ایم۔ اے
ماہ شہادت ۱۳۲۴ ہش
اپریل ١٩٤٥ء

ترتیب عنوانات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم فرقان نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم
جلد ۴ نمبر ۴

ایک دردمندانہ گذارش

کیا شک ہے ماننے میں تمہیں اس "مسیح" کے
جس کی مماثلت کو خدا نے بتا دیا

خدا کی رضا مندی کے عطر سے ممسوح۔ اس کی تائید سے مشرف۔ اور خلعت خلافت سے سرفراز محمود مصلح موعود ہے۔ خود خدا نے اس کا یہ نام رکھا ہے اور اپنی جناب سے اس مقام سے اسے نوازا ہے۔ پسر موعود کی جو علامات بتائی گئی تھیں وہ ایک ایک کر کے اس پر صادق آتی ہیں۔ اس کے لئے ضروری تھا کہ خلعت امامت سے سرفراز ہو۔ آج سے تیس سال پہلے ایک با اثر حلقہ کی تمامتر مخالفتوں کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اسے ردائے خلافت پہنا کر اپنی فعلی شہادت سے اس کے حق میں گواہی دی۔ وہ اولوالعزم ہے۔ دشمن تک اس کا اعتراف کرتے ہیں۔۔۔۔

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

غرض مصلح موعود کی وہ کونسی علامت ہے جو اس وجود با جود میں نہیں پائی جاتی۔ یہ علامتیں اپنی ذات میں بالکل صاف اور اپنے مصداق پر پوری طرح منطبق ہیں۔ لیکن ایک خدا ترس کے لئے کافی ہے کہ ہمارے پیارے آقا کا جگر گوشہ بڑی تحدّی اور بڑے زور سے مؤکد بعذاب حلف اُٹھا کر وحی و الہام پر اپنے اس دعویٰ کی بنیاد رکھتا ہے اور خدائے واحد قہار کی قسم کھا کر کہتا ہے۔۔۔۔

بیشک ہر شخص کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کہدے کہ امام جماعت احمدیہ اپنے اس

دعویٰ میں (نعوذ باللہ) مفتری ہیں۔ لیکن اگر کسی کا یہ خیال ہے تو اسے جرأت کے ساتھ سامنے آنا چاہیئے اور بالمقابل ایسا اعلان کرنا چاہیئے۔ بڑے خوف اور خشیت کا مقام ہے اِنْ يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ وَاِنْ يَّكُ .... خدا کی شہادت کا انکار تلوار کی تیز دھار پر ہاتھ مارنے سے زیادہ مہلک ہے۔ اور تصفیہ قلب کا انتہائی نقطہ اور بصیرت صدیقی کا مقام یہی ہے کہ نفسانی قیل و قال چھوڑ کر انسان الٰہی آواز کے آگے سر تسلیم خم کر دے۔

آج تک ہمارے غیر مبائع دوست مصلح موعود کی پُر عظمت پیشگوئی سے محض اس بنا پر پہلوتہی کرتے رہے کہ اس پیشگوئی کے مصداق کے لئے خود دعویٰ کرنا ضروری ہے۔ ہرچند کہ ان کا یہ عذر حد درجہ بے قیمت تھا لیکن اب کہ الٰہی الہام کی بنا پر اس دعویٰ کا اعلان کر دیا گیا ہے۔ ہر دوست کا فرض ہے کہ خدا کی اس قرنا کا شنوا ہو اور لبیک اللھم لبیک کہتا ہوا اپنے دامن کو اس کے دامن سے وابستہ کر لے۔

یاد رکھو مصلح موعود کے وجود سے اسلام کی ترقی و اشاعت کے بہت سے پہلو وابستہ ہیں اور اس کا وجود الٰہی سلسلہ کی اشاعت کا ایک زبردست ذریعہ بننے والا ہے اس کی آواز سے بے پرواہی یا علیحدگی اسلام کی اشاعت میں مزاحم ہونے کے مترادف ہے اب ہر شخص دیکھ لے کہ وہ کونسی راہ اختیار کرنا چاہتا ہے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آیندہ تین سو سال کے عرصہ میں کسی وقت پسر موعود کا ظہور ہوگا۔ میرے بھائیو۔ سادہ اور بے خبر آدمیوں کی طرح اپنے وقتوں کو اس امید پر ضائع مت کرو۔ کہ کسی آنے والے وقت میں پسر موعود ظاہر ہوگا جسے آنا تھا وہ آچکا۔ یہ بھی یاد رکھو اس کا بلاوا وقت کی بے اثر آواز نہیں۔ دانا ہے وہ جو اسے اس کے ظہور کے وقت قبول کرتا ہے۔ اور مبارک ہے جو اشاعت اسلام کے کام میں اس کا شریک ہو کر اپنے مولیٰ کو راضی کر لیتا ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ انکار کے یہ سارے پہلو اس بات کا نتیجہ ہیں کہ دو خط جب زاویہ پیدا کر لیتے ہیں تو ان کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ ان کا باہمی فرق اور فاصلہ بھی بڑھتا جاتا ہے گزشتہ تیس کی جد و جہد نے ہمارے غیر مبائع بھائیوں کو ہم سے بہت دُور کر دیا ہے لیکن اب پھر اللہ تعالےٰ نے اتحاد و اتفاق کا ایک موقعہ پیدا کر دیا ہے۔ قوم میں مصلح موعود کے لئے ایک حالت منتظرہ باقی تھی

اور اب خشک دلائل کے زور سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے خاص اعلام و الہام کی بنا پر مصلح موعود کا دعویٰ ہو چکا ہے۔ تو اپنے غیر مبائع بھائیوں سے میری دردمندانہ گذارش ہے کہ اسے افتراق کا نہیں بلکہ اتحاد کا۔ اختلاف کا نہیں بلکہ ائتلاف کا وسیلہ بنانے کی کوشش کی جائے۔ اور ان تمام مخلص اور دردمند دوستوں سے جن کے دل میں مسیح موعود کی جماعت میں افتراق دیکھ کر دکھ پیدا ہوتا ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ **باہمی آویزش کی ہر کشمکش** کا خاتمہ ہو۔ میری التماس ہے کہ وہ آگے بڑھیں اور اس محکم بنیاد پر جماعت کے اتحاد و ائتلاف کی عمارت کو اٹھانے کی کوشش فرمائیں۔

آخر میں مَیں بڑے دردمند دل کے ساتھ عرض کرتا ہوں۔ کہ ہمارے غیر مبائع دوست نفسانیت سے دُور ہو کر اپنے سینوں کو بغض و عداوت سے صاف کر کے اس تمام رسالہ کو پڑھیں۔

دردمندی سے ہم نے لکھا ہے

•

اور اگر پھر بھی انہیں طمانیت قلب حاصل نہ ہو تو پھر بھی وہ شکستہ خاطر نہ ہوں۔ المومن یری و یُریٰ لہٗ کا دروازہ اب بھی کھلا ہے وہ اپنے سینوں کو بغض و عناد سے دھو کر اور بکلی خالی النفس ہو کر ہدایت کے لئے **آسمانی روشنی** کو طلب کریں۔ اور دعا و استخارہ میں لگ کر رفع شکوک کے لئے اسی صورت کو اختیار کریں۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب نشان آسمانی کے صفحہ ۳۸ پر بیان فرمائی ہے۔ اوّل توبۂ نصوح کر کے رات کے وقت دو رکعت نماز پڑھیں جسکی پہلی رکعت میں سورۃ یٰس اور دوسری رکعت میں اکیس مرتبہ سورۃ اخلاص ہو۔ اور پھر بعد اسکے تین سو مرتبہ درود شریف اور تین سو مرتبہ استغفار پڑھ کر خدا تعالیٰ سے یہ دُعا کریں کہ اے قادر کریم تو پوشیدہ حالات کو جانتا ہے اور ہم نہیں جانتے۔ اور مقبول اور مردود اور مفتری اور صادق تیری نظر سے پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔ پس ہم عاجزی سے تیری جناب میں التجا کرتے ہیں کہ اس شخص کا تیرے نزدیک کہ جو مسیح موعود اور مہدی اور مجدد الوقت ہونے کا دعویٰ کرتا ہے) کیا حال ہے۔ کیا صادق ہے یا کاذب۔ اور مقبول ہے یا مردود۔ اپنے فضل سے یہ حال رؤیا یا کشف۔ یا الہام سے ہم پر ظاہر فرما۔ تا اگر مردود ہے تو اسکے قبول کرنے سے ہم گمراہ نہ ہوں۔ اور اگر مقبول ہے اور تیری طرف سے ہے تو اس کے انکار اور اسکی اہانت سے ہم ہلاک نہ ہو جائیں۔ ہمیں ہر ایک قسم کے فتنہ سے بچا۔ اور ہر ایک قوت تجھ کو ہی ہے۔ آمین۔

اولاد مبشرہ

اَللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ

"اِنَّ اللّٰہَ لَا یُبَشِّرُ لِلْاَنْبِیَآءِ وَلِلْاَوْلِیَآءِ بِذُرِّیَّۃٍ اِلَّا اِذَا قَدَّرَ تَوْلِیْدَ الصّٰلِحِیْنَ" (آئینہ کمالات اسلام ص۵۷۹ حاشیہ)

رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ۝ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ۝ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ۔ (صٰفٰت ع۳)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس بشارت سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام عطا ہوئے۔

وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ط وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ۝ (ہود ع۷)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کو اس بشارت سے حضرت اسحٰق علیہ السلام ہی نہیں بلکہ ایک سلسلہ انبیاء کا عطا ہوا۔

يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ﰳاسْمُهٗ يَحْيٰى (مریم ع۱)

حضرت زکریا علیہ السلام کو اس بشارت سے حضرت یحییٰ علیہ السلام عطا ہوئے۔

سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائیگا تذکرہ ص۱۴۰

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس بشارت سے حضرت مصلح موعود ایدہ الودود عطا ہوئے

پسر موعود

سید ولد آدم حضرت خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم

ینزل عیسیٰ ابن مریم الی الارض یتزوج ویولد لہ

(مشکوٰۃ باب نزول عیسیٰ بن مریم)

"مصلح موعود"

(سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں۔ اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ سو میں نے تیری تضرعات کو سنا۔ اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایۂ قبولیت جگہ دی۔ اور تیرے سفر کو (جو ہوشیارپور اور لدھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کردیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح و ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر! تجھ پر سلام۔ خدا نے یہ کہا۔ تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجے سے نجات پاویں۔ اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں۔ باہر آویں۔ اور تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو۔ اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے۔ اور تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں۔ جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔ اور تا وہ یقین لائیں۔ کہ میں تیرے ساتھ ہوں۔ اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان لاتے۔ اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفیٰؐ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ..

ایک کھلی نشانی ملے۔ اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔

سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائیگا ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل سے ہوگا۔ اسکے ساتھ فضل ہے جو اسکے آنے کے ساتھ آئے گا۔ وہ صاحبِ شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔ اور اپنے مسیحی نفس اور رُوح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے۔ کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اُسے کلمۂ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا اور دل کا حلیم۔ اور علومِ ظاہری باطنی سے پُر کیا جائے گا۔ اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا (اس کے معنے سمجھ میں نہیں آئے) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند مَظْهَرُ الْاَوَّلِ وَالْاٰخِرِ۔ مَظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعَلَاءِ كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی رُوح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا وہ جلد جلد بڑھے گا۔ اور اسیروں کی رُستگاری کا موجب ہوگا۔ اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائینگی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اُٹھایا جائے گا۔ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا۔"

اَنَا الْمَسِیْحُ الْمَوْعُوْدُ مَثِیْلُہٗ وَ خَلِیْفَتُہٗ

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اطال اللہ بقاءہ واطلع شموس طالعہ

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جنوری ۱۹۴۴ء کے پہلے ہفتہ میں جمعرات اور جمعہ کی درمیانی شب کو ایک رؤیا دیکھا۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے حضور کو "مصلح موعود" کی خلعت عطا فرمائی۔ چنانچہ حضور نے جب "مصلح موعود" کا اعلان فرمایا تو اپنی اس رؤیا کو بیان فرماتے ہوئے افتتاحاً یہ فرمایا کہ

"چونکہ بعض نبوتیں اور الٰہی تقدیریں اس بات کے بیان کرنے سے وابستہ ہیں۔ اس لئے میں اس کے بیان کرنے سے باوجود اپنی طبیعت کے انقباض کے رُک بھی نہیں سکتا۔ چونکہ اس رؤیا کا تعلق بعض اہم امور سے ہے۔ نہ صرف ایسے اہم امور سے جو کہ میری ذات سے تعلق رکھتے ہیں۔ بلکہ ایسے امور سے بھی جو بعض سابق انبیاء کی ذات اور انکی پیشگوئیوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ بلکہ آئندہ رونما ہونے والے دنیا کے اہم حالات سے بھی تعلق رکھتے ہیں۔ اس لئے میں مجبور ہوں کہ اس رؤیا کا اعلان کروں۔ اور میں نے اس اعلان سے پہلے خدا تعالیٰ سے اس بارہ میں دعا بھی کی ہے۔ اور استخارہ بھی کیا ہے۔ تا کہ اس معاملہ میں مجھ سے کوئی بات خدا تعالیٰ کے منشاء اور اسکی رضاء کے خلاف نہ ہو۔" ان افتتاحی ارشادات کے بعد حضور نے اپنا رؤیا بیان فرمایا۔ رؤیا کو بیان فرمانے کے بعد حضور نے فرمایا

"اس خدائی الہام نے وہ بات جو ہمیشہ میرے سامنے پیش کی جاتی تھی۔ اور جس کا جواب دینے سے ہمیشہ میری طبیعت انقباض محسوس کیا کرتی تھی آج میرے لئے بالکل حل کر دی ہے۔ یعنی اس الہام الٰہی سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ پیشگوئی جو مصلح موعود کے متعلق تھی۔ خدا تعالیٰ نے میری ہی ذات کے لئے مقدر کی ہوئی تھی خدا تعالیٰ نے اپنی مشیت کے ماتحت آخر اس امر کو ظاہر کر دیا۔ اور مجھے اپنی طرف سے علم بھی دیدیا کہ مصلح موعود سے تعلق رکھنے

والی پیشگوئیاں میرے متعلق ہیں۔ آج پہلی دفعہ میں نے وہ تمام پیشگوئیاں پڑھیں۔ اور اب ان پیشگوئیوں کو پڑھنے کے بعد میں خدا تعالیٰ کے فضل سے یقین اور وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے یہ پیشگوئی میرے ذریعہ سے ہی پوری کی ہے۔ میں نے تو اس بارے میں اتنی احتیاط کی کہ جو پیشگوئیاں پوری ہو رہی تھیں میں نے ان سے بھی اپنی آنکھیں بند کرلیں۔ اور میں نے کہا کہ جب تک خدا مجھے نہیں بلوائیگا میں ان پیشگوئیوں کے متعلق کچھ نہیں کہونگا۔

میں نے اپنے دل میں کہا۔ اگر میرے چپ رہنے سے ان پیشگوئیوں کی عظمت ثابت ہوتی ہے تو پھر میرے بولنے سے کیا فائدہ۔ اور اگر میرے بولنے کے بغیر ان پیشگوئیوں کی عظمت ثابت نہیں ہو سکتی۔ تو بلوانے والا آپ بلوائے گا۔ میں خود کیوں بولوں۔ پس اگر میرے نہ بولنے سے خدا تعالیٰ کا منشا پورا ہو جانا تھا تو میرا بولنا سوء ادبی اور کبر ہوگا۔ اور اگر میرے چپ رہنے سے نہیں بلکہ بولنے سے خدا تعالیٰ کا منشاء پورا ہونا تھا تو پھر جس کا یہ کام تھا۔ اس کا یہ بھی کام تھا کہ وہ میری زبان کھلواتا۔" (خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۸ تبلیغ ۱۳۲۳ہش)

اعلان جلسہ ہوشیارپور

"میں اس واحد اور قہار خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جسکے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میں نے جو رؤیا بتائی ہے وہ مجھے اسی طرح ہوئی ہے اِلّا ماشاء اللہ۔ کچھ خفیف سا فرق نظارہ کے بیان کرنے میں ہو گیا ہو۔ تو علیحدہ بات ہے پس میں خدا کے حکم کے ماتحت قسم کھا کر یہ اعلان کرتا ہوں کہ خدا نے مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس پیشگوئی کے مطابق آپ کا وہ موعود بیٹا قرار دیا ہے جس نے زمین کے کناروں تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نام پہنچانا ہے۔"

اعلان جلسہ لاہور

"میں اسی واحد اور قہار خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جسکی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے۔ اور جس پر افترا کرنے والا اس کے عذاب سے بچ نہیں سکتا۔ کہ خدا نے مجھے اس شہر لاہور میں ۱۳ ٹیمپل روڈ پر شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ کے مکان میں یہ خبر دی کہ میں ہی "مصلح موعود" کی پیشگوئی کا مصداق ہوں۔ اور میں ہی وہ مصلح موعود ہوں جس کے ذریعہ اسلام دنیا کے کناروں تک پہنچے گا۔ اور توحید دنیا میں قائم ہوگی۔"

اعلان جلسہ دہلی

"میں خدا سے خبر پاکر اعلان کرتا ہوں۔ کہ وہ پیشگوئی جس کا ذکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں فرمایا تھا۔ پوری ہوگئی ہے خدا تعالیٰ نے رؤیا میں اطلاع دی ہے۔ کہ مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق میں ہی ہوں۔ میں اُس خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کی قسم کھا کر کہتا ہوں جسکی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے۔ کہ یہ رؤیا جس کا ذکر میں نے کیا ہے خدا نے مجھے بتایا ہے۔ میں نے خود نہیں بنایا۔ اگر میں اس بیان میں سچا ہوں اور آسمان و زمین کا خدا شاہد ہے کہ میں سچا ہوں۔ تو یاد رکھنا چاہیئے کہ آخر ایک دن میرے اور میرے شاگردوں کے ذریعہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کا کلمہ ساری دنیا پڑھے گی۔ اور ایک دن آئیگا جب ساری دنیا پر اس طرح پر بلکہ اس سے بھی زیادہ شان کے ساتھ اسلام

"میں ہی مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق ہوں"

سیدنا حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ الودود

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رحمت کے جس نشان کی خدا تعالیٰ سے اطلاع پاکر پیشگوئی فرمائی۔ اس پیشگوئی میں مذکورہ علامات کی تصدیق سیدنا حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے مبارک الفاظ میں پیش ہے۔

صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا

"رویاء میں یہ بھی دکھایا گیا کہ ایک قوم ہے جس کا میں ایک شخص کو لیڈر مقرر کرتا ہوں اور ان الفاظ میں جیسے ایک طاقتور بادشاہ اپنے ماتحت کو کہہ رہا ہو اُسے کہتا ہوں۔ اے عبداً شکوراً تم میرے سامنے اس بات کے ذمہ دار ہوگے کہ تمہارا ملک قریب ترین عرصہ میں توحید پر ایمان لے آئے۔ شرک کو ترک کردے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیم پر عمل کرے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات کو اپنے مدنظر رکھے۔ یہ "صاحب شکوہ اور عظمت" کے ہی کلمات ہو سکتے ہیں۔"

مسیحی نفس

"میں نے دیکھا کہ میری زبان پر یہ فقرہ جاری ہوا ہے وَاَنَا الْمَسِیْحُ الْمَوْعُوْدُ مَثِیْلُہٗ وَ خَلِیْفَتُہٗ۔ ان الفاظ کا میری زبان پر جاری ہونا میرے لئے اس قدر عجوبہ تھا ظاہر میں تو ہو ہی سکتا ہے لیکن خواب میں ہی میری ایسی کیفیت ہوگئی کہ قریب تھا اس تعلگہ سے میں جاگ اُٹھتا۔ کہ میرے منہ سے یہ کیا الفاظ نکل گئے ہیں۔ بعد میں بعض دوستوں نے توجہ دلائی کہ مسیحی نفس ہونے کا ذکر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں بھی آتا ہے۔"

روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کریگا

"روح الحق توحید کی روح کو کہا جاتا ہے اور سچی بات یہ ہے کہ اصل چیز خدا تعالیٰ کا وجود ہے باقی سب چیزیں اظلال اور سائے ہیں۔ پس روح الحق سے مراد توحید کی روح ہے جس کے متعلق کہا گیا تھا کہ وہ اسکی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کریگا ..... میں نے کہا عبد الشکور! اب میں آگے جاؤنگا اور جب اس سفر سے واپس آؤنگا تو دیکھونگا کہ اس عرصہ میں تُو نے توحید کو قائم کر دیا ہے اور اسلام اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تبلیغ کو لوگوں میں راسخ کر دیا ہے۔"

علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائیگا

"خواب میں میں بڑے زور سے کہہ رہا ہوں کہ میں وہ ہوں جسے علوم اسلام اور علوم عربی اور اس زبان کا فلسفہ ماں کی گود میں اس کی دونوں چھاتیوں سے دودھ کے ساتھ پلائے گئے۔"

جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا

"رویاء میں میری زبان پر تصرف کیا گیا۔ اور میری زبان سے خدا تعالیٰ نے بولنا شروع کر دیا۔ پھر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ نے میری زبان سے کلام فرمائی۔ پھر

حضرت مسیح موعود علیہ السلام آئے۔ اور آپ نے میری زبان سے بولنا شروع کر دیا۔ یہ جلال الٰہی کا ایک عجیب ظہور تھا۔"

ہم اُسمیں اپنی روح ڈالیں گے

" یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ اس پر کلام الٰہی نازل ہوگا۔ اور رؤیا میں اس کا بھی ذکر آتا ہے۔ چنانچہ الٰہی تصرف کے ماتحت رؤیا میں مَیں سمجھتا ہوں کہ اب میں نہیں بول رہا۔ بلکہ خدا تعالےٰ کی طرف سے الہامی طور پر میری زبان پر باتیں جاری کی جارہی ہیں ..... پھر پیشگوئی کا یہ حصہ بھی پیشگوئی کے ان الفاظ کی تصدیق کرتا ہے کہ رؤیا میں مَیں یہ سمجھتا ہوں کہ ہر قدم جو میں اٹھا رہا ہوں وہ کسی پہلی وحی کے مطابق اٹھا رہا ہوں .....

پہلا الہام اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی ایک علامت یہ بھی بتائی گئی تھی کہ وہ خدا تعالےٰ کے کلام سے مشرف ہوگا۔ میں دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا یہ سلوک میرے ساتھ دیر سے چلا آرہا ہے ......

سب سے پہلی چیز جو اس منصب کی طرف اشارہ کرتی ہے وہ میرا ایک الہام ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں مجھے ہوا۔ اور میں نے جا کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بتا دیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کو اپنے الہامات کی کاپی میں لکھ لیا ...... اس الہام میں میرے اس منصب کی طرف اشارہ تھا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے ملنے والا تھا۔ وہ الہام یہ تھا۔ اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ ..... اللہ تعالےٰ نے اس طرف اشارہ فرمایا تھا کہ اللہ تعالےٰ تم کو ایک نبی بنائی جماعت دیدیگا ..... اور جس دن یہ جماعت تیرے سپرد ہوگی اُسی دن سے تجھے ماننے والوں کا تیرے مخالفوں پر غلبہ شروع ہو جائے گا ..... اس میں اسی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالےٰ ایک دن مجھے ظلّی طور نبیوں کا یعنی حضرت مسیح ناصری اور مسیح محمدی کا نام دینے والا ہے۔

دوسرا الہام (ایک اور) الہام جو مجھے اسی رنگ میں۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد ہوا وہ یہ ہے کہ اعملوا آلَ داؤد شکراً ...... اس الہام کے ذریعہ اعملوا کہہ کر اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے منشاء پر پوری طرح عمل کرنے کا حکم دیا۔ اور آلَ داؤد کہہ کر اللہ تعالےٰ نے مجھے حضرت سلیمان علیہ السلام سے مشابہت دی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کے بعد خلیفہ ہوئے اور انکے بیٹے بھی تھے۔"

جلد جلد بڑھیگا " رؤیا میں یہی نہیں کہ میں تیزی سے چلتا ہوں بلکہ دوڑتا ہوں اور زمین میرے قدموں تلے سمٹتی چلی جاتی ہے۔"

زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا " رؤیا میں مَیں نے دیکھا کہ میں بعض غیر ملکوں کی طرف گیا ہوں اور پھر وہاں بھی میں نے اپنے کام کو ختم نہیں کیا بلکہ میں اور آگے جانیکا ارادہ کر رہا ہوں ..... حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے جو کلام نازل فرمایا۔ اس میں بھی اس طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے "وہ زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا" یہ الفاظ بھی اس کے دُور دُور جانے ..... کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔" (خطبہ جمعہ فرمودہ ۴ ہر تبلیغ ۱۳۲۳ ہش)

"خدا تیری سب مرادیں پوری کردیگا"

(تذکرہ صفحہ ۴۷۸)

خدایا تیرے فضلوں کو کروں یاد
بشارت تو نے دی اور پھر یہ اولاد

کہا ہرگز نہیں ہوں گے یہ برباد
بڑھیں گے جیسے باغوں میں ہوں شمشاد

میری اولاد سب تیری عطا ہے
ہر اک تیری بشارت سے ہوا ہے

بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا
جو ہوگا ایک دن محبوب میرا

کرونگا دُور اس مہ سے اندھیرا
دکھاؤنگا کہ اک عالم کو پھیرا

وہ ہوں میری طرح دیں کے منادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

لختِ جگر ہے میرا محمود بندہ تیرا
دے اس کو عمر و دولت کر دُور ہر اندھیرا

دن ہوں مرادوں والے پُرنُور ہو سویرا
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

اے میرے دل کے پیارے اے مہرباں ہمارے
کر ان کے نام روشن جیسے کہ ہیں ستارے

فضل کر کہ ہوویں نیک و گہر یہ سارے
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

اے میری جاں کے جانی اے شاہ دو جہانی
کر ایسی مہربانی ان کا نہ ہووے ثانی

دے بخت جاودانی اور فیض آسمانی
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

اہلِ وقار ہوویں فخرِ دیار ہوویں
حق پر نثار ہوویں مولیٰ کے یار ہوویں

بابرگ و بار ہوویں اک سے ہزار ہوویں
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

یہ تینوں تیرے چاکر ہوویں جہاں کے رہبر
یہ ہادیٔ جہاں ہوں یہ ہوویں نُور یکسر

یہ مرجع شہاں ہوں یہ ہوویں مہرِ انور
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

وصیّت

حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ

الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

خاکسار بقائمی حواس لکھتا ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

میرے بچے چھوٹے ہیں ہمارے گھر مال نہیں

ان کا اللہ حافظ ہے ان کی پرورش یتامیٰ و مساکین فنڈ سے نہ ہو

کچھ قرضہ حسنہ جمع کیا جاوے لائق لڑکے ادا کریں

یا کتب جائداد وقف علی الاولاد ہو

میرا جانشین متقی ہو ہر دلعزیز عالم باعمل

حضرت صاحب کے پرانے اور نئے احباب سے سلوک

چشم پوشی درگزر کو کام میں لاوے

میں سب کا خیرخواہ تھا وہ بھی خیرخواہ رہے

قرآن و حدیث کا درس جاری رہے

والسلام

نورالدین ۴ مارچ ۱۹۱۴

[illegible]

وصیت حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۴ مارچ کو اپنی وفات سے نو روز قبل ایک وصیت تحریر فرمائی تھی۔ اس کا اصل مسودہ حضرت حجۃ اللہ نواب محمد علی خاں صاحب رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھا۔ جو ان کی وفات کے بعد ان کے کاغذات میں سے ملا ہے۔ اس وصیت کا عکس مقابل کے صفحہ ۱۴ پر دیا گیا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ نے یہ وصیت نامہ بیماری کی حالت میں تحریر فرمایا تھا۔ اس لئے چند الفاظ سہواً لکھنے سے رہ گئے۔ چنانچہ اس وصیت نامہ کو جو الفاظ کہ سہواً رہ گئے ہیں ان کے سمیت ذیل میں دیا جاتا ہے

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

خاکسار بقائمی حواس لکھتا ہے۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ میرے بچے چھوٹے ہیں۔ ہمارے گھر مال نہیں۔ ان کا اللہ حافظ ہے ان کی پرورش امداد یتامیٰ و مساکین سے نہ ہو۔ کچھ قرضہ حسنہ جمع کیا جاوے۔ لائق لڑکے ادا کریں یا کتب۔ جائداد وقف علی الاولاد ہو۔

میرا جانشین متقی ہو۔ ہر دلعزیز ہو۔ عالم باعمل ہو حضرت صاحب کے پرانے اور نئے احباب سے سلوک۔ چشم پوشی۔ درگذر کو کام میں لاوے۔ میں سب کا خیر خواہ رہا تھا وہ بھی خیر خواہ رہے۔ قرآن و حدیث کا درس جاری رہے والسلام

نور الدین ۴ مارچ بعد اعلان

گواہ شد محمد علی خاں۔ گواہ شد مرزا محمود احمد ۱۴/۳/۴ گواہ شد مرزا یعقوب بیگ ۱۴/۳/۴۔ گواہ شد محمد علی ۱۴/۳/۴"

حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اس وصیت میں کس وضاحت کے ساتھ اپنی اس رائے کا اظہار فرمایا ہے کہ حضور کے بعد انجمن آپ کی قائمقام نہ ہوگی۔ آپ کے بعد آپ کا جانشین ایک ایسا فرد ہو جو متقی ہو۔ ہر دلعزیز ہو۔ عالم باعمل ہو حضرت مسیح موعودؑ کے صحابہ سے حسن سلوک کرنیوالا ہو وہ شخص جس کو خدا تعالےٰ نے اپنے مسیح کے بعد اس کا قائم مقام بنایا۔ خداداد علم اور معرفت کے ماتحت اس کے راسخ عقیدہ کے مقابلہ پر ان لوگوں کی رائے کیا وقعت رکھتی ہے جو بزعم خود اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہوں۔ پس خدا کے قائم کردہ کی رائے خدا کی رائے ہے اور خدا کی رائے کے مقابلہ پر کسی اور کی رائے ایک فاسد رائے اور باطل خیال سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتی

حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے اپنی وصیت میں درحقیقت خدائی ایماء کا اظہار فرمایا ہے۔ کہ آپ کے بعد

(باقی صفحہ ۱۷ پر)

مصلح موعود کی تعیین

اور

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے صحابہ کی شہادات

اس عنوان کے ماتحت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کبار میں سے بعض کی شہادتیں پیش کی جاتی ہیں۔ کہ اس پیشگوئی کے شائع ہونے پر اس وقت کے حالات اور واقعات کے اثر کے ماتحت یا جب بھی انہوں نے اس پیشگوئی پر غور فرمایا ان کی کیا رائے تھی۔ اس پیشگوئی کا مصداق وہ کس کو سمجھتے رہے۔ "ادارات"

حضرت مفتی محمدؐ صادق صاحب

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں آپ کے صحابہ اس پیشگوئی کو بہت دلچسپی سے پڑھا کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ اس میں ایک ایسے شخص کی خبر دی گئی ہے جو مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہوگا۔ اور ہم سمجھا کرتے تھے۔ کہ مصلح موعود حضور علیہ السلام کے صاحبزادوں میں سے ہی ہوگا۔ نہ جیسا کہ آج مولوی محمد علی صاحب کہتے ہیں کہ ہزار سال یا دو چار ہزار سال بعد ہوگا۔ مجھے یقین ہے کہ اس زمانہ میں مولوی محمد علی صاحب بھی وہی کچھ سمجھتے تھے جو ہم سمجھتے تھے۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ کو چھوٹی عمر میں ہی رویا و کشوف ہوتے تھے۔ اور میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کسی کتاب کے خالی اوراق پر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے رویا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قلم سے لکھے ہوئے خود دیکھے تھے پس ابتدائی زمانہ میں صحابہ مسیح موعود کا وہی خیال تھا جو آج پورا ہوا۔" (الفضل ۲۲ فروری ۱۹۴۵ء)

حضرت مولوی محمد سرور شاہ صاحب

"حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں ہی میرا یہی اعتقاد تھا کہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب ہی مصلح موعود ہیں میں نے انہی دنوں میں اس پیشگوئی پر اچھی طرح غور کیا تھا۔ اس غور کے نتیجہ میں میں اس اعتقاد پر پہنچا تھا کہ مصلح موعود آپ ہی ہیں۔"

حضرت سیٹھ اسمٰعیل آدم صاحب بمبئی

"حضرت خلیفۃ المسیح الثانی والمصلح موعود ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی شادی کی تقریب سال ۱۹۰۲ء میں جب منائی گئی تو اس وقت میں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے سر پر بطور دولہا پہنانے کے لئے ایک ٹوپی سرخ مخمل کی بنوا کر بمبئی سے بھیجی تھی۔ اور اس ٹوپی پر حضرت مسیح موعودؑ کا ایک الہامی فقرہ لکھوایا جو مصلح موعود کے متعلق تھا۔ اور وہ فقرہ یہ ہے:- مظہر الحقِّ والعلاء کانّ اللہ نزل من السّماء

جو اس امر کی دلیل ہے - کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت میں ہی میرا اور دیگر صحابہؓ کرام کا بھی یہی خیال تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز ہی مصلح موعود کی پیشگوئی کے مصداق ہیں -

گذشتہ فروری ۴۵ء کا ذکر ہے - جب مولوی محمد علی صاحب بمبئی آئے اور مجھ سے جب ملنے آئے تو میں نے اُن سے اس ٹوپی اور الہام کا ذکر کیا - اور اس ٹوپی کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کے دست مبارک کا لکھا ہوا خط مولوی صاحب کو دکھایا - اور پوچھا کہ کیا آپ کو یہ امر یاد ہے کہ میں نے یہ الفاظ ٹوپی پر لکھ کر بھیجے تھے اور میاں صاحب نے اس ٹوپی کو پہنا - اور حضرت مسیح موعودؑ نے اس پر شکریہ کا خط لکھا - مولوی محمد علی صاحب نے یہ بات سُن کر اور خط دیکھکر اس کا انکار نہ کیا اور خاموشی اختیار کی "

حضرت پیر منظور محمدؓ صاحب

مکرم پیر منظور محمد صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کیا کہ "مجھے آج حضرت اقدس کے اشتہارات کو پڑھکر پتہ مل گیا ہے کہ **پسر موعود میاں صاحب ہی ہیں**" - تو حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے فرمایا - "ہمیں تو پہلے ہی سے معلوم ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ ہم میاں صاحب کے ساتھ کس خاص طرز سے ملا کرتے ہیں - اور ان کا ادب کرتے ہیں " ---- پیر صاحب نے یہی الفاظ لکھکر تصدیق کے لئے پیش کئے تو حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے اُن پر تحریر فرمایا " یہ لفظ میں نے برادرم پیر منظور محمدؐ سے کہے ہیں " نور الدین - ۱۰ استمبر ۱۳ء (رسالہ پسر موعود ص۲۵)

(بقیہ صفحہ ۱۵)

خلافت کا سلسلہ جاری رہے - اور جس طرح آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جانشین ہوئے - آپ کے بعد بھی اسی طریق پر آپکا کوئی جانشین ہو - پھر نہ صرف یہ بلکہ اس کے علاوہ یہ امر بھی بعض احباب پر بعض وجوہ سے ظاہر ہو چکا تھا کہ آپکی بعیت شعار آنکھ میں آپکے بعد اگر کوئی خلافت ایسی عظیم الشان ذمہ واری کے لائق تھا - تو وہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کا ہی وجود تھا - چنانچہ خود مولوی محمد علی صاحب اپنی کتاب رسالہ حقیقت اختلاف کے صفحہ ۶۹ پر لکھتے ہیں :-

" ۱۹۱۰ء میں جو وصیت آپ (حضرت خلیفہ اول رضؓ) نے لکھوائی تھی اور جو بند کر کے ایک خاص معتبر کے سپرد کی تھی - اس کے متعلق مجھے معتبر ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ اُس میں آپ نے اپنے بعد خلیفہ ہونے کیلئے میاں صاحب کا نام لکھا تھا "

نہ صرف یہ بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال کے وقت ہی حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کا یہ خیال تھا -

" میں چاہتا تھا کہ حضرت کا صاحبزادہ میاں محمود احمد جانشین بنتا اور اسی واسطے میں انکی تعلیم میں سعی کرتا رہا " (بدر ۲ جون ۱۹۰۸ء)

معذرت

بعض حضرات کیطرف سے مصلح موعود نامہ کیلئے مضامین وصول ہوئے تھے - مگر افسوس کہ ادارت انکو جگہ کی کمی کیوجہ سے شامل نہیں کر سکی یا ان میں سے بعض کا کچھ حصہ شائع کر سکی ہے - ایسے احباب کی خدمت میں معذرت عرض ہے - فرقان کی آئندہ کسی اشاعت میں ان کو شائع کر دیا جائے گا - " ادارت "

ضروری تصحیح : مصلح موعود نامہ زیر نظر کے صفحہ ۱ کی دوسری سطر میں " جمعرات اور جمعہ کی درمیانی شب " کی بجائے جمعہ اور ہفتہ کی درمیانی شب پڑھا جائے - اور صفحہ ۱۰ کی دوسری سطر میں خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۸/۱/۴۴ کی بجائے ۲۸/۱/۴۴ کر لیا جائے - " ادارت "

بدر کا زمانہ — اور مصلح موعود کا زمانہ

چند مشابہتیں

از محترم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب پرنسپل تعلیم الاسلام کالج قادیان

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝

بدر کا زمانہ جو چند باتیں میں عرض کرنا چاہتا ہوں ان کا تعلق اسلامی تاریخ میں اس زمانے سے ہے جو بدر کا زمانہ کہلا سکتا ہے جسے بڑے بڑے مؤرخ ایک خاص دَور کا نام دیتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیشگوئیوں کے پورا ہونے کا وقت آیا۔ اور اس وقت اس کے پورا ہونے کے اسباب پیدا کئے گئے۔ اور وہ ظاہر ہوئے۔ بدر کے میدان میں اور جنگ بدر کے ساتھ اس کا ظہور شروع ہو گیا۔ بدر کا زمانہ اسلامی تاریخ میں ایک اہم زمانہ ہے کیونکہ یہ وہ زمانہ ہے جس میں کفّار کی موت اور اسلام کی زندگی کا ہمیشہ کے لئے فیصلہ کیا گیا۔ ایک طرف کفّار ایک ہزار کا لشکر لے کر اپنے تجربہ کار جرنیلوں اور سرداروں کو لئے ہوئے بغض اور کینہ کے ساتھ اسلام کو مٹانے کے لئے نکلے۔ اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کا منشاء یہ تھا کہ مسلمانوں کو یہ بھی نہ بتایا جائے کہ ان کا مقابلہ کفّار کے لشکر کے ساتھ ہو گا یا کفار کے قافلہ کے ساتھ۔ چنانچہ قرآن مجید میں احدی الطَّآئِفَتَیْنِ کا ذکر آتا ہے کہ کفار کے دو گروہوں میں سے ایک کے ساتھ تمہارا مقابلہ ہو گا۔ عام طور پر مسلمانوں کا یہی خیال تھا کہ کفار کا جو قافلہ شام سے مال تجارت لے کر آ رہا ہے۔ ہماری مٹھ بھیڑ اس سے ہو گی۔ وہ یہ تصور بھی نہ کر سکتے تھے کہ خدا تعالیٰ آج ان تین سو تیرہ صحابیوں کے ذریعہ ہمیشہ ہمیش کے لئے اسلام کی بنیادوں کو مضبوط اور کفر کو تباہ و برباد کر دے گا۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ سمیت بدر کی وادی میں خیمہ زن ہوئے تو اس وقت آپ نے بتایا کہ ہمارا مقابلہ اس لشکر کے ساتھ ہے جو پورے ساز و سامان اور کیل کانٹے سے لیس ہو کر نکلا ہے اور اس کا مقابلہ کرنا آسان نہیں۔ اے لوگو مشورہ دو کہ ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔ آپ کے صحابہ نے جاں نثاری کا ثبوت دیتے ہوئے تقاریر کیں۔ تو

انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشورہ طلب کرنے پر کہیں کہ یا رسول اللہ ہم آپ کے دائیں بھی لڑیں گے اور آپ کے بائیں بھی لڑیں گے۔ ہم آپ کے آگے بھی لڑیں گے اور آپ کے پیچھے بھی لڑیں گے اور اس وقت تک دشمن آپ کے پاس نہیں پہنچ سکے گا۔ جب تک کہ وہ ہماری لاشوں پر سے گزرتا ہوا نہ آئے تب خدا کی بات پوری ہوئی اور اگلے دن بدر کے میدان میں ایک ہزار کفار کا مقابلہ تین سو تیرہ مسلمانوں سے ہوا۔ اس نازک وقت میں اُن نہتے اور قلیل التعداد مسلمانوں کو ان الفاظ میں آپ نے بشارت دی کہ خوش ہو۔ آج مکہ نے اپنے جگر گوشے تمہارے سامنے لاکر ڈال دیئے۔ رُوح تو ان میں پہلے ہی نہیں تھی۔ اب انکے جسم بھی پاش پاش کر دیئے جائینگے۔ چنانچہ چند ہی گھنٹوں میں بدر کا میدان کفار کی لاشوں سے بھرا پڑا تھا۔ اور چوٹی کے سردار جو کفار کے مُردہ جسم میں کچھ حرکت باقی رکھ سکتے تھے وہ ہلاک ہو چکے تھے۔ اور قرآن کریم کا دعویٰ " سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ " حرف بحرف پورا ہو چکا تھا۔

دونوں زمانوں کی مشابہت

جس طرح اسلام کے پہلے دَور میں بدر کا زمانہ خاص اہمیت رکھتا ہے۔ اسی طرح اسلام کے دوسرے دَور میں مصلح موعود کا زمانہ ایک خاص اہمیت رکھتا۔ اور بدر کے زمانے کے ساتھ مشابہت تام رکھتا ہے جس طرح بدر میں کفر کی تباہی اور اسلام کے غلبہ کی بُنیاد رکھ دی گئی تھی۔ اسی طرح خدا تعالیٰ نے مصلح موعود کے زمانے میں کفر کی تباہی اور اسلام کے غلبہ کے اسباب پیدا کر کے ثابت کر دیا کہ اسلام کے دَور ثانی میں یہ زمانہ دَور اوّل کے بدر کے زمانہ کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے۔

جہاں معنوی لحاظ سے مصلح موعود کا زمانہ بدر کے زمانہ سے مشابہت رکھتا ہے میں نے خیال کیا کہ ظاہری لحاظ میں بھی ان دونوں میں کوئی مشابہت ضرور ہو گی۔ چنانچہ میں نے اس پر غور کیا تو مجھے چند ظاہری مشابہتیں نظر آئیں جو یہ ہیں۔

تاریخی مطابقت

(۱) جس طرح بدر کا زمانہ چودہ مارچ کو شروع ہوتا ہے (دیکھو سیرۃ النبی مصنفہ صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب) اسی طرح مصلح موعود کی خلافت کا زمانہ بھی چودہ مارچ کو ہی شروع ہوتا ہے۔ تیرہ مارچ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو جمع کیا کہ مجھے مشورہ دو کہ ہم یہ فیصلہ کریں لڑائی لڑیں یا نہ لڑیں۔ اسی طرح تیرہ مارچ ۱۹۱۴ء کو پورے ۱۲۹۱ سال بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ جمع ہوئے تا وہ فیصلہ کریں کہ مصلح موعود کو خلیفہ منتخب کریں یا نہ کریں جس طرح وہاں چودہ مارچ کو مشورہ کے بعد بدر کی لڑائی لڑی گئی۔ اسی طرح اسلام کے نئے دَور میں تیرہ مارچ کے مشورہ کے بعد چودہ مارچ کو مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ اور دوسرے احمدی احباب نے حضرت مصلح موعود

کی بیعت کی۔ اور اس طرح مصلح موعود کے زمانے کی ابتدا چودہ مارچ سے ہوئی۔

مقاصد کی مطابقت

(۲) پھر جب ہم ان پیشگوئیوں پر نگاہ ڈالتے ہیں جو بدر کے متعلق قرآن مجید میں بیان کی گئیں ہیں تو ان میں ایک پیشگوئی یہ ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَيُرِيدُ اللّٰهُ أَنْ يُحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِينَ۔ یعنی بدر کا نشان اس لئے ہوگا تا حق اور باطل کے درمیان فیصلہ ہو تا کفر کی جڑیں کاٹ کر رکھ دی جائیں۔ اور حق اپنی پوری شان کے ساتھ ظاہر ہو۔ دوسری جگہ جنگ بدر کو یوم الفرقان بھی کہا گیا ہے کہ اس دن صداقت کھل جائے گی۔ اور باطل بھاگ جائے گا۔ اسی طرح جب خدا تعالیٰ نے مسیح موعود علیہ السلام کو مصلح موعود کی خبر دی۔ تو اس میں بھی لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ کے مقابلے میں ہمیں بالکل یہی الفاظ نظر آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسیح موعودؑ کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ مصلح موعود کا نشان تجھے اس لئے عطا ہوگا "تا کہ دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو۔ اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے۔ اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے" (تذکرہ ۱۳۹) وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِينَ کے مقابلے میں فرمایا کہ "ایک کھلی نشانی ملے۔ اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے"۔ جو الفاظ بدر کے متعلق قرآن مجید میں آئے ہیں مصلح موعود کی پیشگوئی کے الفاظ بعینہ اس کا ترجمہ معلوم ہوتے ہیں۔ اور جو غرض بدر کی بیان فرمائی گئی ہے۔ کہ اس سے اسلام کی جڑوں کو مضبوط کر دیا جائے گا اور کفر کی جڑوں کو کاٹ کر رکھ دیا جائے گا۔ وہی مقصد مصلح موعود کے ظہور کا بیان کیا گیا ہے

الٰہی نصرت

(۳) بدر کے موقعہ سے لے کر احزاب تک اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کے ذریعہ مدد کرنے کے تین وعدے فرمائے ہیں (ا) أَنِّي مُمِدُّكُمْ بِأَلْفٍ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِينَ کہ میں ایک ہزار ملائکہ سے تمہاری مدد کروں گا (ب) أَنْ يُمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِينَ۔ کہ خدا تین ہزار فرشتوں کے ساتھ تمہاری مدد کو آئے گا (ج) يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِينَ کہ خدا تعالیٰ پانچ ہزار نشان شدہ فرشتوں کے ساتھ تمہاری مدد کرے گا۔ جب ہم مصلح موعود کے زمانے پر نظر ڈالتے ہیں تو اس زمانے میں بھی خدا تعالیٰ نے اسی طرح آپ کی مدد فرمائی۔ (ا) جب ملکانہ میں ارتداد کا فتنہ زوروں پر تھا تو اس وقت حضرت مصلح موعود نے اسلام کی حفاظت کے لئے جماعت کو دعوت دی اور کفر کے مقابلے کے لئے اس وقت تقریباً ایک ہزار رضا کار آگے آئے اور انہوں نے ان تیروں کو اپنے پر لیا جو دشمن اسلام کے

قلب پر مارنا چاہتا تھا۔ اس طرح وہ فتنہ ہمیشہ کے لئے مٹا دیا گیا۔ بدر کے زمانے میں یقیناً ایکہزار ملائکہ مسلمانوں کی مدد کے لئے نازل ہوئے تھے مگر مخالفوں نے یہی کہا ہو گا کہ وہ فرشتے کون تھے۔ اور کہاں سے آئے تھے اور انہوں نے کیا کیا۔ یہ باتیں ہماری سمجھ سے بالا ہیں۔ خدا تعالیٰ نے اسلام کے دَورِ ثانی میں مصلح موعود کے زمانہ کو بدر کے زمانہ سے مشابہت دیکر ظاہری صورت میں بھی اس نشان کو پورا کر دیا۔ دشمنوں نے اسلام پر حملہ کروایا اور مصلح موعود کو ایک ہزار کا لشکر دے کر اس فتنہ کو ہمیشہ کے لئے کچل دیا (۲) پھر جب دوسرے موقع پر احرار کا فتنہ اُٹھا تو اس شورش کے زمانے میں خاص طور پر جن لوگوں نے احرار کا مقابلہ کیا انکی تعداد تین ہزار تھی۔ اور اس طرح خدا نے ثابت کر دیا کہ اگر تم اسلام کے پہلے دَور میں تین ہزار ملائکہ کے نازل ہونے کا انکار کرتے ہو تو ہم مصلح موعود کے زمانے میں جو اسلام کے دَورِ ثانی میں بدر کا زمانہ ہے تین ہزار والنٹیر کے ذریعے ظاہری رنگ میں بھی اس نشان کو پورا کر دیتے ہیں۔ (۳) پھر خدا تعالیٰ نے پانچہزار نشان والے فرشتوں کے مقابلہ میں مصلح موعود کو تحریک جدید کی پانچہزاری فوج عطا فرمائی جو خاص نشان اپنے ساتھ رکھتی ہے جو زمانہ کے ساتھ ساتھ ہمیشہ کے لئے قائم رہے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ یہ ایک معجزہ ہے جو مصلح موعود کے زمانہ کی بدر کے زمانے سے مشابہت قائم کر دیتا ہے۔

حق و باطل کے دو گروہ

پھر جنگِ بدر میں کفر اور اسلام کے جن دو گروہوں کے درمیان مقابلہ ہوا قرآن مجید میں اس کو فِئَتَانِ کے نام سے پکارا ہے میں نے جب قرآن مجید پر غور کیا تو جس جس جگہ بھی مسلمانوں کا ایک "فِئَۃ" اور اس کے مقابلے میں کفا کو دوسرا "فِئَۃ" کہہ کر ذکر کیا گیا ہے۔ وہ تمام مقامات جنگِ بدر ہی کے متعلق ہیں۔ قرآن مجید نے مسلمانوں اور کفار کی کسی اور جنگ کو فِئَتَان کے نام سے نہیں پکارا۔ دوسری طرف جب ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس کشف کو دیکھتے ہیں جس میں ایک لاکھ کی فوج مانگنے پر پانچہزاری فوج کا وعدہ دیا گیا تو وہ کشف یہ ہے۔

"کشفی حالت میں اس عاجز نے دیکھا کہ انسان کی صورت پر دو شخص ایک مکان میں بیٹھے ہیں۔ ایک زمین پر اور ایک چھت کے قریب بیٹھا ہے میں نے اس شخص کو جو زمین پر تھا مخاطب کر کے کہا مجھے ایک لاکھ فوج کی ضرورت ہے مگر وہ چپ رہا۔ اور اُس نے کچھ بھی جواب نہ دیا تب میں نے اس دوسرے کی طرف رُخ کیا جو چھت کے قریب اور آسمان کی طرف تھا۔ اور اُسے میں نے مخاطب کر کے کہا کہ مجھے ایک لاکھ فوج کی ضرورت ہے وہ میری اس بات کو سُنکر بولا۔ ایک لاکھ نہیں ملے گی مگر پانچہزار سپاہی دیا جائیگا تب میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگرچہ پانچہزار آدمی تھوڑے ہیں پر اگر خدا تعالیٰ چاہے تو تھوڑے بہتوں پر فتح پا سکتے ہیں۔ اس وقت میں نے یہ آیت پڑھی کَمْ

مِّنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللهِ۔ (تذکرہ ص۱۸۱) پس یہاں بھی فِئَتَانِ کا لفظ استعمال کر کے مصلح موعود کے زمانہ کو جس کے زمانہ میں یہ پانچہزاری فوج قائم ہوگی بدر کے زمانے سے صراحتًا اور وضاحتًا مشابہت دی گئی ہے۔

بارش برسنا (۵) ایک اور ظاہری مشابہت یہ ہے کہ جنگ بدر کے اللہ تعالیٰ نے بارش کے ذریعہ سے مسلمانوں کی معجزانہ مدد فرمائی تھی مصلح موعود کے متعلق بھی اللہ تعالیٰ نے كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَاءِ الخ کی پیشگوئی فرمائی۔ اور جو ظاہری صورت میں ایک معجزانہ طریق پر لدھیانہ میں بھی پوری کی گئی۔

یہ چند مشابہتیں ہیں جو مصلح موعود کے زمانہ اور بدر کے زمانہ میں پائی جاتی ہیں جیسا کہ میں نے بتایا ہے بدر کے زمانہ میں اسلام کو اتنی قوت عطا ہوگئی تھی کہ آیندہ کبھی کفر نے سر نہیں اُٹھایا۔ بلکہ اس کا سر ہمیشہ کے لئے کچل کر رکھ دیا گیا۔ بیشک بعد میں جنگیں ہوئی۔ بیشک بعد میں بھی مسلمانوں کو تکالیف کا سامنا کرنا پڑا لیکن اسلام کی بُنیادیں ہمیشہ کے لئے مضبوط کر دی گئیں۔ اسی طرح احمدیت کے غلبہ کی تکمیل کے لئے شائد ایک لمبے عرصہ کی ضرورت ہے مگر جو عمارت اس لمبے عرصہ میں پایۂ تکمیل کو پہنچنے والی ہے اسکی بنیادیں مصلح موعود کے زمانے میں مضبوط کر دی گئیں ہیں اگر بدر کے میدان میں کفر کی موت اور اسلام کے غلبہ کی بُنیادیں نہ رکھ دی جاتیں تو وہ نتائج کبھی نہ نکلتے جو بعد میں اسلامی فتوحات کی صورت میں رونما ہوئے۔ اس طرح کے دَورِ ثانی میں بھی مصلح موعود کا زمانہ حقیقتًا وہی زمانہ ہے جو دورِ اوّل میں بدر کا زمانہ تھا۔ پس ہمیں چاہیئے کہ اس زمانہ کی اہمیت کو کبھی نہ بھولیں اور جس طرح خدا وہاں فرماتا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو تاکہ تم اللہ تعالےٰ کے ان احسانات کا شکر ادا کرسکو۔ جو بدر کے مقام پر تم پر کئے گئے۔ اسی طرح ہمیں چاہیئے کہ خدا تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کریں۔ اور اس کے احسانات کا شکر ادا کریں جو مصلح موعود کے ذریعہ اسلام کی فتوحات کی بنیادیں رکھ کر اس نے ہم پر کئے۔ اور خدا کرے کہ ہمارے مال ہمارے لئے فتنہ کا موجب نہ ہوں بلکہ جب بھی دین کے لئے مال خرچ کرنے کی تحریک ہو ہم خوشی خوشی اپنے مالوں کو قربان کر دیں اور ہم اپنی سرحدوں کو دُور دُور تک مضبوط کریں تاکہ شیطان ہم پر حملہ آور نہ ہوسکے اپنی زندگیاں دین کے لئے وقف کریں۔ شقاق اور تفرقہ سے بچیں تا ہم ان فضلوں کے وارث ہوں جو مصلح موعود کے ذریعہ اس زمانے میں نازل ہونے والے ہیں اور ہم اپنے مال اور اپنی عزت اور اپنی جان اور اپنی ہر ایک چیز خدا کی راہ میں قربان کرنے کے لئے باہر نکل آئیں +

فخرِ رسل!

دیر آمدۂ ز راہِ دُور آمدۂ

نائب مدیر

"انہوں نے کہا کہ آنے والا یہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ تکیں" (تذکرہ ص۱۴۶)

دیر آمدہ کا زمانہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں مصلح موعود کی پیشگوئی کا اعلان فرمایا۔ لیکن اس اعلان کے بعد ۱۸۸۶ء میں حضور کے ہاں لڑکی تولد ہوئی۔ جس پر مخالفین نے یہ شور مچایا کہ مصلح موعود کے متعلق جو پیشگوئی تھی۔ وہ غلط نکلی۔ پھر ۷ اگست ۱۸۸۷ء کو بشیر اول پیدا ہوا۔ جو نومبر ۱۸۸۸ء کو فوت ہو گیا۔ کیونکہ خدا کی وحی میں اس کے متعلق یہ خبر دی گئی تھی۔ "خوبصورت پاک لڑکا تیرا مہمان آتا ہے۔"

مخالفین بشیر اول کی وفات تک تو خاموش تھے کہ غالباً یہی لڑکا پسر موعود ہے۔ لیکن اس کی وفات پر انہوں نے انتہائی شور مچایا۔ اور زبان طعن کو خوب دراز کیا۔ مگر انکا یہ شور اور مخالفت بھی الہٰی نوشتے کے مطابق تھی۔ کیونکہ بشیر اول کے متعلق خدا تعالیٰ نے پہلے سے فرمایا تھا۔

چنانچہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس الہام ؎

اے فخرِ رسل قرب تو معلومم شد ؛ دیر آمدۂ ز راہِ دُور آمدۂ

کو مصلح موعود کی ولادت باسعادت کے التوا اور انتظار کے بارے میں سمجھا جاتا رہا لیکن اس الہام کے پس منظر کی حقیقت اپنے اندر بہت زیادہ وسعت رکھتی ہے۔ اس الہام میں بیان شدہ امتداد زمانہ الہام سے قبل گذشتہ ہزارہا سالوں پر حاوی ہے۔ نہ یہ کہ حضرت مسیح موعود کے متعلق پیشگوئی سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہی فرمائی اور چند سالوں میں لوگوں پر اس کا انتظار گراں ہونے لگا۔ بلکہ اس سے ہزارہا سال پیشتر انبیاء و صلحائے سابقہ نے مصلح موعود کی آمد کا۔ خدا تعالےٰ سے علم حاصل کیا۔ اور اپنے معتقدین کو اس کی اطلاع دی۔

طالمود میں پیشگوئی طالمود جو یہود کی احادیث کی کتاب ہے۔ اسمیں مسیح کی آمد ثانی کے ضمن میں مصلح موعود کی پیشگوئی کا ذکر بھی کیا ہے۔ چنانچہ طالمود از جوزف برکلے باب پنجم ص۳۷ مطبوعہ لنڈن ۱۸۷۸ء میں اس کا اس طرح ذکر کیا گیا ہے۔

"یہ بھی روایت ہے کہ مسیح (اپنی آمد ثانی کے بعد) وفات پائینگے۔ اور انکی بادشاہت ان کے بیٹے اور پوتے کو ملیگی"

حضرت عیسےٰؑ کی پیشگوئی سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے جس رویا کی بناء پر مصلح موعود ہونیکا اعلان فرمایا۔ اس میں حضور نے بیان فرمایا۔ پھر میں تقریر کرتے ہوئے کہتا ہوں۔ میں وہ ہوں جس کے ظہور کے لئے انیس سو سال سے کنواریاں منتظر بیٹھی تھیں۔ اور جب میں کہتا ہوں "میں وہ ہوں جس کے لئے کنواریاں انیس سو سال سے اس سمندر کے کنارہ پر انتظار کر رہی تھیں

تو میں نے دیکھا کہ کچھ نوجوان عورتیں ۔ ۔ ۔ ۔ دوڑتی ہوئی میری طرف آتی ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ اور کہتی ہیں "ہاں ہاں ہم تصدیق کرتی ہیں۔ کہ ہم انیس سو سال سے آپکا انتظار کر رہی تھیں" اس میں درحقیقت حضرت عیسیٰ کی اس پیشگوئی کی طرف اشارہ ہے کہ "اس وقت آسمان کی بادشاہی ان دس کنواریوں کی مانند ہوگی جو اپنی مشعلیں لے کر دولہا کے استقبال کو نکلیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔" متی ۲۵ ۱تا۱۳

حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد کے متعلق جو علامات اور نشانات بیان فرمائے۔ ان کے ضمن میں یہ بھی فرمایا۔

عن عبد اللہ بن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینزل عیسیٰ ابن مریم الی الارض یتزوج ویولد لہ (مشکوٰۃ باب نزول عیسےٰ علیہ السلام)

امام یحییٰ بن عقب کی پیشگوئی حضرت امام شیخ احمد بن علی ۶۲۵ھ نے میں اپنی کتاب شمس المعارف الکبریٰ میں مہدی کی آمد اور اس کے خلفاء کا حال پیشگوئی کے طور پر بیان فرمایا ہے منظوم کلام میں

ویظہر فی السماء عظیم نجم — لہ ذنب کمثل الریح عالی
فتلک دلائل المہدی حقاً — سیملک للبلاد بلا محالی
اذا ما جاءھم العربی حقاً — علی عمل سیملک لا محالی
ومحمود سیظہر بعد ھذا — ویملک الشام بلا قتالی
وعند زمانہ یوم عظیم — سیقتل فیہ شبان الرجالی

مہدی کے زمانہ میں دمدار ستارہ طلوع ہوگا۔ وہ تمام ملکوں پر قابض ہوگا۔ اس کے بعد ایک عربی النسل اسکا خلیفہ ہوگا اور اس کے بعد محمود ظاہر ہوگا۔ جو شام کو بغیر لڑائی کے فتح کریگا۔ اس کے زمانہ میں شدید جنگیں ہونگی جس میں کثرت سے لوگ قتل ہوں گے۔

نعمت اللہ ولی کی پیشگوئی حضرت نعمت اللہ ولی (۵۶۰ھ) اپنے ایک قصیدہ میں مہدی کی آمد کے متعلق پیشگوئی فرماتے ہیں ۔

غین و رے سال چوں گزشت از سال — بو العجب کاروبار مے بینم
ح م د مے خوانم — نام آں نامدار مے بینم
تا چہل سال اے برادر من — دور آں شہسوار مے بینم
دور او چوں شود تمام بکام — پسرش یادگار مے بینم

ہجرت کے بعد ۱۲۰۰ سال گزرنے کے بعد عجیب وغریب کام ظاہر ہونگے۔ آنے والے امام کا نام احمد ہوگا۔ اور اس کے

چالیس سالہ دور کے بعد اس کا بیٹا اس کا جانشین ہو گا۔

ان پیشگوئیوں کی روشنی میں یہ حقیقت کس قدر واضح ہو جاتی ہے کہ دیر آمدہ ز راہ دور آمدہ کے الہام میں مذکورہ زمانہ ہزار ہا سال کے لمبے زمانہ پر حاوی ہے۔ چنانچہ ان حقائق اور دوسرے حالات کے پیش نظر ہم اس پیشگوئی کا وقوع واقعات کے آئینہ میں تین بار تکرار کے ساتھ پورا ہوتا دیکھتے ہیں۔

پہلا وقوع: سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس بارہ میں پیشگوئی فرمانے سے پہلے کا لمبا زمانہ

دوسرا وقوع: سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیشگوئی فرمانے کے بعد جبکہ دو بچوں کی پیدائش التوا اور انتظار کا باعث ہوئی

تیسرا وقوع: اہل بصیرت نے جب واقعات کے پردہ پر اس بات کا مشاہدہ کر لیا۔ کہ مصلح موعود سے متعلق تمام پیشگوئیاں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کی بابرکت ذات میں پوری ہو رہی ہیں۔ تو انہوں نے متعدد بار اس امر پر اصرار کیا۔ کہ حضور کیوں اپنے آپ کو اس پیشگوئی کا مصداق قرار نہیں فرماتے۔ چنانچہ اس اعلان کے وقت حضور نے فرمایا کہ "بار بار یہ سوال میرے سامنے لایا گیا مگر ہمیشہ میں نے یہی جواب دیا۔ کہ اس بات کی کوئی ضرورت نہیں۔ . . . کہ جس شخص کے متعلق یہ پیشگوئیاں ہیں۔ وہ دعوے بھی کرے۔ کہ میں ان پیشگوئیوں کا مصداق ہوں . . . میں نے . . . ہمیشہ یہی کہا کہ پیشگوئی اپنے مصداق کو آپ ظاہر کیا کرتی ہے . . . "اگر یہ پیشگوئیاں میرے متعلق نہیں تو میں یہ کہکر کیوں گنہگار بنوں۔ کہ یہ پیشگوئیاں میرے متعلق ہیں۔ اور اگر میرے ہی متعلق ہیں۔ تو مجھے جلد بازی کی کیا ضرورت ہے۔ وقت خود بخود حقیقت ظاہر کر دیگا"

چنانچہ الہام الٰہی:۔ کہ "انہوں نے کہا کہ آنیوالا یہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ تکیں"۔ (تذکرہ صفحہ ۱۴۶) کے مطابق دنیا نے یہ سوال اتنی دفعہ کیا اتنی دفعہ کیا۔ کہ اس پر ایک لمبا عرصہ گزر گیا۔ اور مطالبہ کی اس تکرار اور اصرار پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ الہام ہوا۔ احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا اٰمنا وھم یفتنون۔ وقالوا تاللہ تفتؤ تذکرہ یوسف حتیٰ تکون حرضاً او تکون من الھالکین . . . . تذکرہ صفحہ ۱۶۵ کہ تو تو اسی یوسف کی طرح باتیں کرتا رہیگا۔ یہاں تک کہ مر جائیگا۔ جس پر حضور نے فرمایا۔

آ رہی ہے اب تو خوشبو میرے یوسف کی مجھے ؎ گو کہو دیوانہ میں کرتا ہوں اس کا انتظار

انی لاجد ریح یوسف لولا ان تفندون۔ غرضیکہ خدا تعالیٰ کی مشیت اس موعود کو جس کا وعدہ ہزار ہا سال قبل سے دیا جا رہا تھا۔ ایک لمبے عرصہ کے بعد ظاہر کرنا چاہتی تھی۔ جو اس کے ارادہ کے مطابق اپنے وقت پر پوری ہوئی فالحمد للہ علیٰ ذالک

ہمارا موعود آج اپنی پوری عظمت اور انتہائی شوکت کے ساتھ ہم میں جلوہ گر ہے۔ اور ہم اسی آسمانی نغمہ کے ساتھ استقبال خیر مقدم کرتے ہیں ؎

اے فخر رسل قرب تو معلومم شد ؎ دیر آمدہ ز راہ دور آمدہ

اھلاً وسھلاً و مرحباً

تازہ نشان

ملک عطاء الرحمن نائب مدیر

[illegible]

ایک ایسا عظیم الشان اقدام ہو کہ جس کے زرّیں نقش کو تاریخ احمدیت اپنے سینہ سے کبھی محو نہیں کر سکتی ـــــ خوش بخت ہے وہ جس نے اس زمانہ کو پایا مگر مومن اور مخلص دل کے ساتھ ٭

سجدوں کا نظارا

(مکرم ثاقب صاحب زیروی)

ثاقب نہیں بھولا میں وہ مجلس کی فضا میں
محمود[2] مرے آقا کے سجدوں کا نظارا

وہ جوش وہ ضبط اور وہ ابھرے ہوئے جذبات
وہ اشکوں سے بھیگا ہوا دامن کا کنارا

وہ چشمِ خلافت سے ڈھلکتے ہوئے موتی
افلاک سے بہتا ہوا انوار کا دھارا

جب دل کا تقاضا تھا کہ رک جائے تڑپ کر
جب زیست کو تھی موت کی تلخی بھی گوارا

وہ لمحہ کہ جب اُس کی تمنّائیں تھیں درپیش
وہ جس نے گلستاں کو قرینے سے سنوارا

کی جس نے عطا خاک نشینوں کو بلندی
ہم ایسوں کو افلاک کی چوٹی سے پکارا

وہ جس کی نظر حاملِ انوارِ نبوّت[1]
وہ عرشِ محمدؐ کا درخشندہ ستارا

جس کی نگہِ لطف کا یہ فیض ہے اب ہم
رفتارِ زمانہ کو بھی دیتے ہیں سہارا

افسوس کہ وہ کاشفِ اسرارِ سماوی
اک کنجِ نشیمن کی تمنّا میں سدھارا

اے پیکرِ[2] انوار اے محبوبِ خلائق
پہلے کبھی ہوتا ہمیں یہ ادنیٰ اشارا

اک حال تو کیا ہم یہاں سو حال بناتے
اور آج ندامت سے سروں کو نہ جھکاتے

---

[1] حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام [2] حضرت امیر المومنین المصلح الموعود ایدہ اللہ تعالےٰ

علامات ۸۹

نائب مدیر

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات و کشوف و رویا اور دیگر بیانات میں مصلح موعود کے متعلق جس قدر علامات بیان کئے گئے ہیں۔ ان کو یکجائی طور پر عرض کیا جاتا ہے۔ تاکہ قارئین کرام ان علامات کے آئینہ میں اس صاحب شکوہ اور عظمت کی شان اور مرتبہ کو ملاحظہ فرماسکیں۔

(۱) محمود
(۲) فضل
(۳) احسان
(۴) بشارت
(۵) روشنی
(۶) نور
(۷) رعد
(۸) برق
(۹) یوسف
(۱۰) ورڈ
(۱۱) گرامی
(۱۲) ارجمند
(۱۳) اولوالعزم
(۱۴) محمود احمد
(۱۵) بشیر ثانی
(۱۶) فضل عمر
(۱۷) فخر رسل
(۱۸) غلام حسینؓ
(۱۹) وجیہہ لڑکا
(۲۰) پاک لڑکا
(۲۱) زکی غلام
(۲۲) فرزند دلبند
(۲۳) سخت ذہین
(۲۴) سخت فہیم
(۲۵) ناصر الدین
(۲۶) فاتح الدین
(۲۷) بشیر الدولہ
(۲۸) عالم کباب
(۲۹) مصلح موعود
(۳۰) شادی خان
(۳۱) صاحب شکوہ
(۳۲) صاحب عظمت
(۳۳) صاحب دولت
(۳۴) مسیحی نفس
(۳۵) کھلی نشانی
(۳۶) قوی الطاقتیں
(۳۷) کامل الظاہر
(۳۸) کامل الباطن

(۳۹) مظہر الاول
(۴۰) مظہر الآخر
(۴۱) مظہر الحق
(۴۲) مظہر العلاء
(۴۳) کلمۃ اللہ
(۴۴) کلمۃ اللہ خان
(۴۵) کلمۃ العزیز
(۴۶) رحمت کا نشان
(۴۷) قدرت کا نشان
(۴۸) قربت کا نشان
(۴۹) دل کا حلیم
(۵۰) فتح کی کلید
(۵۱) ظفر کی کلید
(۵۲) دیر آمدہ
(۵۳) زرہ دور آمدہ
(۵۴) علوم ظاہری سے پُر
(۵۵) علوم باطنی سے پُر
(۵۶) تین کو چار کرنے والا
(۵۷) بہت مبارک نزول
(۵۸) کان اللہ نزل من السماء
(۵۹) حسن میں تیرا نظیر
(۶۰) احسان میں تیرا نظیر
(۶۱) سبز رنگ کا بہت بڑا پھل
(۶۲) تیرے ہی تخم سے ہوگا
(۶۳) تیری ہی ذریت ہوگا۔
(۶۴) تیری ہی نسل ہوگا۔
(۶۵) جلال الٰہی کے ظہور کا موجب
(۶۶) وہ آسمان سے اتریگا
(۶۷) زمین والوں کی راہ سیدھی کردیگا۔
(۶۸) وہ جلد جلد بڑھے گا
(۶۹) خدا کا سایہ اس کے سر پہ ہوگا
(۷۰) اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا
(۷۱) زمین کے کناروں تک شہرت پائیگا۔
(۷۲) قومیں اس سے برکت پائینگی
(۷۳) ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے
(۷۴) کئی باتوں میں مسیح سے مشابہت ہوگی
(۷۵) نو برس کے عرصہ تک فرزند پیدا ہوگا
(۷۶) جو شبہات کی زنجیروں میں مقید ہیں۔ ان کو رہائی بخشیگا۔
(۷۷) مجرموں کی راہ ظاہر کرنے والا
(۷۸) قبروں میں دبے پڑوں کو باہر لانے والا
(۷۹) دین اسلام کا شرف ظاہر کرنے والا
(۸۰) کلام اللہ کا مرتبہ ظاہر کرنے والا
(۸۱) زندگی کے خواہاں کو موت کے پنجہ سے نجات دینے والا
(۸۲) حق کو اس کی تمام برکتوں کے ساتھ لانے والا
(۸۳) باطل کو اس کی تمام نحوستوں کے ساتھ بھگا دینے والا
(۸۴) روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرنے والا
(۸۵) خدا کی رحمت نے اسے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے۔
(۸۶) خدا کی غیوری نے اسے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے۔
(۸۷) جسکو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔
(۸۸) ضروری ہے کہ خدا اس لڑکے کی اولاد کو زندہ رکھے جبتک کہ پیشگوئی پوری ہو جائے
(۸۹) وکان امراً مقضیا

مصداقِ علامات

نائب مدیر

علامات کے عنوان کے ماتحت سیدنا حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ کی ۸۹ علامات عرض کی گئی ہیں۔ اور اس سلسلہ میں ارادہ تھا کہ گزشتہ ۳۱ سالہ عہد خلافت سے واقعات کی روشنی میں مذکورہ علامات میں سے ہر ایک علامت کو پیش کیا جاتا۔ کہ وہ کس وضاحت اور عظمت کے ساتھ حضور کی ذات بابرکات میں پوری ہوئی۔ مگر یہ ارادہ اپنی تکمیل کے لئے ایک رسالہ کے چند صفحات۔ یا یہ رسالہ تو کجا کسی کتاب کی ایک جلد نہیں بلکہ مسلسل کئی جلدوں کا محتاج ہے۔ احمدیت ترقی اور عروج کے جس دور میں سے سیدنا حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ کے عہد مبارک میں اپنی پوری رفتار کے ساتھ گزر رہی ہے اس زریں عہد کے تاریخی ضبط کے لئے چند کتب نہیں۔ بلکہ ایک سلسلہ کتب ہی اس کا متحمل ہو گا۔ چنانچہ مجھے آج اس باب میں ایک ہلکا سا خاکہ آئندہ ہونے والے اس ضبط کا خط اول ڈالنا ہے۔ وما توفیقی الا باللہ

اختصار کی غرض سے ان علامات کو مختلف عنوانات میں تقسیم کر لیا گیا ہے۔ تا کہ ہم معنی یا قریب المعنی علامات کو ممکن اختصار کے ساتھ واقعات کے قالب میں عرض کر سکیں۔

غلام حسینؑ ہمارا پیارا آقا۔ ہمارا محسن امام حضرت محمود۔ جس کا نام تفاؤل کے طور پر بشیر الدین محمود احمد رکھا گیا۔ اس کی پیشگوئی ۱۸۸۶ء میں ہوئی۔ اور وہ نو سالہ میعاد کے اندر ۱۸۸۹ء میں پیدا ہوا۔ اس کی باطنی خوبیاں تو اس کی پیدائش کے ساتھ ظاہر ہونی ممکن نہ تھیں۔ لیکن وہ اپنے ظاہر میں یقیناً غلام حسین تھا۔

بشیر اول اس کے لئے بطور ارہاص کے صیب کی شکل میں آیا۔ اور رحمت کا یہ نشان بشیر ثانی جو ظاہر میں غلام حسین تھا۔ اس صیب میں اپنے باطنی حسن کی وجہ سے نور اور رعد اور برق اور روشنی کی طرح ظاہر ہو کر اس بدر کامل کی تابانیوں کو اس ظلمت کدہ کی تمام فضاؤں میں پھیلا دیا۔ خدا تعالیٰ کی توحید کا نور۔ اسلام قرآن اور نبی کریم صلے اللہ علیہ کی کوندتی ہوئی رعد۔ مسیح موعود علیہ السلام کی اسلام کو زندہ کرنے والی چمکتی ہوئی برق اور مصلح موعود کی ظلمت پاش روشنی اسی کے وجود میں پوری شدت و وسعت کے ساتھ ظاہر ہوئی۔

فرزند دلبند ہمارے آقا مہدی موعود کا لخت جگر فرزند دلبند۔ وہ گرامی جس کی عزت زمین و آسمان میں قائم کی گئی۔ وہ یقیناً خدا تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق با اقبال اور ارجمند ہوا۔ وہ ابھی لڑکا ہی تھا مگر وجیہہ تھا۔ چنانچہ حضرت خلیفہ اول رضؓ جیسے اہل بصیرت اس پاک لڑکے کی پاک باطنی کو شروع دن سے ہی جانتے تھے۔ جس کی وجہ سے وہ انتہائی ادب و احترام روا رکھتے تھے۔ اس ذکی غلام کو ظاہری تعلیم و تدریس کا پابند کرنا پسند نہ فرماتے تھے۔ وہ فخر رسل جری اللہ فی حلل الانبیاء کا حسن و احسان میں یقیناً نظیر ہوا۔ کیونکہ وہ اسکے ہی تخم سے اس کی ذریت و نسل ہوا اور وہ اسی کا نقش مطابق ہے۔ وہ بعینہٖ وہ ہے جو وہ اپنی

پیدائش کے دن سے ہی خدا کا فضل مجسم تھا۔ چنانچہ باوجود اس کے کہ وہ "کل کا بچہ" ہی سمجھا جاتا تھا۔ اس کے کندھوں پر خلافت ایسا عظیم الشان بوجھ رکھدیا گیا۔ اور یہ ہونا ضروری تھا۔ فضل عمر کا خلافت ثانیہ پر متمکن ہونا خدائی نوشتہ تھا۔ مگر اس "کل کے بچہ" پر خدا کی نظر انتخاب اس قدر جلدی کیوں پڑی۔ اس لئے کہ وہ سخت ذہین و فہیم تھا۔ اس کو کسی تعلیم کسی تربیت اور کسی تجربہ کی ضرورت نہ تھی۔ وہ تو ازل سے کامل الظاہر تھا۔ کامل الباطن تھا۔ وہ علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا گیا۔ اس نے اس حقیقت کو اپنے گزشتہ عہد میں ثابت کر دکھایا۔ اس نے دنیا کی جس سیاست میں قدم ڈالا۔ کامیاب لوٹا۔ اس نے جماعت کے ظاہری نظام کو کس قدر مستحکم کیا۔ اور اس نے روحانیت کے میدان میں اپنے باطن کے کمال کا کس قدر شاندار ثبوت دیا۔ قرآنی علوم و معرفت کے خزائن کس طرح بہائے۔ وہ جو قرآن کا رتبہ ظاہر کرنے والا تھا۔ خدا نے خود اس کو قرآن پڑھایا۔ اور اس نے قرآن سے دُنیا کے ہر علم کا مقابلہ کیا۔ وہ یقیناً ذی الطاقتین ہے۔

بشیر الدولہ بشیر ثانی خدا تعالےٰ کی دوسری قسم کی رحمت کے لئے بطور بشارت بشیر الدولہ ہوکر آیا۔ وہ جہاں دین کے لئے خوشی اور شادی کا باعث ہُوا۔ اس شادی خان نے سات شادیاں کر کے اس حقیقت کے ظاہر کو بھی پورا کیا۔ وہ ایک کھلی بشارت تھی جس کی آمد پر احمدیت اپنی معمولی رفتار پر ترقی کر گئی۔ اس کے ہاتھوں میں جب تمام خلافت دی گئی۔ تو اس ناصر الدین ایدہ اللہ نے احمدیت کے لئے خدا کی نصرت کو جذب کیا۔ اور اس فاتح الدین نے اسلام کے لئے ہر میدان میں فتح حاصل کی۔ وہ جس کی ابتدا در خور اعتنا نہ سمجھی جاتی تھی۔ وہ صاحب شکوہ حکومت کے غیر ذمہ دار تشدد پسند کارندوں سے بھی کبھی خوفزدہ نہ ہُوا۔ اس کی خدا داد عظمت ہر عظمت پر غالب رہی۔ وہ صاحب دولت ہُوا۔ اور دین کی راہ میں مال کو پانی کی طرح بہایا۔ اور ہر موقعہ پر اپنے مخلص عقیدت مندوں کے لئے ایک بے مثال نمونہ قائم کیا۔ ایک مقروض بیت المال اس صاحب دولت کا سرمایہ تھا۔ مگر اس نے مخلصین کی ایسی جماعت پیدا کی۔ جو ہر سال لاکھوں روپیہ نذر عقیدت کے طور پر اس کے قدموں پر رکھنے میں ایک روحانی لذت حاصل کرتی ہے۔ وہ جس بے سروسامانی کے ساتھ کھڑا ہُوا۔ اور پھر احمدیت کو جس عروج پر دیکھتے ہی دیکھتے لے گیا! اس نے یہ ثابت کر دیا کہ وہ رحمت کا نشان خدا تعالےٰ کی قربت کے طفیل خدا تعالےٰ کی طرف سے قدرت کا نشان ہے۔ اس نے جس طرف بھی قدم اٹھایا فتح و ظفر نے اس کی قدمبوسی کی۔ اس لئے کہ فتح و ظفر کی کلید اس کے ہاتھوں میں دی گئی تھی۔ اس کی ہر طرح مخالفت ہوئی۔ بیرونی مخالفوں نے اپنے اموال و اوقات اور جس قدر انکو حکومت حاصل تھی۔ اسکو اس کی مخالفت پر لگا دیا۔ احرار ایسے شدید معاند اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دینے کے ناکام ارادہ کے ساتھ اٹھے۔ مگر ان کی ناکامی اور نامرادی کے متعلق اس نے پہلے سے ہی فرما دیا۔ کہ میں ان کے پاؤں کے نیچے سے زمین نکلتے دیکھتا ہوں۔ اندرونی مخالفوں نے منافقت کے تمام روپ بدلے کبھی مستری اور کبھی مصری کی شکل میں ظاہر ہوئے۔ باوجود اس کے کہ ان کی گردنیں اس کے متواتر احسانات کے نیچے دبی ہوئی تھیں۔ انکی اس نے پرورش کی۔ ان کو تعلیم دی۔ ان کی ذلت کو عزت سے بدلا۔ انکو چھوٹوں سے بڑا کیا۔ لیکن وہی مارآستین ثابت ہوئے۔ مگر وہ دل کا حلیم تھا۔ اس نے عفو سے کام لیا۔ وہ اپنوں اور بیگانوں ہر ایک کی مخالفت سے محفوظ و مامون رہا۔ اس لئے کہ خدا کا سایہ اس

کے سر پر تھا وہ بے خوف و خطر جلد جلد بڑھتا ہی چلا گیا۔ وہ ان ادنٰے باتوں میں مصروف اوقات نہ ہؤا۔

اسیروں کا رستگار اس اولوالعزم نے زمین کے کناروں تک شہرت پائی تھی۔ اس نے احمدیت کو مشرق و مغرب میں پھیلایا۔ اس نے ہفت اقلیم کا کوئی خطہ نہ چھوڑا۔ جہاں خدا کی توحید کو نہ پہنچایا۔ اسکے اسلام اور قرآن کو نہ پہنچایا۔ نہ صرف لٹریچر اور مبلغ ہی ساری دنیا میں اس نے بھجوائے۔ بلکہ وہ خود بھی اکثر مقامات پر گیا۔ اور خدا کے نوشتوں کو اسطرح بھی پورا کیا۔ اس نے پسماندہ اقوام میں اسلام کی مساوات کی تعلیم دی۔ اور اس طرح بندہ اور صاحب محتاج و غنی۔ رنگ و نسل کے تمام امتیازات کو اٹھا دیا۔ اور افریقہ ایسے تاریک براعظم کے ہزارہا کالوں کو جو ہزارہا سالوں سے غلامی کی اسیری میں پڑے تھے۔ انکی رستگاری کا موجب ہؤا۔ اور اس طرح قوموں نے اس سے برکت پائی۔ اس کی ان مساعی کے نتیجہ میں جو زندگی کے خواہاں تھے انہوں نے موت کے پنجہ سے نجات پائی۔ اور ان میں روحانی زندگی کی اک نئی رُوح پھونک دی گئی۔ وہ جو ظلمت اور گمراہی کی قبروں میں دبے پڑے تھے۔ انکو وہ باہر لایا۔ کیونکہ اس کے متعلق تو خدا نے یہ فرمایا تھا کہ وہ جو شبہات کی زنجیروں میں بند ہیں انکو رہائی بخشیگا۔ اس نے خدا تعالٰی کے تمام وعدوں کو پورا کر دکھایا۔ اس نے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے شفا کیا۔ اس نے دین اسلام کے شرف کو ظاہر کیا۔ کیونکہ وہ ہی تو خود خمیدہ معماروں کے نزدیک خشت خام تھا گوشے کا ایسا پتھر بنا۔ کہ جس سے کفر کے مرکزوں میں ایسے روحانی قلعے تعمیر کئے گئے۔ کہ جن کے میناروں سے خدائے بزرگ و برتر کی توحید کی شہادت بلند کی گئی۔ اور اس طرح وہ حق کو اپنی تمام برکتوں کے ساتھ لایا۔ اسکو تمام روئے زمین پر پھیلایا۔ لیکن جنہوں نے اسکو قبول نہ کیا۔ ان کے لئے وہ عالم کباب ہؤا۔ اور وہ آتشین جنگ کی لپیٹ میں آکر کوفتہ و سوختہ ہوئے۔ اور اس طرح اس نے ان مجرموں کی راہ کو ظاہر کیا۔ اور اس سے باطل کو اس کی تمام نوستوں کے ساتھ بھگا دیا۔ تو پھر کیوں نہ خدا اس کی ہر ادا پر راضی ہوتا۔ اسکو یقیناً خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ یہ سب کچھ ہؤا۔ مگر یہ ضروری تھا۔ کہ اس لڑکے کی والدہ جب تک زندہ رہے۔ چنانچہ یہ سب کچھ سیدہ محترمہ حضرت ام محمود اطال اللہ بقاءہا کی خوش بخت با اقبال زندگی میں ہؤا۔ ہزاروں ہزار مبارکباد اس ماں کو جس سے دنیا کو یہ گوہر نایاب ملا۔

کان اللّٰہ نزل من السماء وہ کلمۃ اللہ خدا کا مجسم کلام ہے۔ اسکے متعلق ہی تو خدا نے کہا تھا۔ کہ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے۔ چنانچہ خدا تعالٰی نے کثرت کے ساتھ اس کو کلام و الہام سے مشرف کیا۔ وہ خدا کے اسماء حسنہ میں مذکورہ تمام صفات کا مظہر ہے۔ مگر وہ کلمۃ العزیز ہے بالخصوص کیونکہ اسکا ہر انداز اور اسکی ہر حرکت خدا کے غلبہ اور اسکی قدرت کا نشان ہے۔ پھر وہ کلمۃ اللہ خان ہے۔ کہ جو کسی ایک قوم اور ملک کے لئے مخصوص نہیں۔ بلکہ دنیا کی تمام قوموں کے لئے یکساں ہے وہ خدا کا کئی جہتوں سے مظہر ہے۔ وہ مظہر الاول ہے۔ کہ اسنے سلسلہ کی مشکلات کے ابتدائی زمانہ کو بھی دیکھا۔ اور وہ چونکہ مظہر الآخر بھی ہے اسلئے خدا اسکو لمبی عمر عطا فرما کر وہ زمانہ بھی دے گا جب احمدیت پوری طرح پھیل جائے گی۔ اور اسلام دنیا پر غالب آجائے گا۔ پھر وہ مظہر الحق ہے۔ کیونکہ اس کے ذریعہ عقائد حقہ قائم کئے گئے۔ اور وہ مظہر العلاء ہے ایسے لئے کہ وہ ہمیشہ اپنے مقصد میں کامیاب و کامران ہؤا۔ وہ آسمان سے اترا۔ گویا کہ خود خدا آسمان سے اتر آیا۔ کان اللہ نزل من السماء۔ چنانچہ وہ اولوالعزم جسکا تعلق خدا سے اسقدر مضبوط ہے۔ اپنے تمام مقاصد میں کامیاب و کامگار ہوگا۔ اور پھر اسکے بعد اپنے نفسی نقطہ آسمان کیطرف اٹھایا جائیگا۔ **وکان امرًا مقضیًا** یہ یقینی اور قطعی بات تھی۔ جو ہر شان کے ساتھ پوری ہوئی۔ اور پوری ہوتی رہیگی۔ خوش بخت ہیں وہ جس نے اس رحمت کے نشان کو پایا۔ خود دیکھا۔ اس کو پہچانا۔ اور پھر صدق دل کے ساتھ اسے قبول بھی کیا۔ واللہ الموفق و بہ التوفیق آمنا و صدقنا۔

"قومیں اُس سے برکت پائیں گی"

مکرم شیخ ناصر احمد صاحب بی۔اے واقفِ زندگی

(۱)

خدا کا کلام بڑا ہی پُر جلال اور پُر شوکت ہوتا ہے۔ اُس کے ایک ایک لفظ سے وہ مابہ الامتیاز عیاں ہوتا ہے کہ جو خدائی کلام کو انسانی کلام سے جدا کر دے۔ اس ایک جملہ کو لیجئے جو مصلح موعود پر مشتمل وسیع سلسلۂ العلامات کا ایک حصہ ہے۔ اور غور کرتے جائیے کہ یہ کیا کچھ امور اپنے اختصار میں لئے ہوئے ہے۔ سب سے پہلے یہ اشارہ کرتا ہے کہ مصلح موعود کا ظہور مذہب اسلام میں ہوگا۔ کیونکہ دیگر مذاہب تو کوئی ایک قوم کے لئے اور کوئی دوسری قوم کے لئے تھے۔ سب اقوام کیلئے صرف اسلام ہی ہے۔ اور وہ وجود کہ "قومیں" جس سے برکت پائیں وہ اسلام ہی میں ظاہر ہو سکتا ہے نہ کسی اور مذہب میں۔ پھر اس میں یہ اشارہ پایا جاتا ہے کہ اس وقت اسلام کی صداقت کی گواہی زمین و آسمان دے رہے ہوں گے۔ کیونکہ جب مختلف اقوام عالم ایک مرکز پر جمع ہو رہی ہوں گی۔ تو ادنیٰ سے ادنیٰ تدبر رکھنے والا انسان بھی ضرور اس صداقت کیطرف مائل ہوگا جو ہر سعید کو اپنی طرف کشش کر رہی ہوگی۔ پھر اس میں یہ بھی اشارہ موجود ہے کہ مصلح موعود لمبی عمر پائے گا حتےٰ کہ دنیا کی قومیں اس سے برکت پا جائیں۔ ان پہلوؤں پر غور کرنے کے لحاظ سے مصلح موعود کی پیشگوئی کی عظمت ظاہر ہوتی ہے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اسی الہامی جملہ کے تحت حاشیہ میں رقم فرماتے ہیں: "یہ صرف پیشگوئی ہی نہیں بلکہ ایک عظیم الشان نشان آسمانی ہے ...... اس جگہ بفضلہ تعالیٰ واحسانہ و ببرکت حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خداوند کریم نے اس عاجز کی دعا کو قبول کر کے ایسی بابرکت روح بھیجنے کا وعدہ فرمایا جس کی ظاہری و باطنی برکتیں تمام زمین پر پھیلیں گی" (تذکرہ ص۱۴۲ حاشیہ)

پھر اس جملہ کی تائید مزید کلام الٰہی یوں کرتا ہے۔ کہ وہ "زمین کے کناروں تک شہرت پائیگا"۔ پس مصلح موعود کا وجود اور اسلام کی صداقت کا اظہار اور اقوام عالم کا اسلام قبول کر کے آسمانی برکات کو پانا اور خدائے واحد اور اس کے سچے نبی محمد مصطفےٰ کے نام کا اکناف عالم میں پھیلنا یہ سب لازم و ملزوم ہیں۔ اس لئے کہ نا اس سلسلۂ شہادات کی کوئی ایک کڑی بھی متلاشئ حق کی راہنمائی کا موجب بن جائے۔

(۲)

ہم اختصار کے ساتھ اس آسمانی کلام کے دو پہلوؤں پر نظر کرتے ہیں۔ سب سے پہلے "قومیں اس سے برکت پائیں گی" کی علامت کو ثابت کرنے کیلئے یہ امر کافی ہے کہ آج دنیا کے ہر ملک کے لوگ مصلح موعود کے ساتھ وابستہ ہو رہے ہیں اور اُس کے ذریعہ اپنے ازلی ابدی آقا و مالک خدا تعالیٰ کے در پر جمع ہو رہے ہیں کہ جو ہم سب کا خالق اور رازق ہے۔ دنیا میں کونسا

ایسا وجود ہی کہ جس کے ذریعہ دنیا کے سب ممالک کیا یورپ اور کیا ایشیا۔ کیا افریقہ اور کیا امریکہ۔ غرضیکہ ہر خطۂ عالم کے لوگ ایک آواز پر جمع ہو رہے ہوں۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ ہر مذہب کے ماننے والے مصلح موعود کی آواز پر لبیک کہہ رہے ہیں اور اپنے اپنے آسمانی نوشتوں کے مطابق مصلح موعود کو مان کر اسلام قبول کر رہے ہیں۔ آج روئے زمین پر کوئی ایک فرد ایسا نہیں کہ جس کی آواز کو سُن کر دنیا کے سب مذاہب کے ماننے والے ایک مرکز پر جمع ہو رہے ہوں "برکت پائیں گی" یہ مفہوم بھی اپنے اندر رکھتا ہے کہ ادنیٰ اور پسماندہ اقوام اس کے ذریعہ ترقی کریں گی۔ اور آج ہماری نظریں جب افریقہ میں بسنے والی اقوام اور امریکہ میں رہنے والے حبشیوں کی طرف پڑتی ہیں جو مصلح موعود کے ذریعہ ہزاروں کی تعداد میں اسلام قبول کر کے ترقی کی منازل پر جا رہی ہیں تو ہمارے دل بلکہ ہمارے جسموں کا ذرّہ ذرّہ اس آسمانی کلام کی صداقت کا شاہد بن جاتا ہے۔ پھر ہندوستان میں ہی جو مختلف اقوام و مذاہب کے لوگ ہیں اُن کا آہستہ آہستہ اسلام قبول کرنا اس پیشگوئی کی عظمتِ شان کو بہت نمایاں کرتا ہے۔

(۳)

لیکن نہیں، اس پیشگوئی کا ایک نہایت ہی روشن پہلو اور اس علامت کا ایک بڑا ہی واضح ثبوت اس صلح کے پیغام میں مضمر ہے جو حضرت مصلح موعود امام جماعت احمدیہ نے ۱۲ جنوری کے خطبہ جمعہ میں مختلف اقوام کو دیا۔ حضور نے فرمایا:۔

"میں اپنی طرف سے دنیا کو صلح کا پیغام دیتا ہوں۔ میں انگلستان کو دعوت دیتا ہوں کہ آؤ اور ہندوستان سے صلح کر لو۔ اور میں ہندوستان کو دعوت دیتا ہوں کہ جاؤ اور انگلستان سے صلح کر لو۔ اور میں ہندوستان کی ہر قوم کو دعوت دیتا ہوں اور پورے ادب و احترام کے ساتھ دعوت دیتا ہوں۔ بلکہ لجاجت اور خوشامد سے ہر ایک کو دعوت دیتا ہوں کہ آپس میں صلح کر لو۔" پھر فرمایا:۔

"پس ضروری ہے کہ ہندوستان کی مختلف قومیں آپس میں صلح کریں۔ مسلمان، ہندو، کانگرس، مسلم لیگ اور دوسری سیاسی پارٹیاں آپس میں صلح کریں۔" پھر اس پیغام صلح کی اہمیت کے پیش نظر جماعت کو نصیحت فرمائی کہ "ہر احمدی کا فرض ہے کہ اسے ہر ملک۔ ہر شہر۔ ہر گاؤں۔ ہر گھر بلکہ ہر ایک کمرہ اور ہر ایک آدمی تک اسے پہنچائے۔ تا یہ دنیا کے کونہ کونہ میں پہنچ جائے۔" بیشک آج ہم اس پیشگوئی کے اس حد درجہ شاندار ظہور کا تصور بھی آسانی کے ساتھ نہیں کر سکتے لیکن مستقبل بتا دیگا کہ اس صلح کے پیغام میں کیا کیا برکتیں قوموں کیلئے پنہاں ہیں۔ آج یہ پیغام ایک بیج ہے لیکن جب یہ ایک عظیم الشان درخت بنیگا تو خدا کا یہ کلام کہ "قومیں اس سے برکت پائینگی" اپنی پوری شان اور اپنی پوری عظمت اور پوری شوکت اور پورے جلال کے ساتھ ظاہر ہوگا اُسوقت دنیا کا ایک۔ ایک فرد جان لیگا کہ خدا کے کلام میں کتنی طاقت ہوتی ہے اور اسکی تائید کتنی قوت بخشنے والی چیز ہوتی ہے۔ یہ کہدینا کہ یوں ہوگا ایک آسان امر ہے لیکن ایک انہونی بات کو کہنا۔ ایک لمبا عرصہ پہلے کہنا۔ غیر معمولی حالات میں کہنا اور پھر اُس کہنے کے مطابق ہو جانا یہی وہ امور ہوتے ہیں جو خدا کی ہستی کو ثابت کرنیوالے ہوتے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ ہم مصلح موعود کے وجود کو خدا کی ہستی کا ایک نشان یقین کرتے ہیں کہ اس کا وجود مختلف جہات سے خدا کے وجود کو ثابت کرتا ہے۔ اس کے متعلق خدائی الفاظ کی تشریح و توضیح اس ایک نقطہ پر آکر ختم ہوتی ہے کہ خدا ہے جو زندہ ہے۔ جو بولتا اور سنتا ہے۔ جو قادر ہے اور مالک ہے۔ مصلح موعود کے متعلق پیشگوئی درحقیقت ایک آسمانی قصیدہ ہے جو ملاءِ اعلیٰ میں آج سے ۵۹ برس پیشتر مصلح موعود کی مدح میں گایا گیا۔ اور وہ دن آتا ہے جب زمین پر بھی یہ آسمانی قصیدہ پورے ترنم کے ساتھ گایا جائیگا۔ انشاء اللہ العزیز

"خدا کا سایہ اُس کے سر پر ہوگا"

صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ

خدا تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دنیا میں مبعوث فرمایا اور آپ کے ذریعہ اسلام کی صداقت کے بہت سے نشانات ظاہر فرمائے۔ ان نشانات میں سے ایک بیّن اور جلیل القدر نشان مصلح موعود کا نشان ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر مخالفین نے جب اعتراضات کرنے شروع کئے اور نشانات مانگے تو اُس قادرِ مطلق خدا نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک زبردست نشان عطا فرمایا۔ یہ نشان تمام دنیا کے لئے حُجّت ہے اور وہ نشان مصلح موعود کا نشان ہے۔ مصلح موعود کا وجود خدا تعالےٰ کا ایک زندہ نشان ہے۔ اس کی صداقت کا ثبوت ہم اس ایک الہامی جملہ کی روشنی میں معلوم کرتے ہیں۔

ابتدائی متغائر حالات

جب خدا تعالےٰ کے الہام کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے گھر ایک لڑکا پیدا ہوا۔ آپ نے اس کا نام بشیر الدین محمود احمد رکھا۔ وہ ابھی چھوٹی عمر میں سے ہی گذر رہا تھا کہ اس کو مختلف الانواع بیماریوں نے آگھیرا۔ اُس کی صحت دن بدن گرنی شروع ہوئی۔ اس کی آنکھیں سخت خراب ہوگئیں۔ اس کو خنازیر بھی ہوگیا۔ لیکن پھر بھی وہ بظاہر ان مایوس کن حالات سے بچ کر نکل گیا اس لئے کہ "خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا" کا الہام اُسی کے متعلق تھا۔

پھر صحت کی خرابی کی وجہ سے اس کی پڑھائی بالکل ناقص تھی وہ آنکھوں کی خرابی کی وجہ سے پڑھ نہیں سکتا تھا۔ اس کی راتیں جاگتے ہوئے کٹتی تھیں۔ بظاہر ان حالات سے یہی نتیجہ نکلتا تھا کہ وہ بالکل اَن پڑھ اور بے علم رہے گا لیکن نہیں "خدا کا سایہ اُس کے سر پر" تھا۔ خدا نے خود اسے پڑھایا اور دینی علوم اس کو سکھائے اور اس کو علوم ظاہری و باطنی سے پُر کر دیا۔ وہ اپنی عمر میں ترقی کرتا گیا یہاں تک کہ وہ چوبیسویں سال میں پہنچا۔ یہ وہ وقت تھا جب اُس کے سر پر ایک بھاری ذمہ واری لادی گئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضؓ وفات پاگئے آپ کے فوت ہوتے ہی پیغامیت کے فتنہ کی آگ یکدم بھڑک اٹھی۔ اس وقت خدا تعالےٰ نے اس کے کندھوں پر خلافت کا گران بار بوجھ ڈال دیا۔ لیکن پھر بوجھ ڈالکر اُسے چھوڑا نہیں بلکہ اُسے قوت اور طاقت بخشی۔ کیونکہ "خدا کا سایہ اُس کے سر پر" تھا۔ اور وہ لوگ جو یہ کہتے تھے کہ "کل کے بچہ" کو خلافت سپرد کر دی ہے ان کو خائب و خاسر کیا اور ناکام و نامراد رکھا۔

پہلا فتنہ

جب اس کو خلیفہ منتخب کیا گیا تو جماعت کے تمام بڑے اور چیدہ چیدہ لوگ اس سے بگڑ کر

قادیان سے لاہور چلے گئے - اور خزانہ میں صرف چند آنے رہ گئے - اور خزانہ ہزاروں کے بار تلے تھا ایسی صورتِ حالات میں جماعت بھلا کہاں ترقی کرسکتی تھی۔ لیکن نہیں "خدا کا سایہ اُس کے سر پر" تھا - اس لئے اس نے خدا کی مدد سے جماعت کو منظم کیا اور جماعت نے ترقی کرنا شروع کی۔

دوسرا فتنہ

اس فتنہ کو ابھی تھوڑا عرصہ ہی گذرا تھا کہ ایک اور فتنہ یعنی "فتنۂ مستریان" پھوٹ پڑا اسان بدطینت لوگوں نے اُس پر گندے سے گندے اتہامات لگائے - لیکن وہ فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا کا مصداق ٹھہرا اور خدا تعالٰے نے اس کو تمام الزامات سے بری کردیا - کیونکہ "خدا کا سایہ اُس کے سر پر" تھا -

تیسرا فتنہ

ابھی یہ فتنہ بھی ختم ہی ہوا تھا کہ ایک اور فتنہ یعنی "فتنۂ احرار" برپا ہوا - اور ان نام نہاد سلام کے "محافظین" احرار نے احمدیت پر ایک بہت بھاری حملہ کیا - اور ہندوستان کے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک مخالفت کی بے پناہ آگ لگا دی - اور طرفہ تریہ کہ اس وقت بعض حکام نے بھی انصاف کو بالکل ہاتھ سے چھوڑ دیا - اور ظالموں کی مدد کرنی شروع کردی - آئے دن یہی مشہور کیا کیا جاتا تھا کہ ہم قادیان کی اینٹ سے اینٹ بجادیں گے - اور کسی احمدی کو بھی روئے زمین پر زندہ نہیں چھوڑیں گے بظاہر نظر احمدیت کا خاتمہ تھا لیکن نہیں خدا نے اپنے اس پیارے کو ہی عزت دی - اور اس کے دشمنوں اور مخالفوں کو ذلیل وخوار کیا اور اُن کے دانت کھٹے کردئے - اور احمدیت کو محکم تر کردیا - اور تحریک جدید کا اجرا اس کے ہاتھوں سے کروایا - یہ تحریک ایسی زبردست ثابت ہوئی کہ احمدیت روز بروز ترقی کرتی گئی - اس تحریک نے اس کی کمر کو اور بھی مضبوط کردیا اور احمدیت کو پہلے سے بھی بلند مقام پر پہنچا دیا کیونکہ "خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا" نے ایک دفعہ پھر ایک جلالی شان میں ظاہر ہونا تھا -

چوتھا فتنہ

اس کے بعد پھر ایک فتنہ برپا ہوا جس کو مصری فتنہ کہہ سکتے ہیں - اس فتنہ نے جماعت کو اندر اندر چوہے کی طرح کھانا شروع کیا ہی تھا کہ خدا نے اپنے برگزیدہ کے ذریعہ اس فتنہ کی جڑ کو اُکھیڑ کر پھینک دیا - اور اپنی پسندیدہ جماعت کو اس گند سے پاک وصاف کردیا - کیونکہ "خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا" کی پیشگوئی اُسی کے متعلق تھی -

خدا تعالٰے نے ہماری جماعت کو ہر مخالف سے نجات دی ہے اور آئندہ بھی دیتا رہیگا کیونکہ اُس کا وعدہ بھی ہے اس کا سایہ ہمیشہ ہی ہمارے پیارے امام کے سر پر رہا ہے اور اُسکے طفیل جماعت کے سر پر بھی -

آخر میں خدا تعالٰے سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو توفیق بخشے کہ ہم مصلح موعود کی زبردست پیشگوئی کو بسط کے ساتھ مخالفین کے سامنے پیش کریں اور یہ بھی بتائیں کہ اسلام کی ترقی میں اس پیشگوئی کا بہت بڑا دخل ہے - وبالخیر

"ہم اُس میں اپنی رُوح ڈالیں گے"

شیخ ناصر احمد صاحب بی۔اے واقفِ زندگی

(۱)

مصلح موعود کی ایک بڑی نشانی خدائی کلام میں یہ بیان ہوئی ہے کہ "ہم اُس میں اپنی رُوح ڈالینگے" (تذکرہ صفحہ ۱۴۲) خدا کی طرف سے آنے والے بندے خدا نما ہوتے ہیں۔ ان کے ساتھ وہ علامات ہوتی ہیں جن کو دیکھ کر دنیا کو یہ یقین ہو جاتا ہے کہ خدا ان کے ساتھ ہے۔ آسمانی تائید ہی سب سے بڑا مابہ الامتیاز ہوتا ہے سچے اور جھوٹے میں۔ اور یہ امتیازی نشان ہمیں مصلح موعود کے وجود پر جس شان سے نظر آرہا ہے۔ الفاظ میں اُسے بیان کرنے کی تاب و سکت نہیں۔ خدا کا یہ کلام جو آج سے ۵۹ برس پیشتر دنیا کے لوگوں کو سنایا گیا۔ آج ہم ہی نہیں بلکہ ساری دنیا اس کی حرف بحرف تصدیق کی شاہد ہے ہم تین مختلف جہات سے اس آسمانی کلام پر غور کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ کس طرح خدا کے مُنہ کی باتیں پوری ہوئیں۔ "ہم اس میں اپنی رُوح ڈالیں گے" سے اول یہ مراد ہو سکتا ہے کہ اس شخص کو روح یعنی کلام اللہ اَلرُّوحُ۔ اَلْوَحْيُ) کا فہم عطا ہوگا۔ پھر اس سے یہ مراد ہو سکتا ہے۔ کہ اس کے وجود میں اللہ تعالیٰ کا کوئی سابقہ کلام یعنی پیشگوئیاں پوری ہوں گی۔ پھر یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ خود اس پر خدا کا کلام نازل ہو گا۔

(۲)

مصلح موعود کے آنے کی غرض یہ بتائی گئی تھی کہ "تا کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو" (تذکرہ صفحہ ۱۳۹) اور کلام اللہ کا مرتبہ ظاہر نہیں ہو سکتا جب تک اس کے پنہاں رموز اور نکاتِ معرفت اور محاسنِ کلام اور اعلیٰ اور عمدہ تفسیر جو ضرورت زمانہ کے مناسب ہو بیان نہ ہو۔ اور یہ امور بیان نہیں ہو سکتے جب تک کہ خدا کی طرف سے ان کا فہم عطا نہ ہو۔ خدا تعالیٰ نے مصلح موعود کے متعلق یہ بھی فرمایا تھا کہ "وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا"۔ (تذکرہ صفحہ ۱۴۱) ہم دیکھتے ہیں کہ اس زمانہ میں کلام الٰہی یعنی قرآن کریم کو سمجھنے والا اور اس کی صحیح تفسیر کرنے والا سوائے سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی کے اور کوئی نہیں۔ حضور بارہا۔ دنیا کے علماء کو۔ عرب و عجم کو تفسیر نویسی کا چیلنج دے چکے ہیں لیکن کسی کو میدان میں آنے کی جرأت نہیں۔ حضور کا دعویٰ ہے کہ قرعہ اندازی کے ذریعہ اگر مختلف آیات کی تفسیر نویسی کا مقابلہ ٹھہر جائے۔ تو حضور کو خدا ایسی تفسیر سمجھا دے گا۔ جسے دنیا نہ صرف صحیح ترین قرار دینے پر مجبور ہو گی بلکہ ان معارف کا ذکر پہلی کسی تفسیر میں بھی نہیں پائیگی۔ پھر حضور کا دعویٰ ہے کہ

قرآن کریم کے ذریعہ حضور اسلام پر ہونے والے ہر اعتراض کا جواب دے سکتے ہیں خواہ وہ موجودہ فلسفیوں کی طرف سے ہو یا سائنسدانوں۔ ہیئت دانوں۔ نفسیات۔ اخلاقیات۔ اقتصادیات۔ سیاسیات وغیرہ کے ماہرین کی طرف سے ہو۔ پھر حضور کا دعویٰ ہے کہ آج دنیا کو قرآن سکھانے کے لئے استاد حضور ہیں۔ اتنے واضح چیلنجوں کے باوجود جو اس قدر تحدی سے کئے گئے ہیں دنیا کے لوگوں کا خاموش رہنا دعویٰ کی صداقت کو ثابت کرتا ہے۔

(۳)

اس جہت سے کہ اس کے وجود میں اللہ تعالےٰ کا کوئی سابقہ کلام پیشگوئی کے رنگ میں پورا ہوگا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سی پیشگوئیاں موجود ہیں۔ سید الخلق صلے اللہ علیہ وسلم نے مصلح موعود سی عظیم الشان ہستی کی پیدائش کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا کہ یَتَزَوَّجُ وَیُوْلَدُ لَہٗ یعنی مسیح موعود شادی کرے گا اور اُس کا ایک لڑکا خاص نشان ہوگا۔ جاننا چاہیئے۔ کہ اگر ہم محض ظاہری الفاظ کے لحاظ سے اس کے معنے کریں۔ کہ مسیح موعود شادی کرے گا اور اس کا لڑکا ہوگا۔ تو یہ کلام پیشگوئی کیونکر ہوا؟ اور مسیح موعود کی علامت کس طرح ٹھہرا؟ ماننا پڑے گا کہ یہ شادی عام شادی نہیں اور نہ یہ لڑکا معمولی لڑکا ہے۔ اور اس طرح تنکیر کے طور پر بیان کرنا بھی عربی زبان میں عظمتِ شان کے اظہار کے لئے آتا ہے۔ پس اس پیشگوئی سے مصلح موعود کی بشارت عبارت ہے۔ پھر متی باب ۲۵ میں تمثیلی رنگ میں حضرت مسیح ناصری ایک مثیلِ مسیح کی آمد کا ذکر کرتے ہیں۔ جو قوموں کو برکت دے گا اور لمبے انتظار کے بعد آئے گا اور پھر اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی جسے مخالفین نے اصرار اور مطالبہ کرکے حاصل کیا۔ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کا وہ مشہور اشتہار جو خدا کے جلال کو ظاہر کرنے والے الفاظ اور اس کی برتری کو ثابت کرنے والی عبارت کے ساتھ دنیا میں نازل ہُوا وہ ایک تفصیلی نقشہ ہے مصلح موعود کا اور اس کے زمانہ کا۔ اُس پر ایک نظر۔ ہاں بصیرت والی نظر ضرور خدا کا چہرہ دکھا دیتی ہے۔ تو اس لحاظ سے کہ مصلح موعود کے وجود میں خدا کا کلام پورا ہوگا یہ ثابت ہوگیا کہ یہ کلام کہ "ہم اُس میں اپنی رُوح ڈالیں گے" آسمانی کلام ہے۔

(۴)

اس جہت سے کہ خود اس پر خدا کا کلام نازل ہوگا۔ یہ بات سورج سے زیادہ روشن ہے کہ خدا کا کلام اُس کے وجود کا زندہ نشان اور اُس کی ہستی کی مُنہ بولتی تصویر، مصلح موعود پر نازل ہوتا ہے۔ یہ ثابت کرنے کے لئے کہ خدا زندہ ہے۔ اس کی صفات زندہ ہیں۔ ابتدائے زمانہ سے لے کر جب حضور کو یہ الہام ہُوا کہ اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ۔ اور پھر اہلِ پیغام کی ناکامی کا نشان یہ الہام کہ لَیُمَزِّقَنَّھُمْ۔ اور پھر اس کے بعد اس وقت تک متواتر جماعت کی

ترقی و راہنمائی پر مشتمل الہامات - رویا ہائے - کشوف وغیرہ جو حضور پر نازل ہوئے سب خدا کا کلام ہیں اور پھر اسی جنگ کے متعلق بعض اہم امور ایسے اہم کہ جو جنگ کی صورتِ حالات اور اُس کے انجام پر اثر انداز ہونے والے تھے اُن کا قبل از وقت علم پانا مثلاً سقوطِ فرانس کے وقت برطانیہ کی طرف سے پیشکش کہ فرانسیسی اور برطانوی لوگ حقوق شہریت میں برابر ہو جائیں (تاریخ میں اس قسم کی صورتِ حالات کی مثال نہیں ملتی) لیبیا کی جنگ کا نقشہ - امریکہ کی طرف سے برطانیہ کو ۲۸۰۰ ہوائی جہازوں کی امداد کا ملنا وغیرہ وغیرہ - یہ سب خدا کا کلام تھا جو مصلح موعود پر ظاہر ہوا - اور پھر خود حضور پر یہ انکشاف کہ حضور ہی اس عظیم الشان پیشگوئی کا مصداق ہیں - یہ بھی خدا کا کلام ہے جو حضور پر نازل ہوا - خدا کی ہستی کا ثبوت اس سے بڑھکر کوئی نہیں کہ خدا بولتا ہے - دنیا کے بڑے بڑے دہریہ بھی آسمانی کلام کی شہادت کے مقابلہ میں ٹھہر نہیں سکتے - خدا کا کلام اُس کی ہستی کو دل میں گاڑتا اور منکر دلوں سے اس کے وجود کو منواتا ہے - اور آج اس کلام کا مصلح موعود پر نازل ہونا ثابت کرتا ہے کہ یہ کلام کہ "ہم اس میں اپنی رُوح ڈالیں گے" ربانی کلام ہے -

(۵)

پس ہر سہ جہات مختلفہ سے ثابت ہو گیا کہ خدا کے کلام کو اپنے اندر پورا کرنے والا ایک ہی وجود مصلح موعود کا ہے جو جماعت احمدیہ کے موجودہ امام سیدنا امیر المومنین حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالٰے بنصرہ العزیز اطال اللہ بقاءہ و اطلع شموس اطالعہ ہیں - دنیا اس نشان کی عظمت سے انکار نہیں کر سکتی - دنیا اس صداقت کو چھوڑ نہیں سکتی کہ اس کا انکار کرنے اور اسے چھوڑنے سے اُسے ہر صداقت کو ترک کرنا پڑتا ہے - ایسا نشان جو ایک زندہ نشان ہے، جو ایک زندہ خدا کی طرف راہنمائی کرتا ہے دنیا کا کوئی مذہب آج پیش نہیں کر سکتا - بجز اسلام کے - کہ اسلام ایک ہی عالمگیر اور زندہ اور قائم مذہب ہے جس کی صداقت کی علامات ہر زمانہ میں ملتی ہیں - توجہ کے ساتھ اور ٹھنڈے دل کے ساتھ اس پیشگوئی پر غور کرنے سے روحانی بصیرت حاصل ہوتی اور خدا تعالٰے کی طرف رہنمائی ملتی ہے - پس ہم دنیا کے لوگوں کو بالعموم اور اپنے بچھڑے ہوئے غیر مبائع دوستوں سے بالخصوص یہ امید رکھتے ہیں کہ وہ ضرور اس نشان پر غور فرمائیں گے - بے جا تاویلات کس کام کی جو سچی روحانیت کو برباد اور ایمان کو خراب کریں - واقعات کی شہادت سے بڑھکر کوئی شہادت نہیں مصلح موعود کا وجود اپنی صداقت کا خود گواہ ہے - بھلا جس کے ساتھ خدا کی روح - اس کا کلام اور اس کا ہاتھ ہو اُسے اپنی صداقت کیلئے اور کس دلیل کی حاجت ہے - پس وقت ہی کہ غیر ضروری اور بے جا طور پر طویل مباحثات میں پڑنے کی بجائے خدا کے اُس راستے کیطرف آؤ جو اس نے خود بنایا ہے اور مصلح موعود کے ہاتھ پر بیعت کر کے خدائی برکات کے مورد ہو نہ کہ اسکی مخالفت و انکار کر کے آسمانی عذاب کے مستحق

"زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا"

ملک عطاالرحمٰن نائب مدیر

مسیح موعود علیہ السلام سے وعدہ

احمدیت در حقیقت اسلام کا دوسرا دور ہے۔ تکمیل اشاعت کا عظیم الشان مقصد اس دور کی انتہائی غرض ہے۔ چنانچہ خدا تعالےٰ نے اس مبارک مقصود کے پیش نظر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ اور اسلام کی عالمگیر اشاعت کے اس پروگرام کو ان الفاظ میں حضور کے سامنے پیش فرمایا:۔

"میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤنگا"

خدا تعالےٰ کی طرف سے اس خدمت کے سپرد ہونے پر خدا کے مسیح نے خدا تعالےٰ کی نصرتوں کے ہمراہ مقصود کے اس راہگذار پر اپنے قدم ڈال دئے۔ مگر اس لمبی مسافت کا ایک عمر میں طے کرنا ممکن نہ تھا۔ اس لئے خدا تعالےٰ نے اپنے بندہ کو مایوس نہ ہونے دیا۔ بلکہ اس امید افزا وعدہ کے ساتھ اسکی ہمت کو بڑھایا۔

"میں تجھے رحمت کا نشان دیتا ہوں ...... فتح وظفر کی کلید تجھے ملتی ہے ..... خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا .... اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ ...... وہ اولوالعزم ہوگا اور حسن واحسان میں تیرا نظیر ہوگا۔ ......"

خدا تعالےٰ نے حضور کو حضور کے نقش ثانی کا وعدہ فرمایا۔ حسن واحسان میں بعینہٖ کا وعدہ فرمایا اور اس حقیقی جانشین کا وعدہ فرمایا کہ جس سے خدا تعالےٰ کے اس وعدہ کو جو اس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے فرمایا کہ

"میں تجھے زمین کے کناروں تک عزت کے ساتھ شہرت دونگا اور تیرا ذکر بلند کروں گا"

کو پورا کرنا تھا۔ چنانچہ اس سے بھی خدا کا یہی وعدہ تھا کہ یہ خود

"زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا"

ابتدائی بے سروسامانی

یہ اولوالعزم جب اپنے آقا کی مسند پر بیٹھا۔ اور کم سنی کی عمر میں اسکے معصوم ہاتھوں میں اس عظیم الشان کام کی تندیاں جب دی گئیں تو اس کی حالت انبیاء کی سنّت کے مطابق انتہائی بے سروسامانی کی حالت تھی۔ بیت المال سے چودہ آنہ کی حقیر رقم

ہزاروں روپے کا قرض اور کہنہ مشق اور پختہ کار ارکین جماعت کا انقطاع اس کا سرمایہ تھا۔ کہ جس کے ساتھ اُس نے اس عظیم الشان بار کو اپنے کندھوں پر لیا۔ لیکن نہیں نہیں ظاہر کی اس بے سروسامانی کے پس منظر خدا تعالیٰ کی تائید و نصرت کا اعجازی ہاتھ تھا جو اپنی قدرت نمائی چاہتا تھا۔ خدا کا سایہ اس کے سر پر تھا۔ اس نے جلد جلد بڑھنا تھا۔ زمین کے کناروں تک اس نے شہرت پانی تھی۔

دفاع کا زمانہ اور جارحانہ اقدام

احمدیت کے مدمقابل عیسائیت اور کئی اور ایسے ادیانِ باطل تھے جو پوری شدت کے ساتھ اسلام پر حملہ آور تھے۔ اور اس وقت تک احمدیت کی طرف سے دفاعی حملے پورے زور کے ساتھ ہو رہے تھے کہیں کہیں کوئی جارحانہ اقدام بھی نظر آتا تھا۔ مگر پوری وضاحت کے ساتھ نہیں۔ مگر اس کے آنے کے ساتھ جلال الٰہی کا ظہور یقینی تھا۔ چنانچہ اس کے آتے ہی احمدیت کی طرف سے صرف دفاعی ہی نہیں بلکہ اب جارحانہ حملوں کا واضح اقدام شروع ہو گیا۔

۱۴ مارچ ۱۹۱۴ء کو وہ اس خداداد اقتدار پر سرفراز ہوا اور اسی دن اُس کے حق میں یہ نوشتہ پورا ہونا شروع ہوا۔ کہ وہ جلد جلد بڑھے گا اور دنیا کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ احمدیت دنیا کے طول و عرض میں پھیلنی شروع ہوئی۔ مشرق و مغرب کی تمام وسعتیں اب اس کی آزاد جولانگاہ تھی۔ اور نہ صرف اپنے گھر میں پوری طرح مستحکم اور محفوظ ہو چکی تھی بلکہ مخالف مراکز میں اب اس کے مرکز قائم ہونے شروع ہو گئے۔

واقعات اور حقائق کسی بیان کے محتاج نہیں ہوا کرتے۔ تاہم اُن کی تفصیل مگر اجمال کے ساتھ یہاں عرض کر دینا کافی ہو گا۔ تاکہ قارئین حضرات کے سامنے ہفت اقلیم میں احمدیت کی اس اشاعت کا کچھ تصور قائم کیا جا سکے۔

تکمیل اشاعت کا پہلا دور

اسلام کا سورج اب مغرب سے طلوع ہونا تھا۔ اس لئے ہم اس کا ذکر مغرب سے شروع کرتے ہیں۔

یورپ				افریقہ	
انگلستان	۱۹۱۴ء	زیکوسلوویکیا	۱۹۳۷ء	نائیجیریا	۱۹۲۱ء
جرمنی	۱۹۲۱ء	البانیہ	۱۹۳۶ء	گولڈ کوسٹ	۱۹۲۱ء
ہنگری	۱۹۳۶ء	**شمالی امریکہ**		سیرالیون	۱۹۲۱ء
سپین	۱۹۳۶ء		۱۹۲۲ء	یوگنڈا و کینیا کالونی	۱۹۳۴ء
اٹلی	۱۹۳۷ء	**جنوبی امریکہ**		ٹانگانیکا و زنجبار	۱۹۳۴ء
یوگو سلاویہ	۱۹۳۶ء		۱۹۳۶ء	ماریشس	۱۹۱۵ء

پولینڈ ۱۹۳۷ء

ایشیا		سیلون	۱۹۱۵ء	بورنیو	۱۹۲۵ء
مصر	۱۹۲۵ء	برما	۱۹۳۵ء	**چین**	
فلسطین	۱۹۲۸ء	ملایا	۱۹۳۵ء		
روس	۱۹۲۴ء	سروبایا	۱۹۳۶ء	ہانگ کانگ	۱۹۳۵ء
شرقی ترکستان	۱۹۳۶ء	سنگاپور	۱۹۳۶ء		
ایران	۱۹۲۴ء	سماٹرا	۱۹۲۵ء	**جاپان**	
افغانستان	۱۹۲۵ء	جاوا	۱۹۲۵ء	ٹوکیو	۱۹۳۵ء

بیرون ہند مذکورہ بالا ان مقامات پر مبلغین بھجوائے گئے۔ اور حسب حالات مشن قائم کئے گئے ان کے علاوہ ہندوستان کے تمام صوبوں میں آٹھ سو کے قریب احمدی جماعتیں اللہ تعالےٰ کے فضل سے قائم ہیں۔

احمدیت کے ان مراکز میں حسب ضرورت مبلغین کام کر رہے ہیں۔ ان میں سے بعض مقامات پر مساجد تعمیر کی گئی ہیں۔ سکول قائم کئے گئے ہیں اور اپنی عمارات ہیں۔ مختلف زبانوں میں رسالے شائع کئے جاتے ہیں۔ اپنے پریس ہیں۔ مختلف زبانوں میں لٹریچر شائع کیا جاتا ہے۔

الغرض وہ حقیر سرمایہ کہ جس سے یہ عظیم الشان کام شروع کیا گیا۔ اور اس کے مقابل پر عظیم الشان نتائج جو خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے اس نشان کو عطا فرمائے۔ کیا اس صداقت کے ہوتے ہوئے کسی حقیقت پسند آنکھ سے قدرت کا یہ نشان پوشیدہ رہ سکتا ہے۔

پھر اسی پر بس نہیں۔ یہ تمام کوائف جو اوپر عرض کئے گئے ہیں اس کے ساتھ ہم
"وہ جلد جلد بڑھے گا اور دنیا کے کناروں تک شہرت پائے گا"
کے پہلے دور کو ختم کرتے ہیں۔ اور اب اس صداقت پر ایک دوسری مہر ثبت ہونا چاہتی ہے۔ اب اس کا ایک دوسرا دور شروع ہونا چاہتا ہے۔

تکمیل اشاعت کا دوسرا دور

دنیا جس عالم کیاب کا منظر دیکھ چکی ہے۔ اس سے اب قلوب کی زمینوں میں ایک ہل چلایا جا چکا ہے۔ اور احمدیت اس موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے خدا کی توحید اور اس کے اسلام کے بیج کو ان زمینوں میں ڈالنا چاہتی ہے۔ خداداد اسباب اور اس کی توفیق سے اس کے لئے تیاری اپنی تکمیل کو پہنچ رہی ہے۔ اور حالات کی اجازت سے حسب ذیل تفصیل کے ساتھ مختلف ممالک میں مبلغین کے بھجوانے کا اقدام اس جلد جلد بڑھنے والے دور

دنیا کے کناروں تک شہرت پانے والے کے پیش نظر ہے۔

انگلستان ۳ مبلغ شمالی امریکہ ۳ مبلغ جنوبی امریکہ ۲ مبلغ جرمنی ۳ مبلغ فرانس ۲ مبلغ سپین ۲ مبلغ۔ اٹلی ۲ مبلغ۔ ایران ۲ مبلغ۔ عرب ممالک ۳ مبلغ افریقہ ۱۵ مبلغ۔

یہ ہے اجمال اس اقدام کا جس کو اللہ تعالےٰ کے فضل سے جلد ہی واقعات کے ڈھانچہ میں ڈالا جائیگا۔ انشاءاللہ دنیا موجودہ جنگ سے اپنی مادی زندگی کے آخری سانس توڑنے کے لئے تڑپ رہی ہے اور احمدیت کا یہ بروقت روحانی حملہ اس کی ابدی حیات کے لئے دائمی زندگی کا ایک سکینت بخش سانس اس کے مردہ جسم میں پھونکنے کا باعث ہوگا۔ یقیناً ایسا ہی ہوگا اور یہی ہو کر رہے گا۔ کیونکہ

"وہ جلد جلد بڑھے گا اور دنیا کے کناروں تک شہرت پائے گا"

اور پھر اُسی کے ہاتھوں خدا تعالےٰ کا یہ وعدہ اس کے مسیح کے ساتھ پورا ہوگا۔

"میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا"

"میں تجھے زمین کے کناروں تک عزت کے ساتھ شہرت دوں گا اور تیرا ذکر بلند کروں گا۔"

بقیہ صفحہ ۴۶

نصرت و فیض زمین و آسمان میں پھیلا دیا جاتا ہے۔ اس لحاظ سے بھی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کا صادق اور برگزیدہ الٰہی ہونا ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے آپ کی جو محبت متبعین کے دلوں میں ڈالی ہے وہ جماعت احمدیہ کے حالات سے آگاہی رکھنے والوں سے مخفی نہیں۔ اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ آج وہ کونسا گروہ ہے جو یہ دعویٰ کر سکے کہ جس کو وہ بزرگ اور باخدا سمجھتا ہے اس کے ساتھ بھی خدا تعالےٰ نے ایسا ہی سلوک کیا ہو۔ جیسا کہ حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے ساتھ۔ جماعت کو آپ کے ساتھ اندھی عقیدت نہیں ہے بلکہ صاف اور خالص محبت ہے۔ جو آپ کی بلند کرداری کی وجہ سے جماعت میں پیدا ہو چکی ہے۔ اور اسی طرح خدا تعالےٰ نے بھی آسمان سے وحی کر کے لوگوں کے دلوں کو آپ کی طرف مائل کر دیا ہے۔ جماعت میں سے ہزاروں لوگ گواہی دے سکتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے کیسے کیسے عجیب و غریب طریقوں سے آپ کے عالی مرتبت و بابرکت اور فیض رساں وجود کی ان کو خبر دی ہے۔ غافلوں کو جگایا اور انہیں بتایا کہ جاؤ اگر فیض حاصل کرنا چاہتے ہو تو ہمارے اس پیارے کا قرب حاصل کرو۔ بصیرت رکھنے والوں کیلئے آپکی صداقت کا یہ ایک بہت ہی زبردست نشان ہے۔

مصلح موعود اور خدائی شہادت

(صاحبزادہ خان عباس احمد خاں صاحب بی۔ اے)

ہم مصلح موعود کو کیوں مانتے ہیں اس لئے کہ عقلی اور نقلی دلائل اس کے حق میں موجود ہیں۔ یا اس لئے کہ وہ خدا تعالےٰ کی رضا کے ساتھ سرفراز اور اس کی تائید و نصرت سے مشرف ہے۔ مقبولانِ الٰہی کے آثار اس میں پائے جاتے ہیں۔

صداقت کا ربانی معیار

مندرجہ بالا دونوں ثبوتوں سے صادق کی صداقت کو پرکھا جاتا ہے لیکن حق یہ ہے کہ اگر پہلی قسم کے ثبوت بھی کسی صادق کے حق میں سمجھ نہ آئیں۔ تب بھی اگر آسمانی شہادت اس کے ساتھ ہے وہ صادق سمجھا جائے گا۔ اور اُس کے اقوال کو صدق پر محمول کیا جائیگا۔ عقلی اور نقلی دلائل میں بہت تنازع کی گنجائش ہوتی ہے اور علم کی کمی یا تفاوت عقلی وغیرہ کی وجہ سے ہو سکتا ہے کہ بعض کو وہ دلائل سمجھ نہ آئیں۔ لیکن جب کسی کے حق میں خدا تعالےٰ شہادت دیدے کہ وہ صادق ہے اور اس کے اقوال صدق پر مبنی ہیں۔ تب ہر عقلمند کا کام یہی ہے کہ وہ اپنی عقل کو معذور گردانتے ہوئے اس کو اور اُس کے اقوال کو تسلیم کرے۔ خدا تعالےٰ علیم و خبیر ہے اس کی گواہی کے آگے ہماری عقلیں ہیچ ہیں۔ اسی لئے سو فی صدی صراط مستقیم یہی ہے کہ صادق کو آسمانی شہادت کی روشنی میں پرکھ کر اس کو قبول کر لیا جائے۔ حدیث قدسی میں آتا ہے کہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ جو میرے ولی سے لڑائی کرتا ہے میں اُس سے لڑائی کرتا ہوں۔ اس لئے عقلمندی کی راہ یہی ہے کہ نادانستہ خدا تعالےٰ سے لڑائی لینے کی بجائے صادق کو آسمانی شہادت کی روشنی میں قبول کریں۔ اور عقلی اور نقلی دلائل میں سے اگر کچھ سمجھ نہ آئیں تب اس امر کو اپنی کم علمی یا کمی فراست پر محمول کر لیا جائے۔ پس اصل چیز خدا تعالےٰ کی شہادت ہوتی ہے۔ جو صادق کو اُس کی صداقت کے ثبوت میں خدا تعالےٰ کی طرف سے حاصل ہوتی ہے۔ رضاء الٰہی اس کی تائید و نصرت کا شامل حال ہونا قبولیت کی ان تمام علامتوں کا جو مقبول بندوں میں پائی جاتی ہیں اس میں پایا جانا سب سے قوی ثبوت ہوتا ہے اس امر کا کہ یہ شخص صادق ہے۔ اس کی تمام باتیں اور تمام وعدے سچے اور برحق ہیں۔

مقبولانِ الٰہی کی علامت

مقبولانِ الٰہی کی علامتوں میں سے ایک بڑی علامت جس پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بہت زور دیا ہے یہ ہے کہ ایسا شخص مکالمہ الٰہیہ سے مشرف ہو۔ حضور فرماتے ہیں کہ:-

"میں انہیں یقین دلاتا ہوں کہ یہی ایک روحانی اور اعلیٰ درجہ کی اسلام میں خاصیت ہے کہ سچائی پر قدم مارنے والے مکالمات خاصہ الٰہیہ سے مشرف ہو جاتے ہیں۔ اور قبولیت کے انوار جن میں اُن کا غیر اُن کے ساتھ شریک نہیں ہو سکتا ان کے وجود میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ یہ ایک واقعی صداقت ہے جو بے شمار راستبازوں پر اپنے ذاتی تجارب سے کھل گئی ہے ان مدارج عالیہ پر وہ لوگ پہنچتے ہیں کہ جو سچی اور حقیقی پیروی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی کرتے ہیں اور نفسانی وجود سے نکل کر ربانی وجود کا پیراہن لیتے ہیں۔" (سبز اشتہار)

مصلح موعود کے متعلق بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ وحی ہے کہ "ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے" جو اسی امر کے متعلق اشارہ کر رہی ہے کہ اس کا باطنی نور و کمال اس حد تک پہنچ جائے گا کہ خدا تعالےٰ کا کلام اس پر نازل ہوگا۔ اور وہ نورِ نبوت کے فیضان سے خاص حصہ پائے گا۔

قبولیت کی یہ علامت جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بکثرت اور بہ شدومد بیان فرمائی ہے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز میں نمایاں طور پر پائی جاتی ہے اور اللہ تعالےٰ کا ایسا شفاف اور پُر قدرت کلام آپ پر نازل ہوا ہے۔ جس کا ثبوت بجز خاص مقربانِ الٰہی کے اور کہیں نہیں ملتا۔ پس مختصر مضمون میں وہ تمام کلام جو آپ پر نازل ہوا اور وہ رویا اور کشوف جو آپ نے دیکھے درج نہیں کئے جا سکتے۔ ان میں سے صرف چند کا ذکر کیا جاتا ہے۔

مصلح موعود اور مکالمہ الٰہی

پہلا الہام وہ ہے جو حضرت امیر المومنین مصلح موعود ایدہ اللہ تعالیٰ کو غیر مبایعین کے متعلق اپنی خلافت کے بالکل ابتدائی زمانے میں ہوا۔ لنمزقنھم کل ممزق یعنے ہم ان کو بالکل پراگندہ کر دیں گے۔ یہ الہام حضور کو اس وقت ہوا۔ جبکہ خود اہلِ پیغام کے بیان کے رُو سے جماعت کے لوگ پچانوے فی صدی اُن کے ساتھ تھے اور صرف پانچ فی صدی حضور کے ساتھ تھے۔ خزانہ بالکل خالی تھا اور بے سروسامانی کی یہ حالت تھی کہ سرکردہ اہلِ پیغام نے پکار کر کہہ دیا تھا کہ قادیان کے سکول و بورڈنگ ہاؤس وغیرہ پر عنقریب عیسائیوں کا تسلط ہو جائیگا۔ اسی سلسلہ میں آپ کو یہ الہام بھی ہوا تھا کہ "اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ"۔ ہم تیری پیروی کرنے والوں کو تیرا انکار کرنے والوں پر قیامت تک فوقیت عطا کریں گے۔

یہ الہام بھی جس طرح پورا ہوا۔ اور اب بھی پورا ہو رہا ہے۔ اس بات پر شاہد ہے کہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز پر زبردست قادرانہ کلام نازل ہوا۔ ترقی کے ہر میدان میں جماعت احمدیہ قادیان

اس دوسرے گروہ سے آگے ہے۔ اس امر کی مزید تشریح کے لئے اس وقت گنجائش نہیں۔ لیکن امید ہو کہ غیر مبائع دوستوں کے دلوں میں خود یہ احساس پیدا ہو چکا ہو گا۔

موجودہ جنگ کے متعلق اخبار غیبیہ

موجودہ جنگ کے دوران میں بھی جو رویاء و کشوف آپ نے دیکھے اور جو الہام جنگ کے متعلق آپ پر نازل ہوئے۔ وہ بھی بڑی شان و شوکت کے ساتھ پورے ہوئے۔ مصر کے محاذ کے متعلق جو حالات آپ کو قبل از وقت خواب کے ذریعہ بتائے گئے تھے اور جن کا اعلان اخبارات کے ذریعہ کر دیا گیا تھا جس ترتیب کے ساتھ پورے ہوئے جیسا کہ رویاء میں دکھایا گیا تھا وہ کھلا ثبوت ہیں اس بات کا کہ وہ عالم الغیب خدا کی طرف سے تھے اور پھر طرہ یہ کہ وہ ہونیوالے واقعات ایسے تھے جو فوجی تاریخ میں شاذ و واقع ہوتے ہیں۔ اسی طرح انگلستان اور فرانس کے الحاق کی جو پیشکش فرانس کی شکست کے موقعہ پر انگلستان کی طرف سے کی گئی تھی اس کے متعلق بھی حضرت امیر المومنین کو رویاء کے ذریعہ اطلاع ہو چکی تھی

سیدنا مصلح موعود کا حلفیہ بیان

جب تک حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ نے اپنے مصلح موعود ہونے کا اعلان نہیں فرمایا تھا یہ کہنے کی گنجائش تھی کہ آپ کے مصلح موعود ہونے کی تائید میں جو معقولی و منقولی دلائل پیش کئے جاتے ہیں وہ سمجھ میں نہیں آتے۔ لیکن آپ کے اعلان فرمانے اور بحلف قسم اعلان فرما دینے کے بعد کہ میں ہی مصلح موعود ہوں۔ آپ کا انکار ایک صادق اور قرب الہٰی سے خاص طور پر مشرف ہونے والے انسان کا انکار ہے۔

زمین و آسمان میں مقبولیت

خدا تعالےٰ کے مقبول بندوں کی علامتوں میں سے ایک بڑی علامت جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہے حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مندرجہ ذیل الفاظ مروی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اِنَّ اللّٰہ اذا احب عبدًا دعا جبرائیل فقال انّی احب فلانًا فاحبہٗ فیحبّہ جبرائیل ثمّ ینادی فی السماء فیقول انّ اللّٰہ یحب فلانًا فاحبوہ فیحبّہ اھل السماء ثم یوضع لہ القبول فی الارض واذا ابغض عبدًا دعا جبرائیل فقال انّی ابغض فلانًا فابغضہ قال فیبغضہٗ جبرائیل ثمّ ینادی فی اھل السماء انّ اللّٰہ یبغض فلانًا فابغضوہ فقال فیبغضونہٗ ثم یوضع لہ البغضاء فی الارض (رواہ مسلم) یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ جب کسی سے محبت کرتا ہے تو آسمان اور زمین میں اس کی قبولیت پھیلا دی جاتی ہے اور اس کے برخلاف اللہ تعالےٰ جن سے ناراض ہوتا ہے ان سے

(باقی صفحہ ۴۳ پر)

ظہور مصلح موعود

مکرم قاضی ظہور الدین صاحب اکمل

کہہ رہے تھے جسے غلامؔ غلام　　　اب تو کہنا پڑا امام امام

آنے والے نے پھر کیا ہے ظہور　　　آگے بڑھ کر کہو سلام سلام

لب معجز بیاں کے کیا کہنے　　　زندگی بخش لا کلام کلام

چشمۂ فیضِ عام جاری ہے　　　کوثری بٹ رہے ہیں جام پیجام

گالیاں بک رہے تھے کچھ اشرار　　　بولے اخیار "ہش" لئام لئام

بزم اغیار میں ہے کیسا شور　　　آرڈر آرڈر نظامؔ نظام

احمدی نے تو پا بھی لی جنت　　　غیر کہتے رہے حرام حرام

زلزلے سے زمین ہے زیر و زبر　　　گر رہے ہیں مکان دھڑامؔ دھڑام

معرفت کا ہے میکدہ اکمل

اس سے پیتا رہوں مدام مدام

ـہ لڑکا　　　شراب　　　ہمیشہ

پیشگوئی دربارہ مصلح موعود و ایدہ الودود

مکرم مولوی غلام احمد صاحب بدوملہی اسسٹنٹ ایڈیٹر

قرآن کریم میں بیان فرمودہ واقعات انبیاء کو بنظر غائر دیکھنے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے۔ کہ ان کی ابتدائی زندگی میں ہی یعنی مخالفوں کی ابتدائی مخالفت کے وقت ہی خدا تعالیٰ ایسی عظیم الشان پیشگوئیوں سے انہیں سرفراز کرتا ہے۔ کہ اپنے و بیگانے سبھی محو حیرت ہو جاتے ہیں۔ اور اس حیرت عظیمہ کی وجہ سے مومنوں کے ایمان میں ایک طرف اگر ترقی ہوتی ہے۔ اور وہ کل من عند ربنا کہتے اور خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا میں مشغول ہوتے ہیں۔ تو دوسری طرف مخالفوں کو اس کے اندر بلحاظ نبی کے ظاہری حالات کے جو دوری از قیاس و امکان نظر آتی ہے اس سے چڑ پیدا ہوتی۔ اور بجائے غور کرنے کے استہزاء کا رنگ اختیار کر کے اس پیشگوئی کی صداقت۔ **عظمت**۔ اور بار بار **محک امتحان پر پرکھنے** کا باعث بنتے ہیں۔ یعنی وہ اعتراض کرتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ اس کا جواب دیتا ہے اور اس کی تائید اور منجانب اللہ ہونے کے لئے اور بھی کئی پیشگوئیاں فرماتا ہے۔ مثلاً:-

حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تیسویں پارے کی اکثر سورتوں والی پیشگوئیاں شروع چار پانچ سال کے اندر بتلائی گئی تھیں۔ جن میں موجودہ زمانہ کے متعلق زبردست پیشگوئیاں ہیں۔ اب ایک طرف تو کفار مکہ ان کو ہیچ سمجھ کر جب چاہیں مسل دیں گے کے دعوے کر رہے تھے لیکن آپ کو نہ صرف اس زمانہ کی ترقی بلکہ آپ کی اپنی دوبارہ بعثت پر اسلام کے درمیانی تنزل کے بعد دوسرے دور کی ترقی کی پیشگوئیاں ہو رہی تھیں۔ جو اپنی **عظمت شان** کے لحاظ سے سننے والوں کو انگشت بدنداں کرنے والی تھیں۔ اور آج جبکہ واقعات زمانہ کی رو سے وہ ظاہر ہو رہی ہیں۔ تو خود مسلمان محو حیرت ہیں۔ کہ آج سے ساڑھے تیرہ سو سال قبل کی وحی میں کس طرح آج کل کے واقعات کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ تفسیر کبیر کی آخری جلد چھپ جانے پر

ان آخری پارہ کی پیشگوئیوں کی عظمت پڑھنے والوں کو محوِ حیرت کر دے گی)

(۲) خود ایسے وقت میں جبکہ حضور علیہ السلام کی جان خود خطرہ میں تھی۔ اور اندر باہر ہر طرح مصائب کا سامنا تھا ان الذی فرض علیک القرآن لرادک الی معاد (قصص آخر) اور اخذوا من مکان قریب وقالوا امنا بہ وانی لھم التناوش من مکان بعید (السبا آخر) کہکر عظیم الشان فاتحانہ قدوم بمعیت لزوم اور ورود مکہ کی خبر اور کفار کے اچانک پکڑے جانے کی خبر دی جا رہی تھی۔

بجنسہٖ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعوے کے ابتدائی سالوں میں جبکہ ہر چہار اطراف آپ کی مخالفت کا بازار گرم تھا۔ اور قادیان کے آریہ ساہوکار بھی اشتہار دے رہے تھے۔ اور باہر کے لوگوں کو دعوت مقابلہ دی جا رہی تھی۔ اور جلد باز مولوی فتوئ کفر لگا رہے تھے (جیسے علمائے لدھیانہ) اور اگنی ہوتری اندرمن لیکھرام اور مرلیدھر جیسے مخالف جوشِ مخالفت میں اندھا دھند مخالفت کر رہے تھے۔ اور آپے سے باہر ہوئے جا رہے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایسی غیبی خبریں معلوم ہوئیں۔ جو اس وقت کے لوگوں کے لئے بھی عظیم الشان تھیں۔ اور بعد کے آنے والوں کے لئے بھی۔ جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

باعث پیشگوئی } حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مامور ہو کر اسلام کی صداقت قرآن و صداقت حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ثابت کرنے کے لئے براہین احمدیہ کی تصنیف شروع کی۔ چونکہ وہ ایک ضخیم کتاب تھی۔ اس لئے حضور نے ایک اشتہار شائع کیا جس کے چند اقتباسات درج ذیل ہیں:-

(۱) "عاجز مؤلف براہین احمدیہ حضرت قادر مطلق جل شانہٗ کی طرف سے مامور ہوا ہے۔ کہ نبی ناصری اسرائیلی (مسیح) کی طرز پر کمال مسکینی۔ فروتنی و غربت و تذلل سے اصلاح خلق کے لئے کوشش کرے۔ اور ان لوگوں کو جو راہ راست سے بے خبر ہیں۔ صراط مستقیم (جس پر چلنے سے حقیقی نجات حاصل ہوتی ہے۔ اور اسی عالم میں بہشتی زندگی کے آثار اور قبولیت اور الوہیت کے انوار دکھائی دیتے ہیں) دکھاوے ...... بالفعل بغرض اتمام حجت یہ خط (جس کی ۲۰۰ کاپی چھپوائی گئی ہے) معہ اشتہار انگریزی (جس کی آٹھ ہزار کاپی چھپوائی گئی ہے) شائع کیا جاتا ہے۔ اور اس کی ایک ایک کاپی بخدمت معزز پادری صاحبان پنجاب و ہندوستان و انگلستان وغیرہ بلاد (جہاں تک ارسال خط ممکن ہو) جو اپنی قوم میں خاص طور پر مشہور اور معزز ہیں۔ اور بخدمت معزز برہمو صاحبان اور آریہ صاحبان و نیچری صاحبان و حضرت مولوی صاحبان (جو وجود خوارق و کرامات سے منکر ہیں۔ اور اس وجہ سے اس عاجز پر بدظن ہیں) ارسال کی جائے"

(۲) "یہ تجویز نہ اپنے فکر و اجتہاد سے قرار پائی ہے۔ بلکہ حضرت مولیٰ کریم کی طرف سے اس کی اجازت ہوئی ہے اور بطور پیشگوئی یہ بشارت ملی ہے۔ کہ اس خط کے مخاطب (جو خط پہونچنے پر رجوع بحق نہ کریں گے

ملزم ولاجواب ومغلوب ہوجائیں گے!!

(۳) "اصل مُدعا خط جس کے ابلاغ سے میں مامُور ہُوا ہوں۔ یہ ہے۔ دینِ حق جو خدا کی مرضی کے موافق ہے۔ صرف اسلام ہے۔ اور کتاب حقانی جو منجانب اللہ محفوظ اور واجب العمل ہے۔ صرف قرآن ہے۔ اس دین کی حقانیت اور قرآن کی سچائی پر عقلی دلائل کے سوا آسمانی نشانوں (خوارق و پیشگوئیوں) کی شہادت بھی پائی جاتی ہے۔ جس کو طالب صادق اس خاکسار (مولف براہین احمدیہ) کی صحبت اور صبر اختیار کرنے سے بمعائنہ چشم تصدیق کر سکتا ہے!!

(۴) "آپ کو اس دین کی حقانیت یا اُن آسمانی نشانوں کی صداقت میں شک ہو۔ تو آپ طالب صادق بن کر قادیان میں تشریف لائیں۔ اور ایک سال تک اس عاجز کی صحبت میں رہ کر ان آسمانی نشانوں کا بچشم خود مشاہدہ کرلیں!!

(۵) "اس امر کا خدا کی طرف سے وعدہ ہو چکا ہے جس میں تخلف کا امکان نہیں۔ اب آپ تشریف نہ لائیں۔ تو آپ پر خدا کا مواخذہ ہوگا!!

(۶) اور ایک سال رہ کر کوئی آسمانی نشان مشاہدہ نہ کریں۔ تو دوسو روپیہ ماہوار کے حساب سے آپ کو ہرجانہ یا جرمانہ دیا جائے گا۔ اس دوسو روپیہ ماہوار کو آپ اپنی شایان شان سمجھیں۔ تو اپنے ہرج اوقات کا عوض یا ہماری وعدہ خلافی کا جرمانہ جو آپ اپنی شان کے لائق قرار دیں گے۔ ہم اس کو بشرط استطاعت قبول کریں گے۔ (تبلیغ رسالت جلد اول صفحہ ۱۱-۱۲-۱۳)

اس اشتہار پر منشی اندرمن مراد آبادی نے اول نابھ پھر لاہور سے جواب دیا۔ کہ گویا حضرت مرزا صاحب اُن کے پاس آئیں۔ اور اُن سے مباحثہ کریں۔ اور دو ہزار چار سو کی رقم کسی بنک میں جمع کرائیں تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ رقم دو ہزار چار سو کی معہ چند مسلمانوں کے لاہور بھیجی۔ مگر منشی اندرمن اپنے مکان لاہور میں نہ ملے تو ایک اشتہار شائع کیا گیا۔ اور انہیں فرید کوٹ روانہ کیا گیا۔ (تبلیغ رسالت صفحہ ۱۴ الف۔ ب۔ ج۔ ۳۰ مئی ۱۸۸۵ء)

اس اشتہار کے علاوہ اور بھی دو اشتہار منشی اندرمن کے اشتہاروں کے جواب میں شائع کئے گئے جس سے ان کا فرار۔ عہد شکنی ثابت کی گئی تھی۔ اس پر منشی اندرمن مراد آبادی تو خاموش ہوگئے البتہ قادیان کے چند ہندوؤں اور آریوں نے ایک خط لکھا جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا۔

(۱) جس حالت میں آپ نے لنڈن اور امریکہ تک اس مضمون کے رجسٹری خط بھیجے ہیں۔ کہ جو طالب

صادق ہو۔ اور ایک برس تک ہمارے پاس آکر قادیان میں ٹھہرے۔ تو خدا تعالےٰ اس کو ایسے نشان دربارہ اثبات وحقیت اسلام ضرور دکھائے گا۔ کہ جو طاقت انسانی سے بالاتر ہونگے۔ سو ہم لوگ جو آپ کے ہمسایہ اور ہم شہری ہیں۔ لنڈن نہ امریکہ والوں سے زیادہ تر حق دار ہیں اور ہم آپ کی خدمت میں اقسمیہ بیان کرتے ہیں۔ جو ہم طالب صادق ہیں۔ ...... ہم لوگ ایسے نشانوں پر کفائت کرتے ہیں۔ جن میں زمین وآسمان کے زیروزبر کرنے کی حاجت نہیں اور نہ قوانین قدرتیہ کے توڑنے کی کچھ ضرورت۔ ہاں ایسے نشان ضرور چاہئیں۔ جو انسانی طاقتوں سے بالاتر ہوں۔ جن سے معلوم ہو سکے۔ کہ وہ سچا اور پاک پرمیشور بوجہ آپ کی راستبازی دینی کے عین محبت اور کرپا کی راہ سے معہ آپ کی دعاؤں کو قبول کرلیتا ہے۔ اور قبولیت دعا سے قبل از وقوع اطلاع بخشتا ہے۔ یا آپ کو اپنے بعض اسرار خاصہ پر مطلع کرتا ہے اور بطور پیشگوئی ان پوشیدہ بھیدوں کی خبر آپ کو دیتا ہے۔ یا ایسے عجیب طور سے آپ کی مدد اور حمائت کرتا ہے۔ جیسے وہ قدیم سے اپنے برگزیدوں اور مقربوں اور بھگتوں کی اور خاص بندوں سے کرتا آیا ہے ...... اور سال جو نشانوں کے دکھانے کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔ وہ ابتداء ستمبر ۱۸۸۵ء سے شمار کیا جاویگا جس کا اختتام ستمبر ۱۸۸۶ء کے اخیر تک ہو جائے گا۔" (تبلیغ رسالت صفحہ ۵۰ تا ۵۲)

اس کے جواب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی ایک چٹھی لکھی۔ جس میں تحریر فرمایا:-

(۱) "آپ صاحبوں کا عنایت نامہ جس میں آپ نے آسمانی نشانوں کے دیکھنے کے لئے درخواست کی ہے مجھ کو ملا ...... بہ تمام تر شکر گزاری اس کے مضمون کو قبول منظور کرتا ہوں۔ اور آپ سے عہد کرتا ہوں۔ کہ آپ صاحبان ان عہود کے پابند رہیں گے۔ کہ جو اپنے خط میں آپ لوگ کر چکے ہیں۔ تو ضرور خدا قادر مطلق جل شانہ کی تائید ونصرت سے ایک سال تک کوئی ایسا نشان آپ کو دکھلایا جائے گا جو انسانی طاقت سے بالاتر ہو ...... اور چونکہ آپ لوگ شرط کے طور پر کچھ روپیہ نہیں مانگتے۔ صرف دلی سچائی سے نشانوں کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ اس لئے اس طرف سے بھی قبول اسلام کے لئے شرط کے طور پر آپ سے کچھ گرفت نہیں۔ بلکہ یہ بات بقول آپ لوگوں کے توفیق ایزدی پر چھوڑی گئی ہے۔ اور اخیر پر دلی جوش سے یہ دعا ہے۔ کہ خداوند قادر کریم ورحیم ہم میں اور ان میں سچا فیصلہ کر۔ اور تو ہی بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ اور کوئی نہیں۔ کہ بجز تیرے فیصلہ کر سکے۔ آمین۔ ثم آمین "۔ (تبلیغ رسالت جلد اول صفحہ ۵۳ و ۵۴)

جس کے بعد لالہ شرمپت صاحب ساکن قادیان نے "اعلان" کے نام سے اشتہار دے کر فریقین کے اس اقرار و عہد کا اظہار کر دیا۔ اور دونوں تحریریں بھی شائع کر دیں ؂

یاد رکھنا چاہیئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اس سے قبل ہی ۱۸۸۴ء میں ارادہ تھا کہ آپ قادیان سے باہر تشریف لے جا کر کہیں چلہ کشی فرمائیں گے۔ چنانچہ آپ نے اول سوجان پور جانے کا ارادہ کیا مگر پھر (غالباً انہی حالات کے رونما ہونے کی وجہ سے اور آپ کی دعاؤں کے نتیجہ میں (ناقل) حضور کو سفر سوجان پور کے متعلق الہام ہوا کہ "تمہاری عقدہ کشائی ہوشیارپور ہو گی" (سیرۃ المہدی حصہ دوم ص۶۹) چنانچہ حضور ہوشیار پور اوائل جنوری ۱۸۸۶ء میں تشریف لے گئے۔ اور وہاں چلہ کشی کی۔ اور ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو بعد از چلہ کشی ایک اشتہار شائع کیا۔ جس میں پیشگوئی کی غرض بھی بتائی۔ اور اصل پیشگوئی بھی ظاہر فرمائی۔ مثلاً:-

غرض پیشگوئی (۱) "چنانچہ خود خداوند کریم جلشانہ نے جس کو پوشیدہ بھیدوں کی خبر ہے اس ناکارہ کو بعض اسرار مخفیہ و اخبار غیبیہ پر مطلع کر کے بار عظیم سے سبکدوش فرمایا حقیقت میں اسی کا فضل ہے۔ اور اسی کا کام جس نے چار طرفہ کشاکش مخالفوں و موافقوں سے اس ناچیز کو خلاصی بخشی۔ قصہ کوتاہ کرو۔ ورنہ درد سر بسیار بود" (تبلیغ رسالت جلد اول ص۵۵)

(۲) "خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں۔ موت کے پنجے سے نجات پاویں۔ اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں۔ باہر آویں۔ اور تا دین اسلام کا شرف۔ اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو۔ اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آ جائے۔ اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے۔ اور تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں۔ جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔ اور تا وہ یقین لائیں کہ میں تیرے ساتھ ہوں اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے۔ اور خدا اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفیٰ ؐ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ایک کھلی نشانی ملے۔ اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے" (تبلیغ رسالت ص۵۹ جلد اول)

محولہ بالا عبارت میں دس اغراض اس پیشگوئی کی بتائی گئی ہیں۔ جن پر نمبر لگا دیئے ہیں۔ اور جو تفصیل ہیں اس اجمال کی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پہلے اشتہار اور آریہ ساہوکاروں کے خط میں مختصراً بیان کیا گیا ہے۔ اسی وجہ سے حضور علیہ السلام نے غرض پیشگوئی کے نمبر اول میں "بار عظیم سے سبکدوش فرمایا" "چار طرفہ کشاکش مخالفوں اور موافقوں سے خلاصی بخشی" "قصہ کوتاہ کرو۔ ورنہ درد سر بسیار بود" کے فقرات درج فرما کر ان ثبوتوں سے سبکدوش ہونے کی طرف اشارہ کیا جن کا آپ نے دعویٰ فرمایا تھا۔

(۳۰) "اے منکرو اور حق کے مخالفو! اگر تم میرے بندے کی نسبت شک میں ہو۔ اگر تمہیں اس فضل واحسان سے انکار ہے۔ جو ہم نے اپنے بندے پر کیا۔ تو اس نشانِ رحمت کی مانند تم بھی اپنی نسبت کوئی سچا نشان پیش کرو۔ اگر تم سچے ہو۔ اور اگر تم پیش نہ کر سکو گے۔ تو اس آگ سے ڈرو۔ جو نافرمانوں اور جھوٹوں اور حد سے بڑھنے والوں کے لئے تیار ہے۔" (تبلیغ رسالت جلد ۱ صفحہ ۶۱ و ۶۲)

اس عبارت کا خلاصہ بھی بتا رہا ہے۔ کہ اتنی زبردست تحدّی اور مقابلہ نہ کر سکنے کی وجہ سے آگ میں ڈالے جانے کی دھمکی صرف اسی وجہ سے دی گئی ہے۔ کہ تم اگر اس فضل واحسان سے انکاری رہے جو خدا نے اپنے بندے پر کیا۔ یعنی حضرت مرزا صاحب مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت اور تقرب الی اللہ کے اظہار کے لئے یہ پیشگوئی کی ہے۔ اور آپ کے تقرب وصداقت میں آپ کی اغراض بعثت بھی آ جاتی ہیں؛

پس اہل غور وفکر انسان کے لئے کس قدر محوِ حیرت کر دینے والی وہ پیشگوئی ہوگی جس کی اغراض مندرجہ بالا اور تحدی مذکورہ بالا ہو؛

شکریہ

مکرم محمد ابراہیم صاحب شاد

اے مرے معبود! تیرا شکریہ — اے مرے مسجود! تیرا شکریہ

آدمی ہمکو بنا کر عقل دی — خالق الموجود! تیرا شکریہ

تُو نے دی اسلام سی نعمت ہمیں — اے مرے مقصود! تیرا شکریہ

مصطفےٰ! ہوں رحمتیں نازل مدام — تجھ پہ لامحدود! تیرا شکریہ

تُو نے دکھلائی ہمیں راہِ ہدٰے — شاہِ لطف و جُود! تیرا شکریہ

پھر سے روشن کر دیا دینِ قویم — مہدیٔ معہود! تیرا شکریہ

تُو نے ہی غالب کیا اسلام کو — احمدِ موعود! تیرا شکریہ

تُو ہے تصدیقِ محمدؐ سر بسر — "شاہد مشہود"! تیرا شکریہ

لشکرِ جالوت کو دی پھر شکست — وقت کے "داوٗد"! تیرا شکریہ

احمدیت کو عطا کی زندگی — مصلح موعود! تیرا شکریہ

راہبری میں تیری ہم کو مل گیا — گوہرِ مقصود! تیرا شکریہ

قادیاں میں کھینچکر لایا مجھے — جذبۂ مسعود! تیرا شکریہ

بخشی اپنے شاد کو شانِ ایاز — حضرتِ محمود! تیرا شکریہ

مصلح موعود کے متعلق حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کے

رویاء پر

اعتراضات کے جوابات

مکرم قاضی محمد نذیر صاحب لائلپوری لیکچرار تعلیم الاسلام کالج

اب جب حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رویاء و الہام کے ماتحت مصلح موعود ہونے کا اعلان کیا۔ تو یہ اعلان پڑھکر غیر مبایعین اور مصری صاحب دونوں جوش میں آگئے۔ اور انہوں نے اس رویاء کے متعلق اناپ شناپ باتیں کہنی شروع کر دیں۔ اور اس بحث میں یہ بھی نہ دیکھا کہ وہ دونوں خود ایک دوسرے کے صریح خلاف باتیں لکھ رہے ہیں۔ مجھے ان کی ان باتوں کا یہاں جواب تحریر کرنا ہے جو انہوں نے اس رویا و الہام کے متعلق تحریر کی ہیں۔

مولوی محمد علی صاحب امیر غیر مبایعین نے اپنے خطبہ جمعہ مطبوعہ پیغام صلح ۹ فروری ۱۹۴۴ء میں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ کے اس الہام ربانی کو از قسم امانی یعنی خواہشات نفس کا نتیجہ قرار دیا ہے۔ اور شیخ عبدالرحمن صاحب مصری نے گو اس رویا کو خدا تعالےٰ کی طرف سے تسلیم کیا ہے۔ مگر اسی پرچہ میں انہوں نے اسے جماعت احمدیہ پر اتمام حجت اور اس بات پر دال قرار دیا ہے کہ یہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کے عقائد کا غلط ہونا ثابت کر رہی ہے۔ اور ان توقعات کو بھی خاک میں ملا رہی ہے۔ جو اُن کے احباب کو تیس سال کے طویل عرصہ سے ان کی ذات سے وابستہ چلی آرہی ہیں۔

مولوی محمد علی صاحب کے اعتراض کی تردید

مولوی محمد علی صاحب کا اس رویا کو از قبیل امانی قرار دینا محض عداوت و حسد کا نتیجہ ہے۔ مولوی صاحب کے پاس اس رویا کو امانی قرار دینے کے لئے کوئی ثبوت موجود نہیں۔ اور اس کے خلاف ہمارے پاس خدا کے فضل سے ایسے کئی اندرونی اور بیرونی شواہد موجود ہیں۔ جو اس بات پر دال ہیں کہ یہ رویا از قسم امانی یعنی خواہش نفس نہیں۔

اندرونی شاہد

تو یہ ہے۔ اس رویا کے ایک حصہ میں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ یہ دیکھتے ہیں کہ آپ دشمن سے بھاگ رہے ہیں۔ اب دشمن سے بھاگنے کی آرزو اور خواہش تو کسی کو نہیں ہوتی۔

بلکہ ہر شخص کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ دشمن پر غالب آئے۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خلافت ثانیہ کے مقام پر فائز ہونے پر یہی خواہش رکھ سکتے ہیں کہ آپ غالب آئیں اور آپ کا دشمن مغلوب ہو۔ لیکن خواب میں آپ دیکھتے ہیں کہ دشمن کے سامنے سے آپ بھاگے جا رہے ہیں جو بظاہر مغلوب ہونے کی علامت ہے۔ اور چونکہ مغلوب ہونے کی خواہش کوئی انسان نہیں رکھتا اس لئے خواب کے اس حصہ کو نفس کی آرزو اور خواہش قرار نہیں کہا جا سکتا۔ اور جب خواب کے اس حصہ کے متعلق ظاہر ہے کہ یہ از قبیل امانی نہیں تو دوسرے حصہ کو جس میں آپ پر ظاہر کیا گیا کہ آپ ہی مصلح موعود ہیں امانی قرار دینا محض مولوی محمد علی صاحب کے بُغض و حسد کا مظاہرہ تسلیم کرنا پڑے گا۔

پہلا بیرونی شاہد

اس اندرونی شہادت کے علاوہ اس جگہ میں دو بیرونی شہادتیں پیش کرتا ہوں۔ جو اس بات پر دال ہیں کہ یہ رویا از قسم امانی نہیں۔ پہلی شہادت یہ ہے کہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ پر یہ ظاہر کیا جانا کہ آپ ہی مصلح موعود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات کے عین مطابق ہیں۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات سے بھی اسی امر کی تعیین ہوتی ہے کہ مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو ہی ہونا چاہیئے۔ چنانچہ اس کے متعلق چند دلائل ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔

دُوسرا بیرونی شاہد

دوسرا بیرونی شاہد اس امر پر کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کا یہ رویا از قبیل امانی نہیں یہ ہے کہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس رویا و الہام کے بعد ہوشیار پور۔ لاہور۔ لدھیانہ اور دہلی کے جلسہ میں مؤکد بعذاب حلف اٹھا کر اس بات کا اعلان کیا ہے کہ یہ رویا آپ کو خدا تعالےٰ کی طرف سے دکھایا گیا ہے۔ اب اگر مولوی محمد علی صاحب اس رویا کو از قسم امانی قرار دینا چاہتے ہیں۔ تو اُن کا فرض ہے کہ وہ بھی بالمقابل مؤکد بعذاب حلف اٹھا کر کہیں۔ کہ میں علیٰ وجہ البصیرت کہتا ہوں کہ آپ کا یہ رویا از قسم امانی ہے اور اگر میں خدا تعالےٰ کے نزدیک اس خیال میں غلطی پر ہوں تو وہ مجھ پر عبرتناک عذاب نازل کرے۔ کیا مولوی محمد علی صاحب اس حلف کے لئے تیار ہو سکتے ہیں؟ مجھے پورا یقین ہے کہ وہ اس کے لئے کبھی تیار نہ ہوں گے۔

شیخ عبد الرحمن صاحب مصری کے اعتراضات

اعتراض اول

مصری صاحب کے نزدیک حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ کا یہ رویا ہے تو خدا کی طرف سے مگر وہ اس کے متعلق لکھتے ہیں۔

"جناب میاں صاحب نے خواب میں اپنی حالت کا جو نقشہ کھینچا ہے وہ پریشانی کا ہے۔ انہیں امن کہیں نہیں

...... دشمن سے خوفزدہ ہو کر بھاگتے نظر آتے ہیں اور اس قدر بے خود ہو کر بھاگتے ہیں کہ انکو اپنے ساتھیوں کی بھی ہوش نہیں رہتی۔ وہ پیچھے رہ جاتے ہیں اور اپنی سراسیمگی کی حالت میں بھاگتے ہی چلے جاتے ہیں"۔

مصری صاحب کے نزدیک خواب کی یہ حالت کالّذی استھوتہ الشیاطین کی مصداق ہے۔ مصری صاحب بھی کہتے ہیں کہ یہ خواب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے عقائد کے غلط ہونے پر دال ہے اور ان توقعات کو بھی خاک میں ملا رہی ہے جو ان کے احباب تیس سال کے طویل عرصہ سے ان کی ذات سے وابستہ کرتے چلے آرہے ہیں۔

الجواب جواب میں عرض ہے کہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ تو اس رویاء کے دیکھنے میں کالّذی استھوتہ الشّیاطین کے مصداق نہیں۔ البتہ مصری صاحب کو خواب کی ایسی بھونڈی اور رکیک تاویل کی طرف مائل کرنے میں شیطان کا دخل ہو تو جائے تعجب نہیں۔ کیونکہ اسی قسم کا ایک رویا خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بھی ہے۔ جس کی مصری صاحب اس وقت تک کبھی ایسی بودی تاویل کرنے کی جرأت نہیں کر سکتے جب تک وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت سے منکر نہ ہو جائیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"دیکھا کہ میں مصر کے دریائے نیل پر کھڑا ہوں اور میرے ساتھ بہت سے بنی اسرائیل ہیں اور میں اپنے آپ کو موسیٰ سمجھتا ہوں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم بھاگے چلے آتے ہیں۔ نظر اٹھا کر پیچھے دیکھا تو معلوم ہوا کہ فرعون ایک لشکر کثیر کے ساتھ ہمارے تعاقب میں ہے اور اس کے ساتھ بہت سامان مثل گھوڑے۔ گاڑیوں۔ رتھوں وغیرہ کے ہے اور وہ ہمارے بہت قریب آگیا۔ میرے ساتھی بنی اسرائیل بہت گھبرائے ہوئے ہیں اور اکثر ان میں سے بے دل ہو گئے ہیں اور بلند آواز سے چلاتے ہیں کہ اے موسیٰ ہم پکڑے گئے۔ تو میں نے بلند آواز سے کہا کَلَّا اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَھْدِیْنِ۔ اتنے میں مَیں بیدار ہو گیا اور زبان پر یہی الفاظ جاری تھے" (تذکرہ صفحہ ۴۲۹)

ماسوا اس کے کامل التعبیر صفحہ ۲۵۶ پر لکھا ہے:-

"ابن سیرین رحمۃ اللہ گوید گریختن در خواب رستگاری بود..... زیرا کہ موسیٰ علیہ السلام در خواب دید کہ از فرعون علیہ اللعنۃ بگریخت۔ پس از فرعون رستگار شد و بروے ظفر یافت"

کہ ابن سیرین کہتے ہیں خواب میں بھاگنے کی تعبیر یہ ہے کہ ایسا آدمی دشمنوں سے خلاصی پائیگا کیونکہ موسیٰ علیہ السلام نے خواب میں دیکھا تھا کہ وہ فرعون ملعون سے بھاگ رہے ہیں پس انہوں نے فرعون سے چھٹکارا پایا اور اُس پر فتح پائی۔

پس حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کا خواب میں دشمن سے بھاگنا تو علم تعبیر رویاء کے لحاظ سے آپ کی کامیابی اور فتح کی پیشگوئی ہے۔

اسی طرح تعطیر الانام میں جو تعبیر الرویاء کی ایک نہایت معتبر کتاب ہے لکھا ہے۔ کہ

مَنْ رَأَی اَنَّہٗ یَفِرُّ مِنْ عَدُوٍّ یَخَافُہٗ اَمِنَ مِنْہُ۔ (جلد ۲ صفحہ ۱۱۳) یعنی جو شخص یہ دیکھے کہ وہ دشمن سے

بھاگ رہا ہے جس کا اُسے ڈر ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ اس دشمن سے مامون و محفوظ رہے گا۔

پھر اسی کتاب میں لکھا ہے :۔

من رای کانہ خاف فارّ من الخوفِ نال رِیاسۃً (جلد ۱ صفحہ ۱۶۳) یعنی جو دیکھے کہ وہ ڈر کے مارے دشمن سے بھاگ رہا ہے وہ سرداری یا حکومت حاصل کرے گا۔

یہ تمام حوالہ جات اس امر پر روزِ روشن کی طرح دال ہیں کہ خواب میں دشمن سے ڈر کر بھاگنا کوئی منذر خواب نہیں بلکہ مبشر خواب ہے اور خواب دیکھنے والا اپنے دشمنوں پر فتح پائے گا۔ اور عزت اور سیادت اور بلند مراتب حاصل کرے گا۔ تعجب ہے کہ جو خواب حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی فتح و ظفر پانے کی خوشخبری پر دال ہے۔ مصری صاحب اس کو ہوائے نفس کے ماتحت اپنی لچر تاویلات سے حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے عقائد کے غلط ہونے پر دال قرار دے رہے ہیں۔ حالانکہ اس خواب نے تو آپ کے عقائد کے صحیح ہونے کا ثبوت بہم پہنچایا ہے۔ کیونکہ خواب میں بھاگنا رجوع الی اللہ اور انابت الی اللہ پر دال ہے۔ چنانچہ تعطیر الانام میں خواب میں بھاگنے کی تعبیر الرجوع الی اللہ والانابۃ الیہ بھی کی گئی ہے (جلد ۲ صفحہ ۱۱۳) پس اس خواب سے تو آپ کا خدا رسیدہ اور منیب الی اللہ ہونا ثابت ہوا۔

خواب کا کچھ حصّہ

حضرت المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ اس رویا میں یہ دیکھنا بھی بیان فرماتے ہیں :۔

"اس وقت میں اس سڑک کی طرف جا رہا ہوں جو سب کے آخر میں بائیں طرف ہے۔ اس وقت میں دیکھتا ہوں کہ مجھ سے کچھ فاصلہ پر میرا ایک اور ساتھی ہے اور مجھے آواز دے کر کہتا ہے کہ اس سڑک پر نہیں دوسری سڑک پر جائیں۔ اس کے کہنے پر اس سڑک کی طرف جو بہت دُور ہے ہٹ کر واپس لوٹتا ہوں۔ وہ جس سڑک کی طرف سے مجھے آوازیں دے رہا ہے انتہائی دائیں طرف ہے اور جس سڑک کو میں نے اختیار کیا تھا وہ انتہائی بائیں طرف تھی۔ پس چونکہ میں انتہائی بائیں طرف تھا اور جس طرف وہ مجھے بلا رہا تھا وہ انتہائی دائیں طرف تھی اس لئے میں لوٹ کر اس سڑک کی طرف چلا مگر جس وقت پیچھے کی طرف واپس ہٹا۔ ایسا معلوم ہوا کہ میں کسی زبردست طاقت کے قبضہ میں ہوں اور اس زبردست طاقت نے مجھے پکڑ کر درمیان میں سے گذرنے والی ایک پگڈنڈی پر چلا دیا۔ میرا ساتھی مجھے آوازیں دیتا چلا جاتا ہے کہ اُس طرف نہیں اِس طرف اِس طرف اُس طرف نہیں۔ مگر میں اپنے آپ کو بالکل بے بس پاتا ہوں اور درمیانی پگڈنڈی پر بھاگتا چلا جاتا ہوں۔ جب میں تھوڑی دُور چلا۔ تو مجھے وہ نشانات نظر آنے لگے جو پیشگوئی میں بیان کئے گئے تھے۔ میں کہتا ہوں میں اس راستہ پر آگیا جو خدا تعالیٰ

نے پیشگوئی میں بیان فرمایا تھا"۔ (خطبہ جمعہ ۲۸ جنوری ۱۹۴۴ء)

مصری صاحب کا دوسرا اعتراض

خواب کے اس حصہ کی مصری صاحب نے یہ تعبیر کی ہے کہ دائیں طرف کا آدمی اصحاب الیمین میں سے ہے جن کی قرآن مجید میں تعریف کی گئی ہے اور یہ مولوی محمد علی صاحب ہیں جو گویا حضرت امیرالمومنین کو اصحاب الیمین کی راہ پر آنے کی دعوت دے رہے ہیں مگر حضرت امیرالمومنین نے یہ راستہ اختیار نہیں کیا۔

الجواب

(ا) اس کے جواب میں عرض ہے۔ کہ مصری صاحب نے خواب کے اس حصہ پر بھی جلد بازی اور عناد کی وجہ سے پورا غور نہیں کیا۔ حالانکہ اس جگہ خود رویا بتا رہی ہے کہ آپ نے وسطی راستہ کو اختیار کیا ہے جو افراط و تفریط کی راہوں کے درمیان عین اعتدال کا راستہ ہے۔ اسی لئے آپ نے خواب میں ہی یہ محسوس کیا یہی وہ راستہ ہے جو آپ کو خدا تعالے کی پیشگوئی کے مطابق اختیار کرنا چاہیئے تھا۔ چنانچہ خواب میں ہی آپ نے راستہ کے ان نشانات کو پالیا جو پیشگوئی میں بیان کئے گئے تھے۔ اب خواب کا یہ حصہ تو اس امر پر صراحت سے روشنی ڈال رہا ہے کہ حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالےٰ نے کوئی غلط راستہ اختیار نہیں کیا بلکہ یہ ایک زبردست قوت نے کھینچ کر آپ کو اس وسطی راستہ پر چلا دیا۔ جس پر پیشگوئی میں بیان کردہ راستہ کی علامات بھی نظر آگئیں اور آپ کو یہ محسوس بھی ہو گیا کہ آپ نے پیشگوئی کے ماتحت صحیح راستہ اختیار کر لیا ہے جو عین اعتدال کا راستہ ہے۔ پس اعتدال کی راہ پر چلانے والی زبردست قوت خدا تعالےٰ کی قوت ہی ہو سکتی ہے۔

(ب) دائیں طرف والے شخص کی تعبیر اصحاب الیمین سے درست نہیں۔ کیونکہ اصحاب الیمین اور اصحاب الشمال کا جس آیت کریمہ میں ذکر ہے وہ دار الجزاء اور عالم معاد کے متعلق ہے۔ اس لئے اس دنیا میں درمیانی راستہ کے بالمقابل باقی تمام راستے خواہ اس کے دائیں طرف ہوں یا بائیں طرف۔ سب کے سب اعتدال کی راہ سے الگ راستے اور افراط و تفریط کے راستے ہوں گے جن پر چلنے والے قیامت کو اصحاب الیمین کی بجائے اصحاب الشمال ہونگے۔ اس خواب کے ذریعہ بتایا گیا ہے کہ اگر انسان اس دنیا میں اپنی عقل و تدبیر سے کوئی راستہ اختیار کرے تو افراط و تفریط سے نہیں بچ سکتا۔ صرف خدا کی زبردست قوت کے اثر کے نیچے آکر اس کے فضل سے ہی انسان اعتدال کی راہ پر گامزن ہو سکتا ہے کیونکہ اِنَّ علینا للھدیٰ کی آیت کے مطابق ہدایت کا اصل راستہ انسان کو خدا کی تائید سے ہی مل سکتا ہے۔ قرآن مجید کی آیت جعلنٰکم امۃً وسطًا میں انہی مسلمانوں کے گروہ کو وسطی اُمت قرار دیا گیا ہے جنہیں دائیں اور بائیں راستوں سے بچا کر خدا تعالیٰ عین اعتدال کی راہ پر چلا دیتا ہے۔

نوٹ:۔ جگہ کی قلت کی وجہ سے بقیہ مضمون فرقان کی کسی آئندہ اشاعت میں شائع کر دیا جائیگا۔ "ادارت"

اَلْمُصْلِحُ الْمَوْعُود

مکرم مولوی صدر الدین صاحب واقف زندگی

أَحْسِنْ بِأَيَّامِ الْهُدَى وَضِيَاءِ ‏ ‏ إِذْ أُرْسِلَ الْمَهْدِيُّ بِالْأَضْوَاءِ

أَفْنَى الْغَيَاهِبَ كُلَّهَا فَنَكَا سَنًا ‏ ‏ فِي نُورِ بَدْرٍ أَوْ ضِيَاءِ ذُكَاءِ

زَكَّى نُفُوسَ النَّاسِ مِنْ كُلِّ رِجْسِهَا ‏ ‏ صَفَّى قُلُوبَ النَّاسِ مِنْ كُلِّ دَاءِ

أَحْيَى بِفَضْلِ اللهِ دِينَ مُحَمَّدٍ ‏ ‏ نِعْمَ الْمُقِيمُ لِشِرْعَةٍ غَرَّاءِ

أَحْسِنْ بِهَذَا الدَّوْرِ دَوْرِ خَلِيفَةٍ ‏ ‏ حَقٍّ وَ فَخْرِ الرُّسْلِ وَالصُّلَحَاءِ

أَعْنِي بَشِيرَ الدِّينِ مَحْمُودَ أَحْمَدَ ‏ ‏ بَحْرِ الْمَكَارِمِ طَيِّبِ الْأَسْمَاءِ

سَمَّاهُ مَحْمُودًا عَلِيمٌ بِعِلْمِهِ ‏ ‏ أَنْ سَوْفَ يُحْمَدُ بِالتُّقَى وَعَلَاءِ

شِبْهٌ لِأَحْمَدَ فِي اسْمِهِ وَنَظِيرُهُ ‏ ‏ فِي الْحُسْنِ وَالْإِحْسَانِ وَالْأَصْبَاءِ

وَالْمُصْلِحُ الْمَوْعُودُ وَهُوَ كَصَيِّبٍ ‏ ‏ وَالْفَالِحُ الْمَنْصُورُ فِي الْهَيْجَاءِ

مِفْتَاحُ ظَفَرِ اللهِ وَالْفَتْحُ بَغْتَةً ‏ ‏ مِصْبَاحُ دِينِ اللهِ لِلْإِسْنَاءِ

نُورٌ مِنَ الرَّحْمٰنِ لِلنَّاسِ كُلِّهِمْ ‏ ‏ فَيَلُوحُ مِثْلَ الْبَدْرِ فِي السَّمَاءِ

هُوَ مَظْهَرٌ لِلْحَقِّ وَالشَّرَفِ الْعُلَى ‏ ‏ كَنُزُولِ رَبِّ النَّاسِ مِنْ خَضْرَاءِ

وَهُوَ الْمُصَيِّرُ لِلثَّلَاثَةِ أَرْبَعًا ‏ ‏ وَهُوَ الْعَجِيبَةُ الْحَقُّ فِي الْأَبْنَاءِ

قَدْ فَاقَ كُلَّ النَّاسِ بِالْعِلْمِ التُّقَى ‏ ‏ وَبِعِلْمِهِ وَبِفَهْمِهِ وَذَكَاءِ

وَبِبَرَكَةٍ قَدْ أُنْزِلَتْ بِنُزُولِهِ ‏ ‏ وَبَعْثَةِ الْأَقْوَامِ وَالْأَحْيَاءِ

وَبِفَكِّ أَعْنَاقِ قَوْمٍ كَرَوْثَةٍ ‏ ‏ مِنْ شِدَّةِ الْخِزْيَانِ وَالْإِسْرَاءِ

وَلِنُصْرَةِ الْحَقِّ الْمُبِينِ وَنَشْرِهِ ‏ ‏ أَقْصَى الْبِلَادِ بِشُهْرَةٍ وَلِوَاءِ

مِثْلَ الشَّوَامِخِ وَعَزْمُهُ وَشُئُونُهُ ‏ ‏ حِرْزٌ لِأَهْلِ الْأَرْضِ وَالْغَبْرَاءِ

فِي الْآيَةِ الْكُبْرَى لِكُلِّ مُفَكِّرٍ ‏ ‏ مَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ النُّهَى وَدَهَاءِ

مِنْ نُصْرَةِ الرَّحْمٰنِ تَعْرِفُ صِدْقَهُ ‏ ‏ ذَا نَاصِلٍ حَقًّا لِكُلِّ مِرَاءِ

تَرَّتْ بِهِ عَيْنُ الْمَسِيحِ خِلَافَةً

نَدْعُو الْإِلٰهَ يُبْقِي بِطُولِ بَقَاءِ

مصلح موعودؔ نامہ

مصلح موعود نامہ قارئین احباب کی خدمت میں پیش ہے۔ لیکن اس کی اشاعت کے ضمن میں دو ایک امور عرض کرنی ضروری ہیں

ابتداءً تو یہ معذرت عرض کرنا ہے۔ کہ باوجود انتہائی خواہش کے ہم سیدہ محترمہ حضرت اُم المومنین مدظلہا العالی سیدہ محترمہ حضرت نواب بیگم صاحبہ۔ مکرم و محترم حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے مضامین بوجہ ان کی ان ایام میں غیر معمولی علالت کے اس اشاعت میں ہدیۂ احباب نہیں کر سکے۔ اس کی تلافی آئندہ انشاء اللہ کر دی جائیگی۔

گذشتہ سال فرقان کی طرف سے ۷۰ صفحات پر مشتمل مصلح موعود نمبر شائع کیا گیا تھا۔ جس میں پیشگوئی کی تقریب اس کی غرض اور اس کی حقیقت۔ غرضیکہ نفس پیشگوئی پر سیر کن بحث کی گئی تھی۔ اور مختلف پہلوؤں سے اس امر کو ثابت کیا تھا۔ کہ یہ پیشگوئی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسی فرزند ارجمند کے متعلق تھی۔ جو بشیر اول کے بعد نو سالہ میعاد میں پیدا ہوا۔ چنانچہ اس مرتبہ زیر نظر مصلح موعود نامہ میں اس طریق کو تکرار کے خیال سے اختیار نہیں کیا گیا۔ بلکہ ایک دوسرے پہلو سے خدا تعالےٰ کے اس نشان کی صداقت کو پیش کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ جس کو خدا تعالےٰ کی اس سنت کے بیان سے شروع کیا گیا ہے۔ کہ کس طرح خدا انبیاء کو جب اولاد کی بشارت دیتا ہے۔ تو پاکیزہ اور کامیاب اولاد عطا فرماتا ہے۔ پھر حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس بارہ میں ارشاد اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے خدا تعالےٰ کے وعدہ کو پیش کیا گیا۔ جس میں اس آنے والے موعود کی اکثر صفات کو بیان کیا گیا تھا۔ اس کے بعد مصلح موعود کے ظہور کو سیدنا حضرت مصلح موعود کے الفاظ میں ترتیب دیا گیا ہے۔ اور پھر اس فخر رسل کے متعلق ہزارہا سال قبل کی اطلاع کا ذکر کیا گیا۔ جو مختلف انبیاء اور صلحاء کے ذریعہ دی گئی تھی۔ ان بنیادی امور کے بیان کرنے کے بعد مصلح موعود سے متعلق تمام علامات کو پیش کر کے ان میں بعض (جگہ کی قلت کی وجہ سے) کے متعلق یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ علامات عملی طور پر کس وضاحت کے ساتھ حضور کی ذات بابرکات میں پوری ہوئیں۔ اور واقعات نے کس عظمت کے ساتھ اس حقیقت پر صداقت کی مہر ثبت کی۔ اور اس طرح رحمت کے اس عظیم الشان نشان کی اصل غرض کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ کہ اس موعود نے اپنے آنے کے ساتھ ان ربانی مقاصد کو کس طرح پورا کیا۔ اب جبکہ خدا تعالےٰ کی طرف سے اس نشان کا ظہور ہو چکا ہے۔ اور خدا تعالےٰ نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ میں اچھلنے اور کودنے کا خوش نصیب موقعہ ہمیں عطا فرمایا ہے۔ ہم پر یہ فرض ہے۔ کہ ہم اس خوشی میں دُنیا میں بسنے والے ہر متنفس کو شامل کریں۔ اور وہ اس طرح کہ اس پیشگوئی کی صداقت کو واقعات کے آئینہ میں پیش کریں۔ اور رحمت کے اس نشان کی طرف لوگوں کو کثرت کے ساتھ کھینچیں۔

وما توفیقنا الا باللہ

خاکسار نائب مدیر

(حکیم محمد عبد اللطیف شاہد منشی فاضل پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپا۔ اور دفتر رسالہ فرقان قادیان سے ...)

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

اِن تتقوا اللہ یجعل لکم فرقانا

فرقان

ماہ

قادیان

رفقاء احمد کا ماہنامہ

مدیر:-

عبد المنان عمر - ایم - اے

جلد ۱، نمبر ۵

مئی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم

فرقان

ماہ ہجرت ۱۳۲۴ ہش
مئی ۱۹۴۵ء

جلد ۴ — ترتیب عنوانات — نمبر ۵

ترتیب عنوانات

نشانِ صداقت

فرقان کے پچھلے شمارہ میں مَیں نے بڑے دردمند دل کے ساتھ ابتدائی چند صفحات قلمبند کئے تھے۔ اور مَیں حد درجہ اس کا آرزومند تھا کہ کسی طرح ہمارے یہ بچھڑے ہوئے بھائی پھر ہم میں آملیں اور اپنی طاقتوں کو باہمی آویزش میں ضائع نہ کریں بلکہ آپس میں بلکہ متحدہ رنگ میں اکنافِ عالم میں اسلام کو پھیلانے اور پاک محمد مصطفےٰ صلعم کے نام کو بلند کرنے کے لئے خرچ کرسکیں کہ یہی اس دور میں ہمارا اولیں فرض اور ہماری زندگیوں کا بہترین مقصد ہے۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ یہ اسی دردمندانہ جذبہ کی وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس احسان سے نوازا کہ آج مَیں اپنے بچھڑے ہوئے بھائیوں کے سامنے اس آواز کی تائید میں جو گذشتہ پرچہ میں حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ الودود کے دامن سے دامن کو وابستہ کرلینے کے متعلق بلند کی گئی تھی حضرت علامہ حاجی الحرمین

سیدنا نور الدین رضؓ صدیق ثانی

کی ایک زبردست شہادت کو پیش کرسکوں۔

گذشتہ پرچہ میں جب مَیں نے "دردمندانہ گذارش" کی سطور لکھی تھیں تو میرے سامنے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتاب نشانِ آسمانی تھی جس میں حضورؑ نے چند گذرے ہوئے بزرگوں کی بعض پیشگوئیوں کو اپنی صداقت کے لئے پیش فرمایا تھا۔ آج مَیں زیرِ نظر مضمون بھی اسی تعلق میں سپردِ قلم کررہا ہوں کہ کس طرح حضرت مصلح موعود مظہرِ قدرتِ ثانیہ کے حق میں اس عظیم الشان شخص کی کہی ہوئی بات حرف بحرف پوری ہورہی ہے، جس کی عظمت، علمیت، للّٰہیت، خداترسی اور پاکبازی مسلم ہے اور جس کا اعتراف ہمارے بچھڑے ہوئے بھائیوں کو بھی ہے۔

یہ شہادت سب سے پہلی مرتبہ سلسلہ کے لٹریچر میں آرہی ہے، اسلئے مَیں اپنے بھائیوں سے ملتجی کرتا ہوں کہ وہ محض جواب دینے کی نیت سے اسے مطالعہ نہ فرمائیں بلکہ مخلع بالطبع ہوکر اس پر

غور فرمائیں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے آنیوالے واقعات کی طرف اپنے پاک بندے کے ذہن کو پھیرا اور پھر کس طرح اس کی کہی ہوئی بات تینتیس ۳۳ برس بعد حرف بحرف پوری ہوئی اور الٰہی الہام و اعلام کی روشنی میں قرآن مجید پر تدبر کرنے سے جو عظیم الشان خبر اس نے اپنی قوم کو دی تھی کس طرح محض الٰہی تصرف سے تیس ۳۰ سال بعد اس نے عملی صورت اختیار کر لی۔ پھر میں اللہ تعالیٰ سے بھی دُعا کرتا ہوں کہ اے مقلب القلوب خدا! تو اس برادرانہ جنگ کو ختم فرما اور اپنے پیارے مسیح کے ان خادموں کو جو تیرے اس

رسول کی تخت گاہ

سے کٹ گئے ہیں انہیں اس پر مخلصانہ غور کرنے کی توفیق عطا فرما، ان کے دلوں کو کھولدے اور اس طرح پھر سے انہیں یہاں لے آ کہ ہم سب مصلح موعود کی زیر ہدایت پہلو بہ پہلو کندھے سے کندھا جوڑے اشداء علی الکفار رحماء بینھم کا مصداق بنے تیرے نور کو پھیلانے میں لگ جائیں، تا بدینی کی ظلمتیں کٹ جائیں اور محمد مصطفےٰ کی لائی ہوئی تعلیم سے دُنیا جگمگا اٹھے۔

اب میں اصل شہادت کو پیش کرتا ہوں حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ نے یکم دسمبر ۱۹۱۲ء کو بعد نماز عصر سورہ اعراف کی آیت ولقد اخذنا ال فرعون بالسنین ....الخ کا درس دیتے ہوئے فرمایا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ ؑ سے فتوحات کے وعدے کئے تھے لیکن قوم کی نافرمانی کی وجہ سے وہ چالیس برس پیچھے ڈالدیئے گئے اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی اللہ تعالیٰ نے وعدے کئے ہیں اور ضرور ہے کہ وہ پورے ہوں لیکن افسوس ہے کہ تم لوگوں کی گستاخیوں کی وجہ سے ان میں التوا ہو رہا ہے۔ اور جس طرح حضرت موسیٰ ؑ کے وقت ان وعدوں کے پورا ہونے کا زمانہ چالیس ۴۰ برس پیچھے ڈال دیا گیا، اسی طرح تمہاری گستاخیوں کی وجہ سے احمدیت کی فتوحات کا زمانہ بھی پیچھے ڈال دیا گیا ہے لیکن آج سے

تیس ۳۰ سال بعد

مظہر قدرت ثانیہ ظاہر ہوگا اور اس طرح اللہ تعالیٰ اُس بندہ کے ذریعہ اس بند کئے ہوئے دروازہ کو کھولنے کا سامان کر دے گا۔ اس موقعہ پر حضورؓ کے جو الفاظ قلمبند کئے گئے وہ میں ذیل میں درج کرتا ہوں:۔

ہم اور دوسروں میں فرق ۔

کسی مجدد نے ۱۳ سو برس سے یہ نہیں کہا ۔ مجھے الہام ہوتا ہے ۔ مجھے وحی ہوتی ہے ۔ ہمارے مرزا صاحب کو وحی ۔ الہام دونوں ہوتے تھے ۔ پھر نبی کا لفظ اور کسی پر نہیں آیا ۔ مجدد الیسی کا عیسائی باوجود اتنی مخالفت کے کسی کو نہیں ہوئی ۔

خطرہ عظیم الشان ۔

حضرت موسیٰ سے اللہ نے وعدہ کیا ۔ کہ میری قوم نے مقدس زمین کو فتح کر لینا ہے ۔ تم بے شک جاؤ ۔ لیکن قوم نے نافرمانی کی ۔ کیا نتیجہ ہوا ۔ ۴۰ برس ڈھیل دی گئی ۔ اور انہیں حضرت موسیٰ بھی فوت ہو گئے ۔

مجھے یہ ڈر ہے ۔ کہ حضرت صاحب کو اللہ تعالیٰ نے وعدے دئیے ہیں ۔ تمہارے عملوں نے انکو پیچھے رکھا ہوا ہے ۔

نوٹ ۔ ۳۰ برس کا عرصہ ان واسطے مجھے امید ہے ۔ کہ مجدد یعنی موعود ۔ (قدرت ثانیہ) ظاہر ہوگا

نوٹ ۔ انصار کی ذرا سی گستاخی سے حضور نبی کریم نے فرمایا کہ قیامت تک تم پر سلطنت حرام ہے ۔ تم بھی گستاخ ہو رہے ہو ۔

یہ الفاظ بالکل صاف اور ان کا مفہوم بالکل واضح ہے ۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ سے جو وعدے کئے تھے وہ ہم میں سے بعض لوگوں کی غلطی سے معرضِ التوا میں پڑ گئے ہیں اور اب ۳۰ تیس سال بعد اللہ تعالیٰ کا ایک موعود بندہ جو قوم کی تجدید کریگا اور مظہرِ "قدرتِ ثانیہ" ہوگا ظاہر ہوگا ، اور پھر اس کے ہاتھ سے وہ وعدے پورے کئے جائیں گے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے مسیحؑ سے کئے ہیں ۔ اور یہ اللہ کا فضل و احسان ہے کہ اس نے ان الفاظ کے کہے جانے کی تاریخ سے ۳۰ تیس سال بعد ہی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی مظہرِ قدرتِ ثانیہ ایدہ اللہ بنصرہ العزیز پر پیشگوئی مسیح موعود کے مصداق ہونیکا انکشاف کر دیا ؛ اور آپ نے الٰہی الہام کی بنا پر اپنے مصلح موعود ہونیکا دعویٰ فرما دیا ۔

احادیث میں آتا ہے ، ایک جنگ کے موقعہ پر حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ حضور ہم آپ کے دائیں بھی لڑینگے اور آپ کے بائیں بھی ، آگے بھی لڑیں گے اور پیچھے بھی اور جس طرح یہود نے حضرت موسیٰؑ سے کہا تھا ہم آپ سے نہیں کہیں گے اذھب انت و ربّک فقاتلا انّا ھٰھنا قاعدون ۔ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہؓ کس طرح گذری ہوئی اقوام کے ان واقعات سے جو قرآن مجید میں بیان ہوئے ہیں ، عبرت و بصیرت حاصل کرتے تھے ۔ دیکھنا یہ ہے کہ اٰخرین منھم کی جماعت کس طرح عبرت و موعظت حاصل کرتی ہے ۔ اور اب تو خدا کے ایک صدیق بندے نے ہمیں اسطرح

متوجہ بھی کر دیا ہے۔ مبارک ہیں جو اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور مصلح موعود کے قدموں میں اپنے تئیں لا ڈالتے ہیں، کہ وہ الٰہی خوشنودی کو حاصل کریں گے، اور فتوحات کے ان وعدوں کی تکمیل میں شریک ہو کر دین و دُنیا کی سرخروئی پانیوالے بنیں گے۔

بنی اسرائیل کو جس قوم کے خلاف جنگ کرنیکا حکم دیا گیا تھا اور جس سے انہوں نے انکار کر دیا وہ بُت پرست قوم تھی، اور اس رؤیا میں جو مصلح موعود کی پیشگوئی کا انکشاف کرنیوالی ہے اسمیں بھی آپ ایک بُت پرست قوم ہی میں وعظ و تلقین فرماتے ہیں۔ گویا جس قوم کی سزا یا اصلاح کے فرض سے بنی اسرائیل نے پہلوتہی کی اور فتوحات سے محروم رہ گئے تھے اب اس فرض کو مصلح موعود نے ادا کر کے فتوحات کے بند کئے ہوئے دروازہ کو کھولنے کے سامان پیدا کر دیئے ہیں۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ نے تیس سال کے بعد موعود مجدد (قدرت ثانیہ) کے ظہور کی جس امید کا اظہار فرمایا ہے اس کی بُنیاد دراصل باریک الٰہی اشارہ کے ماتحت اس واقعہ پر ہے کہ حضرت موسیٰ کی قوم سے بھی جو وعدے تھے وہ قوم کی گستاخیوں کی وجہ سے چالیس سال تک معرض التوا میں پڑ گئے اسی طرح مسیح موعود سے جو وعدے اللہ تعالےٰ نے فرمائے ہیں ان کی تکمیل بھی متاخر کر دی گئی اور اب قوم کو تیس سال مزید انتظار کرنا چاہیئے۔ اسپر میرے ذہن میں خلجان تھا کہ اصل بُنیاد اربعین سنۃ یعنی چالیس سال کے الفاظ پر معلوم ہوتی ہے لیکن حضرت خلیفہ اول رضہ تعیین چالیسؔ کی بجائے تیسؔ سال کی فرماتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ چنانچہ جب میں نے یہ حوالہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود ایدہ اللہ الودود کے سامنے پیش کیا تو حضور نے فرمایا "بہت لطیف حوالہ ہے"۔ اور ساتھ ہی میری اس مشکل کو بھی حل فرما دیا کہ چالیس سال کی مُدت اس طرح بنتی ہے کہ بعض لوگوں نے دراصل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی ہی میں لنگر خانہ وغیرہ۔ کے انتظامات پر اعتراضات شروع کر دیئے تھے اور اس طرح اس وقت سے لیکر پیشگوئی مصلح موعود کے الٰہی انکشاف کے وقت تک جو ۱۹۴۴ء میں ہوا پُورے چالیس سال بنتے ہیں۔

سورۂ اعراف کے اسی رکوع میں جسکی تفسیر بیان فرماتے ہوئے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ نے تیسؔ سال کے بعد مظہرِ قدرتِ ثانیہ کے ظہور کا وقت متعین فرمایا ہے حضرت موسیٰؑ کی ایک دُعا کا ذکر ہے جو آپؑ نے قوم کی گستاخی، فسق اور نافرمانی کو دیکھکر کی ہے۔ آپؑ

اللہ تعالےٰ سے عرض کرتے ہیں قَالَ رَبِّ اِنِّیْ لَآ اَمْلِکُ اِلَّا نَفْسِیْ وَاَخِیْ فَافْرُقْ بَیْنَنَا وَبَیْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ ۝ یعنی اے میرے مولا! مجھے مع ہارون کے اس قوم سے جدا کر دے۔ اس پر مفسرین نے سوال اٹھایا ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے دُعا میں اپنے ساتھ صرف ہارون ہی کو کیوں شریک کیا ہے؛ حالانکہ آپ کے ساتھ مزید دو آدمی بھی یوشع بن نون اور کالب بن یفنہ (گنتی ۱۴-۶) بھی تھے جن کا ذکر اس آیت میں ہے قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِیْنَ یَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِمَا

بعض مفسرین نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ حضرت موسیٰؑ اور ہارون کو اللہ تعالےٰ نے نبوت کے مقام پر کھڑا کیا تھا تو ان کا تو تنہا بھی جنگ کے لئے نکلنا اگر حکم الٰہی آجائے تو ضروری تھا لیکن فی الحقیقت مفسرین کا یہ جواب درست نہیں۔ اصل سوال یہاں نبی اور غیر نبی کا نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جب بنی اسرائیل نے ارض مقدسہ میں چالیس سالہ سزا کی مُدت کو ختم کر کے داخل ہونا تھا اس وقت حضرت موسیٰؑ اور ہارونؑ نے ان میں موجود نہیں ہونا تھا اور بقیہ دونوں نے موجود ہونا تھا۔ گویا یہ ایک رنگ میں پیشگوئی کا تھا کہ بیشک ارض مقدسہ میں داخل ہونیکا وعدہ تو پورا ہوگا لیکن موسیٰؑ اور ہارونؑ دونوں اس وقت قوم میں موجود نہ ہوں گے اور ان سے جدا ہو چکے ہونگے۔ چنانچہ قرآن مجید میں اس موقعہ پر فَافْرُقْ کے الفاظ اختیار کئے گئے ہیں اور فرقت بین الشیئین کے یہ معنے بھی ہوتے ہیں کہ دو چیزوں کو اس طور پر علیحدہ علیحدہ کر دیا جسے آنکھ دیکھ سکے گویا مکانی طور پر تفریق اور علیحدگی۔ اور یہ دو طرح ہی ہو سکتی تھی، یا تو اس طرح کہ حضرت موسیٰؑ اور ہارونؑ اپنی قوم کو چھوڑ کر کہیں اور چلے جاتے لیکن یہ ان کے منصب نبوت کے خلاف ہوتا اور دوسری صورت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ انہیں وفات دیدیتا اور اللہ تعالیٰ کی مشیت میں اس موقعہ پر یہی صورت مقدر تھی۔ پس اسی وجہ سے حضرت موسیٰؑ نے خود اپنے کو اور اپنے خلیفہ ہارونؑ کو ہی اس میں شامل کیا ہے حالانکہ بعض اور لوگ بھی قوم کی نافرمانی میں شامل نہ تھے لیکن انہیں شامل نہیں کیا۔ کیونکہ فتوحات کے حصول کے وقت انہوں نے موجود ہونا تھا اور موسیٰؑ اور انکے خلیفہ ہارونؑ نے نہیں موجود ہونا تھا۔ بالکل اسی طرح جب جماعت احمدیہ کے متعلق فتوحات کے الٰہی وعدوں کے پُورا ہونیکا وقت آیا تو خدا کا یہ مسیح اور اس کا پہلا خلیفہ نور الدینؓ ان میں موجود نہیں۔

بنی اسرائیل کو انکی جس گستاخی اور بے راہ روی کی وجہ سے سزا دی گئی اور فتوحات کا

زمانہ چالیس سال پیچھے ڈال دیا گیا اس کا تعلق خارجی امور سے تھا یعنی یہ کہ جبار قومی ہیکل اور طاقتور فوج کے مقابلہ سے انکار۔ اور یہاں قوم کے بعض افراد کی گستاخی اور بے راہ روی کا تعلق داخلی امور سے ہے یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر بالواسطہ لنگرخانہ وغیرہ کے انتظامات کے سلسلہ میں اعتراضات اس اختلاف کے باوجود حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے استنباط کہ بالکل یہی چالیس سالہ دور جماعت احمدیہ پر بھی آنیوالا ہے۔ ایک عام مفسر قرآن ان مطہر و مقدس ہستیوں میں امتیاز قائم کر دیتا ہے جو نور نبوت کے بغیر مطالب قرآن کو بیان کرتے ہیں۔ یہ مزکی اور مطہر وجود دیکھ لیتے ہیں کہ کس تمثیل میں سے اسکے کن اجزاء کا تعلق آئندہ کے واقعات سے ہے اور کونسے پہلو اپنے ظاہری رنگ کو بدل لیں گے۔ کوئی شخص اپنے علم و فہم اور روشن دماغی کے زور سے جتنی چاہے شاندار تفسیر کر جائے لیکن راہ کی وہ تاریکیاں جن کو صرف الٰہی تعلق، پاکیزگی اور تقدس کا نور ہی روشن کر سکتا ہے وہ ان کے بس کی بات نہیں ہوتی۔

عجیب بات ہے کہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے اس سے پہلے درس میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ نے فرمایا:-

"بندے ایک وہ ہوتے ہیں جن کو الہام ہوتا ہے، خدا تعالیٰ ان کو فہم عطا کرتا ہے۔ اور اپنے فہم سے خدا تعالیٰ کی باتوں کو سمجھتے ہیں۔ ایک وہ ہوتے ہیں کہ جن کو نہ الہام ہوتے ہیں نہ خدا ان کو تفہیم کرتا ہے لیکن ان کو وسعت نظر حاصل ہوتی ہے اور علم وسیع ہوتا ہے۔ تیسرے وہ ہوتے ہیں جن کو نہ علم ہوتا ہے نہ تفہیم الٰہیہ۔ ان تیسری قسم والوں کو پہلی دو قسم والوں کی اطاعت کرنی چاہئے۔" (درس القرآن ۱۹۱۲ء زیر تفسیر رکوع ۸)

چنانچہ اس آیت کی تفسیر میں آپ مختلف تفاسیر کو پڑھ جائیے، بڑے بڑے علمی نکتے ہوں گے، ذہنی بلند پروازی کے شاندار مظاہرے ہوں گے، لغوی اور تفسیری موشگافیاں ہوں گی، مگر سادگی سے بیان کی ہوئی اس سمجھ اور بصیرت کا کھوج بھی نہ ملیگا کہ آج یکم دسمبر ۱۹۱۲ء کے تیس سال بعد مظہر قدرت ثانیہ مجدد موعود کا ظہور ہوگا۔

گنتی ۱۴ : ۲۹ پر نظر ڈالنے سے جہاں چالیس سالہ محرومی کی داستان بیان کی گئی ہے اسی سلسلہ میں چند مزید باتیں میرے ذہن میں پیدا ہوئی ہیں لیکن ضروری نہیں کہ انہیں بیان بھی کیا جائے عسٰی ربّنا ان یرحمنا۔ ہمیشہ اسکی رحمت اور رأفت کا ہی انسان کو امیدوار رہنا چاہئے۔ وھو علٰی کلّ شیءٍ قدیر۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کی یہ زبردست شہادت جماعت احمدیہ کے لئے تو انتہائی زیادتِ ایمان و عرفان کا موجب ہوگی ہی لیکن مَیں ایک دفعہ پھر اپنے غیر مبایع دوستوں سے عرض کروں گا کہ وہ بھی اس پر غور فرمائیں۔ اور اب جبکہ وہ موعود مجدد (قدرتِ ثانیہ) ظاہر ہوگیا ہے تو اپنے تئیں اس سے وابستہ کر کے سعادتِ دارین حاصل کریں ؛

نبوّت حضرت مسیح موعود علیہ السلام

(مکرم مولوی شریف احمد صاحب امینی مولوی فاضل)

آغازِ اختلاف

خدا تعالیٰ سے بشارت پا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعودؑ کی آمد کی پیشگوئی "یاتی عیسٰی نبی اللہ" کے مبارک الفاظ میں بیان فرمائی۔ قرآن مجید نے اسکی آمد کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثتِ ثانی قرار دیتے ہوئے اُس موعود کی بلند شان اور اعلیٰ مرتبہ کا ذکر کیا۔ آخر وہ موعود نبی حسبِ بشارات عین وقت پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل بروز بنکر یہ صدا دیتا ہوا دُنیا میں نازل ہوا سے

اینک منم کہ حسب بشارات آمدم ؛ عیسیٰ کجاست تا بنہد پا بمنبرم

مَیں وہ پانی ہوں کہ آیا آسماں سے وقت پر
مَیں وہ ہوں نورِ خدا جس سے ہوا دن آشکار

زمین و آسمان نے نشانات ظاہر کر کے اسکی صداقت پر مہرِ تصدیق ثبت کی اور اسکی سچائی کی کھلے طور پر شہادت دی۔ سعید فطرت لوگوں نے اس کے دامن فیوض سے وابستہ ہو کر اپنے قلوب کو روحانی انوار سے منور کیا۔ مگر شقی و بدبخت اس سعادتِ ابدیہ سے محروم رہے۔ وہ موعود مسیحؑ ان کے اندر کافی عرصہ تک رہا، مگر یہ لوگ اپنی ازلی شقاوت کی وجہ سے اس پر ایمان لانے کا شرف حاصل نہ کر سکے۔ اس موعود نبیؑ نے اپنا کام پورا کیا اور آخر رفیق اعلیٰ سے جا ملا؛ اور اپنے پیچھے ایک روحانی جماعت چھوڑی۔ اس کے وصال کے بعد خدا نے اسکے سلسلہ کو یونہی نہیں چھوڑا بلکہ اپنے وعدہ "وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصّٰلحٰت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم" (سورہ نور ع) کے مطابق اسکی جماعت

میں خلافتِ حقہ کا سلسلہ جاری فرمایا۔ حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب خلیفہ اوّل منتخب ہوئے، اور عرصہ چھ سال تک مسندِ خلافت پر متمکن رہے۔ ان کے وصال کے بعد حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب خلیفہ ثانی منتخب ہوئے۔ مگر خلافتِ ثانیہ کے قیام کے وقت مولوی محمد علی صاحب اور ان کے رفقاء جماعت سے الگ ہو کر لاہور میں جا مقیم ہوئے، اور وہاں پر یہ لوگ لاہوری یا پیغامی یا غیر مبایع کے نام سے پکارے جانے لگے۔ ان لوگوں نے عداوتِ محمود میں خلافتِ حقہ کا ہی انکار نہ کیا بلکہ بڑی جسارت و جرأت سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت پر بھی ہاتھ مارا؛ اور کہا کہ خلیفہ تو نبی کا ہوتا ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام تو نبی نہ تھے۔ آپ تو محض ایک مجدد و محدث تھے؛ کیا محدث کی بھی کبھی خلافت قائم ہوئی ہے۔ نیز حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقام کو یہاں تک

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منکر قابلِ مؤاخذہ ہے۔

گرایا کہ آپ کا ماننا یا نہ ماننا برابر قرار دیا۔ یعنی کوئی شخص آپ کے انکار کی وجہ سے کافر یا قابلِ مؤاخذہ نہیں، کیونکہ آپ پر ایمان لانا کوئی ایمانیات میں سے نہیں ہے۔ مگر اس کے برعکس مبائعین اس امر کا اعتقاد رکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام خدا کے فرستادہ و مامور اور ظلّی و بروزی و غیر مستقل اور امتی نبی ہیں ظل و بروز کے الفاظ آپ کی نبوت کو ناقص بتلانے کے لئے استعمال نہیں کئے گئے۔ ان الفاظ کا تو صرف اتنا مفہوم ہے کہ آپ نے نبوت کے مقام کو صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع اور فیضان کی برکت سے حاصل کیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود ان الفاظ کی تشریح یوں فرمائی ہے:۔

"امتی اس شخص کو کہتے ہیں جو بغیر پیروی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی طرح اپنے کمال کو نہیں پہنچ سکتا" (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۱۸۲ حاشیہ)

ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:۔

"ظلی نبوت جس کے معنے ہیں فیضِ محمدی سے وحی پانا" (حقیقۃ الوحی ص۲۸)

ان دونوں حوالوں سے صاف پتہ چلتا ہے کہ ظلی اور امتی کے الفاظ صرف حصولِ نبوت کے ذریعہ کے بیان کے لئے استعمال کئے گئے ہیں، نہ کہ یہ الفاظ نقصِ نبوت پر دلالت کرتے ہیں۔

اسی طرح مبائعین اس امر کا اعتقاد رکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ماننا ضروری ہے جو شخص آپ پر ایمان نہیں لاتا وہ قابلِ مؤاخذہ ہے۔ حضور علیہ السلام کی تحریرات خود ہمارے عقیدہ کی تائید کرتی ہیں۔ حضور فرماتے ہیں:۔

(ا) "میں خدا کا ظلّی اور بروزی طور پر نبی ہوں اور ہر ایک مسلمان کو دینی امور میں میری اطاعت واجب ہے ... اور مسیح موعود کا ماننا واجب ہے۔ اور ہر ایک کو جسکو میری تبلیغ پہنچی ہے گو وہ مسلمان ہے مگر مجھے حَکم نہیں ٹھہراتا اور نہ مجھے مسیح موعود مانتا ہے اور نہ ہی میری وحی کو خدا کی طرف سے مانتا ہے وہ آسمان پر قابلِ مؤاخذہ ہے۔" (تحفۃ الندوہ صـ۴۳)

(ب) "خدا نے میری وحی اور میری تعلیم اور میری بیعت کو نوحؑ کی کشتی قرار دیا اور تمام انسانوں کے لئے اس کو مدارِ نجات ٹھہرایا۔ جس کی آنکھیں ہوں دیکھے جس کے کان ہوں سُنے۔" (اربعین صـ۶ حاشیہ)

جب حضور علیہ السلام کی تعلیم اور بیعت مدارِ نجات ہے تو معلوم ہوا جو آپؑ کی بیعت میں شامل نہیں اور آپؑ کی تعلیم پر عمل نہیں کرتا وہ نجات یافتہ نہیں۔ لہٰذا نجات کو حاصل کرنے کے لئے آپؑ کی بیعت از حد ضروری ہے۔

(ج) حضرتؑ کا ایک الہام ہے جس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ حضورؑ کا ماننا نہایت ضروری ہے۔

"جو شخص تیری پیروی نہیں کریگا اور تیری بیعت میں داخل نہ ہوگا اور تیرا مخالف رہے گا خدا اور رسول کی نافرمانی کرنیوالا اور جہنمی ہے۔"

(خط حضرت اقدس بنام بابو الٰہی بخش صاحب ۱۶ر جون ۱۸۹۹ء تبلیغ رسالت جلد ۹ صـ۲۷۔ رسالہ معیار الاخیار ۲ر مئی ۱۹۰۰ء صـ۸)

مندرجہ بالا دو عبارات اور الہام کو پڑھکر کون شخص انکار کرسکتا ہے کہ حضور علیہ السلام کا ماننا ضروری نہیں۔ اور مسیح موعود علیہ السلام کا منکر قابلِ مؤاخذہ اور غیر نجات یافتہ اور جہنمی اور خدا اور رسول کی نافرمانی کرنیوالا نہیں۔ پس غیر مبایعین کا ایمان مسیح موعودؑ کے متعلق یہ عقیدہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کے صریح مخالف ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شانِ نبوت

اب رہا غیر مبایعین کا یہ اعتقاد کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نبی نہیں بلکہ ایک محدث و مجدد ہیں، یہ اعتقاد بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عبارات و تحریرات کی روشنی میں غلط ثابت ہوتا ہے۔ نبوت کے بارہ میں اگرچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اقوال بظاہر متضاد و متعارض معلوم ہوتے ہیں یعنی بعض جگہ حضور علیہ السلام نے اپنی نبوت سے صریح طور پر

انکار کیا ہے اور بعض جگہ حضورؑ نے اپنے آپکو نبی قرار دیتے ہوئے اپنی نبوت کا عام اعلان کیا ہے مگر حضورؑ نے خود ہی "ایک غلطی کا ازالہ" میں اس تعارض کا حل کر دیا ہے۔ فرمایا:-

"جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا۔ صرف اِن معنوں سے کہ مَیں مستقل طور پر شریعت لانیوالا نہیں اور نہ ہی مستقل طور پر نبی ہوں۔ مگر ان معنوں سے کہ مَیں نے اپنے رسول مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کرکے اور اپنے لئے اُس کا نام پاکر اُسکے واسطہ سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے رسول اور نبی ہوں مگر بغیر کسی نئی شریعت کے۔ اس طور کا نبی کہلانے سے مَیں نے کبھی انکار نہیں کیا۔"

نبوّت کیا چیز ہے اور نبی کون ہوتا ہے؟

پیشتر اس کے کہ نبوت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق تفصیلی طور پر بحث کی جائے نبوت کی تعریف دیکھنا ضروری ہے۔ تاکہ حضور علیہ السلام کی تحریرات پر نظر ڈالتے ہوئے اس امر کو معلوم کیا جائے کہ کیا وہ تعریف آپؑ پر صادق آتی ہے یا آپؑ نے اپنے آپکو اس تعریف کا مصداق قرار دیا ہے۔ اور اگر کسی مقام پر اپنی نبوّت کا انکار کیا ہے تو وہ کن معنوں میں ہے اور اگر اقرار کیا ہے تو وہ کس رنگ میں ہے۔ نبوّت اور نبی کی مختلف تعریفیں حضور علیہ السلام نے اپنی کتب میں بیان کی ہیں۔ وہ سب درج ذیل ہیں:-

(۱) اسلام کی اصطلاح:-

"اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول کے یہ معنے ہوتے ہیں کہ وہ کامل شریعت لاتے ہیں یا بعض احکام شریعت سابقہ منسوخ کرتے ہیں یا نبی سابق کی امت نہیں کہلاتے۔ اور براہِ راست بغیر استفاضہ کسی نبی کے خدا تعالیٰ سے تعلق رکھتے ہیں۔" (الحکم جلد ۳ نمبر ۲۹ ۱۸۹۹ء خط مسیح موعودؑ ۱۷ راگست ۱۸۹۹ء)

(۲) اسلامی اصطلاح:-

"خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک کلام پاکر جو غیب پر مشتمل زبردست پیشگوئیاں ہوں مخلوق کو پہنچانیوالا اسلامی اصطلاح کی رو سے نبی کہلاتا ہے۔" (حجۃ اللہ صفحہ ۳)

(۳) خدا کی اصطلاح:-

"خدا کی یہ اصطلاح ہے کہ کثرت مکالمات اور مخاطبات کا نام اسنے نبوت رکھا ہے یعنی ایسے مکالمات جن میں اکثر غیب کی خبریں دی گئی ہیں۔" (چشمہ معرفت صفحہ ۳۲۵)

(۴) نبیوں کی اصطلاح :-

"جبکہ مکالمہ ومخاطبہ اپنی کیفیت وکمیت کی رو سے کمال درجہ تک پہنچ جاوے اور اس میں کوئی کثافت اور کمی باقی نہ رہے اور کھلے طور پر امور غیبیہ پر مشتمل ہو تو وہی دوسرے لفظوں میں نبوت کے نام سے موسوم ہوتا ہے جس پر سب نبیوں کا اتفاق ہے۔" (الوصیت ص۱۲)

(۵) مجددین کی اصطلاح :-

"حضرت مجدد صاحب سرہندی نے بھی اپنی مکتوبات میں یہی لکھا ہے کہ اگرچہ اس امت کے بعض افراد مکالمہ ومخاطبہ سے مخصوص ہیں اور قیامت تک مخصوص ہوں گے لیکن جس شخص کو بکثرت اس مکالمہ ومخاطبہ سے مشرف کیا جاوے اور بکثرت امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جاویں وہ نبی کہلاتا ہے۔" (حقیقۃ الوحی ص۳۹)

(۶) قرآن کی اصطلاح :-

"جس کے ہاتھ پر اخبار غیبیہ منجانب اللہ ظاہر ہونگے بالضرورت اس پر مطابق آیت فلا یظهر علی غیبہ کے مفہوم نبی کا لفظ صادق آئے گا۔" (ایک غلطی کا ازالہ)

(۷) مسیح موعود علیہ السلام کی اصطلاح :-

"چونکہ میرے نزدیک نبی اس کو کہتے ہیں جس پر خدا کا کلام یقینی اور قطعی طور پر بکثرت نازل ہو جو غیب پر مشتمل ہو اسلئے خدا نے میرا نام نبی رکھا مگر بغیر شریعت کے۔" (تجلیات الٰہیہ ص۲۶)

(۸) عربی وعبرانی کی اصطلاح :-

"عربی وعبرانی میں نبی کے یہ معنے ہیں کہ خدا سے الہام پاکر بکثرت پیشگوئی کرنیوالا اور بغیر کثرت کے یہ معنے متحقق نہیں ہوسکتے۔" (اخبار عام ۲۳ مئی ۱۹۰۸ء)

(۹) عربی کی اصطلاح :-

"جو غیب کی خبر خدا سے پاکر دیوے اسکو عربی میں نبی کہتے ہیں۔" (اربعین ۲ ص۱۸ حاشیہ)

(۱۰) مسیح موعودؑ کی اصطلاح :-

"جس کا نام تم مکالمہ مخاطبہ رکھتے ہو میں اس کی کثرت کا نام بموجب حکم الٰہی نبوت رکھتا ہوں۔" (حقیقۃ الوحی ص۶۸)

(۱۱) اصطلاح مسیح موعودؑ :-

"ایسا شخص جس کو بکثرت ایسی پیشگوئیاں بذریعہ وحی دی جائیں یعنی اس قدر کہ

اُسکے زمانہ میں اس کی کوئی نظیر نہ ہو اس کا نام ہم نبی رکھتے ہیں۔ کیونکہ نبی اس کو کہتے ہیں جو خدا کے الہام سے بکثرت آئندہ کی خبریں دے۔" (چشمہ معرفت صفحہ ۱۸۰)

(۱۲) نبی کا نام :-

"نبی کے نام سے موسوم کیا جانا۔ یعنی اس کثرت سے مکالمہ و مخاطبہ کا شرف اسکو حاصل ہو اور اس کثرت سے امورِ غیبیہ اس پر ظاہر ہوں کہ بجز نبی کے کسی پر ظاہر نہیں ہو سکے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے فلا یظھر علی غیبہ احداً الا من ارتضی من رسول۔ یعنی خدا اپنے غیب پر کسی کو پوری قدرت اور غلبہ نہیں بخشتا جو کثرت اور صفائی سے حاصل ہو سکتا ہے۔ بجز اسکے جو اس کا برگزیدہ رسول ہو۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۰)

(۱۳) نبی کے حقیقی معنے :-

"نبی کے حقیقی معنوں پر غور نہیں کی گئی۔ نبی کے معنے صرف یہ ہیں کہ خدا سے بذریعہ وحی خبر پانیوالا اور شرفِ مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہو۔ شریعت کا لانا اس کیلئے ضروری نہیں۔ اور نہ یہ ضروری ہے کہ صاحبِ شریعت رسول کا متبع نہ ہو۔" (براہین احمدیہ حصہ پنجم)

(۱۴) نبوت کیا ہے ؟ :-

"جب خدا کسی سے بکثرت ہمکلام ہو اور اپنی غیب کی باتیں کثرت سے اُس پر ظاہر کرے تو یہ نبوت ہے۔" (البلاغ المبین صفحہ ۳)

(۱۵) نبی کا لفظ :-

"نبی کے لفظ سے اس زمانہ کے لئے صرف یہ مراد ہے کہ کوئی شخص کامل طور پر شرف مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ حاصل کرلے اور تجدید دین کے لئے مامور ہو۔ یہ نہیں کہ وہ دوسری شریعت لاوے۔ کیونکہ شریعت آنحضرت صلعم پر ختم ہے۔" (تجلیات الٰہیہ صفحہ ۹)

(۱۶) نبی کسے کہتے ہیں ؟ :-

"خدا تعالیٰ جسکے ساتھ ایسا مکالمہ مخاطبہ کرے جو بلحاظ کمیت و کیفیت دوسروں سے بڑھکر ہو اور اس میں پیشگوئیاں بھی کثرت سے ہوں اُسے نبی کہتے ہیں۔" (بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء)

(۱۷) اصطلاح اسلام :-

"اور ایسے شخص ہیں۔ ایک طرف تو خدا تعالیٰ کی ذاتی محبت ہوتی ہے اور دوسری طرف

بنی نوع کی ہمدردی اور اصلاح کا بھی عشق ہوتا ہے ۔۔۔۔ ایسے کو اصطلاح اسلام میں نبی کہتے ہیں۔ اور خدا کے پاک مکالمات اور مخاطبات سے مشرف ہوتے ہیں۔ اور خوارق انکے ہاتھ پر ظاہر ہوتے ہیں اور اکثر دعائیں انکی قبول ہوتی ہیں" (لیکچر سیالکوٹ صـ۲۳)

(۱۸) مخالفین کی اصطلاح :-

"ہمارے مخالف مسلمان مکالمہ الٰہیہ کے قائل ہیں لیکن اپنی نادانی سے ایسے مکالمات کو جو بکثرت پیشگوئیوں پر مشتمل ہوں نبوّت کے نام سے موسوم نہیں کرتے۔"

اس عبارت میں حضور علیہ السلام نے مخالفین کی تعریف درج فرمائی ہے۔ مگر اس کی تردید میں اپنی تعریف یوں درج فرمائی ہے :-

"اگر خدا سے غیب کی خبریں پانے والا نبی کا نام نہیں رکھتا تو بتلاؤ کس نام سے اُس کو پکارا جائے۔ اگر کہو اس کا نام محدّث رکھنا چاہیئے تو میں کہتا ہوں کہ تحدیث کے معنے کسی لغت کی کتاب میں اظہارِ غیب نہیں مگر نبوّت کے معنے اظہارِ غیب ہیں۔"

(ایک غلطی کا ازالہ)

تبدیلیٔ عقیدہ

مندرجہ بالا تعریفات میں سے ۱ و ۲ میں صریحاً تضاد و تعارض پایا جاتا ہے کیونکہ پہلی تعریف میں حضرت اقدسؑ نبی کی تعریف میں شریعت لانا یا اُسکے جزء کو منسوخ کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ لیکن دوسری تعریف میں شریعت کا لانا یا احکام کا نسخ ضروری قرار نہیں دیتے لیکن تاہم ہر دو تعریفوں کو اسلامی اصطلاح قرار دیتے ہیں۔

پہلی تعریف ۱۸۹۹ء کی ہے۔ مگر باقی ۱۶ تعریفات اس کے بعد کی ہیں۔ اور یہ سب تعریفات دوسری تعریف کی تائید کرتی ہوئیں پہلی تعریف کے تضاد کو ظاہر کر رہی ہیں۔ اس تضاد کا حل حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود ہی فرما دیا ہے، کہ ابتداء میں آپ کا یہی عقیدہ تھا کہ نبی کے لئے شریعت لانا ضروری ہے۔ مگر بعد میں حضورؑ نے اپنے اس عقیدہ کو تبدیل کر لیا۔ جیسے حضورؑ نے فرمایا :-

"نبی کا شارع ہونا شرط نہیں۔ یہ صرف موہبت ہے جس سے امورِ غیبیہ کھلتے ہیں۔"

(ایک غلطی کا ازالہ)

(باقی پھر)

مصلح موعود کے متعلق حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے

(رؤیا پر)

اعتراضات کے جوابات

(مکرم قاضی محمد نذیر صاحب لائلپوری لیکچرار تعلیم الاسلام کالج)

فرقان کی گذشتہ اشاعت "مصلح موعود نامہ" میں مکرم قاضی صاحب کے اس مضمون کا ایک حصہ شائع کیا جا چکا ہے۔ اس اشاعت میں اس مضمون کا باقی حصہ عرض ہے لیکن پیشتر اسکے کہ باقی حصہ درج کیا جائے مصلح موعود نامہ کے صفحہ ۵۵ پر "پہلا بیرونی شاہد" کے ذیلی عنوان کے ماتحت ایک حصہ درج ہونے سے سہواً رہ گیا تھا۔ چنانچہ اس حصہ کو بھی یہاں درج کر دیا جاتا ہے۔ اور پھر اس کے بعد باقی مضمون۔ "ادارت"

مصلح موعود کی شخصیت کی تعیین مسیح موعودؑ کے الہامات میں

(ا) الہام الٰہی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بتایا گیا کہ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل ہوگا (اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء)

یعنی وہ لڑکا آپ کا حقیقی فرزند ہوگا۔ جس پر لفظ "ہی" جو کلمہ حصر ہے دال ہے۔

(ب) حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ظاہر کیا گیا کہ مصلح موعود بشیر ثانی ہوگا (ملاحظہ ہو سبز اشتہار) بشیر ثانی وہی لڑکا ہو سکتا ہے جو بشیر اول کے بعد بشارت الٰہیہ کے ماتحت پیدا ہو۔ چنانچہ بشیر اول کے بعد بشارت کے ماتحت پیدا ہونیوالے حقیقی فرزند مسیح موعود علیہ السلام کے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ ہی ہیں۔

(ج) بشیر اول کے ذکر کے بعد الہام الٰہی کا یہ فقرہ "اس کے ساتھ فضل ہے جو اسکے آنے کے ساتھ

آئے گا۔" (اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء) اس امر پر دال ہے کہ مصلح موعود کو بشیر اوّل کے بعد بلا توقف پیدا ہونا چاہیئے۔ یعنی بشیر اوّل اور بشیر ثانی کے درمیان کوئی اور بچہ پیدا نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ بشیر اوّل کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ ہی بلا توقف پیدا ہونیوالے فرزند ارجمند ہیں۔ یہ یاد رہے کہ "فضل" اس الہام میں مصلح موعود کا ہی الہامی نام ہے (ملاحظہ ہو سبز اشتہار)

(۵) مصلح موعود کے لئے الہام الٰہی کے مطابق ۹ سال کی میعاد کے اندر پیدا ہونا ضروری تھا (اشتہار ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء) چنانچہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی اس میعاد کے اندر پیدا ہوئے

(۸) مصلح موعود کا ایک نام الہام میں "فضل عمر" بتایا گیا (ملاحظہ ہو سبز اشتہار) جو اس بات کیطرف اشارہ تھا کہ مصلح موعود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا خلیفہ ثانی ہوگا جس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ثانی تھے۔

(۹) سبز اشتہار میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بشیر ثانی یعنی مصلح موعود کے لئے ضروری قرار دیا ہے کہ وہ دوسری قسم کی رحمت "جو ارسال مرسلین و انبیاء و ائمہ و خلفاء" ہے کی تکمیل کرے یعنی اس کا کم از کم جماعت کا امام اور خلیفہ ہونا ضروری ہے۔

مندرجہ بالا تمام امور حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے وجود میں جمع ہیں۔ جو اس بات کی روشن دلیل ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات سے جس فرزند ارجمند کے مصلح موعود ہونے کی تعیین ہوتی ہے وہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ ہی ہیں پس حضور کا جنوری ۱۹۴۴ء والا رویا و الہام جس میں یہ انکشاف ہوا کہ آپ ہی مصلح موعود ہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات سے مطابقت رکھنے کی وجہ سے از قسم اماتی نہیں قرار دیا جا سکتا۔ بلکہ یہ رویاء و الہام درحقیقت خدا تعالیٰ کی طرف سے اس امر کی تصدیق ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات کی رو سے جس شخصیت کو جماعت احمدیہ مصلح موعود سمجھ رہی تھی اس تعیین میں وہ حق بجانب تھی۔

(گذشتہ سے پیوستہ)

(ج) حدیث نبویؐ میں بھی دائیں بائیں راستوں کی مذمت کی گئی ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے۔ خَطَّ لنا رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطًّا ثم قال ھٰذا سبیل اللہ ثم خط خطوطا عن یمینہ وعن شمالہ وقال ھٰذہٖ سُبُلٌ علی کل سبیل منھا شیطانٌ یدعو الیہ وقرا ان ھٰذا صراطی مستقیمًا فاتبعوا۔ الآیۃ۔ رواہ احمد و النسائی و الدارمی (مشکوٰۃ باب الاعتصام)

بالکتاب و السُنّۃ) کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لئے ایک خط کھینچا اور فرمایا یہ اللہ کی راہ ہے۔ پھر اس خط کے دائیں اور بائیں کچھ خط کھینچے اور فرمایا یہ وہ راستے ہیں جن میں سے ہر ایک پر کوئی نہ کوئی شیطان ہے جو اس طرف بلاتا ہے۔ پھر آپؐ نے یہ آیت پڑھی جس کا ترجمہ یہ ہے، کہ میرا یہ راستہ سیدھا ہے پس تم اس پر چلو۔

پس اس حدیث میں دائیں اور بائیں راستوں کے درمیانی راستہ کو ہی صراطِ مستقیم قرار دیا گیا ہے۔ پس اگر حدیث کی رو سے اس خواب کی تعبیر کی جائے اور مصری صاحب کی اس بات کو درست مان لیا جائے کہ دائیں راستہ پر کھڑا ہو کر بلانیوالا شخص مولوی محمد علی صاحب ہیں تو پھر مولوی محمد علی صاحب کو صراطِ مستقیم سے منحرف اور غلط راستہ کی طرف دعوت کنندہ قرار دینا پڑیگا۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ مولوی محمد علی صاحب جس راستہ کی طرف حضرت امیر المومنین کو بلاتے ہیں وہ راستہ واقعی گمراہی کا ہے۔ اور خواب میں یہ بتایا گیا ہے کہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کو خدا تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اپنی زبردست قوت کے اثر کے نیچے صحیح راستہ پر ڈال دیا ہوا ہے۔

مصری صاحب کا تیسرا اعتراض

مصری صاحب کا ایک اعتراض اس رویاء کی بناء پر یہ ہے کہ اس رویاء میں حضور نے یہ دیکھا ہے کہ آپ مخالفین کے ایک بُت پر سوار ہو کر جھیل سے پار ہوئے ہیں۔ مصری صاحب اس امر کا بُت کو وسیلہ قرار دیتے اور ترک توکل علی اللہ پر محمول گردانتے ہیں۔ اور وجہ اس کی یہ بتاتے ہیں کہ آپ نے دشمن سے خوفزدہ ہونے کی حالت میں بُت کو بطور وسیلہ بنایا ہے۔

الجواب

اس کے جواب میں واضح رہے کہ قوموں کے معبودانِ باطلہ سے کوئی خدمت لینا تو از روئے تعلیم قرآنی انہیں وسیلہ بنانا نہیں بلکہ ان کی عبادت اور پرستش کرنا انہیں وسیلہ بنانا ہے۔ مصری صاحب روزانہ آگ، سورج، پانی وغیرہ مظاہر قدرت سے جو اقوام کے معبود ہیں کام لیتے ہیں، مگر وہ اس خدمت لینے کو انہیں وسیلہ بنانا نہیں سمجھتے تو خواب میں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے اپنے دشمنوں کے ایک بُت سے خدمت لینے کو خصوصاً ایسے حال میں کہ حضرت امیر المومنین نے رویاء میں ہی توحید کا وعظ کر کے ان مشرکوں کو مسلمان بنا لیا اور ان کے بُت جھیل میں غرق قرار دیئے کیونکر ترک توکل اور بُت کو وسیلہ قرار دینے پر محمول کیا جا سکتا ہے۔

مصری صاحب کے اعتراض کی بُنیاد اس بات پر ہے کہ خوفزدہ ہونیکی حالت میں آپ بُت پر بیٹھکر جھیل سے پار ہوئے۔ مگر مصری صاحب نے اس بات میں سخت تلبیس سے کام لیا ہے۔ کیونکہ خواب کے ظاہر

ہے کہ جھیل سے پار ہونیکے وقت دشمن بالکل پیچھے رہ چکا ہوا تھا اور اس سے کوئی خطرہ نہیں رہا تھا۔ چنانچہ آپ خواب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں "غرض میں اسی راستہ پر درمیانی راہ پر۔ ناقہ چلنا شروع ہوا اور مجھے یوں معلوم ہوا کہ دشمن بہت پیچھے رہ گیا ہے۔ اتنی دور کہ نہ اسکے قدموں کی آہٹ سنائی دیتی ہے نہ اسکے آنے کا کوئی امکان پایا جاتا ہے۔" اسکے بعد جھیل سے گزرنے کا واقعہ پیش آتا ہے۔ پس جب اعتراض کی بنیاد ہی غلط ہے تو مصری صاحب کے اس اعتراض کو بجز تلبیس کے اور کیا قرار دیا جاسکتا ہے۔

بُت دیکھنے کی تعبیر

تعطیر الانام جلد ۱ ملا ۲۲۱ پر لکھا ہے:۔

"رویۃ الصنم تدل علی سفر بعید۔

وقیل اذا رای الصنم ولم یر عبادہ نال مالاً وافراً۔"

کہ بُت کا دیکھنا دور کے سفر پر دلالت کرتا ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ جب کوئی بُت دیکھے اور اسکی پرستش نہ دیکھے یعنی پرستش نہ کرے تو بہت سا مال پائے گا

پس خواب میں بُت کا دیکھنا تو آپکے یقیناً مصلح موعود ہونے پر دال ہے۔

اے فخرِ رسل قربِ تو معلومم شد ٭ دیر آمدۂ زرہ دُور آمدۂ

پس خواب میں بُت دیکھنا دور کے سفر پر دال ہے اور حضرت مسیح موعودؑ کے الہام الٰہی میں مصلح موعود کا راستہ بھی لمبا بتایا گیا ہے۔

اگر بُت کی تفسیر وافر مال لی جائے تو یہ اس امر پر دال ہوگا کہ مالِ دُنیا جو مشرکین کا بت ہے اور پتھر کی طرح انہیں لے ڈوبنے والا ہے وہی جب مصلح موعود کو کثرت سے دیا جائیگا تو اس کیلئے مشکلات کی جھیل پار کرنے کے لئے بطور ہلکی کشتی کے کام دیگا۔

یہ ایک حقیقتِ ثابتہ ہے کہ مشرکین کو دُنیا کے مال و منال سے ایسا پیار ہوتا ہے گویا وہ ان کا بُت یعنی معبود ہے۔ مگر حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کیلئے خواب میں مشرکین کا یہ بُت خادم کی حیثیت میں پیش ہوتا ہے اور آپ اسپر سوار ہو جاتے ہیں جو دُنیا کے آپکے مقابلہ میں مغلوب ہونے اور آپکے اہلِ دُنیا کے بُت پر غالب آنیکی دلیل ہے۔ پس یہ رویا اپنے تمام پہلوؤں میں نہایت شاندار ہے اور حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے مصلح موعود ہونے پر دال ہے۔ مگر خدا نے عجب حکمت سے اہلِ زیغ کیلئے اسمیں کچھ متشابہات بھی رکھے ہیں۔ تا جب وہ اپنی کج طبعی سے انکی الٹی تاویل و تفسیر کر کے فتنہ کا سامان کھڑا کریں تو راسخون فی العلم کی صحیح اور مدلل تاویل و تفسیر اہلِ زیغ کو ندامت اور شرمندگی کے عمیق گڑھے میں گرا دے۔ غیر مبائعین کو چاہیئے کہ وہ اس رویا اور کشف کی حقیقت پر غور کریں اور ... صاحب اور شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری کی رکیک تاویلات کی پیروی نہ کریں اور یاد رکھیں کہ

... اللھم آمین۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

مُصلحین و مُفسدین

(مکرم جناب سید امجد علی شاہ صاحب سیالکوٹ)

قلنا اھبطوا منھا جمیعًا فاما یاتینکم منی ھدًی فمن تبع ھدای فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون ٥

ہم نے کہا تم سب اس حالت سے نکل جاؤ۔ پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے تو جو میری ہدایت کی اتباع کرے گا اس کے لئے کوئی خوف نہیں، نہ وہ غم کرے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ مستمرہ قانون ہے، کہ اپنے بندوں کی ہدایت کے راستے وہ خود بتاتا ہے لیکن جب ایک زمانہ گذر جاتا ہے تو لوگ سخت دل ہو کر اس ہدایت کو چھوڑ دیتے ہیں۔ جیساکہ مسلمانوں کو بھی متنبہ کیا گیا۔ لا یکونوا کالذین اوتوا الکتب من قبل فطال علیھم الامد فقست قلوبھم فکثیر منھم فاسقون ٥ ان کا ایمان اس راستہ کے سودمند ہونے یا منزلِ مقصود تک پہنچانے کے متعلق جاتا رہتا ہے۔ وہ غیر اللہ کے تجویز کردہ راستے اختیار کر لیتے ہیں جن سے خالق و مالکِ کائنات کی نافرمانی لازم آجاتی ہے اور اُن پر فاسق کا حکم صادر ہو جاتا ہے۔ وہ تسکین و اطمینان کی تلاش میں غلط راہ اختیار کرتے ہیں اور اسکی بجائے خوف و حزن کے دائمی جہنم کو مول لیتے ہیں۔

جب دُنیا کی یہ حالت ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی سُنت کے مطابق بندوں کو اپنی ہدایت پر قائم کرنے کے لئے پھر اپنے حضور سے سامان کرتا ہے اور اپنا کوئی بندہ مامور فرما دیتا ہے۔ اور اسکے ذریعہ سے ایک سلسلہ قائم کر دیتا ہے اور اس سلسلہ پر چل کر اپنی راہنمائی اللہ تعالیٰ کے تعلق میں تلاش کرنے والے لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون کا انعام پاتے ہیں۔ اور جو اپنی عقلوں کو اللہ تعالیٰ کی راہنمائی پر مقدم کر لیتے ہیں اور صحیح جادہ تسلیم پر گامزن نہیں ہوتے وہ سب ملتِ واحدہ بن جاتے ہیں خواہ وہ کسی نام سے موسوم ہوں۔ کیونکہ نافرمانی کی راہ اختیار کرنے میں اُن کے قلوب کی کیفیت یکساں ہوتی ہے۔ اور غیر اللہ کی پیروی ان کو ابدی خوف و حزن کے راستوں پر کھینچ لیجاتی

اللہ تعالیٰ جو انسان کے اعمال اور دلوں کی نیتوں پر نظر رکھتا ہے، عقاید بے عمل و محض ناموں کی پرواکرنا اس کی عادت و سُنت نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ہدایت پر مکمل طور پر کاربند ہو کر مقاصد حاصل کرنے پر ایمان رکھنے والے اور اپنی عقلوں کو مقدم کرنے میں بہتری سمجھنے والے دو گروہ الگ ہو جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہی حکم دیتا ہے کہ دُنیاوی تعلقات ہر ایک کے ساتھ بہتر رکھے جائیں اور جو امور کسی میں مشترک ہو سکتے ہیں ان کو ہی باہمی امن سے رہنے کی بُنیاد بنا لیا جائے جیسے مشرکین کو فرما دیا لا اکراہ فی الدین اور لکم دینکم ولی دین۔ اہلِ کتاب کو فرمایا تعالوا الیٰ کلمۃ سوآء بیننا و بینکم..... ایک قرآن اور ایک کعبہ کے ماننے والوں کو حکم دیا واعتصموا بحبل اللہ جمیعًا و لا تفرقوا لیکن فلاح حاصل کرنے والوں کے لئے یہ لازمی قرار دیا کہ خدا کے ساتھ تعلق رکھنے والوں کے محبوب و محب خدا کے ساتھ تعلق رکھنے والے ہی ہوں۔ اور جو اللہ تعالےٰ سے تعلق کو مقدم نہ کریں اور اس سے بے نیازی برتنے والوں کے طریق سے متاثر ہونے سے پرہیز نہ کریں وہ اللہ تعالیٰ کی نصرت سے محروم ہو جائیں۔ کامیاب ہونیوالا گروہ وہی ہو جو اللہ تعالیٰ کے نام کو دُنیا میں بلند کرنے اور اس کی راہ پر سب کو چلانے کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دے۔ جو اس مقام پر ساتھ نہ دیں ان کے متعلق فرمایا۔ بل ظننتم ان لن ینقلب الرسول والمومنون الیٰ اھلیھم ابداً وزین ذٰلک فی قلوبکم وظننتم ظن السوء وکنتم قوماً بوراً۔ ومن لم یومن باللہ ورسولہ فانا اعتدنا للکافرین سعیراً۔

اللہ تعالےٰ کی ہدایت کے ماتحت راہنمائی کرنے والوں اور ان کے ساتھیوں کا ساتھ نہ دینے والوں اور ان کی کامیابی کو شک و شبہ کی نگاہ سے دیکھنے والوں کو یہاں اللہ تعالےٰ نے اللہ اور رسول پر ایمان نہ رکھنے والے اور کافر کے لفظ سے موسوم فرمایا ہے۔

تاریخ ہمیشہ اپنے آپکو دُہراتی ہے۔ آج مادیت نے اس زمین میں پھر وہی حالات پیدا کر دیئے، کہ کافر تو کافر مسلم بھی قرآن کی تعلیم پر چل کر فلاح پانے سے مایوس ہو گیا۔ اسنے بھی کافر کی طرح خدا کے دین اور ہدایت کو صرف ایک قابلِ عزت مگر سمجھ سے باہر اور عقل سے خالی چیز قرار دے دیا۔ اور اپنی راہنمائی کے لئے اپنے ہر عمل کو غیروں کی اقتدار کے سانچے میں ڈھال لیا۔ اپنے تمدن، اپنی معاشرت، اپنی سیاست، اپنے اقتصادیات، ہر چیز کے لئے بجائے

کتاب اللہ اور سُنّت رسول کے اغیار کی عقل کو معیار قرار دے لیا۔ اس ظھر الفساد فی البرّ والبحر کی کیفیت نے اللہ تعالیٰ کے ارادہ میں وہی حرکت پیدا کر دی جو اس کی سُنّت کے مطابق ہونی چاہیئے تھی۔ اور اس نے پھر ایک مامور اپنی ہدایت پر لوگوں کو چلانے کے لئے کھڑا کر دیا اور فلاح اور نصرت ان لوگوں کے لئے مقدر کر دی جو اس مامور کا ساتھ دیں۔ اور اس کیلئے اعتزلھم وما یعبدون من دون اللہ پر عمل کریں۔

اللہ تعالیٰ کی نظر اس درجہ تسلیم پر ہے نہ کہ ناموں پر مشیتِ الٰہی بارہا کفار کے ہاتھوں سے زبانی اللہ تعالیٰ کی ہستی کا اقرار کرنے والے مگر نافرمان فاسقین کو ہلاک اور نگوں سار کرا چکی۔ اور یہ ممکن نہیں کہ اب بھی ایسا نہ ہو۔ لن تجد لسنۃ اللہ تبدیلاً۔ جو لوگ مادی اسباب کی بہتات اور اغیار کی عقل پر بھروسہ رکھکر مامور من اللہ کی کامیابی کو شک کی نظر سے دیکھتے ہیں انہی لوگوں کے متعلق آیۃ بالا میں فرمایا گیا۔ انّا اعتدنا للکٰفرین سعیرا۔ اللہ تعالیٰ کو ناموں سے پیار نہیں، وہاں فیصلہ نیات واعمال پر ہوتا ہے۔ بس یہی وجہ ہے کہ مامور اپنی جماعت بناتا ہے اور اس کو غافل و بے عمل اور پراگندہ لوگوں سے بالکل علیحدہ کر لیتا ہے۔ دُنیا کی زندگی اور اسباب پر نظر رکھنے والے لوگ اس پر ہمیشہ قومیت متحدہ، دشمن اور مفسد ہونیکا الزام لگاتے ہیں اور اس کو ذاتی غلبہ کا خواہشمند بنا کر قوم کو اسکے برخلاف اکساتے ہیں۔ مگر حقیقت میں وہ لوگ خود اسباب دُنیاوی کی عبادت میں اللہ کی طرف توجہ کرنا نہیں چاہتے اور وہ اس آیت کے مصداق ہوتے ہیں۔ انھم لا یکذّبونک ولٰکنّ الظّٰلمین بایٰت اللہ یجحدون ۰

اور مامورین اصل میں نہ قومیت کو برباد کرنیوالے ہوتے ہیں، نہ مفسد، نہ ذاتی غلبہ کے خواہشمند بلکہ ان کا منشاء اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ہوتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ نتیجہ یہی ہوتا ہے کہ اسباب کی پرستار قومیتیں مٹتی ہیں اور اللہ کے نام پر قومیت بنتی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے نام کے غلبہ پر مرنیوالے ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو غلبہ دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اجازت نہیں دی کہ مامور کی جماعت ایسے حقائق کے منکرین کے ساتھ سلوک کے معاملہ میں سختی یا نرمی برتنے میں اختلاف کر کے آپس میں تفرقہ پیدا کر لیں اور صاف فرمایا ہے۔ مالکم فی المنٰفقین فئتین۔ واللہ ارکسھم بما کسبوا۔

اس زمانہ کے مامور نے لوگوں کو خدا کی راہ کی طرف بُلایا لیکن کفار کی سُنّت پر عمل کرتے ہوئے

لوگوں نے اس پر الزام لگایا کہ یہ محمد الرسول اللہ صلعم کے مقام کو چھیننا چاہتا ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ حالانکہ اس کو محمد الرسول اللہ صلعم کی غلامی پر فخر ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ اتحادِ اسلامی کو برباد کرنا چاہتا ہے؛ حالانکہ وہ اتحادِ اسلامی کی دعوت دیتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ وہ اپنا غلبہ چاہتا ہے حالانکہ حقیقت میں وہ اپنا نہیں اپنے مولا کا غلبہ چاہتا ہے۔ اور کہتا ہے ع

منہ از بہرِ ما کرسی کہ ماموریم خدمت را

ہاں اِس میں شک نہیں کہ اِس خدمت کے صلہ میں اللہ تعالےٰ نے اس کے لئے غلبہ مقدر کر رکھا ہے؛ جیسا کہ ہوتا چلا آیا ہے۔

مَیں مسلمانوں کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ وہ ان واقعات پر غور کریں کہ کیوں اللہ تعالیٰ نے مسلمان سلطنتوں کو بھی خدمتِ قرآن سے محروم کر رکھا ہے اور کیوں اس مامور کے ذریعہ ہی دُنیا میں قرآن کی عظمت کے قائم ہونے کے سامان ہو رہے ہیں۔

پھر مَیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان نام لیواؤں کی خدمت میں جو ان مسلمانوں کے متعلق کسی رنگ میں لفظ کفر کے استعمال پر غصہ میں آکر باہمی جدال کو جائز رکھتے ہیں عرض کرتا ہوں کہ وہ غور کریں۔ هٰاَنْتُمْ اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَلَا یُحِبُّوْنَكُمْ سنو تم وہ ہو کہ تم ان سے محبت کرتے ہو حالانکہ وہ تم سے محبت نہیں کرتے هٰاَنْتُمْ هٰؤُلَآءِ جٰدَلْتُمْ عَنْهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فَمَنْ يُّجَادِلُ اللّٰهَ عَنْهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَمْ مَّنْ يَّكُوْنُ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا۔ سنو! تم وہ لوگ ہو کہ انکی طرف سے دُنیوی زندگی میں جھگڑتے ہو۔ مگر قیامت کے دن اللہ کیساتھ انکی طرف سے کون جھگڑیگا یا کون ان کا وکیل بنیگا۔ ناموں اور اصطلاحوں کی بحثوں کے چکر میں حقیقت کو فراموش کرنا اچھا نہیں۔ اللہ تعالیٰ تو ایسے لوگوں کی خدمت بھی قبول کرنے سے انکار کرتا ہے اور فرماتا ہے قل لن تتبعو نا۔ انکو ساتھ مت چلنے دینا جبتک یہ آئیندہ امتحانوں کے وقت پورے نہ اُتریں۔

محمد الرسول اللہ صلعم ان لوگوں کو چھوڑ دینے کی ہدایت فرماتے ہیں۔ آپؐ کا صحیح متفق علیہ فرمان ہے:۔

"استلزم بالجماعة والامام۔ بمليك السمع والطاعة ولو ضرب ظهرك واخذ مالك"

جماعت اور امام سے علیحدگی جائز نہیں۔ حکم سُنکر تعمیل کرنا فرض ہے۔ خواہ امیر جماعت کی طرف سے اس پر سختی یہاں تک ہوئی ہو کہ اس کو پیٹھ پر کوڑے لگائے گئے ہوں۔ اور سارا مال

ضبط کر لیا گیا ہو۔

جو لوگ اس پر یہ جرح کرتے ہیں کہ پھر اس صورت میں عامۃ المسلمین کی کثیر جماعت کیساتھ آدمی کیوں وابستہ نہ رہے۔ وہ نہ صرف یہ کہ قرآن کریم کی مندرجہ بالا ہدایت کے خلاف کرتے ہیں بلکہ فرمان رسول صلعم کے اس حصہ کو بھی نظر انداز کرتے ہیں کہ جب حضرت حذیفہؓ نے اس فرمان نبوی پر یہ سوال کیا کہ ان لم یکن لھم جماعۃ ولا امام۔ کہ اگر ایسا وقت آجائے کہ مسلمانوں کی نہ کوئی ایک جماعت رہے نہ امام۔ تو آپؐ نے فرمایا فاعتزل تلك الفرق کلھا ولو تعض باصل شجرۃ۔ یعنی اس حالت میں ان تمام فرقوں سے کنارہ کشی کر لینا۔ اور اگرچہ تم اصل درخت سے ہی کٹ جاؤ۔

یہ قرآن کریم کی ہدایات اور یہ فرمانِ رسول صلعم ہے جس کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان الفاظ میں پیش کیا۔ کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے۔ کہ جب مسیح موعود آئے گا تو تم کو تمام اسلامی فرقوں کو بکلی ترک کرنا پڑے گا۔ پھر فرمایا جب تک ان سب کو چھوڑ کر علیحدہ نہ ہو اللہ تعالےٰ کی نصرت نہیں ملتی۔

پس ان واضح احکام قرآن و رسول صلعم و مسیح موعودؑ کی موجودگی میں ان لوگوں کے ساتھ سلوک کی خاطر جماعت اور امام کو ترک کرنا اور آپس میں تفرقہ پیدا کرنا کیونکر روا ہو سکتا ہے۔ حقائق پر نظر چاہیئے الفاظ میں اُلجھ کر کیوں تفرقہ پیدا کیا جائے۔ چاہیئے کہ جو ایک ہو سکتے ہیں وہ ایک ہو جائیں جو کسی خاص وجہ کو ایک ہونے کے منافی جانتے ہیں وہ محبت سے اختلاف رکھتے ہوئے خدمتِ دین میں تعاون کی راہ نکالیں۔ دوسروں کی خاطر یہ لڑائیاں مول نہ لیں۔ یہ کفر و اسلام کے جھگڑے لفظی ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ کے ماننے والوں میں سے کوئی نہیں جو واعتصموا بحبل اللہ جمیعا و لا تفرقوا کی تعمیل میں تمام دُنیائے اسلام کو قومیتِ واحدہ سمجھنے سے انکار کرے۔ مگر فاعتزل تلك الفرق کلھا پر بھی عمل لازمی ہے۔

دعوئ مصلح موعود کو بھی اتحاد میں رکاوٹ بننے کی مجھے کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔ امن کی راہ یہی ہے کہ جب ایک شخص حلف مؤکد بعذاب اٹھاتا ہے کہ اس کو خدا کی طرف سے الہام ہوتا ہے۔ تو کوئی اس کو مانے یا نہ مانے لیکن اس کو جھٹلانے کا حق کسی کو نہیں۔ اِنْ یَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ وَاِنْ يَّكُ صَادِقًا يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ يَعِدُكُمْ۔ اور جو اس کو جھوٹا کہکر اس کی مخالفت کرتا ہے وہ خدائی فیصلہ کو اپنے ہاتھ میں لیتا ہے پھر جیسا کہ

میں نے عرض کیا ہے، کہ مامور کو ساتھ نہ دینے والوں سے علیحدگی خدا، رسول اور مامورِ زمانہ مسیح موعودؑ سب کے احکام کے مطابق لازمی ہے۔ اور قوم کے کسی حصہ کا رجحان اس کے خلاف ان میں جذب ہو جانے کی طرف راجع ہو۔ تو اس میں شک نہیں کہ یہ ایک عظیم غلطی ہے۔ اور اس کی اصلاح کا بیڑا اٹھانے والا یقیناً اپنے آپ کو مصلح کہہ سکتا ہے۔ اور اگر اس میں وہ نشانات جو حضرت مسیح موعودؑ نے بتائے ہیں پائے جائیں تو موعود بھی کہلا سکتا ہے۔

مختصر یہ کہ جماعت کو ٹکڑے کرنے سے پہلے کوئی شرعی حجت درکار ہے، کہ خدا اور رسول کے نزدیک فلاں امر جو مسلمانوں کی کثرت رائے سے انتخاب شدہ جماعت اور امیر سے علیحدگی کی جائز وجہ بن سکتا ہے وہ موجود ہے۔ اپنی رائے سے احکام لگانا تو جائز نہیں۔ یہ بار اس پر ہے جو علیحدگی اختیار کرتا ہے کہ اس کی شرعی دلیل دے۔

اتحاد کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس درد پر غور کریں ؎

زفکرِ تفرقہ بازآ بآشتی پرداز
وگرنہ گریہ بر غمگسارِ خود بکنم

مولوی محمد علی صاحب سے ایک سوال ——— ناری لوگ مسلمان ہیں یا کافر؟

(حضرت مفتی محمد صادق صاحب)

گزشتہ فروری میں جب مولوی محمد علی صاحب بمبئی گئے اور وہاں سیٹھ اسمٰعیل آدم صاحب کے مکان پر ملنے گئے تو اثنائے گفتگو میں مولوی صاحب نے فرمایا کہ میاں صاحب تمام مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں اس واسطے ہم ان کیساتھ متفق نہیں ہو سکتے اس پر سیٹھ صاحب نے مولوی صاحب سے دریافت کیا کہ یہ جو مشہور حدیث ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ایک وقت آئیگا جبکہ میری اُمت کے لوگ یہود و نصاریٰ کے مشابہ ہو جائینگے اور انکے بہت سے فرقے ہو نگے اُسوقت ۷۳ فرقوں میں سے صرف ایک فرقہ صحیح راستہ پر ہو کر ناجی ہوگا کیونکہ وہ مسیح ابن مریمؑ کے مثیل کو ماننے والا ہوگا اور باقی سب فرقے ناری (جہنمی) ہونگے۔ کیا آپ اس حدیث کو مانتے ہیں یا نہیں؟ مولوی محمد علی صاحب نے اقرار کیا کہ بیشک یہ حدیث صحیح ہے۔ پھر سیٹھ صاحب نے سوال کیا کہ آپ کس فرقے میں شامل ہیں۔ آیا اُس میں جو ناجی ہے یا اُن میں جو ناری ہیں۔ تو مولوی صاحب نے جواب دیا کہ ہم مسیح موعودؑ کو مانتے ہیں۔ پھر سیٹھ صاحب نے کہا کہ وہ لوگ جو ناری ہیں آیا وہ کافر ہیں یا مسلمان ہیں۔ کیا مسلمان بھی ناری ہو سکتے ہیں؟ اس کا جواب مولوی صاحب نے کچھ نہ دیا اور خاموش رہے۔

مولوی صاحب نے سیٹھ صاحب کو تو کوئی جواب نہ دیا لیکن اب ہم اُن سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ مہربانی کر کے پبلک کو عموماً اور احمدیوں کو خصوصاً فائدہ پہنچانے کیلئے اس امر کا اظہار فرمائیں کہ ناری لوگ مسلمان ہیں یا کافر؟

(بہائیت)

بہائیت

بہائیت کی بناء مرزا حسین علی بہاء اللہ کے ہاتھوں سے رکھی گئی۔ مرزا حسین علی ابتداءً باب کا معتقد اور باب کی طرف منسوب بابی فرقہ میں شامل تھا۔ لیکن باب کے قتل کے بعد بعض کے نزدیک دس سال اور بعض کے نزدیک بارہ سال کے بعد مرزا حسین علی نے من یظہرہ اللہ کا دعویٰ کیا جس کا ذکر باب کئی مرتبہ کر چکا تھا۔ صبح ازل کے ساتھ اس کے اختلافات باب کی زندگی میں ہی شروع ہو چکے تھے لیکن بہاء اللہ نے اس تفرقہ کو واضح طور پر ایک علیحدہ شکل میں بہائیت کے نام کے ساتھ بابی معتقدین کے سامنے پیش کیا۔ اور اس طرح بابیت کی نامکمل عمارت کو ہمیشہ کے لئے مسمار کر کے گویا بالکل نئی بنیادوں پر بہائیت کی تعمیر کا اقدام کیا۔

بانی

مرزا حسین علی نوری ۱۲ر نومبر ۱۸۱۷ء کو ماژندران میں نورہ مقام پر پیدا ہوا۔ (دی یونیورسل ریلیجن بہائی ازم ص۲۵) لیکن الکوکب الدریہ کے مصنف نے مرزا حسین علی کی تاریخ پیدائش ۲ر محرم ۱۲۳۳ھ مطابق ۲۱ر اکتوبر ۱۸۱۷ء بتائی ہے۔ (الکوکب الدریہ ص۲۵۶)

مرزا حسین علی اپنے سوتیلے بھائی صبح ازل سے تیرہ سال عمر میں بڑا تھا۔ مرزا حسین علی جب ۲۷ سال کا ہوا تو شیراز میں باب نے دعویٰ کیا۔ مرزا حسین علی کو ایک بابی مبلغ کی وساطت سے شیراز کے اس نئے مدعی کا علم ہوا اور اس فرقہ میں شامل ہو گیا۔ بہاء اللہ کی عمر جب ۳۰ سال کی ہوئی تو باب کو تبریز بھجوا دیا گیا۔ اور جب سے باب اور مرزا حسین علی کے درمیان باقاعدہ خط و کتابت شروع ہو گئی۔

۱۸۴۹ء میں بدشت کانفرنس کا انعقاد ہوا۔ باب کی عدم موجودگی میں مرزا حسین علی تمام امور میں بابیوں کا مقتدا ہوا۔ اس موقعہ پر پہلی مرتبہ باب کی خط و کتابت میں مرزا حسین علی کو بہاء اللہ کا خطاب باب کی طرف سے دیا گیا۔ اس سے قبل وہ "ایشاں" کے خطاب سے معروف تھا۔ یہ خطاب بغداد کے قیام کے ابتدائی سالوں میں جاری رہا اور اس کے بعد آہستہ آہستہ بہاء اللہ کے خطاب سے معروف ہو گیا۔

(الکوکب الدریہ ص۲۷۱)

شدائد کا زمانہ

۱۲۶۵ء سے بہاءاللہ کے لئے مشکلات کا دور شروع ہوا۔ اس سال طبوسی کا واقعہ ہوا۔ اس واقعہ پر وہ اصحاب طبوسی کی امداد کے لئے روانہ ہوا۔ اُسوقت باب کے معتقدین ہر طرف سے ماژندران کی طرف روانہ ہو رہے تھے۔ جب بہاءاللہ اور اس کے ساتھی آمل میں پہنچے تو وہاں کے حاکم نے ان کو حراست میں لے لیا۔ اور اس طرح وہ ایک وقت تک قید میں رہا۔

(الکوکب الدریہ صفحہ ۲۸۰)

آمل کی قید سے رہائی کے بعد بہاءاللہ قید و بند اور جلا وطنی کی حالت میں سخت پریشانی کی زندگی گذارنے پر مجبور تھا۔ چنانچہ اس واقعہ کے بعد عتبات، سلیمانیہ، کوہ سرگلو، بغداد، اسلامبول، ادرنہ اور بالآخر عکہ ایسے متعدد مقامات میں پریشان حال ہوتا رہا۔

عتبات

۱۲۶۶ء میں باب قتل ہوا اور اس کے دو سال بعد ۱۲۶۸ء میں جب ناصر الدین شاہ عازم اصفہان ہوا تو بہاءاللہ عتبات کی طرف روانہ ہوا۔ بہاءاللہ کی عمر اُسوقت ۳۵ سال کی تھی۔ ناصر الدین شاہ پر اس سفر کے دوران میں قاتلانہ حملہ ہوا۔ حملہ آور بابی تھے جو باب کے قتل کا بدلہ لینا چاہتے تھے۔ بابیوں کی اس بے راہ روی پر حکومت کی گرفت ان پر یقیناً سخت ہونے لگی، بابیوں کی گرفتاریاں شروع ہو گئیں۔ اس دوران میں بہاءاللہ کو بھی گرفتار کیا گیا شمیران کے مقام پر اس کو حراست میں لیا گیا۔ شمیران سے بہاءاللہ کو سیاہ چال جس میں نہایت ہی سرکش، باغی اور مفسد لوگوں کو رکھا جاتا تھا میں ننگے سر اور ننگے پاؤں ذلت اور رسوائی کے ساتھ طہران لایا گیا۔ (الکوکب الدریہ صفحہ ۳۲۹)

شاہ ناصر الدین پر یہ قاتلانہ حملہ ۱۸۵۲ء میں مرزا طاہر بابی نے کیا۔ یہ قاتلانہ حملہ چونکہ باقاعدہ بابی سازش تھی اسلئے جہاں اور بہت سے مشکوک بابیوں کو گرفتار کیا گیا بہاءاللہ بھی ان گرفتار ہونیوالوں میں شامل تھا۔ بہاءاللہ دسمبر ۱۸۵۲ء تک چار ماہ قید میں رہا اور رہائی کے بعد عازم بغداد ہوا۔ جہاں وہ صبح ازل سے چند روز قبل پہنچا۔ (تعلیقات بر مقالہ سیاح انگریزی صفحہ ۳۷۵)

صبح ازل پہلے بغداد پہنچا یا بہاءاللہ اس کے متعلق بہائی تاریخ میں اختلاف ہے۔ یہ بیان کہ صبح ازل بغداد میں بہاءاللہ کے بعد پہنچا صبح ازل کا اپنا ہے لیکن براؤن اسے تسلیم نہیں کرتا۔ بلکہ اس کے نزدیک دراصل صبح ازل پہلے بغداد میں پہنچا اور اس کے پہنچنے کے چند روز ہی بعد بہاءاللہ پہنچ جاتا ہے۔ جیسا کہ اس کی تشریح براؤن نے مقالہ سیاح کی تعلیقات صفحہ ۳۷۵ کے علاوہ مرزا محمد حسین الہمدانی کی کتاب تاریخ جدیدہ انگریزی ترجمہ کے دیباچہ کے صفحہ ۳۰ پر کی ہے۔

مرزا حسین علی نے چار ماہ قید کے ایام عنبر کے قلعہ میں گذارے اور شاہی فرمان کے ماتحت اِس شرط پر رہا ہُوا کہ وہ شاہی حدود سے باہر جلا وطنی کی حالت میں رہے گا۔ (دی یونیورسل ریلیجن بہائی ازم ص۵)

سلیمانیہ

عنبر کے قلعہ سے رہا ہونیکے بعد بہاء اللہ بغداد پہنچا اور وہاں ایک سال تک رہا۔ اِس دوران میں بابیوں کے تشدد پسند طریق کے خلاف تلقین کرتا رہا۔ اور اس طریق کو اپنے پروگرام میں روک سمجھتے ہوئے بابیوں کی اخلاقی درستی کی طرف متوجہ ہُوا۔

صبح ازل اس وقت تک رشت، گیلان، نور، ماژندران میں ایک جگہ سے دوسری جگہ مارا مارا پھر رہا تھا اور بہاء اللہ کے بغداد پہنچنے پر وہ بھی بغداد آگیا۔ بہاء اللہ اور صبح ازل جب بغداد میں اکٹھے ہوئے تو ان کے درمیان اختلافات کی خلیج وسیع تر ہوتی چلی گئی۔ (الکوکب الدریہ ص۳۲۹)

بغداد میں ایک سال کے قیام کے بعد بہاء اللہ اپنے معتقدین سے علیحدہ ہو کر بغیر بتائے سلیمانیہ کی پہاڑیوں میں خلوت نشین ہو گیا۔ متواتر دو سال کوہ سرگلو میں گمنامی کی زندگی گذاری اور اس غرض کے لئے مرزا حسین علی کی بجائے درویش محمد ایرانی کے نام سے معروف رہا۔

بغداد

گمنامی کے دو سال گذارنے کے بعد بہاء اللہ واپس بغداد آیا۔ جہاں کہ ۱۲۷۹ھ تک رہا۔ بغداد کے اِس قیام کے دوران میں ابتداءً اس نے رسالہ خالویہ لکھا اور پھر اس رسالہ کو ایقان کے نام سے مکمل کیا۔ ایقان کی تکمیل پر بغداد میں قیام کے چار سال ختم ہوئے (الکوکب الدریہ ص۳۵۴)

اسلامبول

بغداد کے قیام کے دوران میں شیعہ علماء بابیوں کی ریشہ دوانیوں کو پریشان نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ چنانچہ حاجی مرزا جواد مجتہد کربلا نے ایرانی سفیر مقیم بغداد کو مجبور کیا کہ وہ بابیوں کے خلاف اقدام کرے۔ کیونکہ بابی نہ صرف شیعیت کے لئے ہی خطرہ کا باعث ہو رہے تھے بلکہ حکومت کے لئے بھی ان کی طرف سے خطرہ محسوس ہو رہا تھا۔ چنانچہ ۱۸۶۱ء تا ۱۸۶۲ء گورنر کرمانی شاہ اور شاہ ناصر الدین کے وزیر خارجہ کے درمیان خط و کتابت جاری رہی جس کے نتیجہ میں طہران اور قسطنطنیہ کی حکومتیں اسکے حل پر غور کرنے پر مجبور ہوئیں۔ چنانچہ فیصلہ ہُوا کہ بابیوں کو بغداد کی بجائے قسطنطنیہ میں منتقل کر دیا جائے۔ اس فیصلہ کی تعمیل میں بہاء اللہ اپنے ساتھیوں کی معیت میں بغداد سے روانہ ہُوا۔ بغداد سے چند فرسخ کے فاصلے پر باغ رضوان میں یہ قافلہ بارہ دنوں کے لئے ٹھہرا۔ اس قیام کے آخری دن بہاء اللہ نے اپنے معتقدین کے سامنے من یظہرہ اللہ کا دعویٰ کیا اور اسی رات باغ رضوان سے قسطنطنیہ کی طرف روانہ ہُوا (دی یونیورسل ریلیجن بہائی ازم ص۶ تا ۷)

صبح ازل کو جب بہاء اللہ کی اسلامبول کی طرف روانگی کا علم ہوا تو اس کو بغداد میں اکیلے رہنے پر خوف محسوس ہوا۔ چنانچہ وہ مشورہ کی غرض سے بہاء اللہ کے پاس آیا۔ اس نے اس ارادہ کا اظہار کیا کہ ہویدا رہ کر مرزا موسےٰ کے باغ میں چھپ رہے لیکن اس خوف سے کہ پہچانا نہ جائے دارالسلام میں رہنے کا ارادہ کیا۔ اس کا یہ ارادہ آخری اور قطعی نہ تھا چنانچہ بالآخر اس نے یہ فیصلہ کیا کہ بھیس بدلکر کرکوٹ اور موصل کی طرف روانہ ہو جائے۔ اس دوران میں وہ حاج علی کفاش کے نام سے مشہور رہا۔ اور اسلامبول کے راستہ میں بہاء اللہ سے متعدد بار ملتا رہا۔ (الکوکب الدریہ صفحہ ۳۶۱)

باغِ رضوان سے روانہ ہو کر یہ قافلہ اسلامبول پہنچا۔ جہاں اس کا قیام چار ماہ اور کچھ دن تک رہا۔ اس دوران میں شیعوں سے اکثر مباحثات رہتے۔

ادرنہ پل

اسلامبول میں قیام کے تھوڑا ہی عرصہ بعد ارباب حکومت نے مناسب سمجھا کہ بہاء اللہ کو ایسی جگہ پر منتقل کر دیا جائے کہ جہاں شیعوں کے ساتھ ٹکراؤ کی کوئی صورت باقی نہ رہے۔ چنانچہ ادرنہ کو اس غرض کے لئے انتخاب کیا گیا۔ سنہ ۱۲۸۰ھ میں بہاء اللہ ادرنہ بھیج دیا گیا۔

ادرنہ پل میں پانچ سال تک بہاء اللہ کا قیام رہا۔ اس دوران میں اس نے سورۃ ملوک مکمل کی جس میں مختلف بادشاہوں کے نام خطوط کو جمع کیا۔ بالخصوص ملکہ وکٹوریا، شاہ پرشیا نپولین سوم اور پوپ کو (دی یونیورسل ریلیجن بہائی ازم صفحہ ۶۷۵)

ادرنہ میں کل مدت قیام پانچ سال اور کچھ ماہ شمار کی جاتی ہے۔ اس قیام کے دوران میں بہائیوں اور ازلیوں کے درمیان کشمکش زیادہ شدید ہو گئی۔

ادرنہ پل ارض سر کہلاتا ہے۔ کیونکہ یہی وہ مقام ہے کہ جہاں واقعات نے آخری پلٹا کھایا جسکے نتیجہ میں بہاء اللہ اور صبح ازل ہمیشہ کیلئے الگ کر دیئے گئے۔ ان دونوں بھائیوں کی ہمیشہ کی جدائی کے پس منظر مختلف واقعات کو بطور وجوہ پیش کیا جاتا ہے۔ ہشت بہشت کے مصنف کے بیان کے مطابق ازلیوں کی طرف سے یہ بات پیش کی جاتی ہے کہ مرزا حسین علی نے صبح ازل کے خلاف نہایت سنگین سازش کی طرح ڈالی۔ مرزا حسین علی نے آقا مرزا آقاجان، ہشکیں کلام، عباس آفندی اور انکے علاوہ چند اور لوگوں کے ہاتھ ترکی حکومت کو اس اطلاع کے خطوط بھجوائے کہ ہم ۴۰ ہزار بابی صبح ازل کی قیادت میں قسطنطنیہ کے نواح میں جمع ہو چکے ہیں اور چند روز میں ہی حملہ کرنیوالے ہیں۔ یہ خطوط سلطان ترکی کے علاوہ حکومت کے وزراء کو بھی بھجوائے گئے۔ جس پر ترکی حکومت کو شاید غصہ آیا۔ یہ خطوط ایرانی سفیر کے سامنے رکھے گئے۔ اسپر ترکی اور ایرانی افسروں کے باہمی سمجھوتہ سے یہ فیصلہ ہوا کہ ہر دو بابی

سرداروں کو کسی اور جزیرہ یا ساحلی قلعہ میں بھجوا دیا جائے۔ اس اثناء میں حاجی سید محمد اصفہانی نے جو ہر دو بھائیوں کی باہمی ناچاکی اور کشمکش سے واقف تھا عثمانی ارباب حل وعقد کے سامنے اس کی اصل حقیقت کو منکشف کیا۔ اس کے اس فعل سے یہ فیصلہ ہوا کہ بہاء اللہ اور صبح ازل کو دو مختلف مقامات پر بھجوا دیا جائے۔ (تعلیقات بر مقالہ سیاح انگریزی ص ۳۶۱ ۳۶۱)

لیکن بہائی اس واقعہ کی وجہ یہ پیش کرتے ہیں کہ صبح ازل نے سلطان کو بہاء اللہ کے خلاف مشتعل کیا۔ ترکی حکومت کو اس سازش کی جب جھوٹی اطلاع پہنچی تو اس نے ان دونوں کو ملک بدر کرنیکا حکم صادر کر دیا۔ (دی یونیورسل ریلیجن بہائی ازم ص ۸۱/۸۲)

۱۲۸۴ھ ۱۸۶۸ء میں ترکی حکومت کے اس فیصلہ کی تعمیل کی گئی۔ فوجی سپاہیوں کا ایک گروہ ہر دو کی حراست کے لئے بھجوایا گیا جس نے صبح ازل اور بہاء اللہ کو قید کر لیا۔ ۵ ربیع الاول ۱۲۸۵ھ کو شاہی فرمان جاری ہوا۔ ۲۰ تاریخ کو اس فرمان کی تعمیل ہوئی۔ بہاء اللہ اور اس کے ہمراہ ۷۳ بہائیوں کو کشتی پر سوار کر کے عکہ بھجوا دیا گیا اور مرزا یحییٰ صبح ازل کو اس کے ۳۰ معتقدین کے ہمراہ ماغوسا سی قبرص کی طرف روانہ کر دیا گیا۔ اس جزیرہ کو اہل عرب جزیرۂ شیطان کہتے ہیں۔

عکہ عکہ شام کا ایک قلعہ تھا اور کبھی فوجی چھاؤنی تھی۔ جہاں کہ حکومت ایسے سیاسی قیدیوں کو بھجوا دیتی تھی جن سے وہ ہمیشہ کی رہائی چاہتی تھی۔

بہاء اللہ ۱۲ جمادی الاول ۱۲۸۵ھ کو ۲۲ روزہ سفر کے بعد عکہ پہنچا۔ اس وقت اس کی عمر ۵۳ سال تھی۔ دو سال کے بعد قید کی بعض بندشوں میں تخفیف کر دی گئی۔ اور اس کے پانچ سال کے بعد عکہ کے نزدیک کچھ جاگیر بھی حکومت کی طرف سے دی گئی۔

بہاء اللہ نے عکہ پہنچ کر اپنی عمر کے باقی ۲۳ سال وہیں گذارے۔ اس دوران میں اس نے اپنی بعض تصنیفات کو مکمل کیا۔

وفات ۱۳۰۹ھ شداد کہلاتا ہے۔ اس سال بہاء اللہ فوت ہوا۔ مرنے سے قبل اس نے وصیت نامہ لکھا۔ جو کتاب عہد کے نام سے معروف ہے۔ اسمیں عبد البہاء کو اس نے اپنا جانشین مقرر کیا۔

بہاء اللہ کی وفات ۲ ذی قعدہ ۱۳۰۹ھ ۱۸۹۲ء کو ہوئی۔ اور رجب تک بہائی پریشانیاں اس کی نگرانی میں سرگرم رہیں۔

مَن یظہرہ اللہ کا دعویٰ باب ۱۸۵۰ء میں قتل ہوا اور اس نے اپنے بعد

من یظہرہ اللہ کے ظہور کی پیشگوئی کی تھی جو کہ اسکے متبعین کے لیے بہت بڑی وجہ اختلاف بنی اور جو بابی تار و پود میں انتہائی انتشار کا باعث ہوئی۔

فرقان کی گذشتہ سے پیوستہ اشاعت میں "ازلیت" کے عنوان کے ماتحت یہ عرض کیا گیا تھا کہ صبح ازل نے اس بات کا دعویٰ کیا کہ وہ باب کے بعد اس کا حقیقی جانشین تھا۔ خود باب نے اس کو مقرر کیا تھا جسکی تائید میں یہ پیش کیا گیا تھا کہ باب نے بعض تبرکات اور وصیت نامہ صبح ازل کو اس غرض کے لئے بھجوایا تھا۔ مگر بعینہٖ بہاءاللہ کا یہ دعویٰ ہے۔ باب نے بہاءاللہ کو بھی اپنے تبرکات میں سے بعض تحائف تسبیح، لبادہ، قلمدان، مُہر، کاغذات وغیرہ چہریق کے قلعہ سے ملّا باقر کے ہاتھ بھجوائے تھے۔ ان تحائف میں سے ایک آبی کاغذ تھا جسپر بہاءاللہ کی بہت تعریف لکھی تھی۔ اور کل شیٔ کے اعداد کے مطابق بہاءاللہ کے ۳۶۱ نام لکھے ہوئے تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ تصریح کے ساتھ بہاءاللہ کو اپنے بعد مامور کیا اور ہر امر میں اسکو مختار بنایا۔ (الکوکب الدریہ صفحہ ۲۸۵، ۲۸۶)

گو من یظہرہ اللہ کا دعویٰ علانیہ طور پر بہاءاللہ نے بغداد سے روانہ ہو کر باغ رضوان کے قیام کے آخری دن اسلامبول کو روانگی کے روز کیا لیکن درحقیقت اس نے اس دعویٰ کو اپنے مخصوص حلقہ میں گیارہ سال قبل یعنی ۱۸۵۲ء ۱۲۶۸ھ باب کے قتل کے دو سال بعد پیش کر دیا تھا۔

(دی یونیورسل ریلیجن بہائی ازم صفحہ ۶، ۷)

اس علانیہ دعویٰ کے محرکات میں ان امور کو پیش کیا جاتا ہے کہ جب بہاءاللہ سلیمانیہ کی پہاڑیوں میں دو سال تک راہبانہ زندگی بسر کرتا رہا تو اس دوران میں مرزا اسد اللہ دیان نے من یظہرہ اللہ کا دعویٰ کیا جس کو مرزا حسین علی ہرگز برداشت نہ کر سکتا تھا چنانچہ اپنے ایک مرید مرزا محمد مازندرانی کے ہاتھوں اُسے قتل کرا دیا لیکن دعووں کا یہ سلسلہ اس طرح منقطع کیونکر ہو سکتا تھا۔ مرزا عبداللہ، حسین میلانی، حسین اصفہانی، مرزا محمد ایسے کئی بابیوں نے من یظہرہ اللہ کا دعویٰ کیا۔ متواتر اس قدر لوگوں کا دعویٰ کرنا مرزا حسین علی کے لئے کہانتک صبر آزما ہوتا۔ وہ اپنے آپکو ان سب سے زیادہ حقدار سمجھتا تھا اور اس موقع کی تلاش میں تھا کہ وہ اپنے دعویٰ کو پیش کرے۔ (تعلیقات بر مقالہ سیاح انگریزی صفحہ ۳۵۵)

ان حالات کے متواتر دباؤ کی وجہ سے بہاءاللہ دیر تک خاموش نہ رہ سکتا تھا۔ چنانچہ اس نے باغ رضوان سے روانگی پر اس دعویٰ کو علانیہ طور پر شایع کر دیا اور قسطنطنیہ پہنچنے پر مرزا حسین علی نے آقا مرزا آقاجان کی تحریک پر کھلے بندوں اس دعویٰ کی اشاعت شروع کر دی۔ کہ وہی من یظہرہ اللہ کا حقیقی دعویدار ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ خود خدا، اِلٰہ اور معبود ہے۔ (تعلیقات بر مقالہ سیاح انگریزی صفحہ ۳۵۶)

اِس ضمن میں پروفیسر براؤن مقالہ سیاح کی تعلیقات میں ازلی مؤرخین سے ان واقعات کو بھی اقتباس کرتا ہے کہ بہاء اللہ نے صبح ازل کے ان تمام حامیوں کو جو بہاء اللہ کے اِس دعوی کے شدید مخالف تھے قتل کرانا شروع کر دیا۔ ملّا رجب علی قاہر، حاجی مرزا محمد، حاجی مرزا احمد ایسے اکابرین ان مقتولین میں شامل تھے۔ مزید برآں ہشت بہشت کا مصنف تو اس واقعہ کو بھی بیان کرتا ہے کہ کس طرح بہاء اللہ نے صبح ازل کو ایک دعوت پر زہر دینے کی سازش کی۔ واقعات کے اسی سلسلہ میں ایک اور ازلی مصنف لکھتا ہے کہ بہاء اللہ نے ادرنہ میں محمد علی حجّام کی وساطت سے صبح ازل کو قتل کرنے کی کوشش کی۔ چنانچہ اِس واقعہ کے بعد صبح ازل بہاء اللہ اور اس کے ساتھیوں سے ہمیشہ کے لئے منقطع ہو گیا اور اس طرح ایک دوسرے کے برخلاف باقاعدہ سازشوں کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا۔

یہ ہے حالات کا وہ آئینہ کہ جس میں من یظہرہ اللہ کے دعویدار بہاء اللہ کی حقیقی شکل ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔ ایک طرف خدائی اور دُنیا کی راہنمائی کا دعویٰ اور دوسری طرف دُنیا کے کیڑوں کی طرح نہایت ہی ذلیل طریقوں کا ناکام استعمال۔ خدائی کے دعویدار کو کیا اِن اونے حرکات کا محتاج اور دستِ نگر ہونا کبھی زیب دے سکتا ہے؟ یقیناً یہ ایک خود فہمیدہ اور خود ساختہ ذہنی تخیل تھا جس کی بُنیاد کسی حقیقت پر نہ تھی، کوئی آسمانی نصرت اور تائید اس کی پشت پناہ نہ تھی! اس کا اپنی معمولی کی زندگی کے چند ایام پانے کے بعد اپنی موت مرجانا ضروری تھا۔ چنانچہ جس طرح بابیت باب کے قتل کے بعد اور ازلیت اپنے بانی صبح ازل کے مرنے کے بعد ہمیشہ کیلئے مٹ گئی بعینہٖ بہائیت بہاء اللہ کی موت پر بہاء اللہ کے ساتھ ہمیشہ کے لئے دفن ہو گئی اور اسکی جگہ اس کی ایک اور شکل عبابیت کے نام سے ظہور میں آئی جو بابی انتشار کی چوتھی قسط ہے جسکی تفصیل اگلی اشاعت میں ہدیۂ احباب کی جائیگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ ۔

خوش فہمی

پیامبر دہلی نے جو اہل بہا کا ماہنامہ ہے اپنی گذشتہ ماہ کی اشاعت میں "جوزف سمتھ" کے عنوان کے ماتحت ایک مضمون شائع کیا ہے۔ یہ مضمون بہائی رسالہ وولڈ آرڈر نومبر ۱۹۴۴ء سے ترجمہ کیا گیا ہے۔

اس مضمون میں اس امر کو پیش کیا گیا ہے کہ جب کبھی کوئی نبی یا راہنما دُنیا میں آتا ہے تو اسکے ظہور سے قبل خدا تعالےٰ کی طرف سے بعض ایسے لوگ کھڑے کئے جاتے ہیں جو اس آنیوالے کی پیش از وقت اطلاع دیتے ہیں چنانچہ باب اور بہاء اللہ کے ظہور سے قبل جوزف سمتھ ایک صاحب امریکہ میں ہوئے ہیں جنہوں نے باب اور بہاء اللہ کے متعلق پیش از وقت بعض اطلاعات دیں۔

اس بحث میں پڑے بغیر کہ یہ کلیہ کہاں تک صحیح ہے۔ اور اگر صحیح ہے تو کیا پھر جوزف سمتھ صاحب نے جن امور کو پیش کیا ہے وہ کیا واقعی خدا تعالیٰ کی طرف سے ہی تھے؟ ان باتوں سے علیحدہ ہو کر یہاں صرف ایک امر کے متعلق اظہار کرنا مقصود ہے۔

مضمون کے آخر میں درج ہے:۔

"جوزف ایک جگہ کہتا ہے کہ مَیں نے خدا سے عرض کی کہ مجھے ظہور موعود کا وقت بتلایا جاوے۔ تب خدا نے اس کو یوں فرمایا۔ جوزف! اے میرے بیٹے! اگر تو پچاسی سال کی عمر پاوے تو بیشک ابن الانسان کو اپنی آنکھوں سے (آسمان سے اُترتا ہوا) دیکھ لے گا۔ جیسا کہ معلوم ہے"

جوزف ۱۸۰۵ء میں پیدا ہوا تھا۔ پچاسی کا عدد جمع کرنے سے ۱۸۹۰ء ہوتے ہیں اگر وہ ۱۸۶۳ء میں شہید نہ کر دیا جاتا تب وہ حضرت باب اور حضرت بہاء اللہ کے وقت کو پالیتا"

اول تو اس مضمون میں ایک تضاد بھی پایا جاتا ہے کیونکہ اسی مضمون میں یہ بھی لکھا گیا ہے کہ:۔

"اس نئے گرجے کی وجہ سے اور نئی تحریک کے سبب سمتھ کو بڑے مصائب جھیلنے پڑے گے"

وہ اپنے عقیدہ پر اڑا رہا۔ آخر کار جون ۲۷ ۱۸۴۴ء کو وہ قتل کر دیا گیا "

اگر ہم مؤخر الذکر اقتباس کی تاریخ کو لیں تو واقعی اس نے باب و بہاء اللہ کے زمانہ کو نہ پایا۔ لیکن اگر پہلے حوالہ کو لیں تو پھر اُس نے باب کا زمانہ بھی پایا اور بہاء اللہ کا بھی۔ کیونکہ باب ۱۸۵۰ء میں قتل ہوا تھا اور بہاء اللہ نے مخصوص حلقہ میں اپنا دعویٰ باب کے قتل کے دو سال بعد ۱۸۵۲ء میں کر دیا تھا اور اس کی عام اشاعت بغداد سے روانگی پر ۱۸۶۳ء کے قریب زمانہ میں کر دی تھی۔ مگر مضمون نگار صاحب نے اس امر کا اظہار کیا ہے کہ اس نے باب و بہاء کا زمانہ نہیں پایا اس لئے جوزف سمتھ کی وفات کی قرین صحت تاریخ ۱۸۴۴ء ہی ہے لیکن اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ اس نے ۱۸۶۳ء میں فوت ہو کر یعنی ۵۸ سال کی عمر پا کر اس زمانہ کو پا لیا تو پھر خدا تعالےٰ نے بجائے ۵۸ کے ۸۵ سال کی عمر کا کیوں ذکر کرنا تھا۔ دو چار سالوں کا فرق تو مانا جا سکتا تھا اکٹھا ۲۷ سال کا فرق کس طرح صحیح قرار دیا جا سکتا ہے۔

اس اقتباس پر مجھے صرف اس نظر سے کچھ کہنا ہے کہ واقعات کے خلاف کس قدر خوش فہمی سے کام لیا گیا ہے۔

جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے مضمون نگار کے استدلال کے مطابق اگر ۱۸۴۴ء کی تاریخ قرین صحت ہے تو پھر اس نے واقعی یہ زمانہ نہیں پایا۔ اب ۸۵ سال کی میعاد کو لیا جائے تو وہ اپنے اندر معیّن عدد کے لحاظ سے ایک خاص حکمت رکھتی ہے اور وہ یہ کہ جوزف سمتھ ۱۸۰۵ء میں پیدا ہوا اور ۸۵ سال عمر پانے کی صورت میں وہ ۱۸۸۹ء میں اپنی عمر کے ۸۵ ویں سال میں داخل ہوتا۔ اور یہی سال حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعویٰ کا سال ہے۔ اور حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کی پیدائش کا سال۔

سو اس بات کو اگر بالفرض صحیح مان لیا جائے، جیسا کہ صاحب مضمون نے اس کو وجہ قیاس تسلیم کیا ہے تو پھر یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر پوری طرح صادق آتی ہے کیونکہ اس صورت میں خدا تعالےٰ نے بعینہٖ اسی قدر عمر اور وہ صحیح عدد ذکر کیا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کی تاریخوں پر صحیح طور پر صادق آتا ہے ٭

بہائی تعلیم

بہائی تعلیم کچھ ایسی مبہم اور غیر واضح تعلیم ہے کہ جسکو دوسرے تو کجا خود بہائی معتقدین بھی اسکی حقیقت سے ناواقف ہیں۔ بہاء اللہ نے جس تعلیم کو پیش کیا اسکے بعد جنہوں نے بھی اس تعلیم کی اشاعت چاہی یہی مصلحت سمجھی کہ ہر ملک اور ہر مذہب کے لوگوں کے پہلے خیالات کے مطابق کر کے اسکو پیش کیا جائے۔ تاکہ ان کیلئے یہ کوئی نئی بات نہ ہو۔ اور اس طرح ان کیلئے دوری کا کوئی احساس باقی نہ رہے بلکہ اسکو اپنے دیرینہ خیالات سے موافق پاکر قبول کرنے کیلئے جلد تیار ہو جائیں۔ چنانچہ یہاں مثال کے طور پر عیسائیوں کے سامنے جس طریق پر بہائیت کو پیش کیا جاتا ہے اس کا ذکر کر دینا کافی ہوگا۔ بہاء اللہ کے جانشین عبد البہاء کی طرف سے حسب ذیل بیعت فارم عیسائیوں میں پیش کیا جاتا ہے:۔

"اے غصن اعظم (عبد البہاء) میں عاجزی سے اقرار کرتا ہوں۔ خدائے قادر مطلق کے ایک ہونیکا جو ہوا پیدا کرنیوالا ہے۔ میں ایمان لاتا ہوں کہ وہ انسانی شکل میں ظاہر ہوا۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ اس نے اپنا ایک کنبہ قائم کیا۔ اور پھر یقین رکھتا ہوں اسکے اس دنیا سے رخصت ہو جانے پر اور ایمان لاتا ہوں اس بات پر کہ اس نے اپنی بادشاہت تجھکو دیدی ہے۔ اے غصن اعظم جو اس کا نہایت ہی پیارا بیٹا اور راز ہے۔"

(میٹیریلز فار دی سٹڈی آف دی بابی ریلیجن صفحہ ۱۲۱)

بہائیت کے متعلق پوری واقفیت نہ ہونیکے سبب بعض سادہ طبع یہ سمجھتے ہیں کہ بہائیت بھی اسلام کے متعدد فرقوں میں سے ایک فرقہ ہے بعض تفصیلی مسائل میں اسلام کے دوسرے فرقوں سے اسے بھی اختلاف ہوگا۔ جن لوگوں پر بہائیت کا یہ اثر ہے وہ یقیناً [illegible] ہیں جس کی وجہ بہائیت کی حقیقت سے عدم واقفیت ہے۔ چنانچہ اس غلط اثر کے ازالہ کے لئے ضروری ہے کہ بہائی تعلیم اور اسلامی تعلیم کا مقابلہ کیا جائے۔ اور یہ ثابت کیا جائے کہ بہائی تعلیم کا اسلام اور قرآن کی تعلیم سے صرف یہ کہ کوئی تعلق نہیں بلکہ بہائی تعلیم قرآن شریف کی تعلیم سے بالکل متضاد تعلیم ہے۔

بہائیت کا قیام اسلام کی تائید کی غرض سے نہ تھا بلکہ اسلام کو نیست کرنے اور اس کی جگہ ایک نئی شریعت کو قائم کرنا مقصود تھا۔ اس حقیقت کو آئندہ تفصیل کے ساتھ پیش کیا جائے گا۔

انشاء اللہ

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

اِنْ تَتَّقُوا اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّکُمْ فُرْقَانًا

فرقان
قادیان

مدیر:-
عبد المنان عمر - ایم - اے

رفقاء احمد کا ماہنامہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ——— نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

فرقان

بابت ماہ احسان ۱۳۲۴ ہش
جون ۱۹۴۵ء

جلد ۴ | نمبر ۶

ترتیب عنوانات

پیغامیت :-

بہائیت :-

ایک عظیم الشان تمثیل!

”یاتی علیک زمن کمثل زمن موسیٰ“

(تذکرہ ص۳۲)

• فرقان کی گذشتہ اشاعت میں مدیر محترم نے ”نشان صداقت“ کے عنوان پر ایک نہایت ہی قیمتی مضمون رقم فرمایا تھا۔ مجھے اشاعت زیر نظر میں اسی مضمون کے ضمن میں بعض حقائق کو عرض کرنا ہے

• مضمون مذکورہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الاول سیدنا نورالدین رضی اللہ تعالیٰ کے درس القرآن فرمودہ یکم دسمبر ۱۹۱۲ء سے بعض حصص اقتباس کئے گئے تھے۔ درس القرآن کا یہ حصہ باقاعدہ شایع نہیں ہوا بلکہ مکرم ماسٹر نواب الدین صاحب مرحوم بی۔ اے۔ بی ٹی برادر اکبر مکرم ملک غلام فرید صاحب ایم اے نے اپنے ہاتھ سے یہ نوٹس رقم فرمائے تھے۔ جن میں سے اس حصہ کا جو ہمارے موضوع سے تعلق رکھتا تھا عکس بعینہٖ شایع کر دیا گیا تھا۔

حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کی پیش گفت

زیر نظر چند گذارشات بھی چونکہ اسی اقتباس پر موضوع کی گئی ہیں، اس لئے اس کا یہاں پر دوبارہ ذکر کر دینا مفید ہوگا۔ تاکہ وہ اقتباس الفاظ کی صحیح تعیین کیا تھ مستحضر ہو سکے۔

”حضرت موسیٰؑ سے اللہ نے وعدہ کیا۔ کہ تیری قوم نے مقدس زمین کو فتح کر لینا ہے تم بے شک جاؤ۔ لیکن قوم نے نافرمانی کی۔ کیا نتیجہ ہوا۔ ۴۰ برس ڈھیل دی گئی۔ دوران میں حضرت موسےٰ بھی فوت ہو گئے۔

مجھے یہ ڈر ہے کہ حضرت صاحبؑ سے بھی اللہ تعالےٰ نے وعدے کئے ہیں۔ تمہارے عملوں نے اس کو پیچھے کیا ہوا ہے۔ ۳۰ برس کے بعد انشاءاللہ مجھے امید ہے کہ موعود دینی

موعود۔ قدرت ثانیہ ظاہر ہوگا۔

انصار کی ذرا سی گستاخی سے حضور نبی کریمؐ نے فرمایا کہ قیامت تک تم پر سلطنت حرام ہے۔ تم بھی گستاخ ہو رہے ہو"

مماثلت خدا تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی وحی مقدس میں بعض جہت سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مثیل قرار فرمایا ہے۔ چنانچہ مجھے مذکورہ اقتباس کے پیش نظر یہ ثابت کرنا ہے کہ خدا تعالےٰ نے کس طرح واقعات کی کسوٹی پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مماثلت کو ثابت کیا۔ اور اس مذکورہ اقتباس میں پیش فرمودہ حقائق کو خدا تعالےٰ نے کس طرح واقعات کے سانچہ میں ڈھالا۔

اس اقتباس میں حضرت موسیٰؑ کے متعلق حسب ذیل امور کا ذکر کیا گیا ہے:-

۱۔ خدا تعالےٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم سے کامیابیوں اور فتوحات کا وعدہ فرمایا۔
۲۔ لیکن قوم کے ایک حصہ نے حضرت موسیٰؑ کے احکامات کی نافرمانی کی۔
۳۔ اس نافرمانی کے نتیجہ میں بنی اسرائیل کو چالیس سال کی ڈھیل دی گئی۔
۴۔ فتوحات کے زمانہ کو چالیس سال تک ملتوی کر دیا گیا۔
۵۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ایسی عظیم الشان نعمت سے قوم اسرائیل محروم ہوگئی۔

حضرت موسیٰؑ اور بنی اسرائیل کے متعلق ان امور کو پیش کرنے کے بعد حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ نے جماعت کے بعض لوگوں کو نہایت شدت کے ساتھ انذار فرمایا اور اس ضمن میں حسب ذیل امور کا ذکر فرمایا:-

۱۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح خدا تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی احمدیت کی ترقی اور غلبہ کے بعض وعدے فرمائے ہیں۔
۲۔ بنی اسرائیل کے اس گروہ کی طرح جس نے نافرمانی کی تھی جماعت کے بعض افراد کے متعلق فرمایا کہ ان کا عمل ناپسندیدہ ہے۔ جو نافرمانی اور گستاخی کی حد تک پہنچ چکا تھا۔
۳۔ ان افراد جماعت کے ناپسندیدہ اعمال کے نتیجہ میں احمدیت کے غلبہ کے زمانہ کو ۱۹۱۲ء کے بعد ۳۰ سال تک ملتوی کر دیا گیا۔
۴۔ احمدیت میں کامیابی کے دور کی ابتدا کو ایک مجدد اور موعود (قدرت ثانیہ) کے ظہور کے ساتھ لازم بیان فرمائی۔

۵- بنی اسرائیل کی طرح جماعت احمدیہ بھی خدا تعالیٰ کی اس عظیم الشان نعمت سے محروم ہو چکی تھی جس کی تلافی کبھی نہیں ہو سکتی۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام ابتلاء کے اس چالیس سالہ دور کے اندر اس جہان سے رحلت فرما چکے تھے۔

غیر مبایعین کی انصار کے ایک گروہ سے مماثلت

ان امور کے علاوہ مزید یہ بیان فرمایا کہ :-

۱- حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جس طرح انصار کا ایک گروہ تھا، ویسے ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ماننے والوں کا بھی ایک گروہ ہے۔

۲- ان انصار کی طرح جماعت کا ایک حصہ بھی گستاخی کریگا، جس طرح انصار نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اموال کی تقسیم پر اعتراض کیا تھا۔ یہ حصہ بھی ایسے اعتراضات سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی گستاخی کریگا۔

۳- انصار اپنی گستاخیوں کے نتیجہ میں قیامت تک سلطنت سے محروم کر دیئے گئے۔

۴- وہ لوگ جنہوں نے انصار کی طرح حضرت مسیح موعودؑ کی گستاخی کی وہ بھی احمدیت کی ترقیات اور غلبہ سے ہمیشہ کے لئے محروم کر دیئے جائیں گے۔

چالیس سالہ میعاد کی ابتداء و انتہاء

حضرت خلیفہ اول رضؓ کے ارشاد کی روشنی میں میعاد کی تعیین

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضؓ کے ارشادات کا تجزیہ پیش کرنے کے بعد اب ان تمام امور کی صداقت عرض کرنا ہے۔

ان امور کی صداقت کو ثابت کرنے کیلئے ہمیں چالیس سالہ میعاد کی ابتداء اور اس کی انتہا کے زمانہ کی تعیین کرنا ضروری ہے۔ اور یہی دو باتیں ہمارے اس بحث کے دو مرکزی نقطے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے دسمبر ۱۹۱۲ء میں یہ درس فرمایا چنانچہ حسب سے ۳۰ سال بعد کے لحاظ سے ۱۹۴۲ء کے قریب کا زمانہ انتہائی زمانہ بنتا ہے اور اس طرح سن ۱۹۰۲ء چالیس سالہ میعاد کا ابتدائی زمانہ بنتا ہے۔ غرضیکہ اس طرح اس زمانہ کی ابتداء ۱۹۰۲ء اور انتہاء ۱۹۴۲ء کے گرد کا زمانہ بنتی ہے۔

واقعات کی روشنی میں میعاد کی تعیین

اس استدلال کے علاوہ واقعات کی روشنی میں

بھی ہمیں ان ہر دو زمانوں کی تعیین کرنا ضروری ہے۔ چنانچہ اس زمانہ کی ابتدا کی تعیین کے لئے ضروری ہے کہ ہمیں اس بیباک گروہ کی گستاخیوں کا علم ہو۔ کب ان کا پہلی دفعہ اظہار ہوا کہ جس پر وہ خدا تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث ہوئے۔ اس کی تائید میں مجھے چند امور پر ہی اکتفا کرنا ہے۔

منافقین کی ریشہ دوانیاں

جس گروہ کو حضرت خلیفۂ اول رضی اللہ عنہ نے اپنے درس میں فرمایا کہ "تم بھی گستاخ ہو رہے ہو" اس گروہ کی نمائندگی کرتے ہوئے ایک منافقِ باطن نے لنگر خانہ وغیرہ کے مصارف کے متعلق حضورؑ کی خدمت میں اعتراضات بھیجے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس کا سخت قلق ہوا۔ حضورؑ نے خود اس کا جواب رقم فرمایا۔ حضورؑ کے اس جواب سے ان لوگوں کے احمدیت میں داخل ہونے کے دلی ارادوں پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ ان کے اس رویہ پر حضورؑ کو جس شدت کی تکلیف ہوئی یقیناً خدا بھی عرش پر ان سے ناراض ہوا۔ چنانچہ حضورؑ جواباً اپنے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"آپ کے خط کا ماحصل جس قدر مجھ کو یاد ہے، یہ ہے کہ میری نسبت آپ نے ۔ ۔ ۔ ۔ کی جماعت کی طرف سے یہ پیغام پہنچایا تھا۔ کہ روپیہ کے خرچ میں بہت اسراف ہوتا ہے۔ آپ اپنے پاس روپیہ جمع نہ رکھیں اور یہ روپیہ ایک کمیٹی کے سپرد ہو جو حسبِ ضرورت خرچ کیا کریں۔"

اس بیباک گستاخ کے اس نازیبا اعتراض نے شانِ نبوت کے لطیف احساسات اور غیرت اور حمیت کو اس شدت سے رنجیدہ خاطر کیا کہ جس کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کی غیرت بھی جوش میں آئی اور اس نے حضورؑ کی قلم سے یہ الفاظ رقم کروائے:۔

"یہ کام خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جس طرح وہ میرے دل میں ڈالتا ہے خواہ وہ لوگوں کی نظر میں صحیح ہے یا غیر صحیح۔ درست ہے یا غلط میں اسی طرح کرتا ہوں اور میں جو شخص کچھ مدد دیکر مجھے اسراف کا طعنہ دیتا ہے۔ وہ میرے پر حملہ کرتا ہے۔ ایسا حملہ قابلِ برداشت نہیں۔ اصل تو یہ ہے کہ مجھے کسی کی بھی پرواہ نہیں۔ اگر تمام جماعت کے لوگ متفق ہو کر چندہ بند کر دیں یا مجھ سے منحرف ہو جائیں تو وہ جس نے مجھ سے وعدہ کیا ہوا ہے وہ اور جماعت ان سے بہتر پیدا کر دے گا جو صدق اور اخلاص رکھتی ہوگی ۔ ۔ ۔ ۔ اس کے بعد ایسے لوگوں کو ایک مرے ہوئے کیڑے کی طرح بھی نہیں سمجھتا جن کے دلوں میں بدگمانیاں پیدا ہوتی ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ مجھے

وہ لوگ چندہ دے سکتے ہیں جو اپنے سچے دل سے مجھے خلیفۃ اللہ سمجھتے ہیں۔ اور میرے تمام کاروبار خواہ ان کو سمجھیں یا نہ سمجھیں ان پر ایمان لاتے اور ان پر اعتراض کرنا موجب سلب ایمان سمجھتے ہیں ...... میں بلند آواز سے کہتا ہوں کہ ہر ایک شخص جو ایک ذرہ بھی میری نسبت اور میرے مصارف کی نسبت اعتراض دل میں رکھتا ہے اس پر حرام ہے کہ ایک کوڑی میری طرف نہ بھیجے۔ مجھے کسی کی پرواہ نہیں۔ جب خدا مجھے کہتا ہے۔ گویا ہر روز کہتا ہے کہ میں ہی بھیجتا ہوں جو آتا ہے۔ اور کبھی میرے مصارف پر اعتراض نہیں کرتا تو دوسرا کون ہے جو مجھ پر اعتراض کرے ...۔"

(الحکم ۱۰ مارچ ۱۹۰۵ء)

اِس وقت مجھے دلوں کو گداز کر دینے والے حضورؑ کے قلبی احساسات کے اِس اظہار پر کچھ نہیں کہنا فی الحال صرف یہ مقصود ہے کہ اس بات کی تعیین کی جائے کہ ۱۹۰۵ء میں منافقت کا وہ گند جو دلوں کے اندر ایسے گستاخ طبع لوگوں کے ایمان و اعتقاد کو متعفن کر رہا تھا ظاہر ہوا۔ ہو سکتا ہے کہ اس سے پہلے ان کی ایسی حرکات کو احباب اخلاص و ایمان نے محسوس کر لیا ہو لیکن اِس وضاحت کے ساتھ وہ ۱۹۰۵ء میں ہی ظاہر ہوئیں۔ ان کا یہ گستاخانہ اظہار یقیناً خدا تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث ہوا اور اس لحاظ سے چالیس سال کی مہلت ۱۹۴۵ء کے گرد کے زمانہ میں ختم ہوتی ہے۔ کہ جب سے احمدیت کی ترقی کے واضح آثار نظر آنے مقدر تھے۔ اس حقیقت کی تائید میں ایک بات مزید عرض کر دینا کافی ہوگا۔

وطن اخبار کے ساتھ سمجھوتہ

۱۹۰۵ء کے آخر میں مولوی محمد علی صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحب نے وطن اخبار کے ساتھ سمجھوتہ کی ایسی ناپسندیدہ طرح ڈالنی چاہی۔ جس میں اگر وہ کامیاب ہو جاتے تو اس کے نتیجہ میں احمدیت کو ہمیشہ کے لئے ایک متزلزل بنیاد پر کھڑا کر دیا جاتا۔ چنانچہ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود ایدہ اللہ تعالیٰ کے الفاظ میں اس واقعہ کو پیش کرنا کافی ہوگا۔

"۱۹۰۵ء میں وطن اخبار کی ایک تحریک پر کہ ریویو آف ریلیجنز میں سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ذکر نکال دیا جاوے اور عام اسلامی باتیں ہوں، تو غیر احمدی بھی اس کی امداد کرینگے۔ خواجہ صاحب تیار ہو گئے کہ ایسا ہی کر لیا جاوے۔ اور یہ فیصلہ بھی کر لیا کہ ایک ضمیمہ ریویو کے ساتھ ہو جس میں کہ سلسلہ کے متعلق ذکر ہو۔ اس فیصلہ پر اس قدر شور ہوا کہ آخر ان کو دبنا پڑا اور یہ تجویز

خواجہ صاحب کے دل ہی دل میں رہ گئی۔ مگر خواجہ صاحب اور مولوی محمد علی صاحب کی اس تحریک سے ایک شخص ڈاکٹر عبد الحکیم مرتد کو جو مدت سے گندے عقائد میں مبتلا تھا جرأت ہو گئی اور اس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے اس بارہ میں خط و کتابت شروع کر دی۔ اور گو محرک اس خط کا خواجہ صاحب کا سمجھوتہ تھا۔ جو ایڈیٹر وطن سے ریویو کے متعلق کیا گیا تھا۔ مگر دراصل خط و کتابت میں بعض ایسے عقائد کی بنیاد پڑ گئی جو آئندہ کے لئے غیر مبایعین کے عقائد کا مرکزی نقطہ قرار پائے۔" (آئینہ صداقت صفحہ ۱۲۲)

وطن اخبار کے ساتھ جس معاہدہ کے لئے جو کوشش ان لوگوں نے کی مختصراً حضور کے الفاظ میں عرض کر دی گئی ہے۔ مزید اس پر خواجہ کمال الدین صاحب کے الفاظ میں ان کی اس بیباک جرأت کو پیش کرنا کافی ہوگا کہ جس سے ان کے ناکام ارادوں اور رکمزور ایمان کا واضح اظہار ہوتا ہے۔

ریویو سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعاوی کو حذف کرنیکی تجویز

خواجہ صاحب ایڈیٹر صاحب اخبار وطن کو اس ضمن میں اپنے ایک مکتوب میں تحریر کرتے ہیں:۔

"میں آپ سے اور آپ کے ہم رائے دوستوں سے اس حد تک تو متفق ہوں کہ ریویو آف ریلیجنز کو بلا لحاظ فرقہ شایع کیا جائے۔ اور کل مسلمان جو احمدی یا غیر احمدی ہوں۔ اسے اپنا آرگن سمجھکر اشاعتِ دین میں کوشش کریں۔ ایڈیٹر اور دیگر مدبران رسالہ ہذا کا فرض ہوگا کہ آئندہ اس کے صفحات کو خاص دعاوی حضرت مرزا صاحب (علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ ناقل) سے خالی رکھیں۔ اور ان مضامین سے اسے آراستہ کریں جو اسلام کے محبوب چہرے کو دنیا کی نگاہ میں محبوب کر دیں ......"

(الحکم ۲۴ر فروری ۱۹۰۶ء)

مولوی محمد علی صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحب کی ایڈیٹر صاحب وطن اخبار سے خط و کتابت کو الحکم ۱۹۰۶ء کی فروری کی اشاعتوں میں شایع کیا گیا ہے لیکن آئینہ صداقت کے اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹۰۵ء کے آخر میں یہ خط و کتابت اور سمجھوتہ کے لئے کوشش کی گئی تھی۔

الغرض واقعات کی ان شہادتوں کی روشنی میں جس طریق پر ان لوگوں نے خدا تعالیٰ کو ناراض کیا اور اس نے ترقیات کے زمانہ کو چالیس سال تک ملتوی کر دیا۔ اس چالیس سالہ زمانہ کی ابتدا ۱۹۰۵ء اور انتہاء ۱۹۴۵ء کے گرد کا زمانہ بنتی ہے۔

ہر دو زمانوں کی تعیین　اب ان ہر دو زمانوں کی تعیین حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کے درسِ قرآن کی رُو سے جو قائم کی گئی تھی۔ اور مذکور بالا تعیین کو اگر جمع کیا جائے تو پھر ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ اس چالیس سالہ دَور کی ابتداء کا زمانہ ۱۹۰۲ء تا ۱۹۰۵ء کا زمانہ تھا اور اس ۔۔۔۔ کی انتہاء کا زمانہ ۱۹۴۲ء تا ۱۹۴۵ء کا زمانہ ہے ؛

(باقی)

نبوّت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

(مکرم مولوی شریف احمد صاحب امینی مولوی فاضل)

حضورؑ فرماتے ہیں :-

"نبی کا شارع ہونا شرط نہیں۔ یہ صرف موہبت ہے جس سے امورِ غیبیہ کھلتے ہیں۔" (ایک غلطی کا ازالہ)

گذشتہ اشاعت کے سلسلہ میں مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ پہلی تعریف جس کو آپ اسلامی اصطلاح بھی قرار دیتے ہیں۔ وہ صرف مشرع انبیاء سے مخصوص ہے۔ اور باقی تعریفیں غیر تشریعی نبیوں کی ہیں۔ یا پہلی تعریف عام رائج الوقت عقیدہ کا اظہار ہے۔ اور دوسری تعریفات اللہ تعالیٰ کے بتانے سے بیان فرمائی ہیں۔ اور اس کو خدا، نبیوں، مجددین، قرآن، عربی و عبرانی کی اور اپنی اصطلاح قرار دیا ہے۔ اور انہی تعریفات کو نبی کے حقیقی معنے قرار دیکر اس کا نام اسلامی اصطلاح رکھا پس اس خیال اور نظریہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک عرصہ تک حضرتؑ اپنی نبوت کے متعلق نفی میں اور تاویل کیساتھ جواب دیتے رہے۔ اور یہ وہی زمانہ ہے جب کہ آپؑ نے مدعیٔ نبوت کو کافر اور قرآن کا منکر قرار دیا ہے۔ کیونکہ سنہ ۱۹۰۱ء سے قبل حضورؑ کے نزدیک نبی سے مراد مستقل تشریعی نبی تھا۔ مگر سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد حضورؑ نے نبوت کا دعوےٰ کیا اور کہیں بھی نبوتِ غیر تشریعی کا انکار نہیں کیا۔

تبدیلی عقیدہ نبوت　اس تبدیلی عقیدہ کو حضور علیہ السلام نے خود تسلیم فرمایا ہے۔ حضورؑ فرماتے ہیں :-

(ا) "اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہے وہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقربین میں سے ہے اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا۔ تو میں اس کو جزئی فضیلت قرار دیتا تھا۔ مگر بعد میں خدا تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی۔ اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا۔ مگر اس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی"

(حقیقۃ الوحی ص۱۴۹)

پھر ایک دوسرے مقام پر حضور فرماتے ہیں :-

(ب) "میں کیا کروں۔ کس طرح خدا کے حکم کو چھوڑ سکتا ہوں۔ اور کس طرح اس روشنی سے جو مجھے دی گئی ہے تاریکی میں آسکتا ہوں۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ میری کلام میں کوئی تناقض نہیں۔ میں تو خدا تعالیٰ کی وحی کی پیروی کرنے والا ہوں۔ جب تک مجھے اس سے علم نہ ہوا میں وہی کہتا رہا جو اوائل میں میں نے لکھا۔ اور جب مجھکو اس کی طرف سے علم ہوا تو میں نے اس کے مخالف کہا۔ میں انسان ہوں مجھے عالم الغیب ہونے کا دعویٰ نہیں"۔ (حقیقۃ الوحی ص۱۵۰)

ان عبارات میں صریحاً حضور علیہ السلام نے اس امر کو تسلیم کیا ہے کہ ابتداء میں میرا اور خیال تھا۔ مگر جب خدا تعالےٰ نے مجھ پر انکشاف کیا تو میں نے اُس عقیدہ کے خلاف کہا۔ اور یہ امر حضور کی عدم بناوٹ پر گواہ ہے۔ چونکہ اسلامی مروجہ اصطلاح کی رو سے حضور اپنے آپ کو نبی نہ سمجھتے تھے، اس لئے حضور علیہ السلام اپنے آپ کو مسیح ناصری سے افضل قرار نہ دیتے تھے۔ کیونکہ حضور علیہ السلام کے عقیدہ کے مطابق ایک غیر نبی کو نبی پر کلی فضیلت نہیں ہوتی۔ مگر بعد میں خدا تعالےٰ نے آپ پر انکشاف کیا کہ آپ نبی ہیں اور نبی کے لئے شریعت شرط نہیں۔ تو حضور علیہ السلام نے ایک طرف اپنی نبوت کا اعلان کیا اور فرمایا "ہمارا دعوےٰ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں"۔ (بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء) دوسری طرف اپنے آپ کو مسیح سے افضل قرار دیا۔ جیسا کہ حضور نے فرمایا "خدا تعالےٰ نے اس مسیح کو بھیجا جو پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بڑھ کر ہے"۔ (ریویو جلد ا ص۴۷۸)

اگرچہ آپ کی پہلی وحی میں رسول و نبی کے الفاظ موجود تھے۔ مگر آپ اپنی گذشتہ تعریف نبوت کی رو سے اُن الفاظ کی تاویل فرماتے اور اپنے آپ کو نبی نہ سمجھتے تھے۔ جیسا کہ حضور علیہ السلام نے اس امر کو بھی خود تسلیم فرمایا ہے، فرمایا :-

"حق یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے۔ اسمیں بہت سے ایسے الفاظ رسول اور مرسل اور نبی کے موجود ہیں۔ نہ ایک دفعہ بلکہ صدہا دفعہ۔ پھر کیونکر یہ جواب صحیح ہو سکتا ہے کہ ایسے الفاظ موجود نہیں۔ بلکہ اِس وقت تو پہلے کی نسبت بھی بہت تصریح و توضیح سے یہ الفاظ موجود ہیں"! (ایک غلطی کا ازالہ)

اِس حوالہ میں یہ الفاظ "اِس وقت تو پہلے کی نسبت بھی بہت تصریح و توضیح سے یہ الفاظ موجود ہیں" صاف ظاہر کر رہے ہیں کہ حضور علیہ السلام کی پہلی وحی میں بھی یہ الفاظ موجود تھے مگر حضور علیہ السلام ان کی تاویل فرمایا کرتے۔ مگر ۱۹۰۱ء کے بعد حضورؑ نے کبھی اِن الفاظ سے اپنی نسبت انکار نہیں کیا۔ بلکہ بڑی تحدی سے دعویٰ فرمایا۔ جیساکہ اِس مضمون میں آئندہ آپؑ کی تحریرات سے اِس امر کو ثابت کیا جائے گا۔ حضورؑ نے اپنے گذشتہ انکار کی وجہ تحریر فرماکر گذشتہ تحریرات کا ایک فیصلہ کن حل فرما دیا۔ جس سے آپؑ کی پہلی اور بعد کی تحریرات میں تطابق ہو جاتا ہے۔ حضور فرماتے ہیں:۔

صرف تشریعی نبوّت سے انکار تھا

"جس جس جگہ میں نے نبوّت یا رسالت سے انکار کیا۔ صرف اِن معنوں سے کیا کہ مَیں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں۔ اور نہ مستقل طور پر نبی ہوں۔ مگر اِن معنوں سے کہ مَیں نے اپنے رسول و مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لئے اس کا نام پاکر اسکے واسطہ سے خدا کی طرف سے علمِ غیب پایا ہے۔ رسول اور نبی ہوں۔ مگر کسی جدید شریعت کے۔ اِس طور کا نبی کہلانے سے مَیں نے کبھی انکار نہیں کیا۔"

(ایک غلطی کا ازالہ)

اِس حوالہ سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام جس نبوّت کا انکار فرماتے رہے ہیں، وہ نبوّتِ تشریعی اور مستقل نبوّت تھی۔ غیر تشریعی نبوّت کا آپؑ اپنے لئے اقرار کرتے ہیں۔ اسی لئے اکثر مقامات پر حضور علیہ السلام نے اِس الزام کی تردید کی۔ جو مخالفین آپؑ کی طرف منسوب کرتے تھے۔ کہ آپؑ نے تشریعی و مستقل نبوّت کا دعوٰے کیا ہے۔ اور آپؑ اپنا تعلق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے منقطع سمجھتے ہیں۔ چنانچہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

(۱) "مَیں مستقل طور پر اپنے تئیں ایسا نبی سمجھتا ہوں۔ کہ قرآن مجید کی پیروی کی کچھ حاجت

نہیں رکھتا اور اپنا علیحدہ قبلہ بناتا ہوں اور شریعتِ اسلام کو منسوخ کی طرح قرار دیتا ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا اور متابعت سے باہر جاتا ہوا۔ یہ الزام صحیح نہیں۔" (اخبار عام ۲۳ مئی ۱۹۰۸ء)

اسی طرح ایک اور مقام پر حضور علیہ السلام فرماتے ہیں :-

(ب) "یاد رہے کہ بہت سے لوگ میرے دعوے میں نبی کا نام سُن کر دھوکا کھاتے ہیں۔ اور خیال کرتے ہیں کہ گویا میں نے اُس نبوت کا دعوےٰ کیا ہے جو پہلے زمانوں میں براہِ راست نبیوں کو ملی ہے لیکن وہ اِس خیال میں غلطی پر ہیں۔ میرا کوئی ایسا دعویٰ نہیں۔ بلکہ خدا کی مصلحت اور حکمت نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے افاضۂ روحانیہ کا کمال ثابت کرنے کے لئے یہ مرتبہ مجھ کو بخشا ہے۔ کہ آپ کے فیض کی برکت سے مجھے نبوت کے مقام تک پہنچایا۔ اس لئے میں صرف نبی نہیں کہلا سکتا بلکہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے اُمتی۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۰ حاشیہ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کس نبوت کے مدعی تھے؟

اِس حوالہ سے تین امور ثابت ہوتے ہیں۔ اوّل آپ براہِ راست نبوت کے مدعی نہیں۔ دوم مستقل نبی نہ ہونے کی وجہ سے صرف نبی نہیں کہلا سکتے۔ سوم۔ باوجود صرف نبی نہ کہلانے کے حضور علیہ السلام نبوت کے منصب پر فائز ہیں۔ گویا مستقل نبی نہ ہونے کے باوجود اپنی نبوت کا دعویٰ پیش کر رہے ہیں۔

امر اوّل کی تشریح حضور علیہ السلام ایک مقام پر یوں فرماتے ہیں :-

"میں بار بار لکھ چکا ہوں۔ کہ یہ وہ نبوت نہیں جو ایک مستقل نبوت کہلاتی ہے۔ کوئی مستقل نبی اُمتی نہیں کہلا سکتا۔ مگر میں اُمتی ہوں۔" (ضمیمہ براہین احمدیہ صفحہ ۱۸۱)

امر دوم کی توضیح حضرت نے کئی مقامات پر فرمائی ہے۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی پر نبی کے لفظ کا اطلاق بھی جائز نہیں۔ جب تک اس کو اُمتی بھی نہ کہا جائے۔ جس کے یہ معنے ہیں کہ ہر ایک انعام اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے پایا ہے نہ کہ براہِ راست۔"

(تجلیاتِ الٰہیہ صفحہ ۹)

اُمتی کے لفظ کا استعمال اِس واسطے ضروری ہے۔ تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال کا اظہار

ہو۔ کہ ایک شخص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فیض سے پروردہ ہو کر مقام نبوت کو بھی حاصل کر سکتا ہے۔ جیسا کہ حضور علیہ السلام ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۸۰ حاشیہ پر امتی کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ "امتی اس شخص کو کہتے ہیں جو بغیر پیروی آنحضرت صلعم کے کسی طرح اپنے کمال کو نہیں پہنچتا" پس یہ قوت قدسیہ کا کمال سوائے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کسی اور نبی میں نہیں پایا جاتا حضور علیہ السلام نے اس امر کو ایک اور جگہ پر بھی بیان فرمایا ہے۔ حضرت فرماتے ہیں:۔

"پہلے زمانوں میں جو کوئی نبی ہوتا تھا۔ وہ کسی گذشتہ نبی کی امت نہیں کہلاتا تھا گو اس کے دین کی نصرت کرتا تھا۔ اور اس کو سچا جانتا تھا۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ایک خاص فخر دیا گیا کہ وہ ان معنوں میں خاتم الانبیاء ہیں کہ ایک تو کمالات نبوت ان پر ختم ہیں۔ دوسرے یہ کہ ان کے بعد کوئی نئی شریعت لانیوالا رسول نہیں اور نہ کوئی ایسا نبی ہے جو ان کی امت سے باہر ہو۔ بلکہ ہر ایک کو جو شرف مکالمہ الٰہیہ ملتا ہے۔ انہی کے فیض اور انہی کی وساطت سے ملتا ہے۔ وہ امتی کہلاتا ہے نہ کوئی مستقل نبی" (ضمیمہ چشمہ معرفت صفحہ ۹)

امر سوم کے متعلق حضور علیہ السلام ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں:۔

براہِ راست نبوت سے انکار

(۱) "اس نکتہ کو یاد رکھو کہ میں رسول اور نبی نہیں ہوں یعنی باعتبار نئی شریعت اور نئے دعوے اور نئے نام کے۔ اور میں رسول اور نبی ہوں یعنی باعتبار ظلیت کاملہ کے۔ میں وہ آئینہ ہوں جس میں محمدی شکل اور محمدی نبوت کا کامل انعکاس ہے" (نزول المسیح حاشیہ صفحہ ۳)

اسی طرح حضور فرماتے ہیں:۔

(۲) "لیکن وہ شخص غلطی کرتا ہے جو ایسا سمجھتا ہے۔ کہ اس نبوت اور رسالت سے مراد حقیقی نبوت اور رسالت ہے جس سے انسان خود صاحب شریعت کہلاتا ہے"۔

(مکتوب ۷ اگست ۱۸۹۹ء)

حضور علیہ السلام براہِ راست نبوت کا یوں انکار فرماتے ہیں:۔

"غرض ہمارا مذہب یہی ہے کہ جو شخص حقیقی طور پر نبوت کا دعوے کرے اور آنحضرت

صلے اللہ علیہ وسلم کے دامن فیوض سے اپنے تئیں الگ کرکے اور اس پاک چشمہ سے جُدا ہو کر آپ ہی براہِ راست نبی اللہ بننا چاہتا ہے۔ تو وہ ملحد بے دین ہے۔ اور غالباً ایسا شخص اپنا کوئی نیا کلمہ بنائے گا اور عبادت میں کوئی نئی طرز پیدا کریگا۔ اور احکام میں کچھ تغیرو تبدل کر دیگا۔ پس بلاشبہ وہ مسیلمہ کذاب کا بھائی ہے۔" (انجام آتھم صفحہ ۲۷، ۲۸)

مندرجہ بالا عبارت میں حضور علیہ السلام مستقل و براہِ راست نبی کو جو اس امت میں سے ہونے کا دعوٰے کرے ملحد و بیدین اور مسیلمہ کا بھائی قرار دیتے ہیں۔ اس اعتقاد کے ہوتے ہوئے حضور انور خود کس طرح مستقل اور براہِ راست نبوت کا دعوٰے کر سکتے ہیں۔ اسی لئے حضور علیہ السلام حوالہ ت۔ ب میں براہِ راست نبوت کا انکار کرتے ہیں۔ مگر باوجود مستقل نبوت کے انکار کے حضور علیہ السلام اپنے آپکو مقام نبوت پر فائز قرار دیتے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے اس امر کو "آخری خط" میں واضح کر دیا ہے۔ فرمایا:۔

"اور جس بناء پر میں اپنے تئیں نبی کہلاتا ہوں وہ صرف اسی قدر ہے کہ میں خدا تعالیٰ کی ہمکلامی سے مشرف ہوں اور وہ میرے ساتھ بکثرت بولتا ہے اور میری باتوں کا جواب دیتا ہے اور بہت سی غیب کی باتیں میرے پر ظاہر کرتا ہے اور انہیں امور کی کثرت کی وجہ سے اس نے میرا نام نبی رکھا سو میں خدا تعالیٰ کے حکم کے موافق نبی ہوں۔ اور اگر میں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہوگا۔ اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے۔ تو میں کیونکر انکار کر سکتا ہوں۔ میں اس پر قائم ہوں اُس وقت تک کہ دُنیا سے گذر جاؤں۔" (آخری خط اخبار عام ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء)

مندرجہ بالا حوالہ میں حضور علیہ السلام نے واضح طور پر اپنی نبوت کا اعلان فرمایا ہے اور اس سے انکار کو گناہ قرار دیا ہے۔ اور اس اعلان و دعوٰے پر حضور علیہ السلام اپنی وفات تک قائم رہے جیسا کہ حضور نے ارشاد فرمایا ہے۔ کیونکہ اس کی تردید اس کے بعد حضور علیہ السلام نے نہیں فرمائی اور حضور علیہ السلام کا ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء کو ہی وصال ہو گیا تھا۔ (باقی)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کی شان اور حیثیت

ایک غیر مبائع دوست کے سوالات کے جوابات

(قاضی محمد نذیر صاحب لیکچرار تعلیم الاسلام کالج)

جڑانوالہ ضلع لائلپور کے علاقہ سے ایک غیر مبائع دوست نے کچھ سوالات جوابات کے لئے بھیجے۔ اُن کے جوابات درج ذیل ہیں۔

سوال:۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب کہ براہِ راست نبوت حاصل کی تو ظاہر ہے کہ وہ اپنے نام کے ساتھ ایک نیا حکم لائے کہ میری نبوت پر ایمان لاؤ، تو اس حالت میں کیونکر کہا جائے کہ حضرت عیسےٰؑ کی نبوت کے ساتھ کوئی حکم نہیں۔ یعنی یہ نبوت غیر تشریعی ہے؟

الجواب:۔ اپنی نبوت منوانا کوئی نئی شریعت لانا نہیں کہلاتا۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے بائیبل کی پیشگوئیوں کے مطابق نبوت کا دعوے کیا تھا۔ تابع نبی بالعموم حکم براہِ راست نہیں کرتا۔ یعنی اس کے احکام شریعت سابقہ کی مطابقت میں ہوتے ہیں۔ اپنی نبوت تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی منوائی ہے۔ بلکہ یہ بھی فرمایا ہے کہ "میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں۔" (آخری خط مندرجہ اخبار عام) اب کیا اسے بھی آپ نیا حکم قرار دیکر آپؑ کو تشریعی نبی قرار دیں گے۔ حالانکہ آپ حضرت مسیح موعودؑ کو اپنے دعوے میں صادق سمجھتے ہیں۔ اور آپؑ کو تشریعی نبی نہیں مانتے۔ براہِ راست نبوت کے صرف یہ معنی ہیں کہ وہ کسی دوسرے نبی کی پیروی سے نبی نہ بنا ہو۔ اگر براہِ راست نبی صاحب شریعت نبی کا کامل تابع ہو تو اس کے تمام احکام صاحب شریعت نبی کے تابع ہوں گے۔

سوال:۔ حضرت عیسےٰ نے یہود کے سامنے یہ حکم کہ میری نبوت پر ایمان لاؤ تورات کے حکم سے کیا یا اپنی وحی کے حکم سے؟

الجواب:۔ تورات کے لحاظ سے بھی اپنے دعویٰ کو منوایا اور اس کے لئے اپنی وحی بھی پیش کی۔

جیسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن مجید کے لحاظ سے بھی اپنا دعویٰ منوایا ہے اور اپنی وحی بھی پیش کی ہے۔

سوال:۔ تورات کے حکم سے منوایا تو لازم ہو جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ موسیٰؑ کے امتی ہوں؟

الجواب:۔ تورات کے حکم سے منوانے کے باوجود وہ امتی نہیں کہلا سکتے۔ امتی نبی صرف خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے ہی آسکتا ہے کیونکہ امتی نبی کی اصطلاح کے یہ معنی ہیں کہ ایسا شخص جو مقام نبوت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور واسطہ سے پائے اور یہ بات حضرت عیسےٰ علیہ السلام پر صادق نہیں آتی۔

سوال:۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام پر تورات کی پیروی کرنا فرض ہونا یہ خود تورات کے حکم سے ہے یا حضرت عیسےٰ علیہ السلام تورات کی پیروی اپنی وحی کے حکم سے کرتے تھے؟

الجواب:۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قبل از بعثت تورات کی پیروی تورات کے حکم سے کرتے تھے۔ اور بعد از بعثت اُن کی وحی نے بھی انہیں تورات کے تابع ہی رکھا۔

سوال:۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو تورات خود حکم کر رہی ہے کہ میری پیروی کرو تو لازم ہو جاتا ہے کہ حضرت عیسےٰؑ امتی ہوں؟

الجواب:۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام قبل از بعثت موسیٰ علیہ السلام کے امتی تھے، بعد از بعثت براہِ راست نبی تھے۔ بعد از بعثت ان کے لئے امتی نبی کی اصطلاح استعمال نہیں ہو سکتی جس کے معنے ہیں فیضِ محمدی سے مقام نبوت حاصل کرنا۔

سوال:۔ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۱۹۲ پر ہے "حضرت عیسےٰؑ امتی ہرگز نہیں۔ گو وہ بلکہ تمام انبیاء آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سچائی پر ایمان رکھتے تھے۔ مگر وہ ان ہدایتوں کے پیرو تھے۔ جو ان پر نازل ہوئیں اور براہ راست خدا نے ان پر تجلی فرمائی تھی۔ یہ ہرگز نہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی روحانی تعلیم سے وہ نبی بنے تھے۔ تا وہ امتی کہلاتے۔ ان کو خدا نے الگ کتابیں دی تھیں۔ اور ان کو ہدایت تھی کہ ان کتابوں پر عمل کریں اور کراویں جیسا کہ قرآن کریم اس پر گواہ ہے" اس کی بنا پر اب سوال یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مذہباً اپنی وحی کے پیرو ہیں یا قرآن کریم کی وحی کے۔ اگر مذہباً اپنی وحی کے پیرو ہیں تو لازمی ہے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے امتی نہ ہوں اگر مذہباً واصولاً قرآن کریم کی وحی کے پیرو ہیں تو ان کی وحی لوگوں کے لئے فرض اور جزو ایمانیات کیسے ہو سکتی ہے؟

الجواب :۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مذہباً و اصولاً قرآن مجید کی وحی کے بھی پیرو تھے اور اپنی وحی کے بھی۔ جو قرآن مجید اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی برکت سے آپ پر نازل ہوئی وحی کا جزو ایمانیات ہونا تو اس لحاظ سے ہے کہ وہ خدا کا کلام ہے جو ایک مامور من اللہ پر نازل ہوا۔ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں "وہ وحی جو مجھ پر نازل ہوتی ہے ایسی قطعی اور یقینی ہے۔ کہ اگر ایک دم کے لئے اس میں شک کروں تو کافر ہو جاؤں" (تجلیات الٰہیہ)

سائل کے پیش کردہ حوالہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے امتی نبی کے معنے خود یہ بتا دیئے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی روحانی تعلیم سے نبی بنا پس قرآن مجید کی وحی کی پیروی کیساتھ اپنی وحی کی پیروی کی صورت میں بھی آپ امتی نبی ہی رہتے ہیں کیونکہ آپ نے مقام نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی تعلیم کے فیض سے حاصل کیا۔

(نوٹ) اس حوالہ میں جو آیا ہے کہ دوسرے انبیاء کو الگ الگ کتابیں دی گئیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی روحانی تعلیم یعنی قرآن مجید سے الگ کتب کے وہ تابع تھے نہ یہ کہ ہر نبی کو الگ الگ جدید کتاب ملی تھی۔

سوال :۔ حضرت عیسےٰ اگر تابع تورات تھے تو وہ یہود کو حضرت موسیٰ کا امتی بناتے تھے یا اپنے امتی۔ اگر حضرت موسیٰ کے امتی بناتے تھے تو یہود کا اعتراض ہے کہ آپ خود تو حضرت موسیٰ کے امتی نہیں۔ اگر اپنے امتی بناتے تھے تو ثابت ہو جائے گا کہ وہ حضرت موسیٰ کے تابع نہ تھے؟

الجواب :۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام یہود کو حضرت موسےٰ علیہ السلام کی امت سے خارج نہیں کرتے تھے۔ البتہ جو ان پر ایمان نہیں لاتے تھے وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت سے بھی خارج ہو جاتے تھے۔ اگر آپ امتی کو محض تابع کے معنوں میں لیں تو حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو ان معنوں میں موسیٰ کا امتی ہونے سے انکار نہیں ہو سکتا۔ اگر امتی نبی کہیں تو یہ اصطلاح ان پر صادق نہیں آسکتی۔ یہ صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے مقام نبوت حاصل کرنے والے پر صادق آتی ہے۔ حضرت عیسےٰ ان معنوں میں موسےٰ علیہ السلام کے امتی نہیں کہلا سکتے۔ کہ آپ نے تمام کمالات موسیٰ علیہ السلام کی اتباع سے حاصل کئے۔ اور اس پر یہود کے لئے اعتراض کی کوئی وجہ نہیں۔

سوال :۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت پر ایمان لانا حضرت اقدس کی وحی کے حکم سے فرض ہے یا قرآن کریم کے حکم سے۔ اگر حضرت کی وحی کے رو سے فرض ہے تو حضرت اقدس کی وحی کے ساتھ حکم موجود ہوا۔ تو انہیں غیر تشریعی نبی کیونکر کہا جاتا ہے؟

الجواب: حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت پر ایمان لانا قرآن مجید اور آپؑ کی وحی ہر دو کے رو سے فرض ہے۔ اور حضرت اقدسؑ کی نبوت کو ماننا کوئی نیا حکم نہیں۔ چونکہ آپؑ قرآن مجید کے تابع ہیں اس لئے آپؑ کی نبوت تشریعی نہیں کہلا سکتی۔

سوال: اگر یہ کہو کہ حضرت اقدسؑ کی نبوت پر قرآن کریم کے حکم سے ایمان لانا ہے تو یہ نبوت فرضیت کے درجہ سے دست بردار ہو جاتی ہے؟

الجواب: ہم تو قرآن مجید میں بیان کردہ تمام انبیاء پر ایمان بھی قرآن مجید کے حکم سے ہی لاتے ہیں کیا اس سے ان انبیاء کی نبوت فرضیت کے درجہ سے دست بردار ہو جاتی ہے۔ اگر نہیں تو اس وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت پر ایمان فرضیت کے درجہ سے کیسے گر سکتا ہے۔ جبکہ قرآن مجید میں صاف لکھا ہے لانفرق بین احد من رسلہٖ۔

سوال: قرآن مجید کی پیروی سے ایک قسم کی نبوت ملتی ہے۔ یہ اپنی ذات میں عملاً تابع ہو تو اس امر کا انکار ایک فرع کا انکار ہوا نہ اصل کا انکار لیکن قرآن مجید کسی نبی پر ایمان لانا فرض قرار نہیں دیتا۔ جس نبی نے یہ دعوےٰ نہ کیا ہو کہ مجھ پر ایمان لانا براہِ راست فرض ہے اور میری نبوت کا انکار اصل کا انکار ہے؟

الجواب: غیر تشریعی انبیاء جو تورات کے بعد آئے وہ بھی عملاً تورات کے تابع تھے۔ مگر ان کا انکار جب فرع کا انکار نہیں۔ بلکہ ان کے انکار سے اصل کا انکار لازم آتا ہے تو مسیح موعود علیہ السلام کے قرآن مجید کا عملاً تابع ہونے سے یہ کیسے لازم آیا کہ آپؑ کا انکار فرع کا انکار ہے اور کسی اسلامی اصول کا انکار نہیں۔ نیز بتائیے قرآن مجید میں کہاں لکھا ہے کہ قرآن مجید صرف اسی نبی پر ایمان لانا فرض قرار دیتا ہے جس نے براہِ راست نبوت کا ہی دعوےٰ کیا ہو؟

سوال: مسیح موعود کا حکم مجھ پر ایمان لاؤ اس وجہ سے فرع ہے کہ اصل (قرآن مجید) کے حکم سے یہ حکم بنا ہے۔

الجواب: بے شک قرآن مجید نے ہی اسے حکم ہونے کا حق بخشا ہے۔ مگر جب قرآن کا حکم اور یہ حکم معنیً ایک ہی بات ہے تو ایک کو اصل دوسرے کو فرع کہنا چہ معنی دارد؟ کیوں نہ کہا جائے یہ قرآنی حکم کی تجدید ہے۔ کیا حکم کی تجدید ہو تو وہ فرع بن جاتا ہے؟ دیکھئے مسیح موعود علیہ السلام پر یہ وحی نازل ہوئی قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم ویحفظوا فروجھم۔ تو کیا اب یہ حکم تجدید کے وقت دُہرایا جانے کی وجہ سے فرضیت کے درجہ سے گر گیا۔ اگر نہیں تو مسیح موعود علیہ السلام

کا اپنی وحی کے ذریعہ قرآن مجید کی مطابقت میں یہ حکم کہ مجھ پر ایمان لاؤ مومن ہونے سے کیسے گر گیا۔ اگر
اگر جاتا تو مسیح موعود علیہ السلام یہ کیوں فرماتے فآمن ولا تکن من الکافرین۔ (خطبہ الہامیہ)

سوال :۔ حضرت اقدس حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۲۰ پر لکھتے ہیں۔ کہ کیا کوئی مخالف یہ ثبوت دے سکتا ہے کہ ہم نے مسلمانوں کو کافر کہا۔ اب اگر حضرت اقدس کی کسی عبارت کی تاویل کریں کہ حضور نے فلاں جگہ اپنے دعوے کے انکار کی وجہ سے کافر لکھا ہے تو نعوذ باللہ حضور کا یہ چیلنج جھوٹا ہو جائیگا؟

الجواب :۔ حضرت اقدس کا یہ چیلنج درست ہے کہ آپ نے فتویٰ لگانے میں تقدیم نہیں کی اور ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کوئی ایسی تحریر مخالفوں کو کافر قرار دینے کے متعلق کبھی پیش نہیں کی جو مخالفوں کے فتویٰ کفر لگانے سے پہلے کی ہو۔ لہٰذا یہ سوال پیدا ہی نہیں ہو سکتا۔ کہ حضرت صاحب کا یہ چیلنج جھوٹا ہوگا۔ ہاں بعد کی تحریریں جو ہم پیش کرتے ہیں وہ کفر کے فتویٰ کے متعلق واضح ہیں۔ اور کوئی تاویل کی ضرورت نہیں رکھتیں۔ چنانچہ آپ نے اپنے منکر کو شریعت کے حلال امر کو حرام ٹھیرانے والے کی طرح کافر کہا ہے۔ (بدر ۲۶ جون ۱۹۰۳ء)

سوال :۔ اگر حضرت اقدس اسلام کی طرف بحیثیت نبی کے مامور ہیں تو اب خاتم النبیین کس نبی کو کہا جائے؟

الجواب :۔ خاتم النبیین کے معنے ہمارے نزدیک محض آخری نبی نہیں ہیں۔ بلکہ ایسا آخری نبی مراد ہیں جس کی پیروی میں نبی آسکے۔ پس مسیح موعود علیہ السلام کے نبی کی حیثیت میں مامور ہونیکے باوجود خاتم النبیین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی رہے۔ اگر خاتم النبیین کے ان معنوں پر آپ کو کوئی شبہ پیدا ہو۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذیل کی تحریر ملاحظہ فرمالیں جو آیت خاتم النبیین کے معنوں کے متعلق ہے حضور فرماتے ہیں :۔

"ماحصل اس کا یہ ہوا کہ نبوت گو بغیر شریعت ہو اس طرح پر تو منقطع ہے۔ کہ کوئی شخص براہ راست مقام نبوت حاصل کر سکے لیکن اس طرح پر ممتنع نہیں کہ وہ نبوت چراغ نبوت محمدیہ سے مکتسب اور مستفاض ہو۔" (ریویو بر مباحثہ بٹالوی و چکڑالوی صفحہ ۶)

پھر اس مکتسب اور مستفاض نبوت کو صحیح نبوت ثابت کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں :۔

"مثلاً ایک شخص سونا بنانے کا دعوے رکھتا ہو۔ اور سونے پر ہی ایک بوٹی ڈال کر کہتا ہے کہ لو سونا ہو گیا۔ اس سے کیا یہ ثابت ہو سکتا ہے کہ وہ کیمیا گر ہے۔ سو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فیوض کا کمال تو اس میں تھا کہ امتی کو وہ درجہ ورزش اتباع

سے پیدا ہو جائے"

اس جگہ سونا بنانے کے دعوے رکھنے سے مراد نبی بنانے کا دعوے ہے گویا خاتم النبیین کا مفہوم جس طرح حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۷ حاشیہ میں نبی تراش بیان کیا گیا ہے۔ اس جگہ نبی کی بجائے مثال کے طور پر سونے کا لفظ رکھکر بتایا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نبی بنانے میں کامل کیمیا گر ہیں ناقص کیمیا گر نہیں۔ پس اگر آپ کی پیروی اور اتباع سے ناقصہ نبوت ہی مل سکتی ہے تو نتیجہ ظاہر ہے کہ اس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا کوئی خاص کمال نہ ہوا۔ کیونکہ یہ کمال تو دوسرے انبیاء کو بھی حاصل تھا۔

سوال:۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنا انکار کفر دوم میں داخل فرمایا ہے۔ کیا حضرت عیسٰے علیہ السلام کے دعوئے نبوت کا انکار کفر اول نہیں تھا بلکہ کفر دوم تھا؟

الجواب:۔ کفر قسم اول ہو یا کفر قسم دوم مآل دونو کا ایک ہی ہے یعنی دونوں کفر دائرہ اسلام سے خارج کر دیتے ہیں۔ کیونکہ حضور آگے فرماتے ہیں "اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ دونو قسم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں"۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۷۹) کفر قسم اول حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے انکار اور دوسرے سے اسلام سے انکار کو قرار دیا ہے۔ حضورؑ نے آئینہ کمالات اسلام میں جہاں مخالف علماء کو مباہلہ کی دعوت دی ہے مسلمان کو کافر کہنے والے کو بھی دائرہ اسلام سے خارج لکھا ہے۔ اب یہ بھی تو کفر قسم دوم ہی ہے۔ مگر مآل کے لحاظ سے یہ بھی دائرہ اسلام سے خروج ہی ہے۔ پس آپ مآل اور نتیجہ پر نگاہ رکھیں۔ کفر کی اقسام کی یہ بحث بھی آپ کے خیال کی مؤید نہیں۔ حضرت اقدس کی تقسیم کی روشنی میں حضرت عیسٰے علیہ السلام کا انکار کفر قسم دوم اور حضرت موسٰے علیہ السلام اور تورات کا انکار کفر قسم اول قرار پاتا ہے۔ مگر درحقیقت دونو کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں۔

پتے مطلوب ہیں!

رسالہ فرقان کا ایک حصہ ردّ بہائیت کے لئے مخصوص ہے۔ اسلئے جن احباب کو بہائیوں اور بابیوں کا علم ہو وہ ان کے پتے ہمیں بھجوا دیں تاکہ ان کے نام رسالہ فرقان مفت بھیجا جا سکے۔ یا اگر کسی بہائی یا بابی کی اپنی نظر سے یہ پرچہ گذرے تو وہ خود ہمیں لکھدیں۔ ہم ان کے نام پرچہ مفت بھیجتے رہیں گے۔

خاکسار:۔ مرزا وسیم احمد نائب سیکرٹری مجلس رفقاء احمد قادیان

مسئلہ خلافت

خلافتِ احمدیہ

نظامِ خلافت کی ضرورت اور اہمیت

(مکرم ملک محمد عبد اللہ صاحب مولوی فاضل)

خلافت کے معنی کسی کی جانشینی کے ہوتے ہیں اور اسلامی اصطلاح میں خلافت سے یہ مراد ہوتی ہے کہ ایک نبی کی وفات کے بعد اس کا صحیح نائب اور قائم مقام مقرر ہو ایسے شخص کو خلیفہ کہتے ہیں جس کا یہ کام ہوتا ہے کہ وہ اپنے پیشرو نبی کی جماعت کی نگرانی کرے اور جس اہم کام کی بُنیاد اس نبی کے زمانہ میں رکھی گئی ہے اُسے پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی کوشش کرے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ "خلیفہ کے معنی جانشین کے ہیں جو تجدید دین کرے۔ نبیوں کے زمانہ کے بعد جو تاریکی پھیل جاتی ہے اس کو دُور کرنے کے واسطے جو اُنکی جگہ آتے ہیں انہیں خلیفہ کہتے ہیں" (الحکم ۲۴ر جنوری ۱۹۰۳ء) ایسا ہی ایک اور مقام پر فرماتے ہیں "خلیفہ جانشین کو کہتے ہیں اور رسول کا جانشین حقیقی معنوں کے لحاظ سے وہی ہو سکتا ہے جو ظلی طور پر رسول کے کمالات اپنے اندر رکھتا ہو" (شہادت القرآن صفحہ ۵۷)

ان اقتباسات سے ظاہر ہے کہ نبوت کے بعد خلافت کا ہونا نہایت ضروری ہے! اور اگر یہ بات نہ ہو تو نفسِ نبوت فوت ہو جاتی ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کے انبیاء دُنیا میں صداقت، امانت، تقویٰ اور راستبازی کو قائم کرنے کیلئے آتے ہیں۔ انکے آنے سے پہلے دُنیا خدا کی یاد سے بیگانہ ہو چکی ہوتی ہے۔ ہر طرف بیدینی اور گمراہی کا دور دورہ ہوتا ہے ایسی خطرناک حالت میں خدا تعالیٰ اپنے کسی برگزیدہ انسان کو مامور کرتا ہے تا وہ دُنیا کی حالت کو یکسر بدلکر رکھدے اور ایک نیا نظام نئی زمین اور نیا آسمان بنائے۔ اس کام کیلئے نہایت جانفشانی کرنی پڑتی ہے۔ گناہ کی تاریکیوں کو دُور کرنے کیلئے لگاتار محنت اور استقلال کی ضرورت ہوتی ہے تب کہیں جاکر یہ مقصد پورا ہوتا ہے۔ سو خدا کا برگزیدہ نبی اپنی قوتِ قدسیہ سے اس کام کو باحسن طریق سرانجام دیتا ہے لیکن تھوڑے سے زمانہ میں اس کام کی تکمیل نہیں ہو سکتی۔ وہ اپنے زمانہ میں ایک راستہ قائم کر دیتا ہے جس پر چلنے سے انسان خدا تک پہنچ سکتا ہے۔ ایک بیج دُنیا میں بکھیر دیتا ہے جو صحیح نشوونما پانے کے بعد ایک ثمردار درخت بن سکتا ہے۔ غرضیکہ یہ ایک تخمریزی ہوتی ہے جو خدا کے نبی کے ذریعہ کی جاتی ہے۔ اسکے بعد اسکی تکمیل، اسکی حفاظت، اسکی نشوونما اور اسکے بارآور ہونے میں بھی کئی مراحل ہوتے ہیں اور اگر زمانہ نبوت کے بعد اس کام کو یونہی چھوڑ دیا جائے اور اسکی حفاظت کا کوئی سامان اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ ہو تو پھر پہلے کام کے بھی اکارت اور ضائع ہونے کا خطرہ ہے۔

سلسلہ خلافت کو اللہ تعالیٰ نے اس غرض کیلئے جاری فرمایا ہے تاکہ نبوت کے فیضان کو جاری رکھا جائے اور نبی کا کام

کی بنیاد نبی کے ذریعہ سے دُنیا میں رکھی گئی تھی اسے اسکے بعد صحیح رنگ میں بڑھایا جائے اور اسکی تکمیل کی جائے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس حقیقت کو واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں "خلیفہ درحقیقت رسول کا ظل ہوتا ہے اور چونکہ کسی انسان کیلئے دائمی طور پر بقا نہیں لہٰذا خدا تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ رسولوں کے وجود کو جو تمام دُنیا کے وجودوں سے اشرف و اولیٰ ہیں ظلی طور پر ہمیشہ کیلئے تا قیامت قائم رکھے سو اس غرض کے لئے خدا تعالیٰ نے خلافت کو تجویز کیا تا دُنیا کبھی اور کسی زمانہ میں برکاتِ رسالت سے محروم نہ رہے" (شہادت القرآن ص۵۵) اور یہی وہ حقیقت ہے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان فرمائی ہے۔ کہ وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصّٰلحٰت لیستخلفنّھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکننّ لھم دینھم الذی ارتضیٰ لھم ولیبدلنّھم من بعد خوفھم امنًا (نور ع ۷) کہ مومنوں کیلئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ وعدہ ہے کہ وہ ان میں ویسی ہی خلافت قائم فرمائیگا جیسی خلافت پہلے لوگوں میں قائم کی گئی تھی اور اس خلافت کا مقصد و مدعا یہ ہے کہ تا وہ دین جو ایک نبی کے ذریعہ قائم کیا گیا ہے وہ مضبوطی کیساتھ دُنیا میں قائم ہو جائے اور ابتدائی حالت میں جو کمزوری اور خوف کی حالت ہوتی ہے وہ دُور ہو کر امن کی حالت قائم ہو جائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث شریف میں بھی یہ ارشاد فرمایا ہے کہ ما کانت نبوّۃ قط الّا تبعھا خلافۃ (کنز العمال جلد ۶) یعنی نبوت کے بعد نظام خلافت ضرور جاری ہوتا ہے۔ کیونکہ یہی وہ نظام ہے جس سے سلسلہ نبوت کے مقاصد کی تکمیل ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ کے نبی دُنیا میں ابدی زندگی لیکر نہیں آتے۔ بلکہ دوسرے انسانوں کی طرح ایک محدود زندگی گذار کر اپنے خالقِ حقیقی کے پاس چلے جاتے ہیں اسلئے انکی وفات کے بعد انکی جماعتوں کو قائم رکھنے انکی حفاظت، تربیت اور نگرانی کرنے کیلئے ضروری ہے کہ سلسلۂ خلافت جاری ہو۔ اور یہی وہ اہم غرض ہے جس کیلئے اللہ تعالیٰ نے اس بابرکت نظام کو جاری فرمایا ہے۔

مسئلہ اقتداء غیر احمدیاں

غیر مبایعین کا انحراف

(مکرم مولوی رشید احمد صاحب چغتائی مولوی فاضل واقفِ زندگی)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک کشف

اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء و انبیاء کو بہت سی غیب کی باتوں پر قبل از وقت اطلاع دیدیتا ہے جو کہ انکے تعلق باللہ اور انکی سچائی کا زبردست ثبوت بنتی ہیں۔ چنانچہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا مندرجہ ذیل کشف جہاں اہلِ پیغام کے ناحق پر ہونیکا ایک واضح ثبوت ہے وہاں طالبین حق کیلئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے

منجانب اللہ سچے برگزیدہ ہونیکا ایک نشان ہے"۔۔۔۔۔ یہ کشف حضرت پیر سراج الحق صاحب رضی نے تذکرۃ المہدی حصہ دوم میں شائع فرمایا ہے۔ نیز حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے نے "سیرۃ المہدی" حصہ دوم ص۸۲ پر اسی حوالہ سے اسے درج فرمایا ہے:۔ "ایکدفعہ قادیان میں بہت سے دوست بیرونجات سے آئے ہوئے حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر تھے! اور منجملہ انکے حضرت خلیفہ اول رض اور مولوی عبد الکریم صاحب اور مولوی محمد احسن صاحب اور منشی ظفر احمد صاحب اور محمد خان صاحب اور منشی محمد اروڑا صاحب اور مولوی عبد القادر صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحب اور مولوی محمد علی صاحب اور شیخ غلام احمد صاحب اور ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب وغیرہم بھی تھے مجلس میں اس بات کا ذکر شروع ہوا کہ اولیاء کو مکاشفات میں بہت کچھ حالات منکشف ہوجاتے ہیں۔ اسپر حضرت اقدس تقریر فرماتے رہے اور پھر فرمایا کہ آج ہمیں دکھایا گیا ہے کہ اِن حاضر الوقت لوگوں میں سے بعض ہم سے پیٹھ دیئے ہوئے بیٹھے ہیں اور ہم سے روگرداں ہیں۔ یہ بات سن کر سب لوگ ڈر گئے اور استغفار کرنے لگ گئے۔ اور جب حضرت صاحب اندر تشریف لیگئے تو سید فضل شاہ صاحب بہت گھبرائے ہوئے اٹھے اور انکا چہرہ فق تھا اور انہوں نے جلدی سے آپکے دروازہ کی زنجیر ہلائی۔ حضرت صاحب واپس تشریف لائے اور دروازہ کھولکر مسکراتے ہوئے پوچھا شاہ صاحب! کیا بات ہے؟ شاہ صاحب نے عرض کیا کہ میں حضور کو حلف تو نہیں دے سکتا کہ ادب کی جگہ ہے! ورنہ میں اوروں کا حال دریافت کرتا نہیں صرف مجھے میرا حال بتا دیجئے۔ کہ میں تو روگرداں لوگوں میں سے نہیں ہوں؟ حضرت صاحب بہت ہنسے اور فرمایا نہیں شاہ صاحب! آپ ان میں سے نہیں ہیں! اور پھر ہنستے ہنستے دروازہ بند کر لیا۔ اور شاہ صاحب کی جان میں جان آئی"۔

غیر مبایع اکابرین اس کشف کے بارے میں قطعاً انکار نہیں کر سکتے (بشرطیکہ ان میں سچائی کا بیج مٹ نہ گیا ہو) خواہ عداوتِ محمود ایدہ اللہ ان کے سینوں میں کس قدر ہی بھری ہوئی ہو کیونکہ وہ خود اس مجلس میں موجود تھے۔ پس اے گروہِ غیر مبایعین خدارا آپ میں سے ہر ایک سوچے اور ٹھنڈے دل سے غور کرے کہ حضور کا یہ کشف مطابق حقائق مندرجہ ذیل کس وضاحت سے عہد خلافتِ ثانیہ میں آپ پر پورا ہوا۔

اللہ تعالیٰ کے انبیاء اور اولیاء کی بعض پیشگوئیاں اور مکاشفات ایسے رنگ میں ہوتے ہیں جو ان کے خلفاء کے عہد میں پورے ہوتے ہیں۔ اسکی واضح مثالوں میں سے ایک مثال یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اوتیت مفاتیح قیصر و کسریٰ (بخاری شریف) مگر یہ پیشگوئی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں ظہور میں نہ آئی تھی۔ بلکہ خلیفہ ثانی امیر المومنین حضرت عمر رض کے زمانہ میں من وعن پوری ہوئی۔ پس اسی طرح حضرت مسیح موعود کا یہ کشف خلافتِ ثانیہ یعنی حضرت فضل عمر امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود کے عہدِ مبارک میں ظہور پذیر ہوا۔

اکابرین پیغام کا جماعت حقہ سے علیحدہ ہونا اور کشف مذکورہ کا خلافت ثانیہ میں پورا ہونا

پس اس اصل کے مطابق مذکورہ بالا کشف حضرت اقدس علیہ السلام کی زندگی میں ظہور پذیر نہ ہوا۔ اسلئے کہ جن اشخاص کا ذکر اس کشف کی حالت میں موجود ہونیکا ہے۔ ان میں سے ایک بھی حضرت اقدس کے اور حضرت خلیفۃ المسیح اول رضؓ کے عہد میں جماعت سے علیحدہ نہیں ہوا اور نہ ان میں سے کسی نے اپنی نئی جماعت قائم کی۔ بلکہ یہ کشف خلیفہ ثانی امیرالمؤمنین حضرت فضل عمر مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ آپ کے فرزند ارجمند مظہر الحق والعلاء کے زمانہ میں ظاہر ہوا۔ اور جماعت کے جم غفیر میں سے بعض وہ لوگ علیحدہ ہوئے جن کا ذکر کشف کی حالت میں موجود ہونیکا ہو چکا ہے لیکن وہ لوگ جو اس کشف کے مصداق نہ تھے وہ جماعت میں ہی رہے۔ اور انہوں نے خلیفہ وقت (جسے خدا نے اپنے ہاتھ سے قائم کیا) کی بیعت کی۔

چنانچہ ایک تو ان میں سے حضرت سید فضل شاہ صاحب رضؓ ہیں جنہوں نے اسی وقت حضرت مسیح موعودؑ سے دریافت کر کے تسلی کر لی تھی کہ "حضور! میں تو ان روگردانوں میں سے نہیں ہوں"؟ حضورؑ نے فرمایا "نہیں شاہ صاحب! آپ نہیں"۔ بالفاظ دیگر حضرت سید فضل شاہ صاحب رضؓ حضرت اقدس کے حقیقی متبعین اور آپؑ سے روگردانی کرنیوالوں کے درمیان ایک واضح دلیل اور ذریعہ فرق و امتیاز ٹھہرے۔ گویا جس جماعت کیساتھ حضرت شاہ صاحب رضؓ کا تعلق و الستہ رہیگا وہ جماعت یقینی طور پر حضرت اقدسؑ سے روگرداں ہونیوالی جماعت نہیں قرار پا سکتی۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ شاہ صاحب موصوف جماعت احمدیہ قادیان سے وابستہ رہے یا اہل پیغام سے بات صاف ہے یعنی کہ حضرت سید فضل شاہ صاحب رضؓ اپنے بھائی حضرت سید ناصر شاہ صاحب ایس۔ ڈی او کشمیر مرحوم و مغفور کی طرح اپنے آخری وقت تک جماعت احمدیہ قادیان اور خلافت کیساتھ وابستہ رہے۔ آپ رضؓ نہایت مخلص اور حضرت مسیح موعودؑ کے سچے عاشق اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے جاں نثار خادم تھے۔ آپ کا مزار مبارک بہشتی مقبرہ قادیان میں موجود ہے اور آپؓ کی اولاد بھی جماعت احمدیہ قادیان اور خلافت حقہ سے وابستہ ہے۔ پس معلوم ہوا کہ مولوی محمد علی صاحب اور ان کے رفقاء کہ جو خلافت کی بیعت سے علیحدہ ہوئے اور قادیان کو چھوڑتے ہوئے یہاں سے نکل کھڑے ہوئے وہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس کشف کے مصداق ہیں۔

چنانچہ ان کا اپنا بیان ملاحظہ ہو:- "جب ہم چار پانچ آدمی قادیان سے نکلے ہیں تو اس وقت ہم نے طے کر لیا تھا کہ ہم مسئلہ تکفیر کا مقابلہ کریں گے" (پیغام صلح مؤرخہ ۲۸ مارچ ۱۹۴۲ء) ہمیں اس بات سے غرض نہیں کہ انہوں نے اسوقت کیا طے کیا۔ اس وقت ان کے اپنے اقرار سے یہ دکھانا مقصود ہے کہ

انہوں نے قادیان سے مُنہ موڑ لیا۔ اور کشف میں جن آدمیوں کے موجود ہونیکا ذکر ہے اُن میں سے بھی صرف یہی تعداد ہے کہ جس نے کیا بلحاظ قادیان کو چھوڑنے اور کیا بلحاظ عقاید باطلہ اختیار کرلینے کے انحراف کیا۔ پس جن پر یہ صادق ہے کہ "ان حاضر الوقت لوگوں میں سے بعض ہم سے پیٹھ دئے ہوئے بیٹھے ہیں اور ہم سے رو گرداں ہیں" عملاً انہوں نے خود علیحدگی اختیار کرکے اس کشف کا مصداق اپنے آپکو ثابت کر دکھایا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ تو حضرت سید فضل شاہ صاحب کا جماعت قادیان سے وابستہ رہنا بیّن ثبوت ہے اس بات کا کہ یہی جماعت حضرت اقدس کی حقیقی متبع اور پیرو ہے۔ اور غیر مبایعین ہی درحقیقت حضرت اقدسؑ کے مسلک سے دُور اور آپ سے روگرداں ہو چکے ہیں۔

امتیاز احمدیت

نئی جماعت کا قیام

قرآن مجید اور احادیث کی رُو سے

(مکرم مولوی شریف احمد صاحب امینی مولوی فاضل)

ہر نبی ایک علیحدہ جماعت قائم کرتا ہے

ہر نبی کی بعثت پر خدا تعالیٰ ایک پاک جماعت قائم کرکے خبیث و طیب، اور حق و باطل میں ایک واضح امتیاز کر دیتا ہے۔ چونکہ اُن پاکباز لوگوں کا گروہ خداتعالیٰ کی خاص نظر اور فضل و کرم کے ماتحت ہوتا ہے اسلئے وہ جماعت دن دگنی رات چوگنی ترقی کرتی ہے۔ یہ خبیث و طیب کا امتیاز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے ساتھ بھی ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان مطہر وجودوں کو دینی و دنیوی ترقیات عطا فرما کر دُنیا میں ممتاز جماعت بنا دیا۔ مگر جہاں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اسلامی ترقیات کے نظارے دکھلائے وہاں آپ کی امت کے ادبار و تنزل سے بھی آپکو اطلاع دی۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم ثم یفشو الکذب" کہ بہترین صدی میری ہے اور پھر ان کے بعد آنیوالے لوگ۔ پھر ان کے بعد آنیوالے لوگ۔ بعد ازاں مسلمانوں میں جھوٹ جو کہ تمام بدیوں کی جڑھ ہے پھیل جائیگا۔ لیکن اسلام کے تنزل و ادبار کی خبر دیکر

ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے اسلامی دین کی تجدید اور احیاء کی بشارات بھی دیں۔ اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا زمانہ مسیح موعود کا زمانہ قرار دیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

"ھو الذی بعث فی الامیین رسولاً منھم یتلوا علیھم آیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتٰب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلٰل مبین وآخرین منھم لما یلحقوا بھم وھو العزیز الحکیم۔" (الجمعہ) اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے امیین کے اندر ایک عظیم الشان رسول ان میں سے مبعوث فرمایا۔ جو انکو خدا تعالیٰ کی آیات سُناتا ہے۔ ان کا تزکیہ کرتا ہے اور علم الکتاب اور حکمت سکھاتا ہے۔ یہ لوگ اس سے پہلے ضلال مبین میں مبتلا تھے۔ اور گروہ آخرین میں بھی ایک رسول مبعوث کریگا۔ یہ گروہ ابھی پہلے گروہ سے نہیں ملا۔ وہ خدا عزیز و حکیم ہے۔

مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت پر ایک علیحدہ جماعت کا قیام ضروری تھا

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ان آیات کا نزول ہوا تو صحابہ کرامؓ نے آخرین میں مبعوث ہونیوالے رسول کے متعلق دریافت کیا تو حضورؐ نے سلمان فارسی کی پشت پر ہاتھ رکھکر فرمایا "لو کان الایمان معلقاً بالثریا لنالہ رجال او رجل من ھؤلاء" (بخاری کتاب التفسیر) کہ اگر ایمان ثریا پر بھی چڑھ جائیگا تب بھی اللہ تعالیٰ ایک فارسی الاصل شخص کے ذریعہ اس ایمان کو واپس دُنیا پر لائیگا۔ اور یہی مہدی و مسیح کی آمد کی بشارت تھی۔ یہ بشارت پاکر حضورؐ نے فرمایا "کیف تھلک امۃ انا اولھا والمسیح ابن مریم آخرھا" (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۲۰۲ و مشکوٰۃ) یعنی یہ امت محمدیہ ہرگز ہلاک نہ ہوگی کیونکہ اسکو ہلاکت اور ضلالت سے نجات دینے والے دو مبارک وجود ہیں۔ پہلا وجود خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جو آغاز امت میں ہے اور اُن کیلئے بجائے ہند ہے۔ اور دوسرا وجود مسیح موعودؑ کا ہے جو اس گروہ کو ضلالت سے نجات دیگا جو امت محمدیہ کے آخرین ہوگا اور یہی وجہ ہے کہ اسکی جماعت آخرین منھم کہلائیگی اور وہ زمانہ بھی خیر و برکت اور خدائی انعامات کے حصول کا زمانہ ہوگا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا "خیر ھذہ الامۃ اولھا وآخرھا۔ اولھا فیھم رسول اللہ وآخرھا فیھم عیسیٰ ابن مریم وبین ذٰلک فیج اعوج لیسوا منی ولست منھم" (حجج الکرامہ صفحہ ۴۲۴) کہ اس امت کا پہلا حصہ اور آخری حصہ افضل ہے کیونکہ ابتدائے امت میں خود محمد رسول اللہ صلعم موجود ہیں اور آخری جماعت میں عیسیٰ موجود ہوگا۔ درمیان کا زمانہ فیج اعوج ہے میرا ان سے کوئی تعلق نہیں۔ اور انکو مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔ پس اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ اس امت میں دو گروہ ہی افضل اور منعم علیھم ہیں۔ ایک اصحاب النبی صلعم اور دوسرے اصحاب المسیح الموعودؑ۔

(باقی)

بہائیت

عباسیّت

بابیت، ازلیت اور بہائیت ایسے مختلف جاموں کو پہننے اور اتارنے کے بعد بہاء اللہ کی وفات پر عباسیت کے نئے جامہ میں ظاہر ہوئی۔

عباسیت مرزا حسین علی بہاء اللہ کے بیٹے عباس آفندی کے نام سے موسوم ہے جس کا معتقد بہائیوں کا وہ حصہ ہے جس نے بہاء اللہ کے بعد عباس آفندی کو اس کا جانشین تسلیم کیا۔

عباس آفندی ۲۳ مئی ۱۸۴۴ء کو طہران میں پیدا ہوا جس دن کہ علی محمد نے "باب" ہونے کا دعویٰ کیا۔ (دی یونیورسل ریلیجن بہائی ازم صفحہ ۹۱)

بہاء اللہ کی وصیت

بہاء اللہ نے "اقدس" میں اپنے بعد اپنے بیٹوں کو اپنا جانشین مقرر کیا۔ اور انہیں کو اپنے اوقاف کا وارث اور حاکم قرار دیا۔ اقدس میں اس نے "یرجع الحکم الی الاغصان" کے ماتحت اپنے بعد عباس آفندی غصن اعظم کو اپنا جانشین قرار دیا۔ اور پھر اسکے بعد اپنے دوسرے بیٹے مرزا محمد علی غصن اکبر کو دوسرا جانشین مقرر کیا۔ (الکواکب الدریہ جلد دوم صفحہ ۲)

بہاء اللہ نے اپنی وراثت اور جانشینی کے متعلق جملہ امور کو "کتاب عہدی" میں اپنی وفات سے دو سال قبل درج کر دیا تھا۔

عباس آفندی بہاء اللہ کی وفات پر ۲۹ مئی ۱۸۹۲ء میں اس کا جانشین ہوا۔ اور جب سے عبد البہاء کے نام سے معروف ہوا۔

بہاء اللہ کا نقش ثانی

باوجود اس کے کہ بہاء اللہ نے اپنی وصیت میں اپنے فرزندوں کو اتفاق و محبت سے رہنے کی تلقین کی لیکن بہاء اللہ کے آنکھیں بند کرتے ہی عباس آفندی نے اپنے چھوٹے سوتیلے بھائی مرزا محمد علی کے ساتھ گذشتہ خاندانی روایات کے مطابق ہی سلوک کیا۔ بہاء اللہ نے بھی باب کے قتل کے بعد باب کی وصیت کے برخلاف اپنے سوتیلے بھائی مرزا یحییٰ صبح ازل کو باب کا جانشین نہ ہونے دیا اور خود اس عہدہ پر غاصبانہ دست درازی کی۔ الولد سر لابیہ (بیٹا باپ کا راز ہوتا ہے)۔ عباس آفندی نے بھی اپنے سوتیلے بھائی سے یہی سلوک کیا اور اس کو ہمیشہ کیلئے بہاء اللہ کی وصیت کے برخلاف بہاء اللہ کی جانشینی سے محروم

کر دیا۔ (کشف الحیل جلد سوم صفحہ ۶۲)

نظر بندی سے آزادی

عباس آفندی بہاء اللہ کی طرح عکہ میں نظر بند رہا۔ تا وقتیکہ سلطان عبد الحمید نے جب ۱۸۷۶ء کے دستور کو ۱۹۰۸ء میں دوبارہ قائم کیا۔ اور سلطنت کے تمام سیاسی قیدیوں کو رہا کر دیا۔ (دی یونیورسل ریلیجن بہائی ازم صفحہ ۹۴)

اِس دستور کے جاری ہونے پر عباس آفندی پر سے بھی قید کی بندشیں اٹھائی گئیں۔

یورپ و امریکہ کا سفر

عباس آفندی ۱۹۱۰ء میں عکہ سے پورٹ سعید گیا۔ اور ایک ماہ کے بعد واپس عکہ آگیا۔ واپسی کے چند ماہ بعد وہ ۱۹۱۱ء میں سکندریہ اور پھر مصر گیا اور وہاں سے یورپ کے سفر پر روانہ ہوا۔ ۱۹۱۱ء میں پیرس سے واپس مصر پہنچا اور اگلے سال مصر سے عازم امریکہ ہوا۔ ۱۱ ؍اپریل ۱۹۱۲ء کو نیویارک میں وارد ہوا۔ ۲۰؍ اپریل ۱۹۱۳ء کو واشنگٹن پہنچا اور وہاں سے جون ۱۹۱۳ء کو واپس پورٹ سعید۔ عباس آفندی یورپ اور امریکہ کی سیاحت کیلئے دو سال تین ماہ اور کچھ دن سفر پر رہا۔ (الکواکب الدریہ جلد دوم صفحہ ۱۲۳ تا صفحہ ۲۲۹)

امریکہ سے واپسی پر عباس آفندی نے بجائے عکہ کے حیفا میں قیام کیا اور اس طرح عکہ جو بہائیت کا مرکز تھا اس کی بجائے حیفا عباسیت کا مستقل مرکز بن گیا۔ (الکواکب الدریہ جلد دوم صفحہ ۲۳)

یورپ و امریکہ میں بہائیت کی اشاعت

بہاء اللہ کے بعد عباس آفندی کے زمانہ میں عقائد باطلہ کی اس اختراع کی اشاعت یورپ و امریکہ میں ہونی شروع ہوئی۔ ۱۹۰۱ء میں پہلی دفعہ ابراہیم خیر اللہ لطور عباسی مبلغ کے امریکہ گیا۔ اس کے علاوہ یورپ کے بعض ممالک میں بھی چند مبلغین گئے لیکن کسی نے بھی باقاعدہ مشن قائم نہ کیا۔ گو بعض مقامات پر چند لوگ اس نظر فریب تعلیم کے معتقد ضرور ہو گئے۔

گو بہاء اللہ کی تعلیم اور اس کا دعویٰ پہلے ہی اپنی مصلحت اندیشانہ پیچیدگیوں کی وجہ سے اپنے اندر ہر طرح کی لچک رکھتا تھا "ہر کسے رُخ دیگر دارد" کا مصداق تھا۔ لیکن "ہر کہ پدر نتواں کرد پسر تواں کرد" عباس آفندی نے اپنے باپ کی طرح قرآن و اسلام کے برخلاف اِس بیباکانہ اقدام پر ہی اکتفا نہ کیا بلکہ مزید لچک میں مصلحت سمجھی۔

عباسیت اور بہائیت

بہاء اللہ کے بعد بہائیت عباسیت کے نئے روپ میں ظاہر ہوئی لیکن اپنے نقوش میں مختلف۔ عباسیت بہائی تعلیم کے سراسر برخلاف عقاید کو پیش کرتی تھی۔ عباسیت کے نزدیک ایک شخص بُت پرست، عیسائی، یہودی اور مسلمان ہوتے ہوئے اگر بہاء اللہ کو

ایک محترم ہستی کے طور پر مان لے تو وہ بہائی کہلا سکتا ہے۔ بہاء اللہ کا دعویٰ تھا کہ اس کی تعلیم ایک ہزار سال تک بغیر کسی تبدیلی اور تنسیخ کے جاری رہیگی لیکن اس کے جانشین عباس آفندی نے بہاء اللہ کے جاری کردہ کئی احکامات میں تحریف کر دی۔ اور اس غرض کے پیش نظر کہ بہائیت امریکہ اور یورپ جیسے آزاد خیال ممالک میں زیادہ سے زیادہ اشاعت پذیر ہو اس کے احکامات میں انتہائی لچک پیدا کر دی عباس آفندی مادہ کو قدیم مانتا تھا اور آخرت سے منکر تھا۔ "اصحاب الیسر" میں بہاء اللہ نے اپنے منکرین کو اہل دوزخ قرار دیا ہے اور "اقدس" میں ان کو مشرک، کافر اور جہنمی قرار دیا ہے لیکن عباس آفندی کے نزدیک بہاء اللہ کا ماننا ضروری نہیں بلکہ بہاء اللہ کے ساتھ محض حُسنِ عقیدت نجات کے لئے کافی سمجھی جاتی ہے۔

دیوارِ کج بر خشتِ کج

بابیت، بہائیت اور عباسیّت کے بطلان کے لئے کسی کد و کاوش اور بیرونی شواہد و دلائل کی چنداں ضرورت نہیں۔ اس دیوارِ کج کی بُنیاد ہی خشتِ کج پر رکھی گئی ہے۔ جس پر کہ ہر آئیند اینٹ بہر حال ٹیڑھی رکھی جانی ضروری تھی۔

باب نے جو تعلیم دی اس کے متعلق اس کا دعویٰ تھا کہ اس کے جاری کردہ احکامات میں آئندہ کوئی تبدیلی نہ ہوگی۔ مگر بہاء اللہ نے برسرِ اقتدار آتے ہی باب کی تعلیم کے اکثر احکامات کو منسوخ کر دیا۔ اسی طرح بہاء اللہ نے یہ دعویٰ کیا کہ اس کی تعلیم ایک ہزار سال تک منسوخ نہ ہوگی لیکن بیٹے کا باپ کے نقشِ قدم پر چلنا ضروری تھا۔ چنانچہ جب وہ برسرِ اقتدار آیا تو اس نے بہاء اللہ کی تعلیم کے برخلاف "من ارادہ اللہ" ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور بہاء اللہ کی جاری کردہ تعلیم کے اکثر حصّوں پر خطِ غلط پھیر دیا۔ اور اس کی جگہ کئی نئے احکامات جاری کئے۔

بعض کا خیال ہے کہ وہ بہائی تعلیم کے برخلاف اسلامی تعلیم کا پابند تھا اور اسلامی احکامات پر عمل پیرا تھا لیکن اس ضمن میں کوئی اطمینان بخش تحقیق حاصل نہیں۔ کہ فی الواقع اس میں ایسی تبدیلی تھی یا کہ محض تقیہً وہ منافقت کے رنگ میں جب مسلمانوں سے ملتا تو ان کے ساتھ نمازوں میں شامل ہوتا۔ بعض لوگ اس کی اس تبدیلی کی تائید میں اس کی بعض تصانیف کو پیش کرتے ہیں کہ ان کے اکثر حصص اسلامی تعلیم پر مبنی ہیں اور قرآن شریف سے مستنبط ہیں۔ اگر یہ بات فی الواقع ایسی ہی ہے تو بہائیت جو کہ قرآن شریف کو منسوخ کرنے کے دعویٰ کے ساتھ کھڑی ہوئی اس کے بانی کی موت کے ساتھ ہی منسوخ ہو گئی۔ کتنا افسوسناک اور عبرتناک انجام ہے ان مدعیانِ باطلہ کا جو خدائے بلند و برتر قادرِ مطلق کی آواز کے مقابلہ پر اپنی باطل پرست پست آواز کو بلند کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔ اور اپنے غلط دعویٰ سے نہ صرف ابدی رسوائی کو مول لیتے ہیں بلکہ اس معبودِ حقیقی کی حقانیت کے لئے ایک نیا اور تازہ ثبوت مہیّا کرتے ہیں جس کے نتیجہ میں پھر

ایک بار مخلوقِ خدا کا وہ حصہ جو غلط اور گمراہ کن ترغیب سے خدا سے برگشتہ ہو رہا ہوتا ہے اپنی انجام ہی سے خدا کی طرف متوجہ ہوتا ہے کہ فی الحقیقت خدائے بلند و برتر ہی ان کا حقیقی خالق اور مالک ہے۔

سر کا خطاب

عباس آفندی حکومتوں کے ساتھ مراسم کا خواہشمند رہا۔ گذشتہ جنگ عظیم میں وہ اتحادیوں کی حمایت میں تھا۔ جس کے نتیجہ میں اس کو سر کا خطاب دیا گیا۔ (الکواکب الدریہ جلد دوم ص ۲۹۶) عباس آفندی ایسا مذہبی پیشوا یقیناً حکومتوں کے ان اعزاز اور خطابات کا محتاج تھا!

جانشینی

عباس آفندی ۷۷ سال عمر پا کر ۱۹۲۱ء میں فوت ہوا۔ عباس آفندی کی کوئی نرینہ اولاد نہ تھی۔ اس کا نواسہ شوقی آفندی اس وقت آکسفورڈ میں تعلیم پا رہا تھا۔ شوقی آفندی عباس آفندی کی وفات کی اطلاع پر ایک ماہ بعد واپس لوٹا اور عباس آفندی کی وصیت کے مطابق اس کا جانشین ہوا۔

وصیّت

عباس آفندی نے یہ وصیت ۱۹۰۶ء میں اپنی وفات سے تقریباً پندرہ سال قبل لکھی جس میں اس امر کا اظہار کیا گیا کہ مرزا محمد علی غصن اکبر کی بیوفائی کی وجہ سے وہ مجبور ہے کہ اپنے بعد اپنے نواسے شوقی آفندی کو اپنا جانشین مقرر کرے۔ حالانکہ حقیقت در اصل یہ تھی کہ عباس آفندی نے اپنے سوتیلے بھائی مرزا محمد علی کو ابتدا سے ہی بہائی اوقاف اور وراثت سے بالکل علیحدہ کر دیا تھا۔ اور وہ نہیں چاہتا تھا کہ بہاء اللہ کی وصیت کے مطابق غصن اعظم (عباس آفندی) کے بعد غصن اکبر (مرزا محمد علی) اس حق وراثت کو سنبھالے۔ چنانچہ بہاء اللہ کی واضح وصیّت کے برخلاف بجائے مرزا محمد علی کے ساتھ اتفاق و محبت کا پیمان قائم رکھنے کے ابتدا سے ہی اختلافات کی ایسی مستقل بنیاد رکھدی جو ہر روز پختہ تر ہوتی گئی۔ شوقی آفندی کو جبکہ وہ ابھی دس گیارہ سال کا ہی تھا ۱۹۰۶ء میں اپنی وفات سے پندرہ سال قبل جانشین نامزد کر دینا اختلافات کی اس خلیج کو در حقیقت مستقل حیثیت دینا مقصود تھا۔

عباس آفندی نے اپنے اس وصیت نامہ میں شوقی آفندی کو "غصن ممتاز" "ولی امر اللہ" اور "رئیس لا یعزل بیت العدل" کے خطابات سے ممتاز کیا۔

عباس آفندی نے اس وصیت نامہ کو ۱۹۰۶ء میں لکھنا شروع کیا لیکن اس کی تکمیل کئی ایک سال بعد ہوئی۔

عباس آفندی کی وفات کے چالیس روز بعد ایک مجلس بلائی گئی جس میں بزرگ رشتہ داروں اور اکابر بہائیوں کو اکٹھا کیا گیا۔ ان سب کی موجودگی میں اس وصیت نامہ کو پڑھا گیا اور اس کے مطابق شوقی آفندی کو عباس آفندی کا جانشین مقرر کیا گیا۔ اور اس طرح بہاء اللہ کی وصیت کے برخلاف مرزا محمد علی کو

بہاءاللہ کی "بالشیخو" سے ہمیشہ کے لئے محروم کردیا۔

ہر کہ آمد عمارتِ نو ساخت

باب سے لیکر شوقی آفندی تک کے تمام واقعات اس امر پر ایسی واضح دلیل مہیا کرتے ہیں کہ یہ سارا تانا و پود خدا تعالےٰ کی طرف سے نہیں، بلکہ چند جاہ و دولت پسند فضول کی ایسی اختراع تھی جس کے دھاگے ہر موقعہ پر ٹوٹتے رہے ہے۔ باب کے بعد جو بھی برسر اقتدار آیا اس نے "ہر کہ آمد عمارتِ نو ساخت" کا ہی راگ الاپا اور اپنے پیش روؤں کے کسی حکم کا بھی احترام نہ کیا۔

وہ جو خدا تعالےٰ اپنے حقیقی خدا کی عظمت کو قائم نہیں کرتے بلکہ خود خدائی کا دعوےٰ کرکے اس ذاتِ برتر کا احترام نہیں کرتے، خدا پھر کب اجازت دیتا ہے کہ ایسے ناکام اور ناکارہ لوگوں کا احترام قائم ہو۔ بلکہ اس کے برخلاف ان کو اس طرح ذلیل و خوار کرتا ہے کہ ان کی ناکامی و نامرادی خدا تعالیٰ کی قدرت کا ایک ایسا عظیم الشان نشان بن جاتی ہے جو ایک لمبے عرصہ تک بعد میں آنیوالوں کے لئے عبرت اور تنبیہ کے طور پر خدا تعالیٰ کی مخالفت کے خطرناک نتائج سے آگاہ کرتا رہتا ہے۔

مگر عبرت صاحبِ بصیرت ہی کے لئے ہوتی ہے۔

چشمۂ اصفیٰ

قرآن کامل توحید لایا۔ قرآن نے عقل اور نقل کو ملا کر دکھلایا۔ قرآن نے توحید کو کمال تک پہنچایا۔ قرآن نے توحید اور صفاتِ باری پر دلائل قائم کئے۔ اور خدا تعالیٰ کی ہستی کے ثبوت عقلی اور نقلی دلائل سے دیئے۔ اور کشفی طور پر بھی دلائل قائم کئے۔ اور وہ مذہب جو پہلے قصہ کہانی کے رنگ میں چلا آتا تھا اسکو علمی رنگ میں دکھلایا۔ اور ہر ایک عقیدہ کو حکمت کا جامہ پہنایا۔ اور سلسلہ معارفِ دینیہ کا جو غیر مکمل تھا اسکو کمال تک پہنچایا۔ (سرمہ چشم آریہ ضمیمہ حاشیہ صہ ۲۱۲)

"کاش دنیا کو معلوم ہوتا کہ روح کی لذت کس چیز میں ہے۔ اور پھر وہ معلوم کرتی کہ وہ قرآن شریف اور صرف قرآن شریف میں موجود ہے۔" (ملفوظات صہ ۴۱۱)

"اور حقیقت میں روح کی تسلی اور سیری کا سامان اور وہ بات جس سے روح کی حقیقی احتیاج پوری ہوتی ہے، قرآن کریم میں ہے۔" (ملفوظات صہ ۴۰۶)

بہائیت اور نسخ قرآن

قرآن شریف ہمیشہ رہنے والی شریعت ہے

(صاحبزادہ خان عباس احمد خاں صاحب۔ بی۔ اے)

نقلی شواہد

اہل بہاء کا عقیدہ ہے کہ گو حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے وقت میں سچے نبی ہوں مگر اب (العیاذ باللہ) آپ کی شریعت منسوخ ہو گئی ہے۔ اور قرآن کا دائرہ عمل ختم ہو چکا ہے۔ اور امت مسلمہ اپنے دن پورے کر چکی ہے۔ چنانچہ اپنے اس دعویٰ کی تائید میں وہ قرآن کریم سے بھی دو حوالے پیش کرتے ہیں۔

اوّل :۔ ما ننسخ من اٰیۃ او ننسھا نات بخیر منھا او مثلھا الم تعلموا ان اللہ علیٰ کل شیءٍ قدیر۔

دوئم :۔ یدبر الامر من السماء الی الارض ثم یعرج الیہ فی یوم کان مقدارہ الف سنۃ مما تعدون۔

حوالہ نمبر ۱ کے متعلق جاننا چاہیے کہ اس میں لفظ آیت سے مراد قرآن کریم کی آیت نہیں ہے۔ بلکہ اس سے مراد وہ آیت ہے جس کا ذکر اس آیت کے سیاق و سباق میں ہو رہا ہے۔ آیت نسخ سے ملحقہ ماقبل آیت یہ ہے کہ ما یود الذین کفروا من اھل الکتٰب ولا المشرکین ان ینزل علیکم من خیر من ربکم واللہ یختص برحمتہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم۔ ترجمہ :۔ اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ اور مشرکین کو یہ پسند نہیں کہ اے مسلمانو! تم پر تمہارے رب کی طرف سے خیر یعنی قرآن کریم کا نزول ہو۔ مگر اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنی رسالت سے مخصوص کر لیتا ہے۔ اللہ بڑے فضل والا ہے۔

آیت نسخ کی ماقبل آیت سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ یہاں آیت سے مراد اسلام سے قبل نازل ہونیوالی الہامی ہدایات ہیں۔

اس کے علاوہ اگر اس جگہ آیت سے قرآن کریم کی آیت ہی مراد لی جائے تب بھی یہ لازم نہیں آتا کہ قرآن کریم منسوخ ہو گیا ہے کیونکہ اس آیت کے ابتدا میں مَا شرطیہ ہے جس کی وجہ سے معنے یہ بنتے ہیں کہ اگر ہم کسی آیت کو منسوخ کر دیں تو اس سے بہتر لے آتے ہیں۔ اس جگہ یہ قطعاً ذکر نہیں کہ ہم نے قرآن شریف کی آیات کو فی الواقعہ منسوخ کر دیا ہے۔ اگر فی الواقعہ منسوخ کر دیا ہے تو اس کیلئے اہلِ بہا کو قرآن کریم سے کوئی اور حوالہ پیش کرنا ہوگا۔

آیت فسخ سے جو اہلِ بہا کے ادعا کا سقم ظاہر ہوتا ہے غالباً اس کو دُور کرنے کے لئے وہ آیت نمبر ۲ جس کا ذکر اوپر گذر چکا ہے پیش کرتے ہیں۔ اس سے وہ یہ استدلال کرتے ہیں کہ ہزار سال کے بعد قرآن شریف منسوخ ہو جائے گا۔ یہ آیت بھی دراصل عقلی اور نقلی طور پر ان کے ادعا کو غلط قرار دے رہی ہے اور خود اس آیت کا سیاق و سباق بتا رہا ہے کہ جو معنے بہائی لوگ کرتے ہیں وہ درست نہیں ہیں۔ یہ آیت دراصل اس مضمون کو بیان کرتی ہے جس کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم۔ اور پھر فرمایا کہ اس کے بعد جو لوگ ہوں گے نہ ان کا مجھ سے کوئی حصہ ہے اور نہ میرا ان سے کوئی تعلق ہے۔ اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے اسی مضمون کو بیان فرمایا ہے۔ کہ پہلی تین صدیوں میں اسلام کو قائم اور مستحکم کیا جائیگا۔ اور اس کے بعد جو صدیاں آئیں گی ان میں اسلامی شریعت اور خدا تعالیٰ کی روحانی بادشاہت خدا تعالیٰ کی طرف اٹھنی شروع ہو گی۔ حتیٰ کہ ہزار سال کے بعد یہ حال ہو گا کہ جس کے متعلق رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ یوشك ان یاتی علی الناس زمان لا یبقی من الاسلام الا اسمه ولا یبقی من القرآن الا رسمه۔

پہلی تین صدیوں میں جو امر الٰہی نازل ہوا تھا وہ ان تین صدیوں کے گزرنے کے بعد پھر اپنے اصل مقام جہاں سے وہ نازل ہوا تھا اُٹھنا شروع ہو گا اور اس کے عروج کا زمانہ ہزار سال ہو گا۔ ہزار سال گذرنے کے بعد جب زمین اور آسمان کا کامل انقطاع ہو چکا ہو گا۔ اس کے متعلق رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لوکان الایمان معلقاً بالثریا لناله رجل او رجال من ابناء فارس۔ کہ ایسی حالت میں اگر ایمان ثریا تک بھی پہنچ گیا ہو گا تب بھی اہلِ فارس میں سے ایک یا چند اشخاص اس کو پھر زمین پر لے آئیں گے۔ روحانی امور کا تعلق آسمان سے ہے۔ اس کا نزول و صعود آسمان ہی سے ہوتا ہے۔ بہائیوں نے سخت غلطی کھائی ہے جو انہوں نے عروج کے معنے منسوخ ہونے کے کئے ہیں۔ حالانکہ کسی لغت میں بھی عروج کے معنے منسوخ ہو جانے کے نہیں ہیں۔ روحانی امور کا تعلق

چونکہ آسمان سے ہوتا ہے اس کئے وہ نازل بھی آسمان سے ہوتے ہیں اور صعود بھی آسمان ہی کیطرف کرتے ہیں۔ اس مضمون کو قرآن کریم کی ایک اور آیت بھی بیان کرتی ہے۔ من کان یرید العزۃ فللہ العزۃ جمیعاً۔ الیہ یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعہ۔ جو عزت چاہتا ہے تو سب عزت اللہ کے اختیار میں ہے۔ اُسی کی طرف پاک کلام عروج کرتا ہے کیا اس جگہ بھی بہائی لوگ الیہ یصعد الکلم الطیب کے معنے منسوخ ہو جانا کریں گے؟

عقلی دلائل

اس کے علاوہ عقلی طور پر بھی آیت یعرج کے معنے منسوخ ہو جانا نہیں لئے جا سکتے کیونکہ آیت کے الفاظ اس مفہوم کو باطل قرار دیتے ہیں۔ آیت کے الفاظ یہ ہیں کہ ثم یعرج الیہ فی یوم کان مقدارہ الف سنۃ۔ اس آیت میں عروج کی مدت ہزار سال بیان کی گئی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ہزار سال تک عروج ہوتا رہیگا۔ اور اگر عروج کے معنے نسخ کے کریں تب یہ معنے ہونگے کہ قرآن کریم کا نسخ ہزار سال تک ہوتا رہیگا۔ حالانکہ اس بات کو بہائی لوگ بھی تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں۔ بہائی لوگ قرآن کریم کا نسخ باجی یا بہائی شریعت کے نزول کے بعد مانتے ہیں۔ نہ یہ کہ بہائی شریعت کے نزول سے ہزار سال پہلے ہی قرآنی شریعت منسوخ ہونی شروع ہو گئی تھی۔ یہ قرینہ زبردست ثبوت ہے اس امر کا کہ بہائیوں کے کئے ہوئے معنے بالکل باطل ہیں۔

اُمّتِ محمدیہ کی موسوی سلسلہ سے مشابہت

سورہ سجدہ جس میں یہ آیت ہے اسکا مضمون بھی بہائیوں کے معنے کی تردید کرتا ہے۔ اس میں اسلام کے زوال کے بعد اس کی تجدید کا ذکر ہے لیکن وہ تجدید کس طرح ہوگی اس کے متعلق یوں بیان فرمایا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مشابہت دی ہے۔ اور حضرت موسےٰ علیہ السلام کی اُمت کے متعلق فرمایا ہے۔ وجعلنا منھم ائمۃ یھدون بامرنا لما صبروا وکانوا بآیٰتنا یوقنون ۔ کہ بنی اسرائیل کے انبیاء موسوی شریعت کو بحکم الٰہی قائم کیا کرتے تھے۔ جس سے اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ مسلمانوں میں بھی ہم ان میں سے ایسے لوگ کھڑے کرتے رہا کریں گے جو اسلامی شریعت کو قائم اور مستحکم کرتے رہا کریں گے۔

قرآن کریم میں حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ کو موسوی سلسلہ سے مشابہت دی گئی ہے اس مشابہت کی وجہ موسوی سلسلہ کے تیرہ سو سال بعد جس طرح ان میں موسوی شریعت کے تابع ایک مسیح پیدا ہوا تھا ضروری تھا کہ محمدی سلسلہ میں بھی ایک مسیح پیدا ہو، جو محمدی سلسلہ کی تقویت کا

موجب ہو۔ اس مشابہت کے پیش نظر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس زمانہ کیلئے اپنی امت میں ایک مسیح کی آمد کی خبر دی ہے۔ بہاء اللہ وہ مسیح نہیں ہو سکتا کیونکہ آنے والے مسیح کے لئے ضروری ہے کہ وہ محمدی شریعت کا تابع ہو جس طرح کہ موسوی سلسلہ کا مسیح موسوی شریعت کا تابع تھا۔ پس نسخ قرآن کا عقیدہ ان آیات کی روشنی میں جن کو بہائی لوگ اپنی تائید میں پیش کرتے ہیں درست ثابت نہیں ہوتا۔

حفاظتِ قرآن

نسخ قرآن کے خلاف ایک اور زبردست عقلی قرینہ ہم اہل بہاء کے سامنے پیش کرتے ہیں اور اس کی موجودگی میں نسخ قرآن کا عقیدہ رکھنا عقلمندی نہیں اور وہ حفاظتِ قرآن ہے۔

قرآن شریف چونکہ وہ آخری شریعت تھی جسے قیامت تک قائم رہنا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق وعدہ دیا کہ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون ۔ ہم ہی نے اس قرآن کو اتارا ہے اور اب ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔ اب اگر اس زمانہ میں قرآنی شریعت منسوخ ہو گئی ہے تو چاہئے تھا کہ یہ دعویٰ بھی اس سے اُٹھ جاتا لیکن ایسا نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ قرآن کریم کی لفظی و معنوی حفاظت اسی طرح کر رہا ہے جس طرح کہ پہلے کرتا تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھیجکر اس نے قرآن کریم کی ایسی زبردست خدمت کروائی ہے کہ جس سے قرآن شریف بڑی مضبوطی کے ساتھ دنیا میں قائم ہو گیا اور اس قدر انوار و برکات ظاہر ہوئے جو اس سے پہلے لوگوں کے دلوں سے پوشیدہ تھے۔ اب عقلمندی یہی ہے کہ بہائی لوگ اپنے زعمِ باطل کو چھوڑتے ہوئے خدا تعالیٰ کی فعلی شہادت کو قبول کریں ؛

بہائی تعلیم

بہائیت کے متعلق پوری واقفیت نہ ہونیکے سبب بعض سادہ لوح یہ سمجھتے ہیں کہ بہائیت بھی اسلام کے متعدد فرقوں میں سے ایک فرقہ ہے بعض تفصیلی مسائل میں اسلام کے دوسرے فرقوں سے اسے کچھ اختلاف ہو گا لیکن جہانتک اسلامی اصولوں کا تعلق ہے بہائیت اور اسلام میں کوئی فرق نہیں جن لوگوں پر بہائیت کا یہ اثر ہے وہ یقیناً غلطی خوردہ ہیں جسکی وجہ بہائیت سے عدم واقفیت ہے۔ چنانچہ اس غلط اثر کے ازالہ کیلئے ضروری ہے کہ بہائی تعلیم کے بعض حصوں کو قارئین کے سامنے لایا جائے اور یہ ثابت کیا جائے کہ بہائی تعلیم کا اسلام اور قرآن کی تعلیم سے نہ صرف یہ کہ کوئی تعلق نہیں بلکہ بہائیت کی تعلیم قرآن کریم کی تعلیم سے بالکل متضاد تعلیم ہے۔ بہائیت کا قیام اسلام کی تائید کی غرض سے نہ تھا بلکہ اسلام کو نیست کرنے اور اس کی جگہ ایک نئی شریعت کو قائم کرنا اصل مقصود تھا۔ اسلامی شریعت اور اسکے مقابلہ پر بہائی تعلیم کے تفصیلی اصولوں کو پیش

کرنے سے قبل مناسب ہوگا کہ اسلام کے پانچ ارکان سے بہائی اختلاف کو پیش کر کے اسلام اور بہائیت کے بنیادی اختلاف کو ظاہر کیا جائے۔

کلمہ اسلام کا دیگر مذاہب کے مقابلہ پر امتیازی نشان اُس کا وہ عقیدہ ہے جو اس نے خدا تعالیٰ کی توحید کے متعلق پیش کیا ہے جس کے ہوتے ہوئے اسلام میں شرک کی کوئی گنجائش ہرگز باقی نہیں رہتی۔ اسلام نے توحید کی خالص تعلیم ان الفاظ میں پیش کی ہے:-

قل ھو اللہ احد۔ اللہ الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفواً احد۔ اس بارہ میں قرآن شریف کی تمام تعلیم ان مختصر کلمات میں پیش کر دی گئی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لیکن اسکے برخلاف بہاء اللہ نے یہ تعلیم دی:-

انّنی انا اللہ لا الہ الا انا المہیمن القیوم۔ (طراز ششم رسالہ طرازات) وَاِنَّ مَا دُوْنِی خَلْقِی اَنْ یَا خَلْقِیْ اِیَّایَ فَاعْبُدُوْنِ۔ (تجلیات تجلی چہارم) بہاء اللہ نے اپنے آپکو ہی خدا اور معبود قرار دیا ہے جس کے ہوتے ہوئے بہائیت کو اسلام سے مخالف اور متضاد نسبت کے اور کوئی تعلق نہیں ہو سکتا۔

نماز اسلام چوبیس گھنٹوں میں پانچ نمازوں کو فرض قرار دیتا ہے اور ہر نماز کا بغیر کسی شرعی عذر کے باجماعت ادا کرنا ضروری ہے لیکن اسکے برخلاف بہاء اللہ نے "اقدس" میں یہ تعلیم دی ہے:- وقد کتب علیکم الصلوٰۃ تسع رکعات للہ منزل الآیات حین الزوال وفی البکور والاصال وعفونا عدۃ اُخریٰ۔ تین اوقات میں صرف نو رکعات کے پڑھنے کا حکم دیا لیکن نماز باجماعت کا کوئی حکم نہیں۔

روزہ قرآن شریف ہر مومن کیلئے پورے ایک ماہ کے روزے فرض قرار دیتا ہے۔ اسلامی روزہ صبح صادق سے لیکر غروب آفتاب تک رہتا ہے اور اس دوران میں کھانے پینے اور تعلقات زوجیت سے منع فرمایا ہے لیکن ان تمام امور کے برخلاف اقدس میں صرف ۱۹ روزے فرض قرار دیئے گئے ہیں۔ ہر بہائی روزہ طلوع آفتاب سے لیکر غروب آفتاب تک رہتا ہے۔ اس دوران میں کھانے پینے سے تو منع کیا ہے لیکن میاں بیوی کے تعلقات سے کوئی مناہی بیان نہیں کی گئی۔

حج اسلامی حج بیت اللہ ہے لیکن بہائی حج شیراز میں باب کے گھر کا اور بغداد میں بہاء اللہ کے گھر کا ہے۔ (الکواکب الدریہ ص ۳۵۸)

زکوٰۃ اسلام نے زکوٰۃ کے متعلق تفصیلی احکام دیئے ہیں۔ اور زکوٰۃ کے متعلق شرح وغیرہ کے قوانین پورے بسط کیساتھ بیان کئے ہیں مگر بہاء اللہ اس بارہ میں بالکل خاموش ہے۔ صرف باب کی تعلیم کے مطابق ہی قرار دیا ہے کہ سو مثقال سونا میں سے ۱۹ مثقال سونا ادا کیا جائے۔ گو اقدس میں اس نے اس امر کا وعدہ کیا تھا کہ وہ اس کی تفاصیل بیان کریگا، مگر بعد میں اس نے اپنے اس وعدہ کو پورا نہیں کیا۔

اسلام کے نزدیک زکوٰۃ کا مال قومی مال شمار ہوتا ہے کسی شخص کا اس پر ذاتی تصرف جائز نہیں ہے لیکن بہاء اللہ نے ان اموال میں تصرف اپنی زندگی میں تو اپنے لئے مخصوص کیا اور اپنے بعد اپنے بیٹوں کیلئے اور اسطرح قومی مال خاندانی ورثہ قرار دیا۔

اسلام اور بہائیت کے بنیادی اصولوں میں اس قدر شدید اختلاف کے باوجود اس کی اسلام سے کوئی نسبت قرار دینا ایک فریب اور دھوکا محض ہے۔

(حکیم عبداللطیف شہید منشی فاضل پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر رسالہ فرقان قادیان سے شائع کیا)

لا إلٰہ إلا اللہ محمد رسول اللہ

إن تتقوا اللہ یجعل لکم فرقانا

فرقان

قادیان

جنوری ۱۹۴۵ء

مدیر:-
عبدالمنان عمر - ایم - اے

رفقاء احمد کا ماہنامہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم —— نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم :

فرقان قادیان

بابت ماہ وفا / جولائی ۱۳۲۴ ہش / ۱۹۴۵ء

جلد ۴	ترتیب عنوانات	نمبر ۷

ایک عظیم الشان تمثیل

"یَاْتِیْ عَلَیْکَ زَمَنٌ کَمِثْلِ زَمَنِ مُوْسیٰ"

(تذکرہ صفحہ ۴۴۳)

خدا تعالیٰ نے اپنی وحی میں حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو حضرت موسیٰ علیہ السّلام کا مثیل قرار فرمایا اور ساتھ ہی اس امر کے متعلق بھی اطلاع فرمائی کہ بنی اسرائیل کی طرح احمدیت پر بھی چالیس سالہ ابتلاؤں کا دور آنا ضروری ہے۔ چنانچہ فرقان کی گذشتہ اشاعت میں اس چالیس سالہ دور کی تعیین عرض کی گئی تھی۔ اس چالیس سالہ دور کی ابتداء کا زمانہ سنہ ۱۹۰۳ء تا سنہ ۱۹۰۵ء کا زمانہ تھا۔ اور اس چالیس سالہ دور کی انتہا کا زمانہ سنہ ۱۹۴۲ء تا سنہ ۱۹۴۵ء کا زمانہ ہے۔

ایک لطیف تائید

اب اس امر کی تائید میں کہ اس چالیس سالہ دور کا ابتدائی زمانہ سنہ ۱۹۰۲ء تا سنہ ۱۹۰۵ء کا ہی زمانہ تھا۔ ایک بات کا عرض کرنا ضروری ہے۔ اور وہ ایسی لطیف تائید ہے کہ جو خدا تعالیٰ کی قدرت پر ایک زندہ نشان ہے۔ خدا تعالیٰ یقیناً اپنے اندازوں میں ہمیشہ صحیح ہوتا ہے۔ وہ حالات اور واقعات پر انتہائی تصرّف رکھتا ہے۔ ہر امر اُس کے اشارے اور ارادے کا محتاج ہے اس کی اس قدرت اور تصرف کی زندہ مثال مجھے یہاں عرض کرنا ہے۔

تمام تذکرہ میں سے گذر جاؤ۔ تو غیر مبائعین کے متعلق جملہ اخبار غیب۔ الہامات کشوف و رؤیا ایک خاص زمانہ میں یکجائی طور پر اکٹھے ملتے ہیں۔ اور ہماری حیرت کی کوئی حد نہیں رہتی جب ہم ان تمام اخبارِ سماوی کا نزول سنہ ۱۹۰۲ء تا سنہ ۱۹۰۵ء میں متواتر پاتے ہیں۔ یہاں نمونۃً ان میں سے چند کو پیش کر دینا کافی ہوگا۔

۱۸ اپریل سنہ ۱۹۰۲ء

اِنِّیْ مَعَ الرَّسُوْلِ اَقُوْمُ۔ وَمَنْ یَّلُوْمُہٗ اَلُوْمُ۔

اُفْطِرُ وَاَصُوْمُ۔ (تذکرہ صفحہ ۳۹۵)

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ۔

ص

تاریخ	الہام
قریب جولائی ۱۹۰۲ء	اِنِّیْ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ - اِلَّا الَّذِیْنَ عَلَوْا مِنِ اسْتِکْبَارٍ - (ص ۴۰۵)
۱۹ر اکتوبر ۱۹۰۲ء	اِنِّیْ مَعَکَ وَمَعَ اَھْلِکَ - (ص ۴۱۱)
۲۱ر دسمبر ۱۹۰۲ء	یَاْتِیْ عَلَیْکَ زَمَنٌ کَمِثْلِ زَمَنِ مُوْسٰی (ص ۴۲۳)
۲۲ر دسمبر ۱۹۰۲ء	اِنَّہٗ کَرِیْمٌ تَمَشّٰی اَمَامَکَ وَعَادٰی مَنْ عَادٰی (ص ۴۲۳)
۱۶ر مارچ ۱۹۰۳ء	استقامت میں فرق آگیا (ص ۴۳۹)
۲۳ر ستمبر ۱۹۰۳ء	یَا اَحْمَدُ جُعِلْتَ مُرْسَلًا (ص ۴۵۳)
جون ۱۹۰۴ء	"مولوی محمد علی صاحب کو رؤیا میں کہا :- آپ بھی صالح تھے - اور نیک ارادہ رکھتے تھے - آؤ ہمارے ساتھ بیٹھ جاؤ۔" (ص ۴۷۸)
۳۰ر جون ۱۹۰۴ء	"خدا تیری ساری مرادیں پوری کر دیگا۔" (ص ۴۷۸)
یکم فروری ۱۹۰۵ء	اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ لَوْلَا اَنْ تُفَنِّدُوْنِ (ص ۴۸۵)
۵ر اپریل ۱۹۰۵ء	کَفَفْتُ عَنْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ (ص ۴۸۹)
۱۴ر اپریل ۱۹۰۵ء	کئی چھوٹے ہیں جو بڑے کئے جائیں گے - اور کئی بڑے ہیں - جو چھوٹے کئے جائیں گے - (ص ۴۹۶)
۲۰ر نومبر ۱۹۰۵ء	اِنِّیْ مَعَکَ یَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰہِ (ص ۵۲۷)

اختصار کی غرض سے بعض رؤیا اور کشوف کو ارادۃً چھوڑ دیا ہے - اس کے علاوہ

اِنِّیْ مَعَ الرَّسُوْلِ اَقُوْمُ

کے الفاظ اور مفہوم میں کثرت سے خدا کی وحی نازل ہوئی - جسے تکرار کے خیال سے حذف کر دیا ہے۔

خدا کی وحی میں غیر مبایعین کا ذکر

مذکورہ الہامات میں سے ہر الہام اپنے اندر گوناگوں حکمتیں اور تفصیلات رکھتا ہے - جس کے بیان کا یہ موقع نہیں۔

لیکن اجمال کی نظر سے ہمیں حسب ذیل امور کا علم ضرور حاصل ہوتا ہے۔

خدا تعالیٰ نے اپنی اس مبارک وحی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو رسول کے نام سے مخاطب فرمایا - اور اس بات کا انتباہ فرمایا - کہ کسی قوم میں اچھی یا بُری تبدیلی اس کے اپنے اعمال کے نتیجہ میں ہوتی ہے - حضور کی امان میں جو داخل ہوا اُس کی حفاظت کا وعدہ فرمایا - اور جس نے اپنے آپ کو بڑا سمجھا - اور کبر کیا اُس کو اپنی حفاظت سے محروم کر دیا - پھر احمدیت سے حقیقی تعلق رکھنے والے اور صرف ظاہری تعلق

رکھنے والوں کے درمیان وجہ امتیاز بیان فرمادی کہ خدا حضور اور حضور کے اہل کے ساتھ ہوگا۔ یا اُن کے ساتھ جو حضور کے اہل کے ساتھ ہونگے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اس لحاظ سے مثیل قرار دیا۔ کہ جس طرح موسیٰؑ کی قوم پر چالیس سال ابتلاؤں کا زمانہ آیا تھا۔ ویسا زمانہ یہاں بھی مقدر تھا۔ اور بنی اسرائیل کی طرح جماعت احمدیہ کے استقامت پسند حصہ سے ابتلاؤں کے بد اثرات کو روکے رکھا۔ اہل پیغام کے متعلق گو اس وقت بظاہر معلوم نہ ہوتا تھا۔ مگر خدا تعالیٰ نے عرش سے بتا دیا کہ انکی استقامت میں فرق پڑ چکا ہے۔ ان لوگوں کے نام نہاد امیر کے متعلق بتایا گیا کہ وہ بھی کبھی صالح تھے۔ پھر جب حضور نے اپنی اولاد کے لئے دعائیں کیں اور فرمایا:- ع

میری دعائیں ساری کریو قبول باریؔ

تو خدا تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ تیری سب مرادیں پوری کردی جائیں گی۔ اور پھر آخر میں آنے والے یوسف کی زندگی بخش ریح سے متلطف کیا۔ اور اس بات کا وعدہ کیا کہ وہ اپنے رسول کے فرزند دلبند گرامی ارجمند کے ہمیشہ ساتھ ہوگا۔

ان الہامات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ کس طرح ۱۹۰۲ء سے یہ لوگ جو اپنے آپ کو بڑا سمجھتے تھے۔ اور جن کا ایک دن چھوٹا ہونا۔ ذلیل و خوار ہونا ازل سے مقدر تھا۔ پس پردہ اپنی حرکات سے خدا تعالیٰ کو ناراض کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ ۱۹۰۵ء میں ان کا باطن ظاہر ہونا شروع ہوگیا۔ اس عرصہ میں خدا کی وحی میں اس ناراضگی کا بھی متواتر اظہار ہوتا رہا۔ اور ۱۹۰۵ء میں یہ اظہار بھی انتہا کو پہنچ گیا۔ چنانچہ جب سے ۱۹۴۵ء تک چالیس سال کا زمانہ اسی رنگ میں جماعت پر گذرنا مقدر کر دیا گیا۔ جسطرح بنی اسرائیل پر تا کہ خدا تعالیٰ کی بیان فرمودہ تمثیل

یَأْتِیْ عَلَیْکَ زَمَنٌ کَمِثْلِ زَمَنِ مُوْسٰی

ایسی عظیم الشان مماثلت پوری عظمت کے ساتھ واقعات کے پردہ پر ظاہر ہوتی۔

بنی اسرائیل کی تمثیل

بنی اسرائیل کی گستاخیوں کی وجہ سے خدا تعالےٰ نے جو اِن سے معاملہ کیا۔ اسکو گنتی ۱۴: ۳۴ میں اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

"ان چالیس دنوں کے حساب سے جن میں تم اس ملک کا حال دریافت کرتے رہے تھے۔ اب اُن کے پیچھے ایک ایک برس یعنی چالیس برس تک تم اپنے گناہوں کا پھل پاتے رہوگے۔ تب تم میرے مخالف ہو جانے کو سمجھوگے۔"

اس حقیقت کو قرآن شریف نے ان الفاظ میں اشارۃً بیان فرمایا۔

وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِهٖ وَ
اَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ (بقرہ ع ۶)

پھر گنتی ۱۴: ۲۹ میں بنی اسرائیل کی اُن شکایات کی طرف اشارہ کیا کہ جس کے نتیجہ میں وہ خدا تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث ہوئے۔

"تمہاری لاشیں اسی بیابان میں پڑی رہیں گی ۔۔۔ تم سب جتنے گنے گئے اور مجھ پر شکایت کرتے رہے۔ اِن میں سے کوئی اس ملک میں جس کی بابت مَیں نے قسم کھائی تھی کہ تم کو وہاں بساؤں گا جانے نہ پائیگا۔"

بعینہٖ اسی طرح ان لوگوں نے بھی اعتراضات اور شکایات کو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سامنے پیش کرنا شروع کر دیا۔ جن کو حضورؑ نے اِن الفاظ میں بیان فرمایا:۔

"آپ کے پہلے خط جس کا ماحصل جسقدر مجھے یاد ہے یہ ہے کہ میری نسبت آپ نے ۔۔۔۔ ۔۔۔۔۔ جماعت کی طرف سے یہ پیغام پہنچایا تھا۔ کہ روپیہ کے خرچ میں اسراف ہوتا ہے۔ آپ اپنے پاس روپیہ جمع نہ رکھیں۔ اور یہ روپیہ ایک کمیٹی کے سپرد ہو۔ جو حسب ضرورت خرچ کیا کریں۔"

چنانچہ جس طرح بنی اسرائیل میں سے ایسے لوگوں کی لاشوں کو بیابان میں ویران کہا گیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی اپنے اِس مکتوب میں ان کے متعلق فرماتے ہیں:۔

" ایسے لوگوں کو ایک سڑے ہوئے کیڑے کی طرح بھی نہیں سمجھتا جن کے دلوں میں بدگمانیاں پیدا ہوتی ہیں۔"

یقیناً اِن لوگوں کے انجام نے بتا دیا کہ جب سے ہی بدبختی کے بیابانوں میں روحانی مُردوں کی طرح انکی لاشوں کو بُری طرح گھسیٹا گیا۔ اور اِن کو ایک سڑے ہوئے کیڑے کی طرح بھی نہ سمجھا گیا۔

انصار کی تمثیل

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ نے اسی درس قرآن میں بیان فرمایا تھا کہ "انصار کی ذراسی گستاخی سے حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ قیامت تک تم پر سلطنت حرام ہے تم بھی گستاخ ہو رہے ہو۔"

انصار کی اس مماثلت میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اپنے اس مکتوب میں ان لوگوں کے متعلق فرمایا۔

"ایسا اعتراض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی تقسیم اموال غنیمت کے وقت کیے

گیا تھا ...." (الحکم ۳۱ مارچ ۱۹۰۵ء)

یقیناً یہ لوگ بھی اِن گستاخیوں اور شکایات کے نتیجہ میں سلسلۂ حقہ سے اس طرح منقطع ہوئے۔ اور احمدیت کی آنیوالی ترقیات سے اسی طرح محروم بلکہ اس سے زیادہ بُری طرح محروم ہوگئے جسطرح کہ انصار سلطنت اور حکومت سے۔ اِن لوگوں نے اپنی ظاہری وجاہت اور عزت کو بڑھانے کے لئے احمدیت سے علیحدگی اختیار کی۔ اور غیر احمدیوں کی پاپوش برداری اور چاپلوسی میں اپنی عزت سمجھی جس کے نتیجہ میں ہر دو طرف سے ذلّت اور رسوائی نے اُن کا عبرت ناک استقبال کیا۔ انصار نے تو روحانی سلطنت سے ضرور کچھ حصہ لیا۔ لیکن یہ پریشان بخت لوگ ہر دو سے محروم رہے۔

ایک لطیف تمثیل

بالآخر مجھے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے ساتھ مماثلت ایک اور حیثیت سے پیش کر کے اِن گذارشات کو ختم کرنا ہے۔

بنی اسرائیل پر چالیس سالوں کے ابتلاء کی خبر جس تمثیل میں بیان کی گئی تھی اس کو قرآن شریف نے اِس طرح بیان فرمایا ہے:-

"وَوٰعَدْنَا مُوْسٰی ثَلٰثِیْنَ لَیْلَةً وَّ اَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِیْقَاتُ رَبِّهٖ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً ...." (الاعراف ع۱۷)

ابتلاؤں کے زمانہ کی مماثلت رات سے دی جاتی ہے۔ اِن آیات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ابتداءً تیس راتوں یعنی تیس سالوں تک ابتلاء کے زمانہ کا امتداد بیان فرمایا۔ مگر پھر مزید دس سال سے چالیس سال کو پورا کیا بعینہٖ ہم نے اس امر کو یہاں بھی مشاہدہ کیا۔ کہ گذشتہ چالیس سال جو جماعت پر ابتلاء کے گذرے اُسکو دو دوروں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلا دَور تیس سال پر مشتمل تھا۔ لیکن خدا تعالیٰ نے اس دور کو مزید دس سال کے اختتامی دَور کے ساتھ مکمل کیا۔ اور

یہ دس سالہ دَور تحریک جدید کا دس سالہ دَور ہے

جس نے پریشانیوں اور تکالیف کے زمانہ اور ترقیات کے زمانہ کے درمیان حدّ اتّصال کا کام کیا۔ اور جماعت کی آئندہ ترقیات کے لئے اُن بنیادوں کو ڈالنے کے سامان فراہم کئے کہ جن کے بغیر ترقیات کا یہ دَور شروع نہیں ہو سکتا تھا۔ اس کے علاوہ گنتی ۱۴ : ۲۹ تا ۳۴ میں جسطرح بنی اسرائیل کے متعلق بیان فرمایا کہ جنہوں نے شکایات کیں خدا تعالیٰ اُن کو رسوا کریگا۔ اور

ان کی جگہ آئندہ نسل میں سے ایک نئی قوم کو کھڑا کرے گا۔

یہاں بھی خدا تعالیٰ کا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام سے وعدہ تھا جس کو تذکرہ صفحہ ۱۸۱ میں ایک کشف میں

بیان فرمایا ہے :-

"کشفی حالت میں اس عاجز نے دیکھا کہ انسان کی صورت میں دو شخص ایک مکان میں بیٹھے ہیں۔ ایک زمین پر اور ایک چھت کے قریب بیٹھا ہے۔ تب میں نے اس شخص کو جو زمین پر تھا۔ مخاطب کر کے کہا۔ کہ مجھے ایک لاکھ فوج کی ضرورت ہے۔ مگر وہ چپ رہا۔ اور اُس نے کچھ بھی جواب نہ دیا۔ تب میں نے اس دوسرے کی طرف رُخ کیا۔ جو چھت کے قریب اور آسمان کی طرف تھا۔ اور اُسے میں نے مخاطب کر کے کہا۔ کہ مجھے ایک لاکھ فوج کی ضرورت ہے، وہ میری اس بات کو سنکر بولا کہ ایک لاکھ نہیں ملیگی۔ مگر پانچہزار سپاہی دیا جائیگا۔ تب میں نے اپنے دل میں کہا۔ کہ اگرچہ پانچہزار تھوڑے آدمی ہیں پر اگر خدا تعالےٰ چاہے تو تھوڑے بہتوں پر فتح پا سکتے ہیں۔ اُس وقت میں نے یہ آیت پڑھی :-

كَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللّٰهِ "

چالیس سالہ دَور کا اختتام اور مصلح موعود کا ظہور

درحقیقت خدا تعالےٰ نے اپنے نبی کے اِن غیرت مندانہ احساسات کی قدر کی۔ کہ جن کو حضورؑ نے اِن الفاظ میں بیان فرمایا تھا :-

"اصل تو یہ ہے۔ کہ مجھے کسی کی بھی پروا نہیں۔ اگر تمام جماعت کے لوگ متفق ہو کر چندہ بند کر دیں۔ یا مجھ سے منحرف ہو جائیں۔ تو وہ جس نے مجھ سے وعدہ کیا ہوا ہے۔ اور جماعت اِن سے بہتر پیدا کر دیگا۔"
(الحکم ۱۷ مارچ ۱۹۰۵ء)

چنانچہ خدا تعالےٰ نے اسی کشف کے مطابق حضرت موسیٰؑ کی اختتامی دس راتوں۔ بنی اسرائیل کے آخری دس سالوں کی مماثلت میں تحریک جدید کی تکمیل کے دس سالوں میں یہ جماعت جو پانچہزار سپاہیوں پر مشتمل بھی ہے عطا فرمائی ہے۔ اور یہی وہ جماعت ہے کہ جس نے خدا تعالےٰ کے اس موعود غلبہ اور فتح کو قریب تر لایا ہے۔ اور یہی وہ سپاہ ہے جس کی قیادت کے لئے ہمارے اس

اولوالعزم جرنیل سیدنا حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ بنصرہٖ کا ظہور ہوا

اور یہ ظہور بھی عین اسوقت ہوا۔ جب کہ اس پانچہزار سپاہیوں کا آخری انتخاب خدا تعالےٰ نے تحریک جدید کے دس سالہ دَور کے آخری سال میں فرمایا۔

ابتلاؤں کا دَور خدا تعالےٰ کے فضل سے ختم ہو چکا ہے۔ غموں کے سیاہ بادل اب چھٹ چکے ہیں۔ اب خدا تعالےٰ کے انعامات کا دَور شروع ہو رہا ہے۔ اُس کے انعامات خدا تعالےٰ کی رحمتوں کے بادلوں سے برسنا چاہتے ہیں۔

مسئلہ نبوت

نبوتِ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

مکرم مولوی شریف احمد صاحب امینی مولوی فاضل

"فرقان" کی گذشتہ اشاعت میں جن امور کو پیش کیا گیا تھا۔ اُن سے پتہ چلتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے کن معنوں میں اور کب اپنی نبوت سے انکار کیا ہے۔ اور کن معنوں میں اپنی نبوت کا اقرار فرمایا ہے۔ اب ذیل میں اُن حوالہ جات کو درج کرتا ہوں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام نبی تھے۔ اور آپ نے اپنی نبوت کا اعلان فرمایا۔ نبوت کے بارہ میں حضور علیہ السلام کی تحریرات دو قسم کی ہیں۔

اوّل۔ وہ الہامات جن میں اللہ تعالےٰ نے آپ کو نبی و رسول قرار دیا ہے۔ اور حضور علیہ السلام نے اُن الہامات کو اپنی کتب میں درج فرما کر اُن کی عام اشاعت کی ہے۔ دوم۔ حضور علیہ السلام کی وہ تحریرات جن میں حضور علیہ السلام نے خود اپنے آپ کو نبی قرار دے کر اپنی نبوت کا واضح طور پر اقرار کیا ہے۔

(ا) نبوۃ کے بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔ "اِنَّ اللّٰہَ سَمَّانِیْ نَبِیًّا بِوَحْیِہٖ" (الاستفتاء) کہ خدا نے اپنی وحی و الہام کے ذریعہ میرا نام نبی رکھا ہے۔ اس لئے اس ارشاد کے موافق جب ہم حضور علیہ السلام کی وحی پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں ایسے الہامات بکثرت ملتے ہیں جن میں آپ کو نبی اور رسول اور مرسل کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ بطور مثال چند ایک الہامات درج ذیل ہیں:۔

(۱) "جری اللہ فی حلل الانبیاء" (براہین احمدیہ صفحہ ۵۰۴) اس الہام کا ترجمہ حضور علیہ السلام "ایک غلطی کا ازالہ" میں یوں فرماتے ہیں:۔ "یعنی خدا کا رسول نبیوں کے حلّوں میں" (ایک غلطی کا ازالہ)

(۲) "ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ" (براہین احمدیہ صفحہ ۴۹۸) اس الہام کے متعلق حضور علیہ السلام فرماتے ہیں۔ کہ "اس میں صاف طور پر اس عاجز کو رسول کر کے پکارا گیا ہے۔" (ایک غلطی کا ازالہ)

(۳) "محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم" (براہین احمدیہ) اس وحی کے متعلق حضرت فرماتے ہیں:۔ "اس وحی میں میرا نام محمد رکھا گیا اور رسول بھی" (ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۳)

(۴) "دنیا میں ایک نبی آیا - پر دنیا نے اُسے قبول نہ کیا" (ایک غلطی کا ازالہ)

(۵) "قُلْ یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ" (اشتہار معیار الاخیار صفحہ ۳ ۲۵ مئی ۱۹۰۱ء)

(۶) "یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اَطْعِمُوا الْجَائِعَ وَالْمُعْتَرَّ" (تذکرہ صفحہ ۶۹۰ بدر جلد ۶ ع ۱ الحکم جلد ۱۲ ع ۱)

(۷) "یا احمد جعلت مرسلاً"

(۸) "یٰسٓ - وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ - اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ" (تذکرہ صفحہ ۶۰۹)

(۹) "اَنْتَ فِیْھِمْ بِمَنْزِلَۃِ مُوْسٰی - یَاْتِیْ عَلَیْکَ زَمَنٌ کَمِثْلِ زَمَنِ مُوْسٰی - اِنَّا اَرْسَلْنَا اِلَیْکُمْ رَسُوْلًا شَاھِدًا عَلَیْکُمْ کَمَا اَرْسَلْنَا اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا" (تذکرہ صفحہ ۶۰۱)

(۱۰) "کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ" (تذکرہ صفحہ ۱۰۸ البدر جلد ۲ صفحہ ۲۵۳ الحکم جلد ۷ صفحہ ۱۶ ع ۳)

(۱۱) "ان خبر رسول اللہ واقع" (تذکرہ صفحہ ۶۷۲ بدر جلد ۶ صفحہ ۳۴ ع ۳)

(۱۲) "اِنِّیْ مَعَ الرَّسُوْلِ اُجِیْبُ" (تذکرہ صفحہ ۴۳۶)

(۱۳) "اِنِّیْ مَعَ الرَّسُوْلِ مُحِیْطٌ" (تذکرہ صفحہ ۴۳۶)

(۱۴) زمین یا اہل زمین کا مقولہ "یا نبی اللہ کنت لا اعرفک" (تذکرہ صفحہ ۴۳۹ بدر جلد ۲ صفحہ ۲)

(۱۵) "اِنِّیْ مَعَ الرَّسُوْلِ اَقُوْمُ وَاَلُوْمُ مَنْ یَلُوْمُ" (تذکرہ صفحہ ۳۹۶)

(۱۶) "انی مع الرسول فقط" (الحکم جلد ۸ صفحہ ۳۳ ع ۱)

(۱۷) "لا تطأ قدم العامۃ قدم النبی" (تذکرہ صفحہ ۶۵۵) اسکا ترجمہ یوں فرماتے ہیں :- "عام لوگوں کا قدم نبی کے قدم کو پامال نہیں کر سکتا" (بدر جلد ۶ ع ۱۳ صفحہ ۳)

(۱۸) "وَمَا کُنَّا مُعَذِّبِیْنَ حَتّٰی نَبْعَثَ رَسُوْلًا" (تذکرہ صفحہ ۶۵۰)

(۱۹) "وَقَالُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا - قُلْ کَفٰی بِاللّٰہِ شَھِیْدًا بَیْنِیْ وَبَیْنَکُمْ وَمَنْ عِنْدَہٗ عِلْمُ الْکِتَابِ" (تذکرہ صفحہ ۵۱۵)

(۲۰) "وَیَقُوْلُ الْعَدُوُّ لَسْتَ مُرْسَلًا سَنَاْخُذُہٗ مِنْ مَّارِنٍ اَوْ خُرْطُوْمٍ" (تذکرہ صفحہ ۳۵۴)

(۲۱) "اِنِّیْ اَنَا الرَّحْمٰنُ لَا یُخَافُ لَدَیَّ الْمُرْسَلُوْنَ" ایک اور جگہ یہ الہام درج فرمایا ہے "اِنِّیْ لَا یَخَافُ لَدَیَّ الْمُرْسَلُوْنَ" (چٹھی مولانا عبد الکریم صاحب مندرجہ الحکم جلد ۵ ش ۹ صفحہ ۵ مارچ ۱۹۰۱ء)

(۲۲) "یوم یعض الظالم علی یدیہ یالیتنی اتخذت مع الرسول سبیلاً" (تذکرہ صفحہ ۳۵۶)

(۲۳) "انا اللہ ذو المنن ان مع الرسول اقوم" (الحکم جلد ۴ صفحہ ۴۵ صفحہ ۲ ۱۷ دسمبر ۱۹۰۰ء تذکرہ صفحہ ۳۷۶)

(۲۴) "ویقولون لست مرسلاً قل عندی شہادۃ من اللہ فہل انتم تؤمنون" (تذکرہ صفحہ ۲۵۵)

(۲۵) "یبدی لک الرحمن شیئاً اتی امر اللہ فلا تستعجلوہ بشارۃ تلقاھا النبیون" (تذکرہ صفحہ ۴۲۵)

میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبیوں والی بشارت دی ہے۔ (اشتہار یکم جنوری ۱۹۰۳ء ۔ الحکم جلد ۷ صفحہ ۱)

(۲۶) "ما ارسل نبی الا اخزی به الله قوما لا یومنون" (تذکرہ صفحہ ۵۸۷ ، منہاج نبوت کو پیش فرمایا)

(۲۷) "بلغنت قدم الرسول" (تذکرہ صفحہ ۶۵۵)

(۲۸) "قال لا خوف علیکم لا غلبن انا و رسلی" (تذکرہ صفحہ ۳۶۸)

(۲۹) "انی مع الرسول اقوم و من یلومه الوم" (تذکرہ صفحہ ۳۹۵)

(۳۰) قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله (تذکرہ صفحہ ۲۰۲) اس الہام میں خدا تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی طرح آپ کی اتباع کو لازمی قرار دیا ہے۔

مذکورہ بالا تیس الہامات بطور مثال درج کئے ہیں جن میں خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نبی اور رسول کے نام سے یاد فرمایا ہے۔ اب یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضور کا نام نبی رکھے۔ مگر حضور علیہ السلام اُس کا انکار فرمائیں۔ اِسی واسطے حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"سو میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں۔ اور اگر میں اس سے انکار کروں۔ تو میرا گناہ ہوگا۔ اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے۔ تو میں کیونکر انکار کر سکتا ہوں۔ ..... میں اس پر قائم ہوں۔ اُسوقت تک کہ اس دنیا سے گذر جاؤں۔"

(آخری خط اخبار عام ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء)

جب حضور علیہ السلام اپنی نبوت کا اقرار فرماتے ہیں تو ہم کس طرح آپ کی نبوت کا انکار کر سکتے ہیں۔

(ب) نبوت کے بارہ میں حضور علیہ السلام کی اپنی تحریرات

اب ذیل میں وہ حوالہ جات درج کئے جاتے ہیں۔ جہاں پر حضور علیہ السلام نے نبوت کا دعویٰ فرمایا ہے اور اپنے آپکو نبوت کی تعریف کا مصداق ٹھیرا کر اپنی نبوت کا عام اعلان فرمایا ہے۔ اِن تحریرات کی موجودگی میں کوئی سچا احمدی ایک منٹ کیلئے بھی حضور علیہ السلام کی نبوت کے بارہ میں شک نہیں کر سکتا۔

(۱) "غرض اس حصہ کثیر وحی الہٰی اور امور غیبیہ میں اس امت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں اور جسقدر مجھ سے پہلے اولیا اور ابدال اور اقطاب اس امت میں گذر چکے ہیں۔ انکو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کیلئے میں ہی مخصوص کیا گیا۔ اور دوسرے تمام لوگ اِس کے مستحق نہیں۔ کیونکہ کثرت وحی اور کثرت امور غیبیہ اس میں شرط ہے۔ اور وہ شرط ان میں پائی نہیں جاتی۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱)

یہ ایک ایسی محکم تحریر ہے کہ جس سے حضور علیہ السلام کی نبوت کا مسئلہ صاف طور پر کھل جاتا ہے۔ اگر حضور صرف محدث و مجدد ہی ہیں تو اسجگہ پر نبی کی بجائے محدث کا لفظ لگا کر عبارت کا مفہوم دیکھیں، تو یہ ہوگا۔ کہ ۔۔۱۳۰۰ سال میں محدث کا نام پانے کے لئے صرف حضرتؑ ہی مخصوص ہوتے ہیں۔ اور آپ سے پہلے کسی کو یہ درجہ نہ دیا گیا۔ حالانکہ یہ بات حضور علیہ السلام کی اپنی تحریرات اور واقعات حقہ کے صریح خلاف ہے۔ بس ثابت ہوا۔ حضور صرف محدث ہی نہیں۔ بلکہ نبوت کا مقام بھی آپ کو عطا کیا گیا ہے۔

(۲) "میں اُس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ کہ اُسی نے مجھے بھیجا ہے۔ اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے۔ اور اُسی نے مجھے مسیح موعود کے نام سے پکارا ہے۔" (تتمہ حقیقۃ الوحی ۶۸)

(۳) "ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں۔ دراصل یہ نزاع لفظی ہے۔ خدا تعالےٰ جس کے ساتھ ایسا مکالمہ مخاطبہ کرے جو بلحاظ کمیّت و کیفیّت دوسروں سے بڑھ کر ہو۔ اور اس میں پیشگوئیاں بھی کثرت سے ہوں اُسے نبی کہتے ہیں۔ یہ تعریف ہم پر صادق آتی ہے بس ہم نبی ہیں۔" (بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء)

اِس حوالہ سے صاف طور پر واضح ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام نبی کی تعریف بیان فرما کر اُسے اپنے اوپر چسپاں کرتے ہیں۔ اور اپنے آپکو نبوت کا مصداق ٹھیرا کر نبوت کا دعویٰ فرماتے ہیں۔ اور حوالہ ۲ میں قسم کھا کر اپنی نبوت کا اعلان فرماتے ہیں۔ کیا اب بھی کوئی شخص آپ کی نبوت سے انکار کر سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔

(۴) "میں مسیح موعود ہوں اور وہی ہوں جسکا نام سرور انبیاءؐ نے نبی اللہ رکھا ہے۔" (نزول المسیح صفحہ ۴۸)

(۵) "سو میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں اور اگر میں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہوگا اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے تو میں کیونکر انکار کر سکتا ہوں۔ میں اس پر قائم ہوں۔ اُس وقت تک کہ دنیا سے گذر جاؤں۔" (آخری خط اخبار عام ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء)

(۶) "رسول اور نبی ہوں مگر بغیر کسی جدید شریعت کے۔ اس طور پر نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا۔" (ایک غلطی کا ازالہ)

(۷) "ان اللّٰہ سمّانی نبیًا بوحیہ" (الاستفتاء) اب جبکہ خدا حضور علیہ السلام کا نام وحی کے ذریعہ نبی رکھتا ہے۔ تو ہم کس طرح آپ کے نبی ہونے سے انکار کر سکتے ہیں۔

(۸) "میں نبی ہوں اور امتی بھی ہوں۔ تاکہ ہمارے سید و آقا کی وہ پیشگوئی پوری ہو۔ کہ آنیوالا مسیح امتی بھی ہوگا اور نبی بھی ہوگا۔" (آخری خط ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء)

(۹) "خدا نے نہ چاہا کہ اپنے رسول کو بغیر گواہی چھوڑے۔ قادیان کو اُس خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا۔ کیونکہ یہ اُس کے رسول کی تخت گاہ ہے۔" (دافع البلاء صفحہ ۱۰)۔

اس میں حضور علیہ السلام اپنے آپ کو رسول اور قادیان کو رسول کی تخت گاہ بیان فرماتے ہیں۔

(۱۰) "سچا خدا وہی خدا ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔" (دافع البلاء صـ ۱۱)

(۱۱) پگٹ جو انگلستان کا ایک جھوٹا مدعی نبوت تھا۔ اس کے خلاف حضور علیہ السلام نے ایک اشتہار شائع فرمایا جس کے خاتمہ پر حضورؑ نے یہ الفاظ لکھے:-

"The Prophet Mirza Ghulam Ahmad." یعنی "النبی مرزا غلام احمد"

اس اشتہار میں حضور علیہ السلام نے پگٹ کی نبوت کا بطلان کرتے ہوئے اس کے مقابل پر اپنے آپ کو نبی قرار دیا ہے۔

(۱۲) "خدا کی مہر نے یہ کام کیا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے والا اس درجہ تک پہنچا۔ کہ ایک پہلو سے وہ امتی ہے اور ایک پہلو سے نبی۔" (حقیقۃ الوحی صـ ۹۶ حاشیہ)

(۱۳) "اس امت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی برکت سے ہزارہا اولیاء ہوئے ہیں۔ اور ایک وہ بھی ہوا جو امتی بھی ہے اور نبی بھی۔" (حقیقۃ الوحی صـ ۲۸)

(۱۴) "ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس درجہ کا نبی ہے کہ اس کی امت کا ایک فرد نبی ہو سکتا ہے اور عیسیٰ کہلا سکتا ہے۔ حالانکہ وہ امتی ہے۔" (براہین احمدیہ حصہ پنجم صـ ۱۸۴)

(۱۵) تذکرۃ الشہادتین فارسی میں ترجمہ ہو کر ۱۹۰۴ء میں کابل بھیجی گئی تھی۔ اس میں خاتم النبیین کے مندرجہ ذیل معنے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے کئے گئے ہیں۔ کہ آئندہ جو نبی ہوگا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں ہوگا۔ اور اسی میں حضور علیہ السلام نے اپنا دعویٰ نبوت بھی پیش کیا ہے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل دو حوالوں سے پتہ چلتا ہے۔

(الف) "خدا آں خدا ہست کہ رسول خود یعنی ایں عاجز را ہدایت و دین حق کرامت فرمودہ بجہت ایں مدعا مبعوث نمود تا دین را بر دنیا غالب سازد" (تذکرۃ الشہادتین فارسی صـ ۹ حاشیہ)

(ب) آنچہ ناشناسان حقیقت بہ مغز سخن نرسیدہ بر لفظ رسول و رسالت و نبی و نبوت اعتراض میکنند کہ آں صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء است و مضمون حدیث "لا نبی بعدی" احدے بعد ازاں حضرت نبی نتواند بود ایشاں معنی ختم نبوت را اصلاً نہ فہمیدہ اند چہ بعد وجود ذی جود سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کمال درجہ نبوت ختم شدہ است نہ نبوت۔ آرے تا روز قیامت غیر از امت وارث بودن آنحضرت نبی صاحب شریعت جدیدہ نخواہد رسید۔ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ را نیز ہمیں اعتقاد است کما نقل محمد طاہر فی تکملۃ مجمع بحار الانوار

عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا "قولوا خاتم النبیین ولا تقولوا لا نبی بعدی"۔ وھذا الدنیا فی حدیث "لا نبی بعدہ" لانہ اراد "لا نبی ینسخ شرعہ"۔ وایں جہت نیز معانی لا نبی بعدی نیست کہ اگر بعد ازاں صلی اللہ علیہ وسلم درمیاں امت سلسلہ نبوت جاری مے ماند البتہ دریں صورت امر ختم نبوت مشتبہ میگشت۔ وحالانکہ امر ختم نبوت راسخ گردیداست۔ رحمت الٰہی حسب وعدہ "وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصٰلحٰت الآیۃ اقتضاء فرمود تا بجہت تحقیق مثلیت سلسلہ خلافت موسویہ در آخر سلسلہ خلافت محمدیہ نیز یک نفس زکیہ روحی وقلبی فداہ را ازہمیں امت کہ بروز تمام حضرت ختمیت مآب صلعم باشد منصب رسالت عطا فرمائید۔ تا مہر ختم نبوت ہم شکست نیابد۔ وشرف ایں امت نیز برقرار بماند۔ ومثلیت سلسلہ موسویہ ہم متحقق گردد و وعدۂ الٰہی نیز بانجام رسید۔ ان اللہ لا تخلف المیعاد ......

الغرض عقیدہ ما اینست کہ سلسلہ نبوت ختم نہ شدہ است۔ اما کمالات نبوت بہ ذات سرور انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام ختم گشت۔ وہیچ اسرائیلی نبی درایں امت نخواہد رسید آنکہ مبعوث شدئی بود مبعوث گردید۔" (تذکرۃ الشہادتین فارسی جولائی ۱۹۰۳ء)

مندرجہ بالا دو حوالہ جات میں حضور علیہ السلام نے اپنی نبوت کا اعلان فرماتے ہوئے ختم نبوت اور حدیث لا نبی بعدی کی تشریح فرمائی ہے کہ اس امت میں سوائے آنحضرت صلعم کی کامل اتباع کے کوئی انسان منصب نبوت کو حاصل نہیں کر سکتا۔ ہاں شریعت والے نبی اس امت میں نہیں آسکتے۔ جیسا کہ حضور علیہ السلام ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:۔

"اب بجز محمدی نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں۔ شریعت والا نبی کوئی نہیں آسکتا۔ بغیر شریعت کے نبی ہو سکتا ہے۔" (تجلیات الٰہیہ ص ۲۵)

اب یہ حوالہ تذکرۃ الشہادتین کے حوالے کی صاف طور پر تائید کر رہا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام تشریعی نبوت کا دروازہ بند مانتے ہیں۔ ہاں غیر تشریعی نبی کی آمد کو جائز قرار دیتے ہیں۔ سو آپ نے غیر تشریعی نبی ہونے کا ہی دعوےٰ فرمایا ہے۔ اور یہی مبائعین مانتے ہیں۔ (باقی)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کی شان اور حیثیت

ایک غیر مبائع دوست کے سوالات کے جوابات

(قاضی محمد نذیر صاحب لیکچرار تعلیم الاسلام کالج)

جڑانوالہ ضلع لائلپور کے علاقہ سے ایک غیر مبائع دوست نے کچھ سوالات بھیجے تھے جن کے جوابات کا ایک حصہ فرقان کی گذشتہ اشاعت میں شائع ہو چکا ہے۔ ان جوابات کا باقی حصہ اشاعت زیر نظر میں احباب کی خدمت میں عرض ہے۔ "ادارت"

سوال: حضرت اقدسؑ کی وحی کے حکم اور روشنی سے قرآن کریم پر عمل کروں یا قرآن مجید کے حکم اور روشنی سے حضرت اقدسؑ کی وحی پر ایمان لاؤں۔

الجواب: ایمان کے لئے دونوں میں سے جو صورت کسی کے لئے آسان ہو جس سے اسکی رہنمائی ہو سکے اور جو صورت اسے زیادہ اپیل کرتی ہو۔ اُسے وہ اختیار کر سکتا ہے۔ قرآن مجید اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وحی کا بہرحال ماننا ضروری ہے۔

سوال: کسی نبی کی مثال پیش کرو۔ کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہو۔ کہ میری وحی پر ایمان لانا فلاں کتاب کے حکم سے فرض ہے۔

الجواب: یہودیوں اور عیسائیوں کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت منوانے کیلئے خدا تعالےٰ نے تورات اور انجیل کی پیشگوئیں اور عہد بھی پیش کئے ہیں۔ تاکہ وہ اپنی مسلّمہ وحی کے رو سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان فرض قرار دیتی ہے ایمان لانے کی ضرورت کا احساس کر سکیں۔ اُمید ہے یہ مثال کافی ہو گی۔

سوال: حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی وحی تورات کی تصدیق سے قبول کرتے تھے یا اپنی وحی کی تصدیق سے تورات کے مطابق فیصلے کرتے تھے۔

الجواب: حضرت عیسیٰ علیہ السلام چونکہ اسرائیلی تھے۔ اس لئے وہ نبوت سے پہلے بھی ضرور تابع تورات تھے۔ اور چونکہ غیر تشریعی نبی تھے اس لئے بعد از نبوت بھی تابع تورات ہی رہے۔ اور اُن کے الہام نے انہیں تابع تورات ہی رکھا لہٰذا میں سمجھتا ہوں جب وہ تابع تورات تھے تو اپنی وحی اور منصب کی تصدیق کیلئے وہ ضرور تورات کی پیشگوئیوں کی تصدیق تلاش کرتے ہونگے

میرا یہ خیال قرآن مجید کی روشنی میں ہے کیونکہ انجیل کو تورات کی مصدق قرار دیا گیا ہے۔ جس طرح قرآن مجید کے تورات کا مصدق ہونے سے یہ مراد ہے کہ یہ تورات کی پیشگوئیوں کے مطابق ہے۔ اور اسے اس طرح تورات کی تصدیق حاصل ہے ویسے ہی انجیل کو تورات کی تصدیق حاصل تھی۔ اور اس سے حضرت مسیح علیہ السلام نے ضرور فائدہ اٹھایا۔ کلیۃً تابع نبی کے لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اپنے الہام کو متبوع نبی کے ن مطابعت کی شرط سے قبول کرے۔ خواہ امتی ہو یا غیر امتی۔ کیونکہ ایسا تابع نبی صرف صاحب شریعت نبی کے دین کی تجدید کے لئے آتا ہے۔ کوئی نیا دین نہیں لاتا۔ جیسے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دین موسوی کے مجدد تھے۔ (ملاحظہ ہو مسیح ہندوستان میں) اور موسیٰ علیہ السلام کے آخری خلیفہ تھے۔ (ملاحظہ ہو خطبہ الہامیہ) پس نائب اپنے نبی کے طور پر تابع ہوتا ہے۔ اور اس کے الہامات منیب صاحب شریعت نبی کے دین کے مصدق ہوتے ہیں اور صاحب شریعت نبی کی کتاب اس خلیفہ کے الہام کی مصدق ہوتی ہے۔ ہاں مستقل نبی اور امتی نبی میں ایک فرق ضرور ہے اور وہ یہ کہ گو مستقل غیر تشریعی نبی کے الہامات صاحب شریعت نبی کے دین کی تجدید کے لئے ہوتے ہیں۔ مگر وہ الہامات جو اسے غیر تشریعی نبی بننے کے بعد ہوتے ہیں کہ وہ صاحب شریعت نبی کی پیروی کی وجہ سے نہیں ہوتے کیونکہ مستقل غیر تشریعی نبی کی نبوت صاحب شریعت نبی سے مکتسب اور مستفاض نہیں ہوتی۔ یہ شرف صرف خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کو ہی حاصل ہے۔ کہ آپ کا ایک امتی آپ کی پیروی کے واسطہ سے مقام نبوت حاصل کر سکتا ہے۔ مگر چونکہ اسکے مقام نبوت میں اور دوسری قسم کے انبیاء کے مقام نبوت میں نفس نبوت کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں ہوتا صرف ذریعہ حصولِ نبوت کا فرق ہوتا ہے۔ اس لئے اس کی وحی بھی صرف ذریعہ حصول کا فرق ہی رکھتی ہے۔ ہو من یہ ہوتے میں وہ دوسری قسم کی انبیائی وحی سے مختلف نہیں ہو سکتی۔

سوال:۔ اٰتانی الکتٰب الآیہ میں انجیل کو الکتاب کہا گیا ہے مگر آپ صاحبان کہتے ہیں کتاب تشریعی نبی کو دی جاتی ہے؟

الجواب:۔ اس جگہ الکتاب سے مراد تورات ہی ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے اٰتانی کہنے سے یہ مراد ہے کہ انہیں تورات کا علم دیا گیا ہے۔ چنانچہ یعلمھم الکتٰب والحکمۃ والتوراۃ والانجیل۔ الآیہ۔ جو مسیح علیہ السلام کے متعلق آئی ہے اس میں الکتاب اور الحکمت کے مقابل بطور لف و نشر مرتب التوراۃ والانجیل کو رکھا گیا ہے اور ... ہے۔ الکتاب سے مراد تورات اور الحکمۃ سے مراد انجیل ہے۔ ورنہ انجیل کو کسی جگہ بھی قرآن مجید میں الکتاب

نہیں کہا گیا۔ ایتاء الکتاب خود علم کتاب کے معنوں میں قرآن مجید میں مستعمل ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ الَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ یَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ۔ کہ جن کو ہم نے کتاب شریعت کا علم دیا ہے وہ اسے پڑھتے ہیں جیسے کہ پڑھنے کا حق ہے۔ اگر صرف کتاب دینا مراد ہو تو ہر شخص جسے کتاب شریعت کی ہو وہ پڑھنے کا حق تو ادا نہیں کیا کرتا۔ پڑھنے کا حق تو اس کا عالم ہی ادا کر سکتا ہے۔

آپ کا یہ لکھنا کہ اہل الانجیل کو انجیل کے مطابق فیصلہ کرنے کا حکم ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اہلِ انجیل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم یا موسیٰ علیہ السلام وغیرہ کے بارے میں انجیل کی پیشگوئیوں کو دیکھکر فیصلہ کر سکتے ہیں کہ یہ حق پر ہیں۔ اور باقی قضائی امور میں یہودی تورات کے مطابق اور عیسائی بھی تورات کے مطابق ہی فیصلہ کریں گے۔ کیونکہ انجیل کوئی شریعت کی کتاب نہیں اس میں صرف یہ ہدایت ہے کہ شریعت موسٰے کی معرفت دی گئی۔ پس قضائی امور میں اہلِ انجیل شریعت موسوی کے تابع ہیں اور انجیل کا یہی فیصلہ ہے کہ وہ تورات پر چلیں۔

سوال: حضرت مسیح موعود کا یہ مذہب تھا کہ تورات کی یہ تعلیم تھی کہ دانت کے بدلے دانت اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور انجیل کی یہ تعلیم تھی۔ شریر کا ہرگز مقابلہ نہ کرو قرآن مجید میں مسیح کی شان میں لِاُحِلَّ لَکُمْ بَعْضَ الَّذِیْ حُرِّمَ عَلَیْکُمْ آیا ہے۔ پس ثابت ہوا حضرت عیسےٰ تشریعی نبی تھے۔

الجواب: حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مندرجہ بالا قول اور قرآن مجید کی محولہ آیت سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کوئی شریعت جدیدہ لائے تھے۔ کیونکہ

(۱) حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب "مسیح ہندوستان میں" انہیں دینِ موسوی کا مجدد قرار دیا ہے۔

(۲) نیز حضور حقیقۃ الوحی میں فرماتے ہیں:۔

"انجیل میں ان (عیسےٰ علیہ السلام) کو وہ باتیں تاکید کے ساتھ بیان کرنی پڑیں جو جو تورات میں مخفی اور مستور تھیں۔" (یعنی انجیل کوئی شریعت کی کتاب نہ تھی)

مندرجہ بالا حوالوں کی رو سے لِاُحِلَّ لَکُمْ بَعْضَ الَّذِیْ حُرِّمَ عَلَیْکُمْ کا یہ مطلب ہے کہ شریعت موسوی کی جو باتیں مخفی اور مستور تھیں اور اس وجہ سے امت موسوی کے فیج اعوج کے زمانہ کے علماء و مجتہدین سے مخفی اور مستور رہیں۔ اور وہ علماء ان کے خلاف فتوی دیتے

رہے اور انہیں حرام ٹھیراتے رہے مسیح علیہ السلام نے کہا میں اب انہیں حلال ٹھیراتا ہوں تاکہ موسیٰ کی اصل تعلیم کو زندہ کیا جائے۔ جو اس زمانہ کے لئے ضروری ہے۔ پس چونکہ حرّم علیکم فرمایا گیا ہے نہ کہ حرّم اللہ علیکم۔ لہٰذا حلال کو حرام ٹھیرانے والے امتِ موسوی کے مذکورہ بالا علماء بھی ہو سکتے ہیں۔ نیز اس کا یہ مفہوم بھی ہو سکتا ہے کہ یہودیوں پر جو خدا نے خود مختارانہ حکومت ان کے جرموں کی وجہ سے بذریعہ پیشگوئی حرام کر دی تھی اب مسیح علیہ السلام پر ایمان لانے سے وہ حرمت دُور ہو جائے گی۔ اور پھر ان کو دُنیاوی ترقی کا موقعہ بھی مل سکیگا۔ یہ ذلت ان کو تکذیب انبیاء کے نتیجہ میں پہنچائی گئی تھی۔ اب مسیح علیہ السلام پر ایمان لا کر وہ اس ذلت سے نکل سکتے تھے۔ پس اس جگہ شریعت کے کسی امر و نہی کو منسوخ کرنے کا ذکر نہیں بلکہ ایک سابقہ پیشگوئی کے مقابلہ میں یہ ایک پیشگوئی ہے۔ جس کا مضمون ولاحلّ لکم بعض الّذی حرّم علیکم کے الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔

(۳) حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کشتی نوح میں جو تورات و انجیل اور قرآن مجید کی تعلیم کا مقابلہ کیا ہے یہ عیسائیوں اور یہودیوں کے مسلمات کی بناء پر ہے ورنہ اس کے یہ معنے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام انجیل کو کوئی شریعت کی کتاب سمجھتے تھے۔ آپ کسی جگہ نہیں دکھا سکتے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انجیل کو شریعت کی کتاب قرار دیا ہو۔ آپ کا عقیدہ تو اوپر بیان ہو چکا کہ حضرت مسیح علیہ السلام تورات کی مخفی اور مستور باتیں ہی بیان کرتے تھے۔

بات کو مختصر کرنے کے لئے میں کہتا ہوں اگر بالفرض حضرت عیسےٰ علیہ السلام یا کوئی اور غیر تشریعی نبی احکام جدیدہ بھی لایا ہو تو پھر بھی اس سے یہ کیسے لازم آیا کہ امتی نبی کی بعثت ممکن ہی نہیں۔ جبکہ نفس نبوت کے لحاظ سے امتی نبی اور مستقل نبی دونوں نبی ہیں۔ اور قرآن مجید نے یہ بھی تعلیم دی ہے کہ اِنَّ الّذین یفرّقون بین اللہ ورسلہٖ ویقولون نؤمن ببعضٍ ونکفر ببعض اولٰئک ھم الکافرون حقًّا۔

سوال:۔ نبی کا کہنا مجھ پر ایمان لاؤ۔ نیا کلمہ بناتا ہے۔ لہٰذا اگر مسیح موعود پر ایمان لانا ضروری ہو تو نیا کلمہ لا الٰہ الا اللہ احمد رسول اللہ بن جائیگا۔

الجواب:۔ اس بات کا کوئی ثبوت نہیں کہ سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی اور نبی کا کلمہ اس طرح جاری ہوا ہو جس طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا کلمہ مسلمانوں میں جاری ہے پس آپ کا یہ قیاس درست نہیں۔ اس کی بُنیاد آپ کا محض ذاتی خیال ہے۔ دیکھئیے ہم سب نبیوں

کو ماننے کے لئے مکلف ہیں مگر کلمہ اُمت میں صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی جاری ہے۔ اور دوسرے انبیاء کی قوموں میں بھی اس طرح کا کوئی کلمہ جاری نہیں۔

سوال:۔ اگر مسیح موعود کا انکار دائرہ اسلام سے خارج کر دیتا ہے تو عقلاً انہیں مستقل نبی ماننا پڑا۔

الجواب:۔ دائرہ اسلام سے خارج تو انسان سچے مسلمان کو کافر کہنے سے بھی ہو جاتا ہے کیا اس سے اس سچے مسلمان کو مستقل نبی ماننا پڑتا ہے۔ اگر نہیں تو مسیح موعود کے انکار کو بھی اسی پر قیاس کر لو۔ کہ جس طرح مسلمان کو کافر کہنا بالواسطہ اسلام سے خروج ہے ایسے ہی مسیح موعودؑ کا انکار بالواسطہ اسلام سے خروج ہے۔

سوال:۔ قرآن نے ان انبیاء پر ایمان لانا فرض قرار دیا ہے جنہوں نے خود اپنے فرض ہونے کا دعویٰ کیا۔ جو نبی اپنے ساتھ یہ حکم نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ نے ہرگز اس نبی کی نبوت پر ایمان لانا فرض قرار نہیں دیا۔

الجواب:۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اپنے اوپر ایمان لانا ضروری قرار دیا ہے قرآن مجید میں تو لا نفرق بین احد من رسلہ آیا ہے۔ اور اس جگہ یہ نہیں بتایا گیا کہ اس کا تعلق صرف براہ راست رسولوں سے ہے۔ دوسری آیت میں بھی صاف ذکر ہے اِنَّ الّذین یفرّقون بین اللہ ورسلہ اولئک ھم الکافرون حقًّا (پارہ ۶) پس مجھ کو مقید کرنے کا آپ کو کوئی حق نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہام ہوا یقول الذین کفروا لست مرسلاً (تذکرہ) اس سے جس طرح آپؑ کا رسول ہونا ثابت ہے ویسے ہی انکار کو کفر کہا گیا ہے۔ اگر سائل کا خیال درست مانا جائے تو یہ الہام معاذ اللہ لا نفرق بین احد من رسلہ کے خلاف ماننا پڑیگا جسکے لئے غالباً سوال کنندہ تیار نہ ہوگا۔ کیونکہ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات کو منجانب اللہ مانتے ہیں۔ پس مسیح موعود علیہ السلام کا انکار کسی فرع کا انکار نہیں بلکہ اس انکار سے بالواسطہ اسلام کا انکار لازم آتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے انکار کو ویسا ہی کفر کہا ہے جیسے شریعت کے حرام امر کو حلال ٹھیرانا کفر ہے (ملاحظہ ہو بدر ۲۶ رجون ۱۹۰۳ء) جو ڈائری نہیں بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریر ہے۔

سوال:۔ دائرہ اسلام سے خارج وہی نبوت کر سکتی ہے جو خود حکم کرے۔ مگر اگر اس کا وجود قرآن مجید کے حکم کا مرہون منت ہے تو اس کا انکار قرآن مجید کے کمال کا انکار ہے جو اصل کی فرع ہے۔ اسکے

مقابلہ میں گذشتہ انبیاء کی نبوتیں پیش کرنا جن کا انکار اصل کا انکار قرآن مجید نے ٹھیرایا ہے دھوکا دینا ہے اور کلمہ محمدی کو دانستہ منسوخ جاننا ہے۔

الجواب:۔ دراصل یہی ایک نقطہ ہے جس کے گرد آپ کے تمام سوالات چکر لگا رہے ہیں۔ اسلئے اس امر کی وضاحت کے لئے چند سوالات درج ہیں ان کا جواب دیں۔

(۱) اِس بات کا کیا ثبوت ہے کہ قرآن مجید کے ایسے کمال کا انکار کہ اسکی پیروی سے نبی آسکتا ہے قرآن مجید کے اصولوں میں سے کس اصل کا انکار نہیں بلکہ فرع کا انکار ہے۔ قرآن مجید سے اس کا ثبوت مطلوب ہے۔

(۲) اگر مسیح موعودؑ کی نبوت کا انکار قرآن مجید کے کسی ایسے اصل کا انکار نہ ہوتا جس کے انکار سے کفر لازم آتا ہے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے انکار کو حرام کو حلال ٹھیرانے کی طرح کفر کیوں قرار دیتے۔ جیسا کہ آپؑ نے اپنے مطبوعہ بدر ۲۶ جون ۱۹۰۳ء میں قرار دیا ہے۔

(۳) قرآن مجید نے چونکہ گذشتہ انبیاء اور امت محمدیہ میں آنے والے نبی کے انکار میں مآل کے لحاظ سے کوئی فرق بیان نہیں کیا۔ اس لئے بالفرض اگر کسی گذشتہ نبی کے انکار کی مثال پیش بھی کی جائے تو یہ دھوکا دینا کیسے ہؤا؟ کیا آپ کوئی ایسی آیت پیش کر سکتے ہیں جس میں ایسا فرق بیان کیا گیا ہو۔ علاوہ ازیں ایسے موقعہ پر خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کی مثال پیش کی ہے۔ پس ایسے امر کو دھوکا دہی قرار دینا آپ کی سخت جرأت ہے جس سے آپ کو توبہ کرنی چاہیئے۔

(۴) اگر مسیح موعودؑ کے منکر کو کافر سمجھنے سے کلمہ محمدی منسوخ ہو جاتا ہے تو مسلمان کو کافر کہنے والے کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دینے سے کیوں کلمہ محمدی منسوخ نہیں ہو جاتا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آئینہ کمالاتِ اسلام میں ایسے شخص کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا ہے تو گیا معاذ اللہ اس سے کلمہ محمدی کا منسوخ ہونا لازم آیا۔ جبکہ یہ دائرہ اسلام سے خارج شخص کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ بھی پڑھتا ہے۔ مگر اب اسے یہ کلمہ پڑھنا مسلمان نہیں بناتا۔

جب آپ میرے اِن سوالات کا جواب دینے کی کوشش کریں گے تو انشاء اللہ آپ کو سمجھ آجائیگی کہ ہم لوگ دھوکا دیتے ہیں یا آپ خود دھوکا خوردہ ہیں۔

شانِ مسیح موعودؑ اور مصلح موعودؑ

از روئے بائیبل

(مکرم شیخ عبد الخالق صاحب معلم الواقفین)

جس طرح نادرات قیمتی اشیاء کی تحصیل کے لئے ہر شخص جلدی کرتا ہے۔ اسی طرح ہر قوم اپنے موعود روحانی مبشر کو بہت جلد پانے کی خواہش اور کوشش کرتی ہے۔

یہودیت کا موعود

حضرت موسےٰ علیہ السلام نے تورات کی پہلی کتاب میں یعقوب کی زبانی ایک بشارت دی تھی۔ اور کہا تھا۔ کہ "یہوداہ سے ریاست کا عصا (جریب) جدا نہ ہوگا۔ تا آنکہ شیلوہ آوے۔" (پیدائش ۴۹/۱۰) لوگوں نے لفظ "شیلوہ" کے مختلف معانی بیان کئے۔ اور یہود نے بے تابی سے اپنے موعود مسیح کے لئے خیال کیا۔ کہ یہ اُس کے متعلق ہے۔ مگر جلدی کی وجہ سے صحیح نتیجہ پر نہ پہنچ سکے۔ حالانکہ بات صاف تھی۔ "شیلوہ" مصدر شالہ (زبور ۱۲۲/۶) لغوی معنی امن دینا۔ اور ربی گرمین نے معنے "امن دہندہ" اپنی تصنیف میں لکھے۔ اب معاملہ صاف ہوگیا جس ماموں کے بعد یہوداہ سے ریاست کا عصا علیحدہ ہوا۔ اور قومیں اس کی مطیع ہوئیں وہی "شیلوہ" قرار پائیگا۔ اور اس کو استثناء ۱۸/۱۵ میں "موسیٰ کی مانند" کا خطاب ملا مگر یہود نے ایسی عجلت ظاہر کی کہ حضرت موسیٰ کے بعد تھوڑے عرصہ میں موعود مسیح کی تعیین ہونے لگی۔ اور عورتیں تک اس خیال سے بھرپور دل رکھتی تھیں۔ چنانچہ حنہ والدہ سموئیل کی دعاء ۱ سموئیل ۲/۱ سے ظاہر ہے۔ مگر موقعہ پر نتیجہ یہ نکلا۔ کہ جب اسرائیل کا موعود مسیح ظاہر ہوا۔ تو سب سے پہلے یہود ہی نے اس کی تکذیب کرکے مصلوب کرا دیا۔ اب مسیحیوں کی باری آئی۔ اور نزولِ مسیح کے لئے انتظار شروع ہوا مسیح ناصری نے یروشلم کی بربادی کے متعلق نبوت کی تھی۔ چنانچہ لوقا کی انجیل ۱۹/۴۳ اور بالخصوص لوقا ۲۱/۳۲ میں شرط مقرر کی تھی کہ "اس نسل کے تمام ہونے سے پہلے یہ سب باتیں پوری ہو جائیں گی۔" اسی وجہ سے پطرس اور یوحنا اپنے زمانہ کو ہی آخری زمانہ قرار دیتے رہے۔ اور مسیح کا انتظار شروع کر دیا۔ دیکھو ۱ یوحنا ۲/۱۸ اور ۱ پطرس ۴/۷ وغیرہ۔ حیرت ہے کہ ابھی تھوڑا عرصہ گذرا کہ فریسی اپنے مسیح موعود سے پوچھتے ہیں۔

"خدا کی بادشاہی کب آئیگی۔ تو اُس نے جواب میں اُن سے کہا۔ کہ خدا کی بادشاہی ظاہری طور پر نہ آئیگی۔ اور لوگ یہ نہ کہیں گے کہ دیکھو یہاں ہے یا وہاں ہے۔ کیونکہ دیکھو! خدا کی بادشاہی تمہارے درمیان ہے۔" (لوقا ۱۷/۲۰) یہ خدا کی بادشاہی کو رد کرنے والی پشت پھر کس طرح جلدی کر رہی ہے۔

اسلام کا موعود

اب ایک تیسری قوم کی نوبت آئی۔ اور یہ وہ قوم ہے کہ جس کو خدا نے یہود سے چھین کر خدا کی بادشاہت دی تھی۔ اور جو ایک مدت تک اس بادشاہت کے ثمرات وقت پر ادا کرتی رہی تھی۔ (متی ۲۱/۴۳) اس قوم کا موعود مسیح تمام پہلے موعود انبیاء سے ذی شان تھا۔ اور وہ جسطرح نہ صرف موعود نبی ہی تھا۔ بلکہ موعود مسیح بھی تھا۔ اُسیطرح وہ نہ صرف اہل اسلام کا موعود تھا۔ بلکہ ساری دنیا کی جملہ اقوام کا موعود تھا۔ اس لئے اس کے متعلق خدا نے وعدہ فرمایا تھا۔ کہ میں "نئی زمین اور نیا آسمان بناؤنگا۔" یسعیا ۶۵/۱۷ و ۶۶/۲۲۔

کتب سابقہ میں بشارات

اب مکاشفہ کی کتاب سے تطبیق کرو۔ تو صاف ثابت ہے۔ کہ یہ آخری دنوں کے متعلق پیشگوئی ہے (دیکھو مکاشفہ باب ۲۰ اور بالخصوص ۲۱/۱) اس ذی شان موعود نبی اور موعود مسیح کے متعلق جملہ اقوام عالم کے لئے اللہ تعالےٰ نے جملہ ادیان کی روحانی کتب میں بطور بینات پیشگوئیاں فرمائی ہوئی ہیں۔ اور ان پیشگوئیوں کے متعلق "پہلے یہ جان لو کہ کتاب مقدس کی کسی نبوت کے متعلق بات کی تاویل کسی کے ذاتی اختیار پر موقوف نہیں۔ کیونکہ نبوت کی کوئی بات آدمی کی خواہش سے کبھی نہیں ہوئی"۔ (۲۔ پطرس ۱/۲۰) "بلکہ ہمارے پاس نبیوں کا وہ کلام ہے..... جو ایک چراغ ہے۔ جو اندھیری جگہ میں روشنی بخشتا ہے۔" (۲۔ پطرس ۱/۱۹) اب اس چراغ کی روشنی میں سب سے پہلے کتاب "البشریٰ" کے مصنف نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ سے قبل زیر باب ۲۱ آیت ۱۶ کتاب یسعیا نبی تحریر کیا کہ عبرانی زبان "شانا کشتی ساخیبر" کے جملہ اعداد ابجد ۱۳۶۵ھ ہیں۔ بنی قیدار اور بنو اسمٰعیل یعنی اہل اسلام کے لئے پیشگوئی ہے۔ کہ اس سنہ میں اسلام کی شوکت کے لئے خدا تعالےٰ کوئی خارق عادت کے طور پر نشان ظاہر فرما دے۔ اب دیانت داری کی رو سے اگر غور کریں۔ تو سوائے اس امر کے کہ اسلام کا موعود مسیح اس وقت سن بلوغت کو پہنچنے والا تھا۔

دانیال نبی کا کلام جو آخری دنوں کے متعلق ہے کہتا ہے کہ "دو ہزار تین صد دنوں تک پھر مقدس پاک کیا جائیگا۔" (دانیال ۸/۱۴)

مسٹر چانسی صاحب کی کتاب "پیشگوئیاں بائیبل" میں لکھا ہے کہ اس مدت کے مبداء یہود نے مختلف لکھے ہیں پھر اس کے بعد مسٹر چانسی لکھتا ہے۔ مگر میرے نزدیک اس کا مبداء یہ ہے کہ بموجب زبور ۹۰/۴ د

۳۶ پطرس ۸/۳ وغیرہ دو ہزار سہ صد سال ہیں۔ اب بموجب حساب ریوائزڈ ورشن علماء کے جو ریفرنس میں لکھا ہوتا ہے قبل مسیح دانیال کا زمانہ پانصد چونتیس سال اور ان میں سے دانیال کی عمر جو صحیح روایت کے مطابق اکہتر سال ہے (بعض اس کی عمر زیادہ کہتے ہیں۔ مگر وہ روایات ضعیفہ ہیں) پانصد چونتیس میں سے منہا کریں تو باقی چار صد تریسٹھ رہتے ہیں۔ اب اس تعداد کو دو ہزار سہ صد میں سے منہا کیا جائے تو یکہزار آٹھ سو سینتیس ۱۸۳۷ رہتے ہیں۔ یہ زمانہ نزول مسیح کا ہونا چاہیئے۔ پھر دوسرے حساب سے صاحب موصوف اس مدت کا مبداء ۱۸۶۴ بتلاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں یا ۱۸۶۴ میں نازل ہونا چاہیئے۔

اب چونکہ بقول پطرس حواری "نبوت کی کسی بات کی تاویل کسی کے ذاتی اختیار پر موقوف نہیں ہوتی" بلکہ قانون قدرت ہی سب کچھ ظاہر کر دیتا ہے۔ ۱۸۳۷ء میں ہی دنیا کا موعود مسیح پیدا ہوا۔ کوئی دوسرا مدعی مسیحیت قرآن و اسلام کا خادم دعویٰ دار دنیا پر ظاہر نہیں ہوا۔ لہذا ثابت ہوا کہ ۱۸۳۷ء میں پیدا ہونیوالا مدعی دانیال نبی کی مقرر کردہ میعاد کی رو سے صادق مسیح ہے۔

انبیاء کا انذار اور عذاب

اب ایک اور دلیل پر غور کرو۔ خدا نے قرآن پاک میں فرمایا ہے:۔ مَاكُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا نبی کی بعثت کے بغیر عذاب نہیں آتا جسطرح اسرائیل کے موعود مسیح کے بعد فلسطین پر عذاب الٰہی نازل ہوا۔ کیا اُسی طرح بالکل اسیطرح اس موعود کے بعد جہان پر عذاب نہیں آیا۔ مسیحی مفسرین لکھتے ہیں۔ زیر تفسیر متی ۲۴/۵ تا آخر "لڑائیاں اور لڑائیوں کی افواہ ہے کئی لڑائیاں ۳۰ء اور ۷۰ء کے درمیان واقعہ ہوئیں خصوصاً وہ جنگ جو پارتھیوں کے برخلاف چھیڑی گئی تھی۔ ادھر پھر اس بات کی افواہ بھی اڑ گئی تھی۔ کہ یہود کے ساتھ بھی لڑائی کی جائیگی۔ اور یہ افواہیں شہنشاہ کلاڈیس اور نیرو کے عہد میں مشہور ہوئیں۔ قتل عام ہوئے۔ مثلاً سلوکیہ میں جو دریائے دجلہ پر واقع تھا۔ یونانیوں اور ارامیوں کے ہاتھ سے پچاس ہزار یہودی مارے گئے۔ اور قیصریہ میں بیس ہزار یہودی مارے گئے۔ شہنشاہ کلاڈیس کے زمانہ میں ایک بڑا حصہ یعنی ۴۱ء سے ۵۱ء تک بڑے قحط کا زمانہ تھا۔ ۴۴ء میں فلسطین کے اندر قحط زدوں کی امداد کے لئے ریلیف ورک یعنی امدادی انتظامات قائم کرنے پڑے۔ اور وہ چندے جن کا اشارہ اعمال ۲۹/۱۱ و ۳۰ میں پایا جاتا ہے مسیح کے حواریین نے جمع کر کے قحط زدگان اور غرباء کی امداد کی۔ بھونچالوں کا شمار جو اس زمانہ کے متعلق دیا گیا ہے بہت ہی بڑا ہے۔ اور ان بھونچالوں میں وہ بڑا بھونچال بھی شامل ہے جو انہیں ایام میں فلسطین میں آیا تھا۔ دیکھو تفسیر متی مصنفہ ایچ۔ یو۔ سٹینٹن صفحہ ۶۵ تا ۶۵۱۔ جس جس طرح اسرائیل کے موعود مسیح کے بعد فلسطین پر مصائب و آلام کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ اُسی طرح اِس موعود اقوام عالم کے بعد کل دنیا پر عظیم الشان مصائب آئے۔ کیا موعود مسیح کا ۱۸۳۷ء میں پیدا ہونا

اور پھر اس کے بعد پہلے کی طرح عذاب کا آنا۔ کتاب مقدس کی کسی نبوت کی تشریح وتاویل آدمی کی ذاتی عقل پر موقوف نہیں بلکہ ذی شان موعود مسیح کی صداقت پر آسمان سے مہر ثبت ہوئی ہے۔ پھر ایک اور نتیجہ عرض ہے۔ اعمال میں لکھا ہے۔ کہ "اس فرقہ کی بابت ہم کو معلوم ہے کہ ہر جگہ اس کے خلاف کہتے ہیں"۔ اعمال ۲۸/۲۲۔ چنانچہ اسی سابقہ سنت کے مطابق آج ہمارے مسیح موعود کی جماعت کی بابت اسی طرح ہر جگہ کہا جاتا ہے۔

اس کے علاوہ پطرس حواری کہتا ہے۔ "اور خدا کے اس دن کے آنے کا کیا کچھ منتظر اور مشتاق رہنا چاہیئے جس کے باعث آسمان آگ سے پگھل جائیں گے۔ اور اجرام فلک حرارت کی شدت سے پگھل جائیں گے۔ لیکن اس کے وعدہ کے موافق ہم نئے آسمان اور نئی زمین کا انتظار کرتے ہیں۔ جن میں راستبازی بسی رہے گی"۔ (۲۔ پطرس ۳/۱۲و۱۳) کیا آج اس زمانہ میں کہ آخری دن اور مسیح موعود کا زمانہ ہے۔ اور جس میں دنیا کی لالچ کی وجہ سے "جوج وماجوج لڑائی کیلئے جمع ہوئے ہیں" (مکاشفہ ۲۰/۸) اور بھی اس کی صداقت کا مؤید نہیں ہوا۔

نئی زمین اور نیا آسمان

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنا کشف ظاہر فرمایا ہے۔ کہ کشف" میں گویا میں نئی زمین اور نیا آسمان بناتا ہوں"۔ کیا یہ وہی نئی زمین اور نیا آسمان نہیں ہے جو یوحنا عارف نے دیکھا تھا۔ جیسے کہ وہ کہتا ہے۔ "پھر میں نے ایک نئے آسمان اور نئی زمین کو دیکھا۔ کیونکہ پہلا آسمان اور پہلی زمین جاتی رہی تھی"۔ (مکاشفہ ۲۱/۱) یہ وہی نیا آسمان اور نئی زمین ہے "جس میں راستبازی بستی اور بستی رہے گی" (۲۔ پطرس ۳/۱۲) جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے روحانی آسمان اور روحانی زمین بنائی۔ اور جس کے متعلق اعمال میں لکھا ہے۔ "خدا فرماتا ہے آخری دنوں میں ایسا ہوگا۔ کہ میں اپنی روح میں سے ہر فرد بشر پر ڈالوں گا۔ اور تمہارے بیٹے اور تمہاری بیٹیاں نبوت کریں گی۔ اور تمہارے جوان رؤیا اور تمہارے بڈھے خواب دیکھیں گے بلکہ میں اپنے بندوں اور بندیوں پر بھی ان دنوں میں اپنی روح میں سے ڈالوں گا۔ اور وہ نبوت کرینگی۔ اور میں اوپر آسمان پر عجیب کام اور نیچے زمین پر نشانیاں یعنی خون اور آگ اور دھوئیں کا بادل دکھاؤنگا سورج تاریک اور چاند خون ہو جائیگا پیشتر اس کے کہ خداوند کا جلیل دن آئے" (اعمال ۲/۱۷تا۱۹)

اب دو باتیں قابل غور ہیں۔ اس نئے زمین وآسمان میں ایک تو راستبازی بسی رہیگی۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اس موعود کی قوم میں سے ہر کہ ومہ روح القدس سے فیضیاب ہو کر خواب اور مکاشفات کے ذریعہ نبوت کریں گے۔ آج اس زمانہ میں کون قوم ہے جس کے افراد کثرت سے سچی خواب و

دُنیا دیکھ رہے ہیں بجز حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت کے ۔ کاش کوئی غور کرے ۔

شان مصلح موعود کتب سابقہ میں

جس طرح خدا کا موعود مسیح ذیشان تھا ۔ خدا نے اپنے مسیح کو اسی طرح ایک موعود مصلح کی بشارت عطا فرمائی ۔ جو حسن و احسان میں مسیح موعود نظیر اور اس کا نزول گویا خدا کا آسمان سے نزول ہو گا ۔ ہاں وہ عمانوایل آسمانی فضل جس کے متعلق علاوہ دیگر پیشگوئیوں کے جو اس مضمون کے دوسرے حصہ میں شائع کی جائینگی زکریاہ نبی بشارت دیتا ہے ۔ اور کہتا ہے کہ " میں نے دو لاٹھیاں لیں ایک کا نام فضل رکھا اور دوسری کا اتحاد ۔ اور گلہ کو چرایا ۔ (زکریاہ ۱۱/۸) اب اس فضل کی تشریح از روئے نبوت ملاحظہ فرمائیے ۔ " تب میں نے فضل نامی لاٹھی کو لیا ۔ اور اُسے چھیلا یا پیوند کیا (اور اصطلاح میں کاٹ ڈالا) تب گلہ کے مسکینوں نے جو میری سنتے تھے معلوم کیا کہ یہ کلمۃ اللہ ہے ۔" آیت ۱۰ تا ۱۲

اس فضل کو خدا کے موعود مسیح نے کلمۃ اللہ بھی فرمایا ہے ۔ اور چونکہ مصلح موعود خود مسیح موعود کا حسن و احسان میں نظیر ہے اس لئے یہ فضل لاٹھی مصلح موعود کو اللہ تعالےٰ نے عطا فرمائی جس نے ایک مہینے میں تین چرواہوں کو ہلاک کیا جنکے دل میں خدا کے موعود سے نفرت تھی ۔ چنانچہ حضرت مصلح موعود نے تیس سالوں میں (ایک دن ایک سال کا) تین چرواہوں کو ہلاک کیا جو کہتے تھے ۔ کہ مسیح موعود نبی نہیں بلکہ مجدد ۔ محدث ۔ اور جو کہتا تھا حضور کا منکر کافر نہیں (بلکہ عین مسلمان) ہاں وہ چرواہا جو کہتا تھا کہ مسیح موعود کے بعد سلسلہ خلافت (جسکے ساتھ تمام ارضی و سماوی برکات ملزوم مشروط ہوا کرتی ہیں) بالکل نہیں ۔ خدا کے موعود مصلح نے مسیح موعود کے گلہ کو صحیح طور پر چرایا ۔ اور پھر دوسری آسمانی لاٹھی اتحاد کے ماتحت تمام اقوام عالم بالخصوص اپنی قوم کو صحیح راہ اتحاد بین الاقوام عالم بتلایا ۔

سیّدنا حضرت مصلح موعود کے معاندین کا ذکر کتب سابقہ میں

فضل اور اتحاد لاٹھیوں کے علاوہ اس سارے باب میں ایک تیسری شخصیت کا بھی خصوصی ذکر ہے ۔ اس باب میں نبی بتلاتا ہے ۔ کہ قوم موعود میں جھوٹے چرواہے بھی ہونگے ۔ جو بھیڑوں کو ذبح کریں گے ۔ اور مالدار ہو جائیں گے ۔ اور اپنے آپ کو بے قصور سمجھیں گے (آیت ۴ تا ۷) پھر ان مذبوح بھیڑوں کو جنہیں " مسکین بھیڑیں " کہا گیا ہے حقیقی چرواہا چرائیگا پس اِن مسکینوں کو جو حقیقی چرواہے کی سننے والے (ماننے والے) ہونگے معلوم ہو گا ۔ کہ فضل لاٹھی دراصل کلمۃ اللہ ہے ۔ اور آیت ۱۵ سے پھر نادان چرواہے کا ذکر شروع کیا گیا ۔ " وہ چرواہا گلہ کو چھوڑ جائیگا " آیت ۱۷ ۔ اور دوم یہ کہ وہ چرواہا بھٹکے ہوئے کی تلاش اور زخمی کا علاج نہ کرے گا ۔

اور تندرست کو نہ چرائیگا۔ پر موٹوں (متمول) کا گوشت کھائیگا۔ آیت ۱۶۔

یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ بنی اسرائیل میں بھی جھوٹے چرواہے اور جھوٹے استاد ہمیشہ ہوتے رہے ہیں۔ انبیاء اسرائیلی بالخصوص یرمیاہ نبی نے (یرمیاہ ۲۳/۱ تا ۳ تک) اِن جھوٹے چرواہوں پر شدت سے اظہار افسوس کیا ہے۔ اور آیت ۱۱ میں بتلایا ہے۔ کہ ان پر حقیقی چرواہا مامور کیا جائیگا۔ بائیبل میں چرواہا۔ بھیڑ وغیرہ استعارات ہیں۔ انبیاء کو چرواہے کہا گیا ہے۔ چنانچہ انجیل میں ہے۔ اچھا چرواہا میں ہوں۔ اچھا چرواہا بھیڑوں کے لئے اپنی جان دیتا ہے۔ یوحنا باب ۱۰ بالخصوص آیت ۱۱ حضرت داؤدؑ کہتے ہیں:۔ "میں اس بھیڑ کی مانند جو کھوئی گئی ہو" وغیرہ۔ یہ الفاظ مسیح نے اپنی آخری وصیت میں پطرس کو کہکر خلافت پر مامور فرمایا۔ چنانچہ لکھا ہے۔ کہ مسیح نے سہ بار پطرس کو کہا کہ "تو میری بھیڑیں چرا" (یوحنا ۲۱/۱۸) لہذا انہی جھوٹے چرواہوں کے متعلق پطرس حواری مسیحیوں سے کہتا ہے "اور جسطرح اس امت (بنی اسرائیل) میں جھوٹے نبی بھی تھے۔ اسیطرح تم میں بھی جھوٹے استاد ہونگے جو پوشیدہ طور پر ہلاک ہونے والی بدعات نکالیں گے۔" (۲ پطرس ۲/۱) وغیرہ

بالکل اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت میں مصلح موعود کے بالمقابل ایسے لوگ اُٹھ کھڑے ہوئے جو پوشیدہ طور پر ہلاک کرنے والی بدعات کو نکالنے والے ہیں۔ انہیں کا ذکر اس کلام زکریاہ ۱۱ تا آخر میں فضل و اتحاد کی لاٹھیوں کے ساتھ خدا نے کیا ہے۔ چنانچہ صاف طور پر نبوت کی۔ "انہوں نے میری مزدوری کے تیس ۳۰ روپے تول دیئے" اور یہ ظاہر ہے۔ کہ اس پیشگوئی تیس روپے والی کا پورا کرنے والا یہودہ اسکریوطی مسیح ناصری کا خزانچی تھا۔ پس نور کے ساتھ ظلمت لازمی ہے۔

(باقی)

پتے مطلوب ہیں!

رسالہ "فرقان" کا ایک حصہ ردّ بہائیت کے لئے مخصوص ہے۔ اِس لئے جن احباب کو بہائیوں اور بابیوں کا علم ہو۔ وہ اُن کے پتے ہمیں بھجوا دیں۔ تاکہ اُن کے نام رسالہ "فرقان" مفت بھیجا جا سکے۔ یا اگر کسی بہائی یا بابی کی اپنی نظر سے یہ پرچہ گذرے۔ تو وہ خود ہمیں لکھدیں۔ ہم اُن کے نام پرچہ مفت بھیجتے رہیں گے۔

خاکسار مرزا وسیم احمد نائب سیکرٹری مجلس رفقا احمد قادیان

بہائیت

علویت!

بابیت کا عبرتناک انجام

بابیت کی تاریخ جو بابیت۔ ازلیت۔ بہایت۔ عباسیت۔ اور علویت کے مختلف دوروں پر مشتمل ہے، سوائے علویت کے ان تمام دوروں کے چیدہ حالات "فرقان" کی گذشتہ اشاعتوں میں عرض کئے جا چکے ہیں۔

بابیت کی مختصر سی زندگی ایک صدی سے کم عرصہ پر مشتمل ہے۔ اس حقیر ترین مدت میں اس نے یکے بعد دیگرے پانچ مختلف کروٹیں لی ہیں۔ اور اس کی آخری کروٹ پر ناکامی اور نامرادی کی عمیق ترین گہرائیاں اس کا ہمیشہ کا ٹھکانا ہوئی ہیں۔ بابیت کا یہ انجام یقیناً ایک عبرتناک انجام ہے۔ علویت اس دردناک داستان کا آخری باب ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں آج کی اشاعت میں مجھے عبرت کے راہ گذاروں میں اس کے مزار پر ایک آخری اینٹ رکھنی ہے۔ کہ جسکے ساتھ خدا تعالیٰ نے کہ آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے اپنے غضب کے اس نشان کو ہمیشہ کیلئے قائم کر دیا ہے۔

بہاءاللہ کی وصیت کی پابندی

علویت مرزا محمد علی کے نام سے موسوم ہے۔ مرزا محمد علی جناب بہاءاللہ کا دوسرا لڑکا تھا۔ اور مرزا عباس آفندی کا چھوٹا بھائی۔ مرزا محمد علی جناب بہاءاللہ کی دوسری بیوی کے بطن سے تھا۔ اس لئے عباس آفندی کا سوتیلا بھائی تھا۔ جناب بہاءاللہ نے اپنی موت سے قبل ایک وصیت ان الفاظ میں کی تھی:۔

"قد اصطفینا الاکبر بعد الاعظم امراً من لدن علیم خبیر"

(الکواکب الدریہ فارسی جلد ۲ صفحہ ۲۲)

اس غصن اعظم سے مراد عباس آفندی تھا۔ اور غصن اکبر سے مراد مرزا محمد علی تھا۔ لیکن اس کے باوجود عباس آفندی نے اس امر کا اپنے آپ کو پابند نہ کیا جس کی تائید واقعات نے پوری وضاحت سے کی۔ جناب بہاءاللہ کے آنکھیں بند کرتے ہی عباس آفندی نے باپ کی اس وصیت کو طاق نسیان کے سپرد کیا۔ اور اپنے چھوٹے بھائی کو باپ کے ورثہ اور جائیداد تک سے بالکل محروم کر دیا۔ اور اسطرح شروع دن سے ہی اپنے آئندہ ارادوں کا عنوان باندھ دیا۔ وہ اس بات کو ہرگز پسند نہیں کرتا تھا۔ کہ اسکے

بعد جناب بہاء اللہ کی وصیّت کے مطابق مرزا محمد علی اس کا سوتیلا بھائی جناب بہاء اللہ کا جانشین ہو۔ بڑے بھائی کی اس غاصبانہ بے رحمی اور ظلم کے نتیجہ میں مرزا محمد علی کو بہت سی مالی تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن باپ کے معتقدین میں سے بعض اس واضح ظلم پر خاموش نہ رہ سکے۔ چنانچہ آہستہ آہستہ وہ اس کے گرد جمع ہونے شروع ہوئے۔

باب کے بعد۔ بہاء اللہ کے بعد

جس طرح باب کے بعد مرزا حسین علی بہاء اللہ اور مرزا صبح ازل دو سوتیلے بھائی بہ یک وقت باب کے جانشین ہوئے۔ بعینہٖ بہاء اللہ کی موت پر عباس آفندی۔ اور مرزا محمد علی دو سوتیلے بھائی بہاء اللہ کے جانشین ہوئے۔ باب نے بھی اپنے قتل کے بعد ایک وصیّت چھوڑی لیکن اس کے باوجود اس کے جانشینوں میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ ہر دو جانشین اس وصیّت کے حقیقی دعویدار بننے کا دم بھرتے تھے۔ اور ایک دوسرے کے شدید دشمن تھے۔ اسی طرح بہاء اللہ کی موت کے بعد باوجود واضح اور معیّن وصیّت کے دو مختلف جانشین کھڑے ہوئے۔ جن میں سے ہر ایک دوسرے کا خطرناک دشمن تھا۔

بہائیت کی حقیقی جانشینی

مرزا محمد علی اور اُس کے ساتھی مذکورہ وصیّت نامہ کو صحیح تسلیم کرتے تھے۔ اور اس بات پر متفق تھے۔ کہ عباس آفندی کے بعد جانشینی کا حق صرف اور صرف مرزا محمد علی کو ہی ہے۔ لیکن عباس آفندی کے مخالف ارادے کا جب اظہار ہوا۔ تو مرزا محمد علی اور اس کے ہمنوا اس بات پر مجبور تھے کہ وہ عباسیت کے مقابل پر علویت کی بنیاد رکھے۔

بہاء اللہ اپنی تعلیم کے متعلق اس بات کا مدعی تھا۔ کہ اس کی تعلیم ایک ہزار سال تک منسوخ نہ ہو گی۔ لیکن عباس آفندی نے باپ کے اس دعویٰ کو کئی مواقع پر منسوخ قرار دیا۔ مگر مرزا محمد علی نے باپ کی تعلیم میں کسی قسم کی تحریف نہ کی۔ چنانچہ اس لحاظ سے علوی گروہ بہاء کی تعلیم پر صحیح طور پر قائم تھا۔ اور چونکہ علویت نے بہائیت کی اصل شکل کو قائم رکھنے کی کوشش ضرور کی ہے۔ اس لئے بہائیت کی حقیقی جانشین علویت ہی کہلا سکتی ہے۔ (تاریخ البابیہ ۴۲۶) تاریخ البابیہ کے مطابق مرزا محمد علی کے ساتھی ناقضین کے نام سے موسوم ہوئے۔ اور عباس آفندی اور اس کے ہمنوا مارقین کہلائے۔

بہائیت کا انجام

مرزا محمد علی چونکہ باپ کے ورثہ سے بھی محروم کر دیا گیا تھا۔ اس لئے مالی لحاظ سے بھی بہت کمزور تھا۔ اور اس کے علاوہ اس کے معتقدین کی تعداد بھی بہت تھوڑی تھی۔ اس لئے وہ عباس آفندی کا پورے طور پر مقابلہ نہ کر سکا۔ لیکن بہائیت کا یہ انتشار اس کے لئے انتہائی طور پر مہلک ثابت ہوا۔ عباس آفندی کی موت پر اس کا نواسہ شوقی آفندی اس کا جانشین ہوا۔ جو

بہائیت سے اب کوسوں دور ہے۔ اور علویت کی اٹھان ہی چونکہ بہت کمزور تھی۔ اس لئے وہ آہستہ آہستہ خود بخود ہی اپنی موت آپ مر چکی ہے۔ چنانچہ بہائیت ہر دو راہوں سے اپنے انجام کو پہنچ چکی ہے ایک دردناک مگر انتہائی طور پر عبرت ناک انجام۔

ہم نے "فرقان" کی مسلسل چند اشاعتوں میں بابیت کی مختصر سی تاریخ قارئین احباب کے سامنے اس لئے پیش کی ہے تاکہ بابیت کے سمجھنے کے لئے اس کی حقیقت کا پس منظر واقعات کے پردہ پر پوری وضاحت کے ساتھ اُن کے سامنے آجائے۔ چنانچہ یہ تاریخی شواہد اس کی اصلیت کو واضح کرنے میں مؤید ہیں۔ کہ بابیت اپنی پیدائش کے دن سے ہی ناکام و نامراد تھی۔

گورِ محبّس

بابیت کے بانی علی محمد باب کا عبرتناک انجام کسقدر ہولناک ہے۔ خدا تعالیٰ غیور و قہار کی بطش شدید اور اُس کی آہنی گرفت نے اس کاذب مدعی کو کسطرح آٹھ سال کے حقیر عرصہ میں کن رسوائیوں نامرادیوں اور دردناک صعوبتوں میں محیط کرکے ذلیل و رسوا کیا۔

بابیت نے کسطرح اس قلیل عرصہ میں اپنے انجام کی منازل کو طے کیا۔ اس نے ہر مرحلہ پر ایک نئی شکل اختیار کی۔ یکے بعد دیگرے پانچ مختلف روپوں میں ظاہر ہوئی جس میں کسی ایک پر بھی اسکو قرار و دوام حاصل نہ ہوا۔

بابیت ہمیشہ کی موت مر چکی ہے۔ ذلت و رسوائی کے گڑھے میں اس کی مردہ نعش کو ہمیشہ کیلئے دفن کیا جا چکا ہے۔ ازلیت۔ بہائیت۔ عباسیت اور علویت تو وہ چند اینٹیں ہیں۔ جو اس کی دفنگاہ پر چن دی گئی ہیں۔ تاکہ جلد ہی اس کا عبرتناک انجام دنیا سے محو نہ ہو جائے۔ بلکہ وقت کی دستبرد سے اس کو گورِ محبّس کے طور پر محفوظ کر دیا گیا ہے۔ تاکہ آنے والی نسلیں خدا تعالیٰ کے حضور گستاخی اور اس کے دردناک انجام سے عبرت حاصل کر سکیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار ⁂ واللہ ذو القوۃ والاقتدار

ضروری تصحیح

"فرقان" کی گذشتہ اشاعت میں بہائیت کے حصے میں قارئین ایک ضروری تصحیح فرمائیں۔ صد ۲۹ کی چوتھی سطر "عباس آفندی ..... تا جہنمی قرار دیا ہے۔" کے الفاظ غلطی سے درج ہو گئے ہیں۔ کتابت کے وقت جن کی اصلاح نہیں کی جا سکی۔ قارئین مذکورہ سطور کو حذف فرمالیں۔ اس امر کے متعلق "فرقان" کی کسی آئندہ اشاعت میں کچھ عرض کیا جائیگا۔

"نائب مدیر"

یہود پر شدائد کا زمانہ

(مکرم شیخ عبد الخالق صاحب معلم الواقفین)

مشہور بہائی مصنف ابو الفضائل گلپائگانی اپنی کتاب فصل الخطاب میں لکھتے ہیں کہ بنی اسرائیل پر ہر ملک اور ہر قوم نے شدید مظالم ڈھائے ہیں مسیحیوں کے علاوہ مسلمانوں نے بھی کمی نہیں کی اور پھر لکھتے ہیں کہ بموجب بائیبل یہ تمام مظالم "ظہور یوم اللہ" تک یہود پر آنے نہایت ضروری ہیں اور اب جبکہ "ظہور یوم اللہ" ہو چکا یہ مظالم نہ ہونگے۔ چنانچہ وہ اسی کتاب میں لکھتے ہیں:۔

"در علامت ثانیہ انقضائے ذلت بنی اسرائیل است۔ چنانکہ در آیت ہفت از ہمیں فصل (دانیال دوازدہم فصل) میفرماید۔ وبمحض تمام شدن پراگندگی قوم مقدس ہمہ ایں حوادث بانجام خواہد رسید وتفاوت حالات بنی اسرائیل درایں ازمنۂ آخیرو آسائش یافتن ایشان از ظلم قبائل نسبت بازمنۂ سابقہ مانند آفتاب روشن است بانیکہ تقریباً زیادہ از بست ویک سال کہ نیر ظہور از افق اراضی مقدسہ لامع گشتہ است۔ معذالک درجات ظلم قبائل برایں قوم تنزل کلی یافتہ وباقی بشارات کتاب در آسائش یافتن بنی اسرائیل بروی اہل عالم خواہند دید۔ وتقلیب وضع جہانرا درپست شدن شکبران وبلندی یافتن متواضعان ومظلوبان خواہند شنید۔" صـ۲۳۷ تا ۲۳۸

یہ کتاب ۱۳۳۱ھ میں شائع ہوئی ہے۔ اور اکیس سال قبل ازیں کتاب اس دن کا ظہور ہو چکا تھا۔ کہ جو آخری حد مظالم وخواری بنی اسرائیل کی تھی تمام اخبار بین لوگ جانتے ہیں کہ اس زمانہ میں بنی اسرائیل کو کسقدر عزت و آسائش نصیب ہوئی ہے۔ جرمن وروس میں انہی ایام میں جو عزت و آسائش بنی اسرائیل کو ان ممالک کے باشندگان وڈکٹیٹروں کی طرف سے ارزانی فرمائی گئی ہے وہ ظاہر ہے۔

بنی اسرائیل سے دو عہد

خدا نے دو عہد بنی اسرائیل سے بموجودگی حضرت موسیٰ علیہ السلام قائم کئے تھے۔ پہلا عہد حورب۔ دوسرا مواب۔ چنانچہ استثناء میں لکھا ہے۔ "اسرائیلیوں کے ساتھ جس عہد کے باندھنے کا حکم خداوند نے موسیٰ کو مواب کے ملک میں دیا۔ اسکی یہ باتیں ہیں۔ یہ اس عہد سے الگ ہے۔ جو اس نے ان کے ساتھ حورب میں باندھا تھا۔" استثناء ۲۹/۱

پہلا عہد حضرت موسیٰ علیہ السلام کی موجودگی تک تھا۔ اور دوسرا عہد دائمی تھا۔ چنانچہ یہ عہد باب ۲۹ تا باب ۳۳ ہے اس میں صاف طور پر خدائی حکم ہے۔ کہ جب تم میرے احکام کو ترک کروگے ہرطرح کی ظاہری و باطنی ذلت ونکبت تم پر ڈالی جائیگی۔ اور جب تم میرے احکام پر عمل کروگے۔ ہر قسم کی ہر کام بلکہ ہر حرکات وسکنات میں برکات تم پر نازل کرونگا۔ ان ابواب کو ملاحظہ فرمائیں۔ اور لعنت وبرکت کے عہد مطالعہ کرکے اس فاضل بابی کی جسارت کی داد دیں۔ سب سے بڑی لعنت جس کا وعدہ ہے۔ یہ ہے۔ " اور جب یہ سب باتیں یعنی برکت ولعنت جن کو میں نے آج تیرے آگے رکھا ہے تجھ پر آئیں۔ اور تو ان قوموں کے بیچ میں جن میں خداوند تیرے خدا نے تجھ کو بھگا کر پہنچا دیا ہو ان کو یاد کرے۔ اور تو اور تیری اولاد دونو خداوند اپنے خدا کی طرف پھریں اور اس کی بابت ان سب احکام کے مطابق جو آج میں تم کو دیتا ہوں اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان سے جانیں۔ تو خداوند تیرا خدا تیری اسیری کو پلٹ کر تجھ پر رحم کریگا۔ اور پھر کر تجھ کو سب قوموں میں سے جن میں خداوند تیرے خدا نے تجھکو پراگندہ کیا ہو۔ جمع کریگا۔ اگر تیرے آوارہ گردہ دنیا کے انتہائی حصوں میں بھی ہوں۔ تو وہاں سے بھی خداوند تیرا خدا تجھکو جمع کرکے لے آئیگا۔ اور اسی ملک میں جس پر تیرے باپ دادا نے قبضہ کیا تھا لائیگا۔ اور ان سے زیادہ تجھ کو بڑھائیگا۔ اور تیری اولاد کے دل کا ختنہ کریگا۔" استثنا ۳۰ / ۱ تا ۵

چنانچہ ابو الفضائل کے خیال کے مطابق چاہیئے تھا۔ کہ اس وقت تک کوئی بنی اسرائیل کا بچہ بھی ایسا نہیں۔ جو ارض مقدسہ میں آباد نہ ہوا ہو۔ اور پھر دلوں کا ختنہ بھی ہو گیا ہو۔ سب بنی اسرائیل بابی یا بہائی ہو چکے ہوں۔ ابو الفضائل صاحب اس کتاب کے صفحہ ۱۸ پر بائیبل کے دو حوالے درج فرماتے ہیں۔ پہلا زبور ۱۱۷ (۱۱۷) آیت ۲۶ کا۔ اُن میں اس مضمون کے متعلق جو یہ صاحب متی ۲۳ باب کا اقتباس یاد دلاتے ہیں ایک حرف بھی نہیں۔ اور دوسرا حوالہ پولوس کا خط بنام اہل کرنتس باب ۱۰ آیت ۲۲ تا ۲۹ کا لکھتے ہیں۔ مگر انجیل میں دیکھا جاوے تو جو الفاظ درج کئے گئے ہیں ان میں سے ایک لفظ بھی ۱ کرنتھی ۱۰ / ۲۲، ۲۹ میں نہیں پایا جاتا۔ چنانچہ وہ اپنی کتاب کے ایک صفحہ پر دو حوالہ درج کرتے ہیں۔ جن سے ایک بھی صحیح نہ نکلا۔ کسقدر جسارت بلکہ غلط بیانی ہے۔

اِن عہدوں کی پابندی

اب ہم بتاتے ہیں۔ کہ تورات کے آخری عہد برکت ولعنت کا کیا مطلب ہے۔ سب سے اول یہ کہ بنی اسرائیل کیا کریں کہ وہ برکات سے بہرہ اندوز ہوں۔ کیا شریعت موسوی پر عمل کریں۔ مگر یہ تو قطعی ناممکن ہے۔ اس لئے کہ دائمی قربانی جو اسرائیل کی حقیقی عبادت تھی۔ وہ موقوف ہو چکی ہے۔ نہ وہ ہیکل رہی اور نہ پاک ترین مکان پھر بنی اسرائیل یہ عبادت کس طرح بجا لا سکتے ہیں۔ اور دوسری جانب خدا کہتا ہے۔ کہ حکم جو میں عمل کیلئے

دیتا ہوں وہ آسان ہے۔ جیساکہ لکھا ہے۔ "کیونکہ وہ حکم جو آج کے دن تجھے دیتا ہوں۔ تیرے لئے بہت مشکل نہیں۔ اور نہ وہ دُور ہے۔ وہ آسمان پر تو ہے نہیں کہ تو کہے کہ آسمان پر کون ہماری خاطر چڑھے۔ اور اس کو ہمارے پاس لاکر سنائے تاکہ ہم اس پر عمل کریں۔ اور نہ وہ سمندر پار ہے کہ تو کہے کہ سمندر پار کون ہماری خاطر جائے اور اس کو ہمارے پاس لاکر سنائے تاکہ ہم اس پر عمل کریں۔ بلکہ وہ کلام تیرے بہت نزدیک ہے۔ وہ تیرے منہ میں اور تیرے دل میں ہے۔ تاکہ تو اس پر عمل کرے۔" استثنا ۳۰ / ۱۱ تا ۱۴۔

پس جائے غور ہے کہ قربانی اصلی عبادت بوجہ معذوری بنی اسرائیل ادا نہیں کر سکتے۔ نماز بعد کی مروجہ ہے جو مردود ہے۔ پھر وہ کیا کریں۔ اس کی صحیح تفسیر یہی ہے۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ کہ "خداوند تیرا خدا تیرے لئے تیرے ہی درمیان سے یعنی تیرے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کریگا۔ تم اس کی سُننا" پھر آیت ۱۸ میں تیری مانند اور آخر پر فرمایا۔ "جو کوئی اُسے نہ مانے گا۔ میں اس سے حساب لونگا۔" استثنا ۱۸ / ۱۵ تا ۲۲۔

مثیلِ موسیٰؑ کون ہے؟

اس جگہ صرف ایک لفظ قابل غور ہے۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند کون نبی ہوا ہے۔ جملہ انبیائے بنی اسرائیل موسوی شریعت کے مؤید تھے اُن میں سے عزرا کے زمانہ تک کوئی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند نبی نہیں ہوا۔ چنانچہ استثنا باب ۳۴ میں عزرا الہاماً کہتا ہے۔ کہ "اس وقت سے اب تک بنی اسرائیل میں کوئی نبی موسیٰ کی مانند نہیں اٹھا۔" آیت ۱۰۔ پس کوئی نبی عزرا تک موسیٰؑ کی مانند ہوا نہیں۔ اور بعد کے انبیاء تو ہرگز موسیٰؑ کی مانند ہو ہی نہیں سکتے۔ کیونکہ کوئی بادشاہ نہیں ہوا اور نہ صاحب شریعت ہوا ہے۔ اگرچہ یہود کہتے ہیں۔ کہ جسطرح موسیٰؑ نے پانچ کتب دیں اسی طرح داؤدؑ نے پانچ کتب زبور دیں۔ مگر علماء نے تسلیم کیا ہے۔ کہ زبور کی تقسیم داؤدؑ کی نہیں۔ بلکہ اسرائیل کی اپنی ہے۔ دوئم زبور کوئی شریعت کی کتاب نہیں ہے۔ بلکہ اسرائیلی انبیاء میں سے داؤدؑ اور سلیمانؑ ہی ہیں جنہوں نے سب سے زیادہ شریعت موسوی کی ترویج کی ہے۔ اور مسیح ناصری موسیٰؑ کی مانند بوجوہات ذیل نہیں ہو سکتے۔ اوّل موسیٰؑ بھی قاعدہ ترقئے جنس کے ماتحت پیدا ہوئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی۔ مگر مسیحؑ قاعدہ تکوین کے ماتحت پیدا ہوئے۔ پھر موسیٰؑ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مانند شادی شدہ مگر مسیحؑ ایسے نہیں۔ اور موسیٰؑ بھی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مانند مہاجر نبی پھر موسیٰؑ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح اپنی قوم کے بادشاہ ہوئے۔ مگر مسیحؑ ظاہری بادشاہت سے انکاری یوحنا ۱۸ / ۳۶۔ موسیٰؑ بھی شریعت لائے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی۔ مگر مسیحؑ شریعت نہیں لائے۔ کیونکہ لکھا ہے۔ "شریعت تو موسیٰؑ کی معرفت دی گئی۔ مگر فضل یسوعؑ مسیح کے وسیلہ سے۔" یوحنا ۱ / ۱۷۔ پھر موسوی اور شریعت محمدیہ میں غنائم روا مگر مسیحؑ کی شریعت میں ہرگز نہیں۔

پھر موسیٰ علیہ السلام اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم غالب رہے۔ مگر مسیحؑ مغلوب ہو کر مصلوب ہوئے۔ غرضیکہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم قطعی طور پر موسیٰؑ کی مانند ہوئے ہیں مگر مسیحؑ بالکل موسیٰؑ کی مانند ثابت نہیں ہو سکتے پس پہلا حکم حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بنی اسرائیل کے لئے یہ تھا۔ کہ جو نبی میری مانند ہو اُس پر ایمان لانا ورنہ میں مؤاخذہ کرونگا۔ مگر بنی اسرائیل نے تکذیب کی۔ اس لئے جب تک اس حکم الٰہی کو نہ مانیں گے الٰہی برکات سے بہرہ اندوز نہیں ہو سکیں گے۔ جیساکہ خود قرآن مجید میں ہے۔ کما یعرفون ابناءھم یہ حکم بنی اسرائیل کے دلوں پر نقش ہے۔ پھر اس حکم کی تصدیق حضرت موسیٰؑ نے عہد ثانیہ میں بھی فرمائی۔ اور اس تصدیق کو لفظ برکت سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ظاہر فرمایا ہے۔ جیسا کہ لکھا ہے " اور مرد خدا موسیٰ نے جو دعائے خیر دیکر اپنی وفات سے پہلے بنی اسرائیل کو برکت دی " (استثناء ۲۹ تا ۳۲ میں متعدد بار لفظ برکت آیا ہے) وہ یہ ہے ۔" اور اس نے کہا۔ خداوند سینا سے آیا۔ اور شعیر سے اُن پر آشکار ہوا۔ وہ کوہ فاران سے اُن پر جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا۔ اس کے داہنے ہاتھ میں اُن کے لئے آتشی شریعت تھی۔ وہ بے شک قوموں سے محبت رکھتا ہے"۔ استثنا $\frac{۳۳}{۱ تا ۳}$۔

اب ظاہر ہے کہ ثلاثہ ظہورات کی اسجگہ بشارت اور برکت ہے۔ سینا سے حضرت موسیٰؑ شعیر سے حضرت مسیحؑ اور فاران سے سرور انبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم مراد تھے۔ کیونکہ اول الذکر حضرات موسیٰؑ و عیسےٰؑ میں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی محبت غیر اقوام سے تو تورات میں بتائی گئی ہے۔ اور حضرت مسیح علیہ السلام صرف رسول بنی اسرائیل تھے۔ متی $\frac{۱۰}{۱ تا ۷}$ و $\frac{۱۵}{۲۴}$۔ اور نیز یہاں آتشین شریعت فاران والے ظہور کے ہمراہ بتائی گئی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کی شریعت مراد نہیں ہو سکتی۔ اور جناب مسیحؑ ناصری کوئی شریعت لائے نہیں ہیں۔ یوحنا $\frac{۱}{۱۶}$۔ پس وہ شریعت آتشین شریعت محمدیہ ہی ہو سکتی ہے جس کی ترویج سے شرک جزیرہ عرب سے قطعی خارج ہو گیا۔ پس جب تک بنی اسرائیل اس ظہور پر ایمان نہ لاویں گے۔ وہ برکات الٰہیہ سے مستفید نہیں ہو سکتے۔

اِس زمانہ میں آسمانی برکات کے حصول کا ذریعہ

اب خدا تعالیٰ جو رحیم و کریم ہے۔ اور وہ گنہگار کی موت نہیں چاہتا۔ اس خدائے رحیم و کریم نے ایسے بنی اسرائیل کے لئے جو اس ظہور آخری پر ایمان نہ لایا ہو۔ ایک راہ تیار کی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جناب مسیحؑ نے فرمایا ہے جیساکہ جملہ مسیحی کلیسائیں تسلیم کرتی ہیں۔ کہ وہ آخری زمانہ میں آئیگا۔ اور دوسری جانب خود حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت کے آخر میں مسیحؑ موعود ہوگا جو میری شریعت کو زندہ کریگا۔ اور اس مسیحؑ اور مہدی کی بعثت کو بعض مقامات پر خود نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے تعبیر کیا گیا ہے۔

پس جن بنی اسرائیل نے موسیٰؑ کے بعد والے ظہورات پر ایمان نہ لاکر جناب موسیٰ علیہ السلام کی وصیت کو تسلیم نہیں کیا۔ ان کیلئے آسان راہ یہ خدا نے پیدا کی۔ کہ وہ آخری زمانہ میں مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لاکر پھر سے وہی برکات الٰہیہ حاصل کر سکتے ہیں جن کا وعدہ تورات میں ہے حقیقت یہی ہے کہ مسیح موعود علیہ السلام سے قبل زمانہ میں جبتک یہود حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لائے اُن کو برکات سماویہ سے حصہ نہیں مل سکتا۔ اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے قبل مسیح ناصری علیہ السلام کے ظہور پر ایمان لانے کے بغیر وہ برکات الٰہیہ سے بہرہ اندوز نہیں ہو سکتے تھے۔ اسی طرح اب اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لانے سے ہی بنی اسرائیل تورات والی برکات سے مستفید ہو سکتے ہیں۔

قارئین احباب پر یہ بات پوری طرح واضح ہو چکی ہوگی۔ کہ کس طرح بہائی فاضل ابوالفضائل صاحب نے بائیبل کے حوالہ جات کے پیش کرنے میں غلط بیانی سے کام لیا ہے۔ اور پھر بعض ایسے امور کے پیش کرنے کی جسارت کی ہے۔ کہ جس کی واقعات نے نہایت وضاحت کے ساتھ تردید کی ہے۔ بنی اسرائیل آج بھی انتہائی طور پر ذلیل و رسوا ہیں۔ جیسا کہ گذشتہ ہزارہا سال سے چلے آ رہے ہیں۔ اور یقیناً وہ اسطرح ذلیل و خوار رہیں گے جب تک کہ وہ دلوں کی گہرائیوں سے تائب ہو کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مثیل سیدنا حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بروز کامل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت پر ایمان نہ لائیں گے۔ مستقبل میں اگر اُن کے لئے آسمانی برکات مقدر ہیں۔ تو وہ برکات صرف اور صرف مثیل موسیٰؑ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے ہی حاصل ہو سکتی ہیں۔ جن تک پہنچنے کی ایک ہی راہ ہے۔ اور وہ راہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بابرکت وجود ہے۔ جو اسلام کے احیاء اور شریعت قرآنی کے قیام کے لئے دنیا میں نازل ہوا اور نہ کہ جناب بہاء اللہ۔ جو انہوں نے آتشی شریعت شریعت قرآنی کو ہمیشہ کے لئے منسوخ کرنے کا دعوےٰ کیا۔ آج آسمانی برکات کے حاصل کرنے کے لئے خدا تعالےٰ کی طرف سے ایک "آرڈر آف دی ڈے" ہے۔

کل برکۃ من محمد صلی اللہ علیہ وسلم (تذکرہ)

عالمگیر اور دائمی شریعت

بائیبل ـــ یا ـــ قرآن

(مولوی نور الحق صاحب انور واقف زندگی)

بہائی رسالہ "پیامبر" جون ۱۹۴۵ء کی اشاعت میں "مسلم علماء کیلئے لمحہ فکریہ" کے زیر عنوان ایک مضمون سپرد قلم کیا گیا ہے جس میں یہ بات ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی گئی ہے کہ بائیبل دائمی شریعت تھی۔ اس سے بہائیوں کا مقصد یہ ہے کہ جب بائیبل جیسی عالمگیر اور دائمی کتاب کے ہوتے ہوئے اللہ تعالےٰ نے قرآن شریف نازل فرمایا۔ تو قرآن کے بعد اور کتاب کیوں نازل نہیں ہو سکتی۔

• یہ ایک ایسا دھوکا ہے جس کے ذریعہ "بہائی شریعت" کے حامیوں نے عوام کو غلط فہمی میں مبتلا کرنے کی کوشش کی ہے حقیقت یہ ہے کہ تورات و انجیل نے کہیں یہ دعویٰ نہیں کیا کہ اُن میں مندرجہ تعلیم کے بعد کوئی اور تعلیم نہیں آئیگی اور وہ ایسی مکمل عالمگیر اور دائمی کتب ہیں کہ اُن کے بعد کسی دوسری کتاب کی حاجت باقی نہیں رہتی۔ بلکہ اُن میں صاف لکھا ہوا موجود ہے۔ کہ ایک اور ابدی اور دائمی شریعت اُن کے بعد آئیگی۔

تورات عالمگیر نہیں

تورات کے جملہ احکام جن میں سے چند ایک مضمون نگار نے اپنی مطلب براری کے لئے درج "پیامبر" کئے ہیں۔ صرف بنی اسرائیل کیلئے ہیں۔ اور صرف انہیں کو بار بار مخاطب کیا گیا ہے۔ کسی دوسرے کیلئے اُن کی شریعت میں کوئی خطاب موجود نہیں۔ استثنا ۳۳ / ۴ میں لکھا ہے "موسیٰ نے ہم کو ایک شریعت فرمائی جو کہ یعقوب کی جماعت کی میراث ہو۔" اس سے معلوم ہوا۔ کہ تورات عالمگیر شریعت نہیں۔ بلکہ صرف بنی اسرائیل کے لئے ہی واجب العمل تھی۔

تورات دائمی نہیں

اِس کے ثبوت کیلئے مندرجہ ذیل چند حوالے قابل ملاحظہ ہیں۔ جن میں آئندہ آنے والی شریعت اور دائمی عہد کی خبر ہے:۔

(۱) "اور خداوند نے مجھے کہا کہ انہوں نے جو کچھ کیا سو اچھا کیا۔ میں اُن کیلئے اُن کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کرونگا۔ اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالونگا اور جو کچھ میں اُسے فرماؤنگا وہ سب اُن سے کہے گا اور ایسا ہوگا کہ جو کوئی میری باتوں کو جنہیں وہ میرا نام لیکر کہیگا نہ سُنیگا تو میں اُسکا حساب اُس سے لونگا۔" استثنا باب ۱۸

(۲) "اے آسمانوں کان رکھو کہ میں کہونگا اور اے زمین میری منہ کی باتیں سُن۔ میری تعلیم مینہہ کی بوندوں کیطرح گریگی۔ اور میری باتیں اوس کی مانند ٹپکیں گی جیسے کہ سبزے پر پھوہی پڑے اور گھاس پر جھڑیاں۔" استثنا باب ۳۲

(۳) "میری سُن اے میری اُمت میری طرف کان دھر لے میرے گروہ کہ ایک شریعت مجھ سے رائج ہوگی۔ اور میں اپنی شرع کو قوموں کی درستی کیلئے قائم کرونگا۔" یسعیاہ باب ۵۱

(۴) "میں تم سے ابدی عہد باندھونگا۔ اور داؤد کی سچی نعمتیں تمہیں دونگا۔ دیکھو میں نے اُسے خوش کرنیکے لئے گواہ مقرر کیا۔ بلکہ لوگوں کا ایک پیشوا اور فرمانروا۔" یسعیاہ باب ۵۵

(۵) دیکھو وہ دن آتے ہیں جب میں اسرائیل کے گھرانے اور داؤد کے گھرانے کیساتھ نیا عہد باندھونگا۔ اس عہد کے مطابق نہیں جو میں نے انکے باپ دادا سے کیا جب میں نے اُنکی دستگیری کی تاکہ انکو ملک مصر سے نکال لاؤں۔ اور انہوں نے میرے عہد کو توڑا اگرچہ میں انکا مالک تھا۔ خداوند فرماتا ہے بلکہ یہ وہ عہد ہے جو میں اُن دنوں کے بعد اسرائیل کے گھرانے سے باندھونگا۔ خداوند فرماتا ہے میں اپنی شریعت اُنکے باطن میں رکھونگا اور اُنکے دل پر اُنہیں لکھونگا۔" یرمیاہ باب ۳۱

پس جب حضرت موسیٰؑ کی شریعت میں بیان کیا گیا ہے کہ اُسکے بعد ایک نئی شریعت آئیگی اور نیا عہد لوگوں سے باندھا جائیگا تو اُس کے آنے پر موسوی شریعت کے احکام منسوخ ہوجائینگے اور تورات میں بیان کردہ دائمی اور ابدی عہد کا مطلب یہی سمجھا جائیگا کہ آخری شریعت آنے تک بنی اسرائیل کو موسوی شریعت کے احکام پر عمل کرنے کی تلقین کی گئی ہے لیکن جب نئی شریعت آجائیگی تو پہلے احکام قابل عمل نہ رہیں گے۔

انجیل عالمگیر نہیں

حضرت مسیحؑ فرماتے ہیں (۱) "میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔" متی ۱۵/۲۴ - (۲) شاگردوں کو کہا۔ اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس ہی جانا۔" متی

انجیل دائمی نہیں نہ ہی مکمل ہے

حضرت مسیحؑ فرماتے ہیں:۔ "مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنی ہیں۔ مگر اب تم اُن کی برداشت نہیں کرسکتے۔ لیکن جب وہ یعنی مددگار آئیگا۔ تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائیگا۔ اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہیگا۔ لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا۔" یوحنا ۱۶/۱۲

قرآن کریم ہی عالمگیر دائمی اور مکمل شریعت ہے

اِس کے بالمقابل قرآن شریف نے فرمایا:۔ (۱) الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دیناً (۲) پھر فرمایا:۔ ومن یبتغ غیر الاسلام دیناً فلن یقبل منہ (۳) ما فرطنا فی الکتاب من شیءٍ (۴) لا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین (۵) لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ۔ (۶) حفاظت کا وعدہ فرمایا:۔ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

ان تتقوا اللہ یجعل لکم فرقاناً

فرقان

قادیان

مدیر:
عبدالمنان عمر ایم۔اے

رفقاءِ احمد کا ماہنامہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ـــــــ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

فرقان قادیان

بابت ماہ ظہور ۱۳۲۴ ہش
اگست ۱۹۴۵ء

جلد ۴ | ترتیب عنوانات | نمبر ۸

پیغامیت:-

بہائیت:-

مسئلۂ نبوت

نبوّت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

نبوّت کے بارہ میں حضور علیہ السلام کی اپنی تحریرات

(مکرم مولوی شریف احمد صاحب امینی مولوی فاضل۔)

فرقان کی گذشتہ اشاعت میں نبوت کے بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات سے پندرہ مختلف حوالہ جات عرض کئے گئے تھے اسی سلسلہ میں اشاعت زیرنظر میں بھی چند حوالہ جات پیش کئے جاتے ہیں۔

۱۶۔"میری دعوت کی مشکلات میں سے ایک رسالت اور وحی الٰہی اور مسیح موعود ہونے کا دعوےٰ ہے" (براہین احمدیہ حصہ ۵ ص۵۳)

اس جگہ حضور علیہ السلام اپنے دعوے کی مشکلات میں سے ایک مشکل رسالت کو بھی قرار دیتے ہیں معلوم ہوا آپ مسیح موعود کے دعویٰ کی طرح رسالت کے بھی مدعی تھے۔ اسی طرح ایک شعر میں حضور علیہ السلام اس مشکل کا یوں اظہار فرماتے ہیں ؎

"اذا قیل اتك مرسل خلت اتنی
دُعیت الی امرٍ علی الخلق یعسر"

۱۷۔"ہماری تمام بحث وحی نبوی میں ہے جس کی نسبت یہ ضروری ہے۔ سو بعض کلمات پیش کرکے کہا جاوے کہ یہ خدا کا کلام جو ہمارے پر نازل ہوا ہے"
(ضمیمہ اربعین نمبر ۴ ص۱۱)

اس جگہ حضور علیہ السلام بحث کے لئے اپنی وحی کو پیش فرماتے ہیں اور مخالفین سے مطالبہ کرتے ہیں کہ اس کے مقابل پر وہ بھی ایسی وحی پیش کریں کہ کسی شخص نے یوں دعویٰ کرکے بیان کی ہو کہ یہ خدا کا کلام مجھ پر نازل ہوا ہے۔ اسی واسطے حضور علیہ السلام ایک اور جگہ پر اپنے آپ کو منہاج نبوت پر پرکھنے کے لئے پیش فرماتے ہیں۔ فرمایا:۔

(ا) "اس تفتیش کے وقت منہاج نبوت کو معیار صدق و کذب کے لئے ٹھہرا دیں"

(اعجاز احمدی ص۶)

آگے اسی کتاب میں فرمایا:۔

(ب) "یہی باتیں مولوی ثناء اللہ نے مقام مُد کے مباحثہ میں پیش کی تھیں اور ان باتوں سے ہر ایک خدا ترس سمجھ سکتا ہے کہ کہاں تک ان مولوی صاحبوں کی نوبت پہنچ گئی ہے اور وہ جوشِ تعصب میں منہاج نبوت اور اس معیار کو جو نبیوں کی شناخت کے لئے مقرر ہے پیشِ نظر نہیں رکھتے" (اعجاز احمدی)

مندرجہ بالا دونوں حوالوں میں حضور علیہ السلام اپنی ذات اور دعویٰ کو منہاج نبوت پر پرکھنے کے لئے پیش فرماتے ہیں۔ اگر آپ نبی نہ تھے تو یوں اس معیار کو کیوں پیش کرتے اور اسے اپنے دعوےٰ کے صدق و کذب کی دلیل کیوں ٹھہراتے۔ پس ثابت ہوا کہ آپ نبی تھے اور تبھی اس منہاج نبوت کو پیش فرمایا۔

۱۸۔ "احادیث نبویہ میں یہ پیشگوئی کی گئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں سے ایک شخص پیدا ہو گا جو عیسےٰ اور ابن مریم کہلائیگا اور نبی کے نام سے موسوم کیا جائے گا۔ یعنی اس کثرت سے مکالمہ و مخاطبہ کا شرف اُس کو حاصل ہو گا اور اُس کثرت سے امورِ غیبیہ اُس پر ظاہر ہوں گے کہ بجز نبی کے کسی پر ظاہر نہیں ہو سکتے"

(حقیقۃ الوحی ص۳۹)

اس جگہ حضور علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر فرما رہے ہیں۔ مگر ایک دوسرے مقام پر حضور علیہ السلام اس پیشگوئی کا مصداق اپنے آپ کو قرار دے رہے ہیں جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضور انور نبی ہیں۔ حضورؑ فرماتے ہیں:۔

"ایسا ہی خدا تعالےٰ نے اور اُس کے پاک رسول نے مسیح موعود کا نام نبی اور رسول رکھا ہے اور تمام خدا تعالےٰ کے نبیوں نے اُس کی تعریف کی ہے اور اُس کو تمام انبیاء کی صفات کاملہ کا مظہر ٹھہرایا ہے .... لیکن جس شخص کو خدا تعالےٰ بصیرت عطا کرے گا وہ مجھے پہچان لے گا کہ مَیں مسیح موعود ہوں اور وہی ہوں جس کا نام سرور انبیاء نے نبی اللہ رکھا ہے۔ اور اُس کو سلام کہا ہے۔ اور اپنا دوسرا بازو اُس کو قرار دیا ہے۔ اور خاتم الخلفاء ٹھہرایا ہے۔ وہ مجھے اس طرح

افضل سمجھیگا جس طرح خدا اور رسول نے مجھے فضیلت دی ہے۔" (نزول المسیح ص۴۲)

۱۹۔ "سو میں نے خدا کے فضل سے نہ اپنے کسی ہنر سے اِس نعمت سے کامل حصہ پایا ہے جو مجھ سے پہلے نبیوں اور رسولوں اور خدا کے برگزیدوں کو دی گئی تھی۔"

(حقیقۃ الوحی ص۶۲)

اِس عبارت میں حضور علیہ السلام نے یہ اظہار فرمایا ہے کہ مجھے گذشتہ انبیاء کی طرح کامل نعمت خدا کی طرف سے عطا کی گئی ہے۔ اگر گذشتہ انبیاء خدا کی نعمت پاکر حقیقی نبی اور رسول تھے تو کیا وجہ ہے کہ حضور علیہ السلام کامل نعمت سے حصہ پانے کے باوجود بھی نبی نہ ہوں۔ بہرکیف یقین کرنا پڑے گا کہ حضور علیہ السلام باقی انبیاء کی طرح نبوت کی حقیقت کے اعتبار سے کامل نبی ہیں۔ مگر اتنی بات ضرور ہے کہ آپؑ نے یہ مقام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل متابعت سے حاصل کیا ہے۔ جیسا کہ فرماتے ہیں:۔

"اس اُمت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی برکت سے ہزارہا اولیاء ہوئے ہیں اور ایک وہ بھی ہوا جو اُمتی بھی ہے اور نبی بھی۔" (حقیقۃ الوحی ص۲۸)

۲۰۔ "اور کہتے ہیں کہ ہمارے نبیؐ کے خلفاء کا نام نبی کیوں نہ رکھا گیا جیسا کہ تم سمجھتے ہو۔ یہ اس لئے ضروری تھا کہ تا ختم نبوت کی حقیقت لوگوں پر مشتبہ نہ ہو جاوے۔ اور تاکہ وہ سیکھ لیویں۔ پھر جب اِس پر زمانہ گذر گیا تو اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ دونوں سلسلوں کی مشابہت خلفاء کی نبوت میں ظاہر کرے۔ تاکہ معترض اعتراض نہ کریں اور تا اللہ تعالیٰ اُس قوم کے وسوسوں کو دُور کردے جو چاہتے ہیں کہ نبوت میں مشابہت دیکھیں اور اس طرح اصرار کرتے ہیں۔ سو اُس نے مجھے بھیجا اور میرا نام نبی رکھا۔" (تذکرۃ الشہادتین ص۸۵)

اِس عبارت سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اِس اُمت کے پہلے خلفاء کا نام نبی اس واسطے نہ رکھا گیا تاکہ امر ختم نبوت مشتبہ نہ ہو جائیں۔ مگر خدا نے موسوی اور محمدی سلسلوں میں مشابہت پیدا کرنے کے لئے خاتم الخلفاء کا نام نبی رکھدیا تاکہ خلفاء کی مشابہت نبوت کے رنگ میں بھی ظاہر ہو جائے۔ اِسی امر کے متعلق حضور علیہ السلام ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:۔

"حکمت الٰہی نے یہ تقاضا کیا کہ پہلے بہت سے خلفاء کو برعایت ختم نبوت بھیجا جائے اور اُن کا نام نبی نہ رکھا جائے اور یہ مرتبہ اُن کو نہ دیا جائے۔"

پس اِن عبارات میں حضور علیہ السلام نے پہلے خلفاء کو نبی کا نام نہ دیئے جانے کی وجہ بیان فرماتے ہوئے اپنی نبوّت کا دعویٰ فرمایا ہے کہ اُس نے میرا نام نبی رکھا ہے۔ اب حضور علیہ السلام کی نبوت سے کون سچا احمدی انکار کر سکتا ہے۔

۲۱۔ "میرا دعویٰ تو صرف یہ ہے کہ چونکہ دین زندہ ہے اس لئے ہر صدی کے سر پر موجودہ مفاسد کے لحاظ سے مصلح پیدا ہوتا ہے۔ جس سے خدا مکالمہ مخاطبہ کرتا ہے جب خدا کسی سے بکثرت ہمکلام ہو اور اپنی غیب کی باتیں کثرت سے اُس پر ظاہر کرے تو یہ نبوت ہے۔ مگر حقیقی نبوّت نہیں۔ میرا ہرگز یہ دعویٰ نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے الگ ہو کر مَیں نبی ہوں۔" (البلاغ المبین صٓ)

اِس عبارت میں حضور علیہ السلام اپنی نبوت کی تشریح یوں فرماتے ہیں کہ مَیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے الگ ہو کر نبی نہیں۔ آپ کی متابعت میں خدا کثرت سے مجھ سے ہمکلام ہوتا ہے۔ اور غیب کی باتیں مجھ پر ظاہر کرتا ہے لہٰذا مَیں نبی ہوں۔

۲۲۔ "اِس زمانہ میں خدا نے چاہا کہ جس قدر نیک اور راستباز مقدس نبی گزر چکے ہیں ایک ہی شخص کے وجود میں اُس کے نمونہ ظاہر کئے جائیں۔ سو وہ مَیں ہوں۔"

(براہین احمدیہ حصہ پنجم صہ۹۵)

یہ عبارت دراصل تشریح ہے اُس الہام کی جو حضور علیہ السلام نے براہین احمدیہ میں درج فرمایا ہے کہ "جری اللہ فی حلل الانبیاء" جس کا ترجمہ حضور علیہ السلام نے "ایک غلطی کے ازالہ" میں یوں فرمایا ہے یعنی **خدا کا رسول نبیوں کے حُلّوں میں**۔"

پس کیا وہ شخص جو تمام انبیاء کے کمالات کا مظہر ہو اور نبیوں کے حُلّوں میں ظاہر ہو وہ خود نبوت سے خالی ہوگا؟ ہرگز نہیں۔ حضور علیہ السلام اُسے "خدا کا رسول" قرار دے رہے ہیں۔ پس ثابت ہؤا کہ آپ رسول ہیں اور تمام انبیاء کے کمالات آپ میں مجتمع ہیں اور آپ اُن صفات کے مظہر ہیں۔

۲۳۔ "سخت عذاب بغیر نبی ہونے کے آتا ہی نہیں جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا۔"

(تجلیات الٰہیہ صٓ)

مندرجہ بالا عبارت میں حضور علیہ السلام نے عذاب و تباہی کے آنے کے لئے نبی کے وجود کو شرط قرار دیا ہے۔ اور پھر اسی شرط کے مطابق اپنی نبوّت کو ثابت کیا ہے۔ جیسا کہ حضور مختلف مقامات

پر فرماتے ہیں :-

(ا) "سخت عذاب بغیر نبی ہونے کے آتا ہی نہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ایک طرف تو طاعون ملک کو کھا رہی ہے اور دوسری طرف ہیبت ناک زلزلے پیچھا نہیں چھوڑتے۔ اے غافلو! تلاش کرو۔ شاید تم میں خدا کی طرف سے کوئی نبی قائم ہو گیا ہو جس کی تم تکذیب کر رہے ہو۔" (تجلیات الٰہیہ)

(ب) "وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا۔ پس اس سے بھی آخری زمانہ میں ایک رسول کا مبعوث ہونا ظاہر ہوتا ہے اور وہی مسیح موعود ہے۔" (تتمہ حقیقۃ الوحی ص۶)

(ج) "پس خدا نے اپنی سنت کے موافق ایک نبی کے مبعوث ہونے تک وہ عذاب ملتوی رکھا اور جب وہ نبی مبعوث ہو گیا تب وہ وقت آیا کہ ان کو اپنے جرائم کی سزا دی جائے۔" (تتمہ حقیقۃ الوحی ص۵۲)

(د) "پس اس میں کیا شک ہے کہ میری پیشگوئیوں کے بعد دنیا میں زلزلوں اور دوسری آفات کا سلسلہ شروع ہو جانا میری سچائی کے لئے ایک نشان ہے۔ یاد رہے کہ خدا کے رسول کی خواہ کسی حصہ میں تکذیب ہو مگر اس تکذیب کے وقت دوسرے جرم بھی پکڑے جاتے ہیں۔" (حقیقۃ الوحی ص۱۶۱)

(ہ) "اور کانگڑہ اور بھاگسو کے پہاڑ کے صدہا آدمی زلزلہ سے ہلاک ہو گئے انکا کیا قصور تھا۔ انہوں نے کونسی تکذیب کی تھی۔ سو یاد رہے کہ جب خدا کے کسی مرسل کی تکذیب کی جاتی ہے خواہ وہ تکذیب کوئی خاص قوم کرے یا کسی خاص حصہ زمین میں ہو مگر خدا تعالیٰ کی غیرت عام عذاب نازل کرتی ہے۔" (حقیقۃ الوحی ص۱۶۲)

(و) "اور اس امتحان کے بعد اگر فریق مخالف کا غلبہ رہا اور میرا غلبہ نہ ہوا۔ تو میں کاذب ٹھہروں گا۔ ورنہ قوم پر لازم ہو گا کہ خدا تعالیٰ سے ڈر کو آئندہ طریق تکذیب اور انکار کو چھوڑ دیں اور خدا کے مرسل کا مقابلہ کر کے اپنی عاقبت خراب نہ کریں۔"

(حقیقۃ الوحی ص۳۸۶)

مندرجہ بالا چھ حوالہ جات کے پڑھنے سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام

اپنی نبوت و رسالت کی دلیل عذاب و تباہی کو پیش کرتے ہیں۔ کیونکہ آیت قرآنی کے موافق جبتک نبی نہ آئے اور اس کی تکذیب نہ ہو عذاب الٰہی نازل نہیں ہوتا۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں عذاب نازل ہوئے اور اس کی وجہ حضور نے یہی بیان فرمائی ہے کہ وہ خدا کے مرسل یعنی آپ کی تکذیب کرتے تھے۔ جیساکہ فرمایا "اے غافلو! تلاش کرو۔ شاید تم میں خدا کی طرف سے کوئی نبی قائم ہوگیا ہو جس کی تم تکذیب کر رہے ہو" (تجلیات الٰہیہ)

پس حضور علیہ السلام کا اپنے دعوے کو منہاج نبوت پر پیش کرنا اس امر کی زبردست دلیل ہے کہ حضور علیہ السلام خدا کے برگزیدہ نبی اور اس زمانہ کے مرسل تھے۔

۲۴۔ ۱۹۰۱ء میں حضور علیہ السلام نے ایک رسالہ الموسومہ بہ "ایک غلطی کا ازالہ" صرف اس غرض سے تصنیف فرمایا کہ ایک شخص سے ایک مخالف نے سوال کیا کہ تم نے جس کی بیعت کی ہے وہ نبی ہونے کا دعوے کرتا ہے تو اس مرید نے محض نفی میں جواب دیا۔ اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ جواب صحیح نہیں بلکہ ہم نبی ہیں۔ فرماتے ہیں:۔

"ایک صاحب پر ایک مخالف کی طرف سے یہ اعتراض پیش ہوا کہ جس سے تم نے بیعت کی ہے وہ نبی اور رسول ہونے کا دعوے کرتا ہے؟ اور اس کا جواب محض انکار کے الفاظ میں دیا گیا۔ حالانکہ یہ جواب صحیح نہیں ہے" (ایک غلطی کا ازالہ)

معلوم ہوا حضور علیہ السلام کی نبوت کا انکار درست نہیں ہے۔

۲۵۔ "میں جب کہ اس مدت تک ڈیڑھ سو پیشگوئی کے قریب خدا کی طرف سے پاکر بچشم خود دیکھ چکا ہوں کہ صاف طور پر پوری ہوگئیں تو میں اپنی نسبت نبی یا رسول کے نام سے کیونکر انکار کر سکتا ہوں" (ایک غلطی کا ازالہ)

۲۶۔ "اور جس طرح پہلے نبی اور رسول اپنی امت میں نہیں رہے میں بھی نہیں رہونگا سو اس وقت کی قدر کرو" (اشتہار ضمیمہ ریویو اردو دسمبر ۱۹۰۳ء)

اس عبارت میں حضور علیہ السلام صاف طور پر گذشتہ انبیاء کی طرح اپنے آپ کو نبی قرار دیتے ہیں۔ تو پھر کیونکر آپ کی نبوت سے انکار کیا جاسکتا ہے۔

۲۷۔ بعض لوگ یہ اعتراض کرتے تھے کہ حضرت ام المومنین کو ام المومنین کیوں کہا جاتا ہے۔ حضور علیہ السلام تک جب یہ اعتراض پہنچا تو حضور نے اس کا جواب یوں رقم فرمایا:۔

"خدا تعالیٰ کی سنت اور قانون قدرت کا اس تعامل سے بھی پتہ لگتا ہے کہ کبھی کسی نبی کی

بیوی سے کسی نے شادی نہیں کی۔ ہم کہتے ہیں ان لوگوں سے جو اعتراض کرتے ہیں کہ ام المومنین کیوں کہتے ہیں پوچھنا چاہئے کہ تم بتاؤ جو مسیح موعود تمہارے ذہن میں ہے اور جسے تم سمجھتے ہو کہ وہ آکر نکاح بھی کریگا کیا اُسکی بیوی کو تم ام المومنین کہوگے یا نہیں مسلم میں تو مسیح موعود کو نبی ہی کہا گیا ہے اور قرآن شریف میں انبیاء علیہم السلام کی بیویوں کو مومنوں کی مائیں فرما دیا گیا ہے۔" (الحکم ۲۴ر اکتوبر سنہ ۱۹۰۱ء)

اب حضور علیہ السلام نے مخالفین کے اعتراض کو یوں رفع فرمایا ہے کہ نبیوں کی بیویوں کو مومنوں کی مائیں کہا جاتا ہے اب چونکہ ہم نبی ہیں اور حدیث میں بھی مسیح موعود کو نبی اللہ کا لقب دیا گیا ہے لہٰذا ہماری بیوی ام المومنین کہلائیگی پس حضرت ام المومنین کا ام المومنین ہونا اس امر کی زبردست دلیل ہے کہ حضور علیہ السلام گذشتہ انبیاء کی طرح ایک حقیقی نبی ہیں۔

۲۸۔ "مَیں نہیں سمجھ سکتا کہ نبی کے نام پر اکثر لوگ کیوں چڑ جاتے ہیں۔ جس حالت میں یہ ثابت ہو گیا کہ آنیوالا مسیح اِس اُمّت میں سے ہوگا۔ پھر خدا تعالیٰ نے اُس کا نام نبی رکھدیا تو حرج کیا ہُوا ہے" (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۱۸۱)

ایک قیمتی روایت

(مرتبہ مکرم ملک صلاح الدین صاحب ایم۔ اے پروفیسر جامعہ احمدیہ)

غیر مبایعین ہمیشہ یہ اعتراض کرتے رہتے ہیں کہ بعض مسائل میں اختلاف رکھکر کس طرح بیعت کیجا سکتی ہے بَیں انکے سامنے مکرم و محترم شیخ عبدالرحیم صاحب قادیانی (سابق جگت سنگھ) کی روایت پیش کرتا ہوں جو شیخ صاحب نے مجھے لکھکر دی ہے کہ وہ سکھ تھے ۱۸۹۴ء میں قادیان آئے اور ایک ہندو کے ہاں کھانا کھاتے رہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس ایک ہفتہ رہے۔ اُس وقت دل میں بڑو د خیال آیا کہ کم از کم مَیں مرزا صاحب سے کوئی نہ کوئی تعلق پیدا کرلوں تو بہتر ہوگا۔ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضؓ کی خدمت میں عرض کیا کہ کیا مَیں اِسی حالت میں رہکر بھی حضرت صاحب کی بیعت کرسکتا ہوں۔ آپنے فرمایا نئی بات ہے مَیں دریافت کرکے کہہ سکتا ہوں۔ آپنے دریافت کیا تو حضرت صاحب نے فرمایا کہ انکی بیعت ہو سکتی ہے۔ چنانچہ ظہر کے بعد حضورؑ نے میری بیعت لی۔

مجلس رفقاءِ احمدؐ کے دو سرگرم ارکان

کی

انگلستان و امریکہ روانگی

ہماری مجلس کے دو سرگرم ارکان مکرم شیخ ناصر احمدؐ صاحب بی۔ اے واقفِ زندگی اس ماہ کے پہلے ہفتہ میں انگلستان اور مکرم چوہدری خلیل احمدؐ صاحب ناصر بی۔ اے واقفِ زندگی ۲۰ ماہِ حال امریکہ روانہ ہو چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سفر و حضر میں ہمیشہ ان کے ہمراہ ہو اور ہر میدان میں انہیں کامیاب فرمائے۔ آمین!

سلسلہ کے دونوں مخلص نوجوانوں نے بی۔ اے کا امتحان پاس کرنے کے بعد اپنی زندگیاں احمدیت کی خدمت کیلئے اپنے آقا سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں پیش کر دیں جسے حضورؑ نے شرفِ قبولیت بخشا سات و آٹھ سال سے بالترتیب حضور کی نگرانی میں دیگر واقفین کیساتھ قادیان دار الامان میں انکا قیام رہا۔ اس عرصہ میں تعلیم کے علاوہ سلسلہ کی دیگر خدمات کی بھی انہیں سعادت حاصل ہوتی رہی۔ اسوقت رسالہ ہذا کے تعلق میں صرف ایک امر کا ذکر کرنا ہے اور وہ یہ کہ جب سے مجلس رفقاءِ احمدؐ قائم ہوئی ہے اور اسکی طرف سے رسالہ فرقان شائع ہو رہا ہے۔ ہمارے دونوں بھائی اس مجلس کے غیر معمولی طور پر سرگرم رُکن رہے ہیں اور مجلس کی مختلف خدمات سرانجام دیتے رہے ہیں۔ مکرم شیخ ناصر احمد صاحب جب ہم سے رخصت ہوئے ہیں اُسوقت تک جنرل سیکرٹری کی اہم خدمت انکے سپرد تھی جسے وہ نہایت ہی مستعدی کیساتھ سرانجام دے رہے تھے۔ شیخ صاحب موصوف کو اللہ تعالیٰ نے کام کرنیکا غیر معمولی جذبہ، شوق، جوش، استقلال، ہمت اور مستعدی عطا فرمائی ہے۔ وہ ہر کام وقت کی پابندی کیساتھ نہایت احسن طریق پر ختم کرنیکے خواہاں ہوتے۔

مکرم چوہدری خلیل احمدؐ صاحب ناصر کے سپرد ایک عرصہ تک نائب مدیر کی خدمات تھیں اور مکرم شیخ ناصر احمدؐ صاحب کی روانگی کے بعد جنرل سیکرٹری کی خدمت انکے سپرد کی گئی تھی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے انہیں بھی بعض مخصوص غیر معمولی خوبیاں انتظامی قابلیت، حوصلہ، استقلال، باقاعدگی، مشکل سے مشکل کام آسانی سے کرنیکی غیر معمولی استعدادیں حاصل ہیں۔ اسکے علاوہ دونوں کو تقریر و تحریر پر مفید تصرف حاصل ہے۔ فرقان کی بعض اشاعتوں میں انکے مضامین شائع ہوتے رہے ہیں اور اس رنگ میں بھی وہ مجلس کی سرگرمیوں میں حصہ لیتے رہے ہیں۔ انکی یہ خداداد قابلیتیں انکے مستقبل میں آئندہ خدمات کے دوران میں بہت مفید ثابت ہوں گی۔ انشاء اللہ!

مجلس انکی خدمات کی جو گذشتہ چار سال کے عرصہ میں وقتاً فوقتاً انہوں نے سرانجام دیں دل سے ممنون ہے اور وہ ان دعاؤں کیساتھ انکو الوداع کہتی ہے کہ اے خدا! تو انہیں خدمات کے ہر میدان میں علمی و عملی ترقیات کیساتھ کامیاب و کامران فرما۔ احمدیت کیلئے ترقی کے اہم ذرائع پر فتح و ظفر انکے ہمراہ ہو۔ انکو پاکیزہ اور کامیاب مستقبل عطا فرما کہ جس کا انجام مومن کا کامیاب ترین انجام ہو۔ آمین!

ہم سے جدا ہونیوالو! خدا تعالیٰ کی حفظ و امان تمہارے ساتھ ہو اور تمہارا خدا تم سے کبھی بھی جدا نہ ہو۔ آمین!!!

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تبدیلی عقیدۂ نبوت

(مکرم چوہدری محمد یار صاحب عارف)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی اور وفات کے بارہ میں آپ کے عقیدہ میں تبدیلی ہوئی یعنی پہلے ایک زمانہ تک حضرت مسیح علیہ السلام کو زندہ سمجھتے رہے اور پھر انکے فوت شدہ ہونیکا اعلان کیا اسیطرح اپنی نبوت کے بارہ میں بھی حضور کے خیالات میں تغیر ہوا یعنی ایک زمانہ تک آپ اپنے آپکو نبی خیال نہیں فرماتے تھے لیکن پھر اپنے آپکو نبی یقین کرنے لگے اسکا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کی پہلے زمانہ کی تحریرات یہ ظاہر کرتی ہیں کہ آپ نبوت کے مدعی نہیں لیکن آخری زمانہ کی تحریرات و تقریرات یہ ثابت کرتی ہیں کہ آپ نبوت کے دعویدار تھے۔

جناب مولوی محمد علی صاحب اور انکے رفقاء کا یہ خیال ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عقیدہ میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی بلکہ مسئلہ نبوت کے بارہ میں آپکے جو خیالات شروع میں تھے وہی آخر تک قائم رہے۔ چنانچہ جناب مولوی صاحب "القول الفصل کی ایک غلطی کا اظہار" کے صفحہ ۵ پر تحریر فرماتے ہیں "۲۵ اکتوبر ۱۹۰۲ء (حقیقت یہ ہے کہ تبدیلی عقیدہ ۱۹۰۱ء کے قریب ہوئی۔ ناقل) کے پہلے اور بعد کی تحریروں میں مسئلہ نبوت پر جو کچھ حضرت مسیح موعودؑ نے لکھا ہے اس میں ہرگز کسی قسم کا اختلاف نہیں جو پہلے لکھا وہی بعد میں لکھا ہے...... اگر بعد میں اپنے آپکو نبی کہا ہے تو پہلے بھی کہا ہے اور اگر پہلے اپنی نبوت کو جزوی ظلی، غیر مستقل، بروزی، غیر حقیقی کہا ہے تو بعد میں بھی کہا ہے۔" برخلاف اسکے ہماری یہ تحقیق ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مسئلہ نبوت میں اپنے عقیدہ کو ۱۹۰۱ء کے قریب تبدیل کیا۔ اور یہ امر اسقدر واضح ہے کہ اس میں شک کرنیکی گنجائش ہی باقی نہیں ہے چنانچہ مندرجہ ذیل امور ہمارے اس دعویٰ کو ثابت کرنے کیلئے کافی ہیں۔

خدا کی وحی کو ظاہر پر حمل کرنا نہ چاہا

ایک زمانہ میں حضور علیہ السلام اپنے آپکو حضرت مسیح علیہ السلام سے افضل نہیں سمجھتے تھے بلکہ اگر کوئی امر آپ کی فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا تو اُسے جزئی فضیلت قرار دیتے ہوئے فرماتے کہ ایک غیر نبی کو نبی پر جزئی فضیلت ہو سکتی ہے لیکن اسکے بعد آپ پر ایسا زمانہ آیا جب آپ نے فرمایا کہ میں ہر شان میں مسیح سے افضل ہوں اور ان دونوں باتوں میں تطبیق بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ پہلے میں سمجھتا تھا کہ میں نبی نہیں لیکن خدا کی وحی نے مجھے اس خیال پر قائم نہ رہنے دیا اور بار بار نبی کا خطاب دیا تو میں نے اپنے آپکو مسیح سے افضل قرار دیا چنانچہ جب حضور علیہ السلام کے ان دو بیانات پر جن میں سے ایک میں آپ نے فرمایا تھا کہ حضرت مسیح پر مجھے جزئی فضیلت ہے اور دوسرے میں فرمایا کہ میں ہر شان میں مسیح علیہ السلام سے بڑھکر ہوں تناقض کا اعتراض ہوا تو حضرت نے

اسکے جواب میں تحریر فرمایا کہ "اس بات کو توجہ کرکے سمجھ لو کہ یہ اسی قسم کا تناقض ہو کہ جیسے براہین احمدیہ میں میں نے یہ لکھا تھا کہ مسیح ابن مریم آسمان سے نازل ہوگا مگر بعد میں یہ لکھا کہ آنیوالا مسیح میں ہی ہوں اس تناقض کا بھی یہی سبب تھا کہ اگرچہ خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں میرا نام عیسیٰ رکھا اور یہ بھی مجھے فرمایا کہ تیرے آنیکی خبر خدا اور رسول نے دی تھی مگر چونکہ ایک گروہ مسلمانوں کا اس اعتقاد پر جما ہوا تھا اور میرا بھی یہی اعتقاد تھا کہ حضرت عیسیٰ آسمان سے نازل ہونگے اسلئے میں نے خدا کی وحی کو ظاہر پر حمل کرنا نہ چاہا بلکہ اس وحی کی تاویل کی لیکن بعد اسکے اس بارہ میں بارش کی طرح وحی نازل ہوئی کہ وہ مسیح موعود جو آنیوالا تھا تو ہی ہے اور ...... کہ درحقیقت مسیح ابن مریم فوت ہو گیا ہے ...... اسی طرح صدہا نشانوں اور آسمانی شہادتوں اور قرآن شریف کی قطعیۃ الدلالت آیات اور نصوص صریحہ حدیثیہ نے مجھے اس بات کیلئے مجبور کر دیا کہ میں اپنے تئیں مسیح موعود مان لوں ..... اسی طرح اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھکو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہے۔ وہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقربین میں سے ہے۔ اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا تو میں اسکو جزئی فضیلت قرار دیتا تھا مگر بعد میں جو خدا تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۹ تا صفحہ ۱۵۰)

اسجگہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جس وضاحت سے نبوت کے بارہ میں اپنے عقیدہ کی تبدیلی بیان فرمائی ہے اسکے متعلق کسی تشریح کی ضرورت نہیں ہے۔

نبوت کی تعریف میں تبدیلی

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پہلے زمانہ میں نبوت کی جو تعریف کرتے تھے وہ مختلف ہے اس تعریف سے جو بعد میں آپ کرتے رہے۔ چنانچہ ۱۸۹۹ء میں آپ فرماتے ہیں "مگر چونکہ اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول کے یہ معنے ہوتے ہیں کہ وہ کامل شریعت لاتے ہیں یا بعض احکام شریعت سابقہ منسوخ قرار دیتے ہیں یا نبی سابق کی امت نہیں کہلاتے اور براہ راست بغیر استفاضہ کسی نبی کے خدا تعالیٰ سے تعلق رکھتے ہیں" (الحکم ۱۷ اگست ۱۸۹۹ء)

لیکن اسکے برخلاف ۱۹۰۵ء میں فرماتے ہیں "نبی کے معنی صرف یہ ہیں کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے بذریعہ وحی خبر پانیوالا ہو اور شرف مکالمہ اور مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہو۔ شریعت کا لانا اس کیلئے ضروری نہیں اور نہ یہ ضروری ہے کہ صاحب شریعت رسول کا متبع نہ ہو۔ پس ایک امتی کو ایسا نبی قرار دینے سے کوئی محذور لازم نہیں آتا۔" (براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۳۸)

ان دو مختلف تعریفوں سے صاف ظاہر ہے کہ آپ نے اپنے عقیدہ میں تبدیلی فرمائی۔ یہی وجہ ہے کہ جبتک حضور نبوت کی پہلی تعریف کرتے رہے اس وقت تک اپنی نبوت سے انکار کیا لیکن دوسری تعریف کے زمانہ میں اپنے نبی ہونے کا اعلان فرماتے رہے۔

جزئی اور ناقص نبوت کا خیال

۱۹۰۱ء سے پہلے اپنی نبوت کو جزئی اور ناقص قرار دیتے رہے اور اسکی وجہ یہ تھی کہ ایک طرف تو آپ کو جو درجہ دیا گیا تھا اسے آپ نبوت نہ سمجھتے تھے اور دوسری طرف خدا تعالیٰ آپ کو نبی قرار دیتا تھا اسلئے آپ دونوں باتوں کو مطابق کرنے کیلئے یہ کہدیتے کہ مجھے جو نبی کہا جاتا ہے اس سے مراد جزئی نبوت یعنی محدثیت ہے لیکن جب آپ کو معلوم ہوا کہ وہ مقام جو آپ کو حاصل ہے وہی نبوت ہے تو آپ نے ۱۹۰۱ء کے بعد

اپنے آپکو جزوی ناقص نبی کہنا ترک کردیا اور نبی ہونے کا اعلان کرتے رہے۔

محدثین سے علیحدہ حیثیت

اسی طرح پہلے دوسرے محدثین کو اپنی نبوت میں شامل کرتے رہے چنانچہ فرمایا "اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور آنجناب کے بعد اس اُمت کیلئے کوئی نبی نہیں آئیگا نیا ہو یا پُرانا ہو۔ اور قرآن کریم کا ایک شعشہ یا نقطہ منسوخ نہیں ہوگا۔ ہاں محدث آئینگے جو اللہ جلشانہٗ سے ہمکلام ہوتے ہیں۔۔۔۔۔ اور ان میں سے ایک میں ہوں" (نشان آسمانی ص۲۸ جون ۱۸۹۲ء) لیکن بعد میں دوسرے محدثین سے اپنے آپکو علیحدہ قرار دیا اور فرمایا "جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس اُمت میں سے گذر چکے ہیں انکو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کیلئے میں ہی مخصوص کیا گیا۔ اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں۔" (حقیقۃ الوحی ص۳۹۱ ۱۹۰۷ء)

محدثیت کے حقیقی معنے

پھر ایک وقت تو آپ نے اشتہار دیا جس میں تحریر فرمایا کہ "اس عاجز کے رسالہ فتح اسلام و توضیح مرام و ازالہ اوہام میں جس قدر ایسے الفاظ موجود ہیں کہ محدث ایک معنی میں نبی ہوتا ہے۔ یا یہ کہ محدثیت جزوی نبوت ہے۔ یا یہ کہ محدثیت نبوت ناقصہ ہے یہ تمام الفاظ حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہیں۔۔۔۔۔ میں تمام مسلمان بھائیوں کی خدمت میں واضح کرنا چاہتا ہوں کہ اگر وہ ان الفاظ سے ناراض ہیں اور انکے دلوں پر یہ الفاظ شاق ہیں تو وہ ان الفاظ کو ترمیم شدہ تصور فرماکر بجائے اسکے محدث کا لفظ میری طرف سے سمجھ لیں۔" (اشتہار فروری ۱۸۹۲ء) لیکن بعد میں اسکے برخلاف یہ اعلان فرمایا کہ "اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے غیب کی خبریں پانے والا نبی کا نام نہیں رکھتا تو پھر بتلاؤ کس نام سے اُس کو پکارا جائے۔ اگر کہو اس کا نام محدث رکھنا چاہیئے تو میں کہتا ہوں کہ تحدیث کے معنی کسی لُغت کی کتاب میں اظہار غیب (یعنی کثرت سے غیب کی باتوں پر اطلاع دینا۔ ناقل) نہیں ہے۔" (ایک غلطی کا ازالہ ص۳ ۱۹۰۱ء)

ان تصریحات کی موجودگی میں جناب مولوی محمد علی صاحب اور اُن کے ساتھیوں کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خیالات میں تبدیلی سے انکار کرنا بے شک ایک حیران کردینے والی بات ہے لیکن وہ بھی ایسا کرنے پر مجبور رہیں۔ کیونکہ اس میں انہیں دوہرا فائدہ نظر آتا ہے۔ ایک طرف تو وہ یہ دعویٰ بھی کرسکتے ہیں کہ ہم نے زمانہ کے مامور کو شناخت کرلیا ہے اور اس کے فیصلہ کو بسر و چشم قبول کرتے ہیں اور دوسری طرف اس کے ان ارشادات کو جن سے مخالفین زیادہ ناراض ہیں چھوڑ کر اُنہیں خوش کرنے کی کوشش بھی کرسکتے ہیں۔

مسئلہ اقتداء غیر احمدیاں

ایک نئی جماعت کا قیام

قرآن مجید اور احادیث کی پیشگوئیوں کے مطابق

(مکرم مولوی شریف احمد صاحب امینی مولوی فاضل)

قرآن مجید اور احادیث نبویہؐ سے یہ امر ثابت کیا جا چکا ہے کہ اُمتِ محمدیہ کے آخر میں مسیح موعودؑ کا ظہور ہوگا اور اُس کے ذریعہ خبیث و طیب میں پھر ایک دفعہ امتیاز ہوگا۔ اور یہ امتیاز ایک منعم علیہ گروہ اور ایک نئی جماعت کے قیام کے رنگ میں ظاہر ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ موجودہ زمانہ میں عین پیشگوئیوں کے مطابق وقت مقررہ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام مبعوث ہوئے اور آپؑ کے ذریعہ ایک نئی جماعت کی بُنیاد ڈالی گئی۔ جو کہ خدا کے انعامات و فضائل کی مورد ہونے کی وجہ سے مثیلِ صحابہؓ ہے۔ اِس بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

ثلۃ من الاولین
ثلۃ من الاٰخرین

(۱) منعم علیہم کے کامل طور پر مصداق ..... از روئے نص صریح قرآنی اور احادیث متواترہ حضرت مرسل یزدانی دو گروہ ہیں۔ ایک گروہ صحابہؓ اور دوسرا گروہ جماعت مسیح موعود کیونکہ یہ دونوں گروہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ ہیں کسی اپنے اجتہاد کے محتاج نہیں۔ وجہ یہ کہ پہلے گروہ میں رسول اللہ صلعم موجود تھے جو خدا سے براہِ راست ہدایت پاکر وہی ہدایت نبوّت کی پاک توجہ کے ساتھ صحابہ رضی اللہ عنہم کے دل میں ڈالتے تھے اور اُن کے مربی بے واسطہ تھے۔ اور دوسرے گروہ میں مسیح موعودؑ ہے جو خدا سے الہام پاتا اور حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی روحانیت سے فیض اُٹھاتا ہے لہذا اُس کی جماعت بھی اجتہادِ خشک کی محتاج نہیں ہے۔ جیسا کہ آیت "وَاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ" سے سمجھا جاتا ہے۔ اور درمیانی گروہ جس کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فیج اعوج کے نام سے موسوم کیا ہے اور جس کی نسبت فرمایا ہے "لیسوا منی ولست

منہم" یعنی وہ لوگ مجھ سے نہیں ہیں اور نہ میں اُن میں سے ہوں۔ یہ کہ وہ حقیقی طور پر منعم علیہم نہیں ہیں۔ اور گو یہ زمانہ فیج اعوج میں بھی جماعت کثیر گمراہوں کے مقابل نیک اور اہل اللہ اور ہر صدی کے سر پر مجدد بھی ہوتے رہے ہیں لیکن حسب منطوق آیت ثلۃ من الاوّلین وثلّۃ من الاخرین خالص محمدی گروہ جو ہر ایک پلید ملونی اور آمیزش سے پاک ہے اور توبہ نصوح سے غسل دیئے ہوئے ایمان اور دقائق عرفان اور علم اور عمل اور تقویٰ کے لحاظ سے ایک کثیر التعداد جماعت ہے۔ یہ اسلام میں صرف دو گروہ ہیں یعنی گروہ اولین و گروہ آخرین جو صحابہؓ اور مسیح موعود کی جماعت سے مراد ہے۔ اور چونکہ حکم کثرت مقدار اور کمال صفائی انوار پر ہوتا ہے اس لئے اِس سورۃ فاتحہ میں اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کے فقرہ سے مراد یہی دونوں گروہ ہیں۔ یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مع اپنی جماعت کے اور مسیح موعودؑ مع اپنی جماعت کے۔" (تحفہ گولڑویہ ارسوم ص۱۲۹ تا ۱۳۲)

جماعتیں دو ہی ہیں

(۲) "سورۃ فاتحہ میں تین دعائیں سکھلائی گئی ہیں۔ (۱) ایک یہ دعا کہ خدا تعالےٰ اُس جماعت میں داخل رکھے جو صحابہؓ کی جماعت ہے۔ اور پھر اس کے بعد اس جماعت میں داخل رکھے جو مسیح موعود کی جماعت ہے جس کی نسبت قرآن شریف فرماتا ہے وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ غرض اسلام میں یہی دو جماعتیں منعم علیہم کی جماعتیں اور انہی کی طرف اشارہ ہے آیت صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ میں۔ کیونکہ تمام قرآن پڑھ کر دیکھو جماعتیں دو ہی ہیں۔ ایک صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت دوسری وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ کی جماعت جو صحابہؓ کے رنگ میں ہے اور وہ مسیح موعودؑ کی جماعت ہے۔ پس جب تم نماز میں یا خارج نماز کے یہ دعا پڑھو اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ تو دل میں یہی ملحوظ رکھو کہ میں صحابہؓ اور مسیح موعودؑ کی جماعت کی راہ طلب کرتا ہوں۔" (تحفہ گولڑویہ بار سوم ص۱۲۳، ۱۲۴)

(۳) "وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ یعنی آنحضرتؐ کے اصحابؓ میں سے ایک فرقہ ہے جو ابھی ظاہر نہیں ہوا۔ یہ تو ظاہر ہے کہ اصحاب وہی کہلاتے ہیں جو نبی کے وقت میں ہوں اور ایمان کی حالت میں اُس کی صحبت سے مشرف ہوں۔ اور اُس سے تعلیم اور تربیت پاویں۔ پس اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنیوالی قوم میں ایک نبی

ہوگا کہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا بروز ہوگا۔ اس لئے اُس کے اصحاب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کہلائیں گے۔۔۔۔ آیت ممدوحہ بالا میں یہ تو نہیں فرمایا واٰخرین من الامۃ بلکہ یہ فرمایا واٰخرین منھم اور ہر ایک جانتا ہے کہ منھم کی ضمیر اصحاب رضی اللہ عنہم کی طرف راجع ہے۔ لہٰذا وہی فرقہ منھم میں داخل ہو سکتا ہے جس میں ایسا رسول موعود ہو جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا بروز ہے۔ اور خدا تعالےٰ نے آج سے چھبیس برس پہلے میرا نام براہین احمدیہ میں محمد اور احمد رکھا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا بروز مجھے قرار دیا ہے۔" (تتمہ حقیقۃ الوحی ص۶۶)

چند ضروری امور کا استنباط

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مندرجہ بالا تین تحریرات سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوتے ہیں:۔

اوّل۔ از روئے نص صریح قرآن مجید اور احادیث متواترہ اُمت محمدیہ میں صرف دو گروہ ہیں۔ ایک گروہ صحابۂ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم۔ دوسرا گروہ جماعت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

دوم۔ سورۂ فاتحہ کی آیت انعمت علیھم میں کامل طور پر یہی دو گروہ منعم علیہم ہیں۔

سوم۔ درمیانی گروہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فیج اعوج قرار دیکر فرمایا لیسوا منی ولست منھم کہ ان کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں لہٰذا وہ حقیقی طور پر منعم علیہم بھی نہیں۔

چہارم۔ قرآن مجید کی آیت ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْآخِرِينَ کے مطابق اسلام میں صرف متذکرہ بالا دو گروہ ہی خالص محمدی گروہ ہیں۔

پنجم۔ آخرین منھم لما یلحقوا بھم کے مطابق مسیح موعود کی جماعت صحابہؓ کے رنگ میں ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام بروز محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ چنانچہ اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت سے اس پیشگوئی کو پورا کیا اور ایک پاک جماعت کی بنیاد آپ کے وجود باجود سے رکھوادی۔ اور اللہ تعالےٰ کے ارشاد کے مطابق آپ نے سنت انبیاء پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اپنی جماعت کو بعض امتیازی احکامات نمازوں کی ادائیگی اور رشتہ ناطہ کے بارہ میں بھی دیئے تاکہ یہ فرقہ دیگر فرقوں سے ممتاز ہو جائے۔

غیر احمدیوں سے رشتہ و ناطہ

دوسرے مسلمانوں کے ساتھ رشتہ ناطہ کے بارہ میں حضور علیہ السلام نے "اپنی جماعت کے لئے ضروری اشتہار" ۷ رجون ۱۸۹۸ء میں دیا۔ اس اشتہار میں حضور فرماتے ہیں:۔

(ا) "کچھ بھی ضرورت نہیں کہ ایسے لوگوں سے ہماری جماعت نئے تعلق پیدا کرے جو ہمیں کافر کہتے اور ہمارا نام دجال رکھتے یا خود تو نہیں مگر ایسے لوگوں کے ثنا خواں اور تابع ہیں۔"

(ب) "یاد رہے کہ جو شخص ایسے لوگوں کو چھوڑ نہیں سکتا وہ ہماری جماعت میں داخل ہونے کے لائق نہیں۔ جب تک پاکی اور سچائی کے لئے ایک بھائی بھائی کو نہ چھوڑے گا اور ایک باپ بیٹے سے علیحدہ نہیں ہوگا تب تک وہ ہم میں سے نہیں۔ (اشتہار ۷ جون ۱۸۹۸ء)

اس اشتہار سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام کا منشاء مبارک یہ ہے کہ جماعت احمدیہ کے دوست رشتہ داری کے تعلقات قائم کرنے میں دوسرے لوگوں سے احتراز کریں تاکہ پاک جماعت الگ رہے اور خبیث و طیب آپس میں مل نہ سکیں۔

پھر ایک موقعہ پر حضور علیہ السلام سے غیر احمدیوں کے پیچھے نماز پڑھنے کا سوال ہوا۔ تو حضور علیہ السلام نے اس کا جواب دیتے ہوئے اصولی رنگ میں فرمایا:-

"دیکھو! دُنیا دار رُوٹھے ہوئے اور ایک دوسرے سے ناراض ہونے والے بھی اپنے دشمن کو چار دن مُنہ نہیں لگاتے اور تمہاری ناراضگی اور رُوٹھنا تو خدا تعالیٰ کے لئے ہے۔ تم اگر رَلے ملے رہے تو خدا تعالیٰ جو خاص نظر تم پر رکھتا ہے وہ نہیں رکھے گا۔ پاک جماعت الگ ہو تو پھر اس میں ترقی ہوتی ہے۔" (فتاویٰ احمدیہ صفحہ ۲۷۶)

کس قدر واضح ارشاد ہے کہ خدا تعالیٰ کے فضلوں اور برکات کے وارث بننے اور ترقی کرنے کے لئے پاک جماعت کا الگ ہونا ضروری ہے۔ اگر وہ غیروں سے رَلی ملی رہے تو وہ جماعت خدا کی خاص نظر کے ماتحت نہیں ہو سکتی۔ اور نہ ہی وہ جماعت ترقی کر سکتی ہے۔

خدا تعالیٰ کا واضح ایماء

پھر ایک موقعہ پر حضور علیہ السلام نے فرمایا:-

"اللہ تعالیٰ ایک جماعت الگ بنانا چاہتا ہے اس لئے اس کے منشاء کی کیوں مخالفت کی جائے۔ جن لوگوں سے وہ جدا کرنا چاہتا ہے بار بار اُن میں گھسنا یہی تو اسکے منشاء کے مخالف ہے۔" (البدر ۲ فروری ۱۹۰۳ء)

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا منشاء یہی تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ امتیاز قائم کیا جائے۔ نیکی اور سعادت اسی میں ہے کہ خدا کے منشاء کے مطابق عمل کر کے

مخالفین سے کوئی تعلق نہ رکھا جائے اور خواہ مخواہ اُن میں گھسنے کی کوشش کرنا منشاءِ الٰہی کے مخالف ہے۔

بعض طبائع ایسی بھی ہوسکتی تھیں جن کے دل میں دُنیا کا خوف اور ڈر ہو۔ اُن کے لئے بھی حضور علیہ السّلام نے فرمایا:-

"خواہ مخواہ تداخل جائز نہیں۔ خدا فرماتا ہے کہ تم اِن لوگوں کو بالکل چھوڑ دو وہ اگر چاہے گا تو اِن کو خود دوست بنادے گا۔ یعنی وہ مسلمان ہو جائیں گے۔ خدا نے منہاج نبوت پر اس سلسلہ کو چلایا ہے۔ مداہنہ سے ہرگز فائدہ نہ ہوگا۔ بلکہ اپنا حصّہ ایمان کا بھی گنواؤ گے" (البدر ۱۵ رمئی ۱۹۰۳ء)

اس عبارت میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدائی منشاء کو بالصراحت بیان فرمایا ہے اور کمزور طبع، مداہنت کے دلدادہ لوگوں کو تنبیہہ کی ہے کہ وہ غیروں سے الگ ہو جائیں اور خواہ مخواہ اُن میں داخل ہونے کی کوشش نہ کریں ورنہ ایمان کے ضائع ہونیکا خطرہ ہے۔

پس یہ تو صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اصولی ارشادات ہیں کہ غیروں سے اپنے آپ کو ممتاز کرنا چاہئے تا کہ خدا کی خاص نظر جماعت احمدیہ پر ہو اور وہ ترقی کرے۔ مزید تفصیلی احکام کے بارہ میں انشاء اللہ العزیز آئندہ بحث ہوگی۔

اہلِ قلم حضرات!

رسالہ فرقان گذشتہ چار سال سے ردِّ پیغامیت کی خدمت سرانجام دے رہا ہے اور اس سال سے ردِّ بہائیت پر بھی بعض مضامین شائع کئے جا رہے ہیں۔ جن احباب کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے علم اور اس کے اظہار کے لئے تحریر کی استعداد عطا فرمائی ہے، وہ فرقان کی مذکورہ خدمات میں ضرور حصّہ لیں۔ اُن کی طرف سے آمدہ قابلِ اشاعت مضامین شکریہ کے ساتھ قبول کئے جائیں گے۔ مضامین ٹھوس، علمی استدلال پر مشتمل ہوں نہ کہ محض جذبات پر۔

"نائب مدیر فرقان"

مسئلہ خلافت

احمدیت اور خلافت

(مکرمی ملک محمد عبد اللہ صاحب مولوی فاضل)

نبوت کے بعد سلسلۂ خلافت

گذشتہ سے پیوستہ اشاعت میں یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ قرآن مجید اور حدیث نبوی اس امر پر متفق ہیں کہ سلسلہ نبوت کے بعد خلافت کا نظام ازبس ضروری اور لابدی ہے۔ اور اگر نظام خلافت نہ ہو تو سلسلہ نبوت کی غرض و غایت بے اثر ہو جاتی ہے اور جو فوائد اس سے مقصود ہوتے ہیں اُن کا کثیر حصہ ضائع اور باطل ہو جاتا ہے کیونکہ نبوت کے ذریعہ جو برکات آسمان سے نازل کی جاتی ہیں اور دُنیا کے مختلف گوشوں میں اُن کا بیج بکھیر دیا جاتا ہے اُنہیں پُورے طور پر نشوونما پانے کے لئے اور اُن سے کامل طور پر ایک لمبے عرصہ تک فائدہ حاصل کرنے کے لئے اس بات کی ضرورت ہوتی ہے کہ اس کے بعد کوئی ایسا نظام جاری ہو جس سے یہ نیک اور اعلیٰ مقصد حاصل ہو سکے۔ اور یہ نظام سلسلہ خلافت میں ہے۔ جو نبوت کی نیابت اور قائم مقامی کا نام ہے۔ اس کے ذریعہ اُن مقاصد کی تکمیل ہوتی ہے جو نبوت کے واسطہ سے دُنیا میں قائم ہوتے ہیں۔

غیر مبایعین کا تعامل

ہمارے غیر مبایع بھائی اس غلطی میں مبتلا ہو گئے ہیں کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد سلسلہ خلافت کی ضرورت نہیں۔ اور آپ کی تحریرات میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا لیکن غیر مبایعین کا یہ ادعاء حقیقت سے بہت دُور اور واقعات کے بالکل خلاف ہے۔ بلکہ نہ صرف واقعات کے ہی خلاف ہے اُن کے اپنے اعتقادات، تحریرات اور عمل کے بھی خلاف ہے۔ کیونکہ انہوں نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد متواتر چھ سال تک خلافت کے وجود کو تسلیم کیا اور اُس کی تائید میں اپنے عقیدہ کا اظہار کرتے ہوئے لوگوں کو یہ تحریک اور تاکید کی کہ وہ بھی خلافت کو تسلیم کریں۔ اور آج اگرچہ وہ اپنے خاص مقاصد اور اغراض کے ماتحت

اِس اسلامی روحانی نظام سے رُوگرداں نظر آتے ہیں اور اپنے اِس غلط عقیدہ کو اہمیت دینے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف یہ بات منسوب کرتے ہیں کہ آپؑ کی تحریرات سے اِس کا ثبوت نہیں ملتا۔ لیکن اِس سے پیشتر وہ خود اِس بات کا تحریری دعویٰ کر چکے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے بعد سلسلۂ خلافت کو تسلیم فرمایا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد اُن کی طرف سے حسب ذیل اعلان اخبار میں شائع کیا گیا:-

سلسلۂ خلافت کا عملی اقرار

"حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جنازہ قادیان میں پڑھا جانے سے پہلے آپؑ کے وصایا مندرجہ رسالہ الوصیت کے مطابق حسب مشورہ معتمدین صدر انجمن احمدیہ موجودہ قادیان و اقربا ءحضرت مسیح موعودؑ و باجازت حضرت اُمّ المومنین کُل قوم نے جو قادیان میں موجود تھی اور جس کی تعداد اس وقت بارہ سو (۱۲۰۰) تھی والا مناقب حضرت حاجی الحرمین شریفین جناب حکیم نورالدین صاحب سلمہٗ کو اپنا جانشین اور خلیفہ قبول کیا اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ معتمدین میں سے ذیل کے اصحاب موجود تھے۔ مولانا سید محمد احسن صاحب صاحبزادہ بشیر الدین محمود احمد صاحب۔ جناب نواب محمد علی خان صاحب۔ شیخ رحمت اللہ صاحب۔ مولوی محمد علی صاحب۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب۔ ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب۔ خلیفہ رشید الدین صاحب۔ وخاکسار خواجہ کمال الدین، خواجہ کمال الدین پلیڈر سیکرٹری صدر انجمن احمدیہ۔"

تلقینِ بیعتِ خلافت

ایسے ہی سیکرٹری صاحب صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے ایک اور اعلان کیا گیا جس میں مذکورہ بالا عبارت تحریر کرکے اور خلافت کے وجود کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منشاء کے عین مطابق قرار دیتے ہوئے احبابِ جماعت کو تحریک کی تھی کہ وہ جلد سے جلد حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح کی بیعت کریں۔ چنانچہ اس اعلان میں لکھا:-

"یہ خط بطور اطلاع کُل سلسلہ کے ممبروں کو لکھا جاتا ہے کہ وہ اِس خط

کے پڑھنے کے بعد فی الفور حضرت حکیم الامّت خلیفۃ المسیح والمہدی کی خدمت بابرکت میں بذاتِ خود یا بذریعہ تحریر حاضر ہو کر بیعت کریں"۔

اِس واضح اعلان اور پھر متواتر چھ سال تک اِس پر عمل کرنے کے بعد اگر غیر مبایعین یہ دعوے کریں کہ سلسلۂ احمدیہ میں خلافت کا وجود نہیں ہے اور کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریروں میں اِس کا ذکر نہیں تو کیا ان کا یہ دعوے دیانتداری اور صداقت پر مبنی ہو سکتا ہے۔ انہوں نے بار بار یہ اعلان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد جماعت احمدیہ میں خلافت قائم ہو گئی۔ اور حضرت مولٰنا نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح والمہدی ہوں گے اور آپؓ کے عہدِ خلافت میں اسی لقب سے آپؓ کو لکھا اور پکارا جاتا رہا۔ اور یہی منصب لوگوں کے سامنے پیش کیا جاتا رہا۔ اور بار بار یہ دعوے کیا جاتا رہا کہ سلسلۂ عالیہ میں خلافت کا یہ نظام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کے ماتحت ہے اور رسالہ الوصیت میں حضور علیہ السلام نے جماعت کے واسطے جو تاکیدی فرمان جاری کیا ہے یہ نظام اُس کے عین مطابق ہے اور ہر احمدی کا فرض ہے کہ وہ اس نظام کو قبول کرتے ہوئے خلیفۃ المسیح والمہدی کی فوراً بیعت کرے۔ تو ایسی تصریحات اور اعلانات کے باوجود ایک زمانہ کے بعد اِس بابرکت نظام سے رُوگرداں ہو جانا یقیناً صداقت سے مُنہ پھیرنا ہے۔ اور اِس کی وجہ دلائل نہیں بلکہ اپنے نفس کا دھوکا اور ذاتی اغراض ہیں جن کے پیچھے چل کر انسان نہ کبھی پہلے کامیاب ہؤا اور نہ اب ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی رضا کے طریق پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور غلط عقائد اور گمراہی کے راستے سے بچائے۔ آمین ؛

خریداران فرقان

مجلس رفقاء احمدؑ کی طرف سے فرقان اللہ تعالیٰ کے فضل سے باقاعدہ شائع ہو رہا ہے۔ جن خریداران احباب کو رسالہ نہ ملا ہو وہ منیجر رسالہ فرقان کو اطلاع فرماویں۔ ان کی اطلاع کے مطابق انشاء اللہ رسالہ جاری کر دیا جائے گا۔ اِس صورت میں کہ ہمیں اُن کے چندہ کی اطلاع سیکرٹری مال مجلس رفقاء احمدؑ سے مل سکے گی۔

منیجر فرقان

کیا شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری تقویٰ کی قربانی کیلئے تیار ہیں؟

(مکرم چوہدری ظہور احمد صاحب باجوہ بی اے واقفِ زندگی)

آج سے دس سال قبل مرکز سلسلہ عالیہ احمدیہ سے جس کے ساتھ اس وقت شیخ مصری صاحب بھی منسلک تھے ایک اشتہار بزرگانِ سلسلہ کے دستخطوں سے شائع کیا گیا جن میں مصری صاحب بھی شامل تھے۔ اشتہار کا عنوان یہ تھا:۔

"ممبرانِ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور تقویٰ سے کام لیں تو فیصلہ آسانی سے ہو سکتا ہے"

اس اشتہار میں مولوی محمد علی صاحب اور اُن کے ساتھیوں کے صحیح طریقِ فیصلہ سے گریز پر بحث کرتے ہوئے اِن الفاظ میں مخاطب کیا گیا:۔

"ہم آخر میں پھر ان اکابرین سے کہتے ہیں کہ اگر مولوی محمد علی صاحب کی تحریر اُن پر دستخط کرنے سے آپ کسی وجہ سے ہچکچاتے ہیں تو چلیے اِس تحریر پر دستخط کر دیجئے۔ جو آپ لوگوں کی طرف منسوب ہو کر آپ کے اخبار پیغام صلح میں حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں شائع ہو چکی ہے اور جس کی تردید آپ لوگوں نے حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں کبھی نہیں کی"۔ اور وہ تحریر یہ ہے:۔

اہل پیغام کا عقیدہ ۱۹۱۳ء میں

"معلوم ہوا ہے کہ بعض احباب کو کسی غلط فہمی میں ڈالا گیا ہے کہ اخبار ہذا یعنی پیغام صلح جو انجمن احمدیہ اشاعت اسلام کا آرگن ہے اس کے ساتھ تعلق رکھنے والے احباب یا اُن میں سے کوئی ایک سیدنا و ہادینا حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مدارجِ عالیہ کو اصلیت سے کم یا استخفاف کی نظر سے دیکھتا ہے۔ ہم تمام احمدی جن کا کسی نہ کسی

صورت میں پیغام صلح سے تعلق ہے خدا تعالیٰ کو، جو دلوں کے بھید جاننے والا ہے حاضر وناظر جان کر علی الاعلان کہتے ہیں کہ ہماری نسبت اس قسم کی غلط فہمی بہتان ہے ہم حضرت مسیح موعودؑ کو اس زمانہ کا نبی اور رسول اور نجات دہندہ مانتے ہیں اور جو درجہ حضرت ؑ نے اپنا بیان فرمایا ہے اُس سے کم وبیش کرنا موجب سلب ایمان سمجھتے ہیں۔ ہمارا ایمان ہے کہ اب دُنیا کی نجات حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے غلام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لائے بغیر نہیں ہو سکتی۔" (پیغام صلح ۱۶ اکتوبر ۱۹۱۳ء)

"ہم لوگ بھی اس اعلان کی تصدیق کرتے ہیں اور اس امر کے لئے تیار ہیں کہ اس اعلان پر آپ کے ساتھ دستخط کر کے مشترکہ خرچ پر لاکھوں کی تعداد میں چھپوا کر اسے شائع کرا دیں لیکن اگر آپ نہ مولوی محمد علی صاحب کی تصریح کو تسلیم کریں اور نہ خود اپنے بیان مندرجہ بالا کو تسلیم کریں تو سب دُنیا گواہی دیگی کہ جھگڑے اور فساد کی بُنیاد آپ کی طرف سے رکھی گئی ہے اور خدا تعالیٰ کا الزام بھی آپ لوگوں پر ہوگا۔"

شیخ مصری صاحب سے

شیخ مصری صاحب! آپ کا اکابرین لاہور کے متعلق یہ گمان کہ "یہ بزرگ اس شورش وفساد کو دیکھ کر بھی جو احمدیت کے خلاف پیدا ہو رہا ہے ابھی اس امر کو محسوس کرنے کے لئے تیار نہیں کہ خدا تعالیٰ ایک تقوےٰ کی قربانی کا مطالبہ کر رہا ہے اور بغیر قربانی کے کوئی ترقی ممکن نہیں" بالکل درست نکلا۔ اب جب کہ آپ خود اس گروہ میں شامل ہو چکے ہیں جن کو آپ نے یہ طریق فیصلہ قبول نہ کرنے کی صورت میں ان الفاظ میں منافق قرار دیا تھا۔

"دُنیا بھی یہ سمجھنے میں مجبور ہو گی کہ حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق آپ کا دلی عقیدہ اور ہے اور ظاہر آپ اور عقیدہ کرتے ہیں۔"

کیا آپ دیانتداری سے تقوےٰ کی قربانی کے لئے تیار ہیں اور اپنے ولی نعمت مولوی محمد علی صاحب اور اُن کے ہم مشرب اکابرین کو اس صحیح طریق فیصلہ کے لئے رضامند کریں گے؟

شیخ صاحب!

گاہے گاہے باز خواں آں قصۂ پارینہ را

مولوی محمد علی صاحب کا دعوئ الہام

(مکرم پیر صلاح الدین صاحب ایم۔ اے بی۔ ٹی۔ ملتان۔)

ربانی الہام خدا تعالےٰ کے خاص انعامات میں سے ایک ہے۔ جیسا کہ شیطانی الہام اور حدیث النفس شیطان کے خاص فتنوں میں سے ایک۔

قرآن مجید میں خدا تعالےٰ نے دوزخیوں کی ایک یہ بھی سزا بیان فرمائی ہے کہ وہ اُن سے کلام نہیں کرتا۔

اور خاص جنتیوں کے متعلق یہ بھی کہا ہے کہ اُن کی جنت اُسی دن سے شروع ہو جاتی ہے۔ (وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ)

پس جس شخص کا محبوبِ ازلی سے رابطۂ کلام پیدا ہو جائے اُس جیسا خوش نصیب کون ہے۔ یہ بات ایک دیکھنے والی آنکھ کے لئے مبصر ہے کہ جہاں جماعت احمدیہ قادیان میں سینکڑوں آدمی ایسے ہیں جو مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے سرفراز کئے جاتے ہیں وہاں ہمارے لاہوری بھائیوں کے ہاں یہ جنس محض نایاب[1] ہے۔ اِسی بے بضاعتی کے احساس کے ماتحت مولوی صاحب نے فرمایا:۔

"جس وقت ہم الگ ہوئے ہیں مجھے بھی الہام ہوا تھا وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی۔ اور آج واقعات بتلاتے ہیں کہ یہ الہام پُورا ہُوا۔"

(پیغام صلح ۱۷ر جنوری ص۲ کالم ۳)

مولوی صاحب نے اِس الہام کو اپنی موجودہ پوزیشن کی صفائی میں پیش کیا ہے اسلئے ضروری ہوا کہ ہم اِس الہام کے متعلق تحقیق کریں۔

---

[1] اگر ہمارے لاہوری بھائی خدا تعالےٰ کی صفتِ تکلم کو معطل قرار نہیں دے چکے تو اُن کیلئے غور کا مقام ہے کہ تمام دُنیا میں صرف ایک ہی گروہ ہے جس کے افراد اِس بات کے مدعی ہیں کہ خدا اُن سے کلام کرتا ہے پس ان لوگوں کے صاحب کلام والہام ہونے سے انکار کرنا خدا تعالیٰ کی صفتِ تکلم کو معطل قرار دینا ہے۔

سب سے اوّل یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ الہام اُس وقت ہوا جس وقت مولوی صاحب ایک افتراق کی بنیا درکھ رہے تھے۔ لیکن اگر آپ کو اس الہام کے ربانی ہونے کے متعلق خود یقین ہوتا تو وہ اس کو اُسی وقت شائع نہ کرتے؟ یقیناً جب کہ یہ خدا تعالےٰ کی طرف سے اُن کے راہِ راست پر ہونے کی تصدیق تھی تو کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ کیوں اُنہوں نے جماعت کو اِس شہادت سے محروم رکھا۔ تیس برس کے بعد اس کی اشاعت تو مُشتے بعد از جنگ والا معاملہ ہے۔ پس خود مولوی صاحب کا اخفاء اِس بات کا جلی ثبوت ہے کہ مولوی صاحب کو اس الہام کے متعلق وثوق نہ تھا۔ مولوی صاحب قانون دان ہیں اور انہیں خوب معلوم ہوگا کہ کسی شہادت کو اُس کے مناسب موقع پر پیش نہ کرنا اُسے ساقط الاعتبار قرار دے دیتا ہے۔ پس جبکہ مولوی صاحب نے ایک بہت ہی مناسب موقع کو ہاتھ سے کھو دیا تو اِس وقت اُنکا اس کو پیش کرنا عذرِ گناہ بدتر از گناہ والا معاملہ ہے۔

مولوی صاحب کے الہام کی حقیقت

اس تمہید کے بعد ہم اِس امر پر مزید روشنی ڈالنے کے لئے کہ اگر بالفرض یہ مان بھی لیا جائے کہ مولوی صاحب کو الہام ہوا تھا تو پھر یہ کس قسم کا الہام ہے ہم ربانی اور شیطانی الہام کا فرق بیان کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ یہ کس شمار میں آتا ہے۔

ربّانی الہام کی علامات

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ضرورۃ الامام میں فرماتے ہیں:۔

"اور خوب یاد رکھو کہ سچا الہام جو خالص خدا تعالےٰ کی طرف سے ہوتا ہے مندرجہ ذیل علامتیں اپنے ساتھ رکھتا ہے۔

۱۔ وہ اِس حالت میں ہوتا ہے۔ کہ جب انسان کا دل آتش درد سے گداز ہو کر مصفا پانی کی طرح خدا تعالےٰ کی طرف بہتا ہے۔ اِسی طرف حدیث کا اشارہ ہے کہ قرآن غم کی حالت میں نازل ہوا لہٰذا تم بھی اس کو غمناک دل کے ساتھ پڑھو۔

۲۔ سچا الہام اپنے ساتھ ایک لذّت اور سرور کی خاصیت لاتا ہے اور نامعلوم وجہ سے یقین بخشتا ہے۔ اور ایک فولادی میخ کی طرح دل کے اندر دھنس جاتا ہے اور اس کی عبارت فصیح اور غلطی سے پاک ہوتی ہے۔

۳۔ سچے الہام میں ایک شوکت اور بلندی ہوتی ہے۔ اور دل پر اس سے مضبوط

ٹھوکر لگتی ہے اور قوت اور رُعبناک آواز کے ساتھ دل پر نازل ہوتا ہے مگر جھوٹے الہام میں چوروں، مخنثوں اور عورتوں کی سی دھیمی آواز ہوتی ہے۔ کیونکہ شیطان چور اور مخنث اور عورت ہے۔

۴۔ سچا الہام خدا تعالےٰ کی طاقتوں کا اثر اپنے اندر رکھتا ہے اور ضرور ہے کہ اُس میں پیشگوئیاں بھی ہوں اور وہ پُوری بھی ہو جائیں۔

۵۔ سچا الہام انسان کو دن بدن نیک بناتا جاتا ہے اور اندرونی کثافتیں اور غلاظتیں پاک کرتا ہے اور اخلاقی حالتوں کو ترقی دیتا ہے۔

۶۔ سچے الہام پر انسان کی تمام اندرونی قوتیں گواہ ہو جاتی ہیں اور ہر ایک قوت پر ایک نئی اور پاک روشنی پڑتی ہے۔ اور انسان اپنے اندر ایک تبدیلی پاتا ہے۔ اور اُس کی پہلی زندگی مرجاتی اور نئی زندگی شروع ہوتی ہے اور وہ بنی نوع کی ایک عام ہمدردی کا ذریعہ ہوتا ہے۔

۷۔ سچا الہام ایک ہی آواز پر ختم نہیں ہوتا۔ کیونکہ خدا کی آواز ایک سلسلہ رکھتی ہے۔ وہ نہایت ہی حلیم ہے جس کی طرف توجہ کرتا ہے اُس سے مکالمت کرتا ہے اور سوالات کا جواب دیتا ہے اور ایک ہی مکان اور ایک ہی وقت میں انسان اپنے معروضات کا جواب پاسکتا ہے۔ گو اس مکالمہ پر کبھی فترت کا زمانہ بھی آجاتا ہے۔

۸۔ سچے الہام کا انسان کبھی بزدل نہیں ہوتا اور کسی مدعیٔ الہام کے مقابلے سے گو وہ کیسا ہی مخالف ہو نہیں ڈرتا۔ جانتا ہے کہ میرے ساتھ خدا ہے اور وہ اسکو ذلت کے ساتھ شکست دیگا۔

۹۔ سچا الہام اکثر علوم اور معارف کے جاننے کا ذریعہ ہوتا ہے کیونکہ خدا اپنے مُلہم کو بے علم اور جاہل رکھنا نہیں چاہتا۔

۱۰۔ سچے الہام کیساتھ اور بھی بہت سی برکتیں ہوتی ہیں اور کلیم اللہ کو غیب سے عزت دیجاتی ہے اور رُعب عطا کیا جاتا ہے۔" (ص ۱۹ تا ۲۱)

مولوی صاحب سے حلفیہ مطالبہ

اب ہم مولوی صاحب سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا وہ حلف اُٹھا کر کہہ سکتے ہیں کہ یہ دس شرائط یا ان میں سے کوئی ایک بھی اُن میں پائی جاتی ہے! اور اگر ایسا نہیں تو پھر اُن کے پاس اس الہام کے ربانی ہونیکا کیا ثبوت ہے؟ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

فرماتے ہیں: "جو شخص شیطانی الہام کا منکر ہے وہ انبیاء علیہم السلام کی تمام تعلیمات کا منکر ہے" (ضرورۃ الامام صفحہ ۱۹) پس جب الہام شیطانی بھی ہوتے ہیں اور رحمانی بھی تو جب تک کوئی الہام رحمانی الہام کی شرائط کو پورا نہ کرے اس پر انحصار کیونکر کیا جا سکتا ہے۔

اب دیکھئے! اگر مولوی صاحب کا الہام ربانی ہوتا اور ہیجڑوں اور مخنثوں اور عورتوں کی سی دھیمی آواز نہ ہوتی تو انہیں اس پر کامل یقین ہوتا (علامت ۲، ۳) اور اسکے اظہار کے مناسب موقع کو چھوڑ کر اسے تیس برس بعد بیان نہ کرتے۔

سچے الہام کی شناخت

اسی طرح پر سچا الہام اپنے بیان کردہ امورِ غیبیہ سے پہچانا جاتا ہے (علامت ۱۲) پس اگر یہ الہام واقعی خدا کیطرف سے ہوتا تو ضروری تھا کہ آنیوالی گھڑیاں مولوی صاحب کیلئے نت نئی برکات کو لانیوالی ہوتیں۔ مگر یہاں تو یہ حال ہے کہ جب مولوی صاحب علیحدہ ہوئے تو خود انہیں لوگوں کے قول کے مطابق ۹۵ فیصدی جماعت اُن کیساتھ تھی اور اب ۵ فیصدی بھی نہیں اور اُنکے بڑے بڑے آدمی انہیں چھوڑ کر جماعت قادیان میں شامل ہو رہے ہیں۔ ایک وقت تھا کہ انہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپکے متقدمین کی صحبت عام مل رہی تھی اور اب یہ حال ہے کہ احمدیت اُنکے گھر سے نکل رہی ہے کیا یہ دیکھنے والوں کیلئے عبرت کا مقام نہیں؟

مولوی صاحب کا احساسِ کمتری

پھر سچا الہام ایک ہی آواز پر ختم نہیں ہوتا (علامت ۷) اب مولوی صاحب بتلائیں کہ یہ کیونکر سچا الہام ہے جبکہ اُس کیساتھ کوئی سلسلہ نہیں۔ کیا وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اسکے بعد یہ سلسلہ جاری رہا اور کیا بطور مشتے نمونہ از خروارے وہ اپنے چند الہامات اس سلسلہ کے بیان کر سکتے ہیں؟ نہیں۔ بلکہ مولوی صاحب کے اپنے الفاظ کہ "مجھے بھی الہام ہوا تھا" تو دِس بات کو ظاہر کرتے ہیں کہ یہ کوئی عجوبہ تھا جو ہو گیا کہ مولوی صاحب کو بھی الہام ہوا۔ اگر مولوی صاحب کو عام الہام ہوتے تو آپ "بھی" کا لفظ کبھی استعمال نہ کرتے بلکہ سیدھا فرماتے کہ مجھے یہ الہام ہوا تھا۔ گر "بھی" کا لفظ جہاں ایک طرف یہ ظاہر کرتا ہے کہ یہ اتفاقی واقعہ تھا جو ہو گیا وہاں اُس دماغی کیفیت کا بھی آئینہ دار ہے جسے علم النفس کے ماہرین جذبہ احساسِ کمتری کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

ناظرین جتنا بھی ان علامات کی روشنی میں مولوی صاحب اور آپکے الہام کا مطالعہ کریں گے اتنا ہی اُن پر یہ واضح ہو گا کہ اس الہام کو ربانی قرار دینے کے لئے کوئی معقول وجہ مولوی صاحب کے ہاتھ میں نہیں اور ان علامتوں میں سے کوئی ایک علامت بھی آپ میں پائی نہیں جاتی۔ ع

مائدہ چیز یست دیگر خشکہ ناں چیزے دگر!

بہائیت

ہمارا اقدام

فرقان کی گذشتہ چند اشاعتوں میں بہائیت کی تاریخ، اُس کی ابتداء اور اُسکی انتہاء، اُس کا مبالغہ پسند اٹھان اور پھر اُسکا ناکام انجام مکمل لیکن اختصار کیساتھ احباب کی خدمت میں عرض کیا جا چکا ہے۔ اِس مرحلے سے فارغ ہونے کے بعد اب بہائیت کی حقیقت اُسکے دعاوی اور تعلیم کے لحاظ سے احباب کے سامنے پیش کی جائیگی۔ اِس بارہ میں ہماری مساعی حسب ذیل تفصیل پر مشتمل ہوں گی۔

بہائی تعلیم اور اسکے مختلف احکامات

باب و بہاء کا یہ دعویٰ تھا کہ قرآن شریف ایسی اتم و اکمل تعلیم خدانخواستہ منسوخ ہو چکی ہے اور اسکی بجائے اب باب و بہاء کی تعلیم جاری کیگئی ہے لیکن جب بہائی تعلیم کے مختلف احکامات ناظرین کے سامنے لائے جائینگے تو ان کو بغیر کسی فکر و کاوش کے آسانی کیساتھ اِس دعویٰ کی قفیلت معلوم ہو جائیگی اور وہ نہایت آسانی کیساتھ موازنہ فرماسکینگے کہ قرآن مجید کی تعلیم کس قدر پاکیزہ اور مکمل ہے اور وہ زمین و زماں کی ضروریات اور ان میں بسنے والے ہر انسان کے فطری تقاضوں کو معقولیت کیساتھ مطمئن کرنیکی اپنے اندر کس قدر طاقت رکھتی ہے۔ اسکے مقابلہ پر بہائی تعلیم کی غیر معقولیت اور اُسکا نامکمل ہونا بعینہٖ اسی طرح ظاہر ہوگا جس طرح دن کے مقابلہ پر رات۔ صاف معلوم ہوگا کہ قرآنی تعلیم میں فی الواقع خود خدا بول رہا ہے اور بہائی تعلیم ایک زمینی کیڑے کی ذہنی پریشانی ہے اور وہ بھی کس قدر بے جوڑ۔ خود نقیض اور متناقض بالذات۔ چنانچہ ایسے مضامین کے ابتداء میں نہایت اختصار کیساتھ قرآن و حدیث سے اسلامی تعلیم کے احکام درج کر دیئے جایا کرینگے تاکہ اسلامی اور بہائی تعلیم کے موازنہ کے علاوہ وہ سادہ لوح مسلمان جن کا یہ خیال ہے کہ بہائی تحریک اسلام کا ہی ایک جزو ہے اصل حقیقت سے واقف ہوں۔ اُن کو بہائی تعلیم گرگ در لباس بزرگ کے علاوہ اور کچھ نظر نہ آئے گی۔

بہائی تعلیم کا اخلاقی پہلو

ہر آسمانی اور الہامی تعلیم کا ایک حصہ عبادات پر مشتمل ہوتا ہے اور دوسرا ایسے قوانین پر کہ جن سے اخلاق کی درستی ہو جس کے نتیجہ میں پُر امن اور پاکیزہ تمدن قائم ہو۔ چنانچہ کسی تعلیم کی حقیقت پرکھنے کیلئے ضروری ہے کہ اسکی اخلاقی حیثیت دیکھی جائے۔ بہائی تعلیم کا بہائی اخلاق پر جو ناگفتہ بہ اور شرمناک اثر پڑا ہے اگر ہمیں پیش کرنا پڑا تو اشارۃً اور وہ بھی انتہائی انقباض کے ساتھ پیش کرنا ہوگا۔

بہائیت مغربیت کے نقش قدم پر

بہائیت درحقیقت اختراع ہے کسی شعور کے نتیجہ میں

احساس کمتری کا۔ بعض کم فہم لوگ اسلام کی صداقت و حقیقت سے پوری طرح واقف نہ تھے انہیں اس بات کا پورا علم نہ تھا کہ اسلام کس طرح آئندہ سارے زمانوں کیلئے عالمگیر مذہب ہو سکتا ہے دُنیا کی دینی اور دُنیاوی راہنمائی کے لئے جس کے نتیجہ میں وہ موجودہ ترقی یافتہ دُنیا کی ضروریات اور تقاضوں کی تشفّی کر سکے۔ چنانچہ اس خیال کے ماتحت اُنہیں مغربیت کے مقابلہ پر احساس ادنیت پیدا ہوا جس کا حل انہوں نے یہی سوچا کہ اب کوئی ایسی مذہبی تعلیم پیش کی جائے جس میں ان کے خیال کے مطابق آج کے انسانی تقاضوں کو پورا کیا جائے انہوں نے اسلامی شریعت کو بگاڑ کر اس میں مغربیت کا کثرت سے امتزاج کر دیا۔ اور اس طرح ایک نئی شریعت اختراع کر دی۔ بہائیت فی الحقیقت خالص مغربیت ہے لیکن مذہبی تصوّر میں۔

بہائی شریعت کے اندرونی اختلافات

بہائیت کی بُنیاد بابیت پر رکھی گئی ہے اور پھر جلد ہی اُسے حیائیت اور علویت کے لباس پہنا دیئے گئے۔ اسے جب مختلف لباسوں میں قارئین حضرات کے سامنے پیش کیا جائیگا تو یہ امر ملاحظہ میں وضاحت سے آجائیگا کہ کس طریق پر انسانوں کی اس اختراع میں تبدیلیاں اور اختلافات پیدا ہوئے۔ باب، بہاء اور عبدالبہاء کی تعلیموں کو پڑھنے والی ہر زبان بے اختیار اس بات کا اظہار کریگی ؎

من چہ مے سرائم و تنبورہ من چہ مے سراند

بہائیت ایک نامکمّل تعلیم

معقولیت کی کسوٹی پر بہائیت کے لئے مکمل تعلیم کہنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لیکن جیسی بھی ہے اہل بہاء کو مبارک ہو مگر اپنی ذات میں بھی تو وہ مکمل نہیں۔ متعدد احکامات کے ضمن میں بہاء اللہ کسی اور موقع پر اسے پورا کرنے کا وعدہ کرتا رہا لیکن بہائی حضرات غالباً آج تک بہاء اللہ کی راہ دیکھ رہے ہیں۔ جناب بہاء اللہ کا دوبارہ کہیں ادھر گذر ہوا تو وعدہ کی ایفاء ہو تو ہو ورنہ انتظار سبے بار۔ نہ معلوم کب تک ندامت کیساتھ اغیار کے سامنے ان کا سر جُھکا رہے گا۔

بہاء اللہ کا دعویٰ

بہاء اللہ کے دعویٰ کی تعیین خود محنت پسند تحقیق چاہتا ہے۔ بہاء اللہ کا دعوےٰ فی الحقیقت کیا ہے؟ خود بہائیوں میں اختلاف ہے۔ بہاء اللہ کا دعوےٰ مصلحتِ وقت، مصلحتِ جا دونوں لحاظ سے بدلتا رہتا ہے۔ اگر مشرق میں ایک رنگ میں پیش کیا جاتا ہے تو مغرب میں دوسرے طریق پر۔ مسلمانوں کے سامنے کسی اور طرح پیش کیا جاتا ہے تو عیسائیوں کے سامنے اس کی شکل بالکل ہی اور ہوتی ہے۔ بہاء اللہ کی اپنی تحریرات میں ایسی کروٹیں ہی اس کا واضح ثبوت ہیں لیکن عبدالبہاء تو اس بارہ میں انتہاء پسند واقع ہوا ہے اور کہیں بھی اپنے

پاؤں پر کھڑا نظر نہیں آتا اِس کی تفصیل بھی کسی اور موقع پر انشاء اللہ پیش کردی جائے گی لیکن یہ امر زیادہ ضروری ہے کہ بہاء اللہ کے دعوے کی اُس کی تحریرات سے کوئی تعیین ضرور پیش کی جائے جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے اس کی تحریرات اِس قدر بے سروپا، بے جوڑ، متضاد بالذات، بعض مواقع پر بالکل بے معنی ہیں کہ کسی خاص مفہوم کو معین کرنا مشکل ہوتا ہے اور ایسا ہو بھی کیوں نہ جب کہ خود اُس نے کوئی معین بات نہیں کہی تو دوسرا کسی امر کو معین کر ہی کیوں سکے لیکن بہرحال جس قدر بھی ممکن ہوا اس بارہ میں تحقیق عرض کرنے کی سعی کی جائے گی انشاء اللہ۔

موجودہ بہائی دُنیا

اہلِ بہاء بے چارے معذور ہیں، قابلِ مطعون نہیں، لاف و گزاف پر اُن کی بناء ہے۔ ان کے پیرو مرشد جناب بہاء نے تو اِس قدر جرأت کی کہ معبودیت اور الوہیت پر ہاتھ مارا۔ کہیں ورے نہیں ٹھہرے۔ ان کے مرید بھلا اس راہ سے کب بھٹکنے والے تھے اسی لکیر کو پیٹا کئے۔ مبالغہ پسندی اُن کی سرشت میں ہے۔ ہندوستان میں کسی بہائی سے ملیں تو وہ امریکہ میں اپنی تعداد لاکھوں میں بتائیگا اور جو امریکہ میں کسی سے پوچھیں تو وہ ہندوستان کے متعلق اسی خیال کا اظہار کرے گا۔ ان کے اعداد کے لحاظ سے تو کروڑوں ہی بہائی دُنیا کے ہر حصہ میں بستے ہیں۔ خوش فہمی محض! ایک دفعہ کا بھولا اب بھولتا ہی چلا جارہا ہے۔ حقیقت اس کے برخلاف ہے اور وہ یہ کہ موجودہ بہائی دُنیا کی جغرافیائی حیثیت اور وسعت چند شہروں پر مشتمل ہے جن میں بہائی آبادی چند ہزار سے زائد نہیں۔

مذکورہ عنوانات اور ان کے ضمن میں دیگر امور پر تفصیلی بحث فرقان کی آئندہ اشاعتوں میں انشاء اللہ پیش کی جائے گی۔ اس اقدام کی توفیق ہم اپنے خدائے غیور و قدیر سے ہی چاہتے ہیں۔ وما توفیقنا الّا باللہ ؎

پتے مطلوب ہیں!

رسالہ فرقان کا ایک حصہ ردِّ بہائیت کیلئے مخصوص ہے اسلئے جن احباب کو بہائیوں اور بابیوں کا علم ہو وہ اُنکے پتے ہمیں بھجوا دیں تاکہ اُن کے نام رسالہ فرقان مُفت بھیجا جاسکے۔ یا اگر کسی بہائی یا بابی کی اپنی نظر سے یہ پرچہ گذرے تو وہ خود ہمیں لکھ دیں۔ ہم اُن کے نام پرچہ مُفت بھیجتے رہیں گے۔ بمبئی کے احباب خاص طور پر مخاطب ہیں ؎

خاکسار مرزا وسیم احمد نائب سیکرٹری مجلس رفقاء احمد قادیان

اہلِ بہاء سے چند سوالات

بہائیت سے متعلق چند سوالات ہمیں اہلِ بہاء سے پوچھنے ہیں لیکن چونکہ بہائیت کی بنیاد بابیت پر رکھی گئی تھی اس لئے اولاً اسکی بنیادی اینٹوں کو ٹھوک بجا کر دیکھنا ہے کہ ان کی حقیقت اور اصلیت کیا کچھ ہے ان سوالات کی طرف بعد جو آئیندہ اشاعت میں ہم بہائیت سے متعلق بعض سوالات عرض کریں گے۔ امید ہے بہائی حضرات التفات فرمائینگے اور نہایت معقول طریق پر ان سوالات کے جوابات ہمیں بھجوا دیں گے:۔

۱۔ باب نے کس قدر کتب تصنیف کیں، اُن کی مکمل فہرست کیا محفوظ ہے؟

۲۔ باب کی ساری تصانیف کیا شائع کی گئیں؟

۳۔ باب کی جس قدر تصانیف شائع کی گئیں، کس زمانہ میں اُن کی اشاعت ہوئی؟

۴۔ باب کی جس قدر تصانیف شائع نہیں کی گئیں اُن کی اشاعت میں کیا وجوہ روک تھیں؟

۵۔ "البیان" کبھی شائع کی گئی تھی؟ اسوقت کیا وہ دستیاب ہو سکتی ہے؟

۶۔ قرآن شریف خدا کی آخری شریعت ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ باب کن وجوہ اور دلائل کے ماتحت ایسی تعلیم کو منسوخ کرنے پر مجبور ہوا؟

۷۔ قرآن شریف کو منسوخ کرنیکے بعد کیا باب نے کوئی مکمل شریعت پیش کی؟

۸۔ باب نے قرآن شریف کو منسوخ کیا لیکن اپنی شریعت کے امتداد کا کس قدر زمانہ بیان کیا؟

۹۔ قرآن شریف ایسی عظیم الشان تعلیم کی ناسخ تعلیم خود اس قدر جلدی کیوں منسوخ ہوئی۔

۱۰۔ باب کی وصیت صبح ازل کے حق میں تھی یا بہاء اللہ کے حق میں؟ تاریخی مستند شواہد کے ماتحت۔

۱۱۔ باب کی وصیت اگر صبح ازل کے حق میں تھی تو پھر بہاء اللہ نے کیوں دعویٰ کیا؟

۱۲۔ باب کی وصیت اگر بہاء اللہ کے حق میں تھی تو پھر صبح ازل کے مخالف دعویٰ کی کیا تردید ہے؟

۱۳۔ باب کا دعویٰ کیا تھا؟

۱۴۔ باب اگر الہام کا قائل تھا تو اس کے نزدیک الہام کی کیفیت کیا تھی؟

۱۵۔ کیا باب نے اپنے متبعین کو حکومت کے خلاف مشتعل کیا تھا؟

۱۶۔ قتل کے بعد باب کی نعش کیا بابیوں کے ہاتھ آگئی تھی؟ غیر جانبدارانہ تاریخی تحقیق پیش کریں براؤن ایسے محققین کی۔

بہائی شریعت ـــــ اور ـــــ نکاح کے احکامات

حکمِ اوّل ـــــ کن رشتوں میں نکاح کی حرمت کا حکم دیا

قرآنی تعلیم قرآن شریف نے نکاح کے بارہ میں جن رشتوں کی حرمت بیان فرمائی ہے اُنکو سورۃ النساء ع میں پیش کیا ہے:۔

وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ۚ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَمَقْتًا وَسَاءَ سَبِيلًا ۝ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ مِنَ الرَّضَاعَةِ وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُمْ مِنْ نِسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَإِنْ لَمْ تَكُونُوا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا ۝

ان آیات میں قرآن شریف نے حسب ذیل رشتوں کی حرمت بیان فرمائی ہے:۔

باپوں کی بیویاں (مائیں)، بیٹیاں، بہنیں، پھوپھیاں، خالائیں، بھائیوں کی بیٹیاں، بہنوں کی بیٹیاں، دودھ پلانے والی مائیں اور دودھ کی بہنیں، بیویوں کی مائیں، بیویوں کی لڑکیاں صلبی بیٹوں کی بیویاں۔ ان رشتوں کے علاوہ ایک وقت میں دو بہنوں سے شادی کی اجازت نہ دی۔

کس قدر معقول یہ تعلیم ہے اور انسانی فطرت میں جو حیا اور احترام خدا تعالےٰ نے رکھی ہے اسکو کس احسن طریق پر ملحوظ رکھا گیا ہے۔

بہائی تعلیم لیکن اس کے برخلاف جناب بہاء اللہ "اقدس" میں بیان کرتے ہیں:۔

"قَدْ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أَزْوَاجُ آبَائِكُمْ ...."

اقدس کے اس حکم کے ماتحت بہاء اللہ نے صرف باپوں کی بیویوں کے ساتھ نکاح کی حرمت بیان کی ہے اور اس کے علاوہ حرمتِ نکاح کے بارہ میں کہیں کوئی تفصیل بیان نہیں کی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ

بہائی تعلیم کے ماتحت صرف اِسی ایک رشتہ کی حُرمت قرار دی گئی ہے۔ اور دوسری قرآنی محرمات کا سب کوئی ذکر نہیں کیا گیا تو معلوم ہوا کہ باقی سب عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہوگا۔ "اقدس" کے علاوہ بہاءاللہ کی کسی اور تصنیف میں بھی اِس بارہ میں کوئی حکم بیان نہیں کیا گیا۔ ممکن ہے بعض دیگر احکامات کی طرح اسکے متعلق بھی تفصیل بیان کرنا اس کے مدّنظر ہو۔ لیکن جس طرح اس نے ان احکامات کو نامکمل رہنے دیا اس ارادہ کو بھی اپنی زندگی میں پورا نہ کرسکا ہو۔ بہرحال اس کی کتابوں سے جو کچھ ہمیں ملتا ہے وہ صرف یہی ایک آیت ہے جس میں نکاح کی حُرمت کے متعلق تعلیم دی ہے۔

قرآن شریف اور بہاءاللہ کی تعلیم کا موازنہ نہایت آسان ہے۔ ہر معقولیت پسند انسان جس کو صحیح انسانی فطرت کا احساس ہو بہاءاللہ کی اس قدر ناقص تعلیم کو کبھی بھی قرآن شریف ایسی مکمل تعلیم کے لئے ناسخ ہونے کا درجہ نہیں دے سکتا۔ قرآن شریف کی جامع اور مکمل تعلیم اور اس کے مقابلہ پر بہائیت کی ناقص ترین تعلیم ؟ کوئی نسبت بھی ہو! تفاوتِ راہ کہاں سے کہاں تک !!

ایسی تعلیم کی غیر معقولیت کو ایک اور رنگ میں بھی پیش کیا جاسکتا ہے۔ اس طرح کہ اِس حکم کا بہائی اخلاق پر کیا اثر پڑا اور بہائی تعلیم کس طرح انسانی فطرت کے برخلاف حیاء سوز اور انسانیت سوز ثابت ہوئی۔ آئندہ انشاءاللہ۔

حکم دوم ——— تعدّد ازدواج

قرآنی تعلیم وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ ذٰلِکَ اَدْنٰٓی اَلَّا تَعُوْلُوْا (النساء ع) قرآن شریف نے زیادہ سے زیادہ چار عورتوں سے بیک وقت شادی کی اجازت فرمائی جو اپنے اندر غیر معمولی حکمتیں رکھتی ہے۔ جس کے بیان کی طوالت کے لئے یہ جگہ مکتفی نہ ہوگی لیکن بہائیت جو مغربیت سے ہم کنار ہونے میں اپنی کامیابی سمجھتی تھی اس نے ضروری سمجھا کہ اس حکم میں بھی تبدیلی کردی جائے۔

بہائی تعلیم "قد کتب اللہ علیکم النکاح ایاکم ان تجاوزوا عن الاثنین لا اتبعوا انفسکم انہا لامارۃ بالبغی والفحشاء۔" (اقدس)

اس حکم کے ماتحت زیادہ سے زیادہ دو عورتوں کے ساتھ شادی کی اجازت دی ہے۔ درحقیقت بہاءاللہ یہ چاہتا تھا کہ مغربیت کی تائید میں ایک وقت میں ایک عورت کے ساتھ شادی کا حکم جاری کرے لیکن

ذاتی طور پر اس کے لئے ایسا کرنا مشکل تھا کیونکہ اس کی اپنی دو بیویاں تھیں اس لئے اس نے اپنی ذات کو اعتراض سے محفوظ کرنے اور قرآن کی تعلیم کو ہر ممکن طریق سے تبدیل کرنے کی خواہش پوری کرنیکی غرض سے اور اس کے علاوہ مغربیت کی ممکن تائید حاصل کرنے کے لئے وہ یہی کر سکا کہ چار کی بجائے اُسنے زیادہ سے زیادہ دو کی اجازت دی۔ قرآن شریف نے تو چار کے عدد میں ایک مخصوص مصلحت دیکھی تھی لیکن دو کے عدد میں وہ مصلحت ہرگز نہیں۔ اور اس کے علاوہ ذاتی حالات کی مجبوری سے بہائیت کا شارع مغربیت کے تعدد ازدواج کے اعتراض سے بھی محفوظ نہ رہ سکا۔

حکم سوم ——— غیروں میں رشتہ

قرآنی تعلیم وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ۚ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ۚ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ (سورۃ البقرۃ ع ۲۷)

قرآن شریف نے ایک دوسری جگہ تو یہ فرمایا کہ مسلمان دیگر اہلِ کتاب میں شادی کر سکتے ہیں۔ کیونکہ کسی وقت تو وہ بہرحال خدا کی برگزیدہ جماعت تھے، اُن کے آباء خدا کی توحید کے قائل تھے۔ خواہ اس وقت وہ گمراہ ہی کیوں نہ ہو چکے ہیں خدا تعالیٰ کی توحید کے عقیدہ کا بیج تو اُن کی سرشت میں بہرحال تھا اس لئے انکو دیگر مشرکین وغیرہ کی نسبت بہت قریب سمجھا گیا اور اس وجہ سے ان میں شادیوں کی اجازت فرما دی۔ لیکن مشرک کیساتھ اس تعلق کیلئے ایمان کی شرط لگا دی گئی۔

بہائی تعلیم گو باب اور بہاء اللہ نے بھی اپنی طرف سے اسکی نسبت زیادہ قید لگائی کہ صرف بابیوں اور بہائیوں میں ہی شادی کی جائے لیکن عبد البہاء نے اس حکم کی تاویل کرتے ہوئے اس کو بالکل بدل دیا اس کی تفصیل کسی اور وقت عرض کی جائے گی۔

عبد البہاء کی ایک تقریر سفرنامہ یورپ میں شائع ہوئی ہے اس میں بہاء اللہ کی اس بارہ میں یہ تعلیم پیش کی ہے:۔ "اخذ و اعطاء در ازدواج با ہر ملتے"۔ ہر مذہب و ملت سے نکاح میں لڑکیاں لائی بھی جا سکتی ہیں اور دی بھی جا سکتی ہیں اور اسی پر آج بہائیوں کا تعامل ہے۔ کیونکہ بہاء اللہ کے قول کے مطابق عبد البہاء اس کے اقوال کا بہترین شارح ہے۔ ہر چہ پدر نتواں کرد پسر تواں کرد۔ دونوں کے مدنظر مغربیت کی تائید حاصل کرنا تھا جس کیلئے بیٹا باپ سے آگے نکل گیا۔ عبد البہاء کی اس تاویل پر واضح طور پر مغربی آزاد خیالی کا اثر محسوس ہوتا ہے ؂

مشرکانہ تعلیم

بہاءاللہ کا دعویٰ الوہیت کا دعویٰ تھا اور اس دعویٰ کے ماتحت وہ مجبور تھا کہ شرک کی تعلیم دیتا۔ لیکن پیشتر اسکے کہ ہم بہائی مشرکانہ تعلیم پیش کریں قرآن مجید کی انتہائی طور پر توحید پسندانہ تعلیم پیش کرتے ہیں تاکہ ناظرین ملاحظہ فرماسکیں کہ قرآن کسقدر پاکیزہ تعلیم خدا تعالیٰ کی خالص توحید کے بارہ میں پیش کرتا ہے اور بہائیت جو قرآن مجید کے ناسخ ہونیکی دعویدار ہے کس قدر مشرک پسند تعلیم پیش کرتی ہے کہ جسے خدا تعالیٰ کے پاک بندے اور اسکے مخلص عاشق کبھی بھی برداشت نہیں کر سکتے۔

قرآن شریف سے نمونۃً صرف چند آیات ہی پیش کی جاتی ہیں

هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ۝ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ؕ يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ (سورۃ الحشر ع ۳) وہی اللہ ہے کہ نہیں کوئی معبود مگر وہی۔ پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والا۔ جو بغیر مانگے دیتا ہے اور بار بار رحم کرتا ہے۔ وہی اللہ ہے کہ نہیں کوئی معبود مگر وہی۔ بہت پاک بادشاہ سلامت امن دینے والا نگہبان۔ غالب۔ زبردست اور تکبر والا۔ اللہ پاک ہے ہر اس شے سے جو شریک لاتے ہیں۔ وہی اللہ ہے پیدا کرنیوالا۔ درست کرنیوالا صورتیں بنانیوالا۔ اس کے واسطے ہی اچھے نام ہیں۔ زمین و آسمان کی ہر شے اسکی پاکیزگی بیان کرتی ہے اور وہی غالب حکمت والا ہے۔

بہائی تعلیم

اسکے برخلاف بہاءاللہ نے اپنے متعلق حسب ذیل مشرکانہ تعلیم دی:-

"لَا اِلٰہ اِلَّا انا المسجون الفرید (مبین ص ۲۸۶) مجھ تنہا قیدی کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔

اِنّنی انا اللہ لا الٰہ الّا انا المہیمن القیوم (طرازات۔ طراز ششم) تحقیق مَیں خدا ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ مَیں ہی محافظ اور قائم رکھنے والا ہوں۔

اس قسم کے ہزاروں اقوال بہاءاللہ کی تصنیفات میں ملتے ہیں جن سے پوری وضاحت کے ساتھ معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے معبودیت والوہیت کا دعویٰ کیا۔ باوجود اسکے کہ ضروریاتِ زندگی کیلئے عام انسانوں کی طرح محتاج تھا اور باوجود اسکے کہ مہیمن وقیوم ہونیکا دعویدار تھا لیکن جب پیغام اجل آیا تو

تسلیم کا سر عام انسانوں کی طرح اُسے بھی خم کرنا پڑا۔

اہلِ بہاء کی سجدہ گاہیں

بہاء اللہ نے نہ صرف اپنے متبعین کو اپنی ہی عبادت کی تعلیم دی بلکہ اہل بہاء کو اس سے کہیں زیادہ شرک کی تعلیم دی گئی۔

عبد البہاء ۸ محرم کی صبح کو کرمل پہاڑ پر گیا اور علی محمد باب کی قبر پر سجدہ کیا۔ اپنی پیشانی اس کی مٹی پر رکھی اور پھر لوگوں کو یہ نصیحت کی:-

"مسجود بنصِ کتاب اللہ مخصوص مقام اعلیٰ و ارفعۂ مبارکہ علیا بیتِ مبارک است۔ دیگر مسجود بجہتے جائز نہ" (بدائع الآثار جلد ۲ صفحہ ۳۷۳)

اس میں اُس نے اس بات کی تلقین کی کہ بہائی شریعت میں تین مقام کو سجدہ کرنا جائز قرار دیا گیا ہے:-

مقام اعلیٰ (قبر علی محمد باب)، روضہ مبارکہ (قبر بہاء اللہ) اور بیت مبارکہ (بہاء اللہ کا گھر)

نہ صرف یہ کہ بہاء اللہ کی وفات کے بعد اِن مقامات کو ہی سجدہ کیا جاتا ہے اور صرف یہی امر اِن بہائیوں میں رائج ہے بلکہ بہاء اللہ کی زندگی میں خود بہاء اللہ کو سجدہ کیا جاتا اور اس کے علاوہ اس کا طواف بھی کیا جاتا۔ چنانچہ مرزا حیدر علی اصفہانی (بہائی) لکھتا ہے:-

"زائرین زیارت و طواف و تقبیل و سجدۂ عتبۂ مقدسہ اش نمودہ و نمایندہ اند"
(بہجۃ الصدور صفحہ ۲۵۸)

بہائیت نے کس قدر شرک کی تعلیم دی۔ اگر وہ بہاء اللہ کو معبود اور مسجود سمجھتے ہیں تو پھر علی محمد باب کی قبر کا طواف اور سجدہ کیوں؟ وہ تو اہلِ بہاء کے نزدیک اُن کا معبود نہیں اور نہ ہی باب کا الوہیت اور معبودیت کا دعویٰ تھا۔ درحقیقت یہ نتیجہ ہے بہاء اللہ کی مشرکانہ تلقین و تعلیم کا۔ جس کی وجہ سے اہلِ بہاء کے دل و دماغ سے توحید کا احساس اور مفہوم بالکل جاتا رہا۔ اور اُن کی فطرت اس حد تک مسخ ہو چکی ہے کہ وہ ہر اینٹ اور پتھر تک کو بھی سجدہ کرنے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتے۔

(حکیم عبد اللطیف شاہد ... پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر رسالہ فرقان قادیان سے شائع کیا)

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

ان تتقوا اللہ یجعل لکم فرقاناً

فرقان

قادیان

مدیر:-

عبدالمنان عمر ایم - اے

رفقاءِ احمد کا ماہنامہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

فرقان قادیان

بابت ماہ تبوک ۱۳۲۴ ہش
ستمبر ۱۹۴۵ء

جلد ۴ — نمبر ۹

ترتیب عنوانات

کُفر کا فتویٰ

مخالف علمائے کے نزدیک فتوئے کفر کی اصل وجہ

پیغام صُلح کی سینہ کوبی ہم نے اس سال کے ابتداء میں ہی اس امر کی وضاحت کر دی تھی کہ فرقان کی آئندہ اشاعتوں میں حتی الامکان اختلافی مسائل پر تحقیقی مضامین ہی پیش کئے جائیں گے۔ اور یہی کوشش کی جائے گی کہ حق پسند احباب کی خدمت میں عقلی اور نقلی طور پر صداقت اور حقیقت پیش کی جائے۔ اور اس کے برخلاف ایک دوسرے سے اُلجھنے کی ہر مخالف کوشش سے اجتناب کریں گے تاوقتیکہ حق بات جواباً پیش کرنے کے لئے ہم مجبور ہوں چنانچہ اس ارادہ کے ماتحت پیغام صلح کی بعض معذورتیں کبھی کبھی ٹھونڈ دکھنی بھی پڑتی ہیں تالیفِ قلوب کی غرض سے۔

پیغام صلح اپنی بعض متواتر اشاعتوں میں فرقان کے ایک نوٹ پر نہایت ہی غیر معقول مخالف استدلال پیش کرتا رہا ہے۔ چوکھٹے کی شکل میں۔ جس پر اس ارادہ کے ساتھ خاموشی ہی مصلحت سمجھی گئی ہو کہ جب وہ تھک تھکا کر اپنی سینہ کوبی ختم کرلے تو پھر کچھ لکھ دیا جائے تاکہ اپنی اس پریشانی سے علیحدہ ہو کر وہ اطمینان کے ساتھ عقل کے معیار پر حقیقت کے سمجھنے کی کوشش کر سکے۔

گالیوں کے جواب میں دُعا چند ماہ ہوئے مولوی محمد علی صاحب بمبئی گئے تھے۔ بعض غیر احمدیوں نے ان سے یہ سوال کیا کہ دعویٰ نبوت کے بغیر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کفر کا فتویٰ کیوں لگایا گیا؟ فرقان نے اس پر یہ لکھا کہ یقیناً حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت ہی اِس بات کی محرک ہوئی کہ مخالف علماء حضورؑ پر کفر کا فتویٰ لگائیں۔

”وگرنہ اگر نبوت کا دعویٰ نہ ہوتا تو کفر کے فتویٰ کی کوئی وجہ باقی نہیں رہتی“ (فرقان مارچ ۱۹۴۵ء)

اِس پر پیغام صلح نے بعید از عقل وقیاس یہ استدلال اختراع کیا کہ حضورؑ تو نبوت سے انکار کرتے تھے اسلئے وجہ تکفیر یہ نہ تھی اور اس پر نہایت ناپسندیدہ انداز میں یوں رقم طراز ہوا:-

"ان گوئبلز کے شاگردوں (تمثیل ملاحظہ فرمائیں) سے کوئی پوچھے کہ جب مخالف علماء

حضرت مسیح موعود (علیہ الصلوٰۃ والسلام) پر دعویٰ نبوت کا الزام دینے میں سچے تھے تو حضرت مسیح موعود (علیہ الصلوٰۃ والسلام) انکارِ نبوت میں نعوذ باللہ کیا تھے؟...."

گالیوں کی اختراع ہمارے ان بچھڑے ہوئے اور روحانیت سے اُجڑے ہوئے بھائیوں ہی کا حصہ ہے اور اسان ہی کو مبارک ہو۔ ضروری نہیں کہ ہم گالی کا جواب گالی میں دیں۔ ہم ان کی گالیوں پر کبھی رنجیدہ نہیں ہوتے۔ ہاں ایسے مواقع پر طبعی طور پر ایک درد اُن کے لئے اُٹھتا ہے کہ کیوں یہ آئے دن اپنے خدا کو ناراض کرنے کے سامان کرتے ہیں اور اپنے انجام کو پریشان۔ وہ ہمارے بھائی رہ چکے ہیں۔ اُن کے ہم پر بعض حقوق ہیں اور وہ ہمیشہ ہمارے ملحوظ ہیں۔ لیکن ہم ان کا حق اسی طرح ادا کر سکتے ہیں کہ پیار اور محبت کیساتھ معقول طریق پر انہیں سمجھائیں اور پھر ایک بار صداقت سے آشنا کر دیں۔ ان میں سے جو پہلے کبھی صالح تھے پھر سے ایک بار وہ خدا کی پاک جماعت میں شامل ہو جائیں۔ خدا کرے ایسا ہی ہو اور جلد تر ہو۔ آمین

نبی ہمیشہ سے نبی ہوتا ہے!

اب امر مذکور کے متعلق یہ عرض ہے کہ نبی پیدائش کے دن سے ہی نبی ہوتا ہے۔ بلکہ اپنے زمانہ اور موقع کی تعیین کیساتھ ازل سے ہی وہ نبی ہوتا ہے۔ چنانچہ ماموریت کے دائمی ارشاد اور خلعتِ نبوت کے باقاعدہ عطا ہونے سے قبل بھی جس قدر اُس کی وحی ہوتی ہے نورِ نبوت اور اُس کی عظمت شعار جھلک کا ہر مرحلے پر ہونا ضروری ہے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نبوت کے اعلیٰ مقام پر ہمیشہ سے سرفراز تھے اور جس قدر بھی حضورؑ پر وحی ہوئی اس میں وحیٔ نبوت کی عظمت بالضرور تھی۔ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت ابتدائی وحی میں ہی پیش گوئی شروع کر دی اور نبوت کا دعویٰ جو ظاہر میں بھی ایک دن ہونا ضروری تھا پہلے سے ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ابتدائی وحی میں بیان کر دیا۔ یعنی بالفاظِ دیگر خدا تعالیٰ کی طرف سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت دُنیا کے سامنے پیش کی جا چکی تھی لیکن انبیاء علیہم السلام کی ہمیشہ سے یہ سُنت ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہر وضاحت کے باوجود وہ خاموشی اور انکساری سے کام لیتے ہیں تا وقتیکہ خدا تعالیٰ انہیں مجبور کرتا ہے کہ وہ باہر نکلیں اور خود یہ دعوے پیش کریں اور حکماً انہیں ایسا کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ وگرنہ اس سے قبل وہ طبعاً اس قدر معصوم ہوتے ہیں کہ ہمیشہ تاویل سے ہی کام لیتے ہیں۔

خدا کی وحی ظاہر پر حمل نہ کی گئی

انبیاء کا ہی وہ پاکیزہ طریق اور بے نفسی کا اعلےٰ مقام تھا کہ جس کے ماتحت حضورؑ نے خدا کی وحی ظاہر پر حمل کرنی پسند نہ فرمائی۔ مثال کے طور پر حضورؑ حضرت مسیحؑ کی حیات کے متعلق دو مختلف زمانوں میں دو

مختلف خیال ظاہر فرماتے رہے جسے حضورؑ نے اِس طرح بیان فرمایا:۔

"اِس بات کو توجہ کر کے سمجھ لو کہ یہ اسی قسم کا تناقض ہے کہ جیسے براہین احمدیہ میں میں نے یہ لکھا تھا کہ مسیح ابن مریم آسمان سے نازل ہوگا مگر بعد میں یہ لکھا کہ آنے والا مسیح میں ہی ہوں۔ اس تناقض کا بھی یہی سبب تھا کہ اگرچہ خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں میرا نام عیسیٰؑ رکھا اور یہ بھی مجھے فرمایا کہ تیرے آنے کی خبر خدا اور رسول نے دی تھی۔ مگر چونکہ ایک گروہ مسلمانوں کا اس اعتقاد پر جما ہوا تھا اور میرا بھی یہی اعتقاد تھا کہ حضرت عیسیٰ آسمان سے نازل ہوں گے۔ اس لئے میں نے خدا کی وحی کو ظاہر پر حمل کرنا نہ چاہا بلکہ اس وحی کی تاویل کی لیکن بعد اس کے اِس بارہ میں بارش کی طرح وحی نازل ہوئی کہ وہ مسیح موعود جو آنیوالا تھا تو ہی ہے اور ..... درحقیقت مسیح ابن مریم فوت ہو گیا ہے۔" (حقیقۃ الوحی ص۱۴۹)

پھر اسی طرح حضورؑ حضرت مسیح علیہ السلام کی نسبت اپنی افضلیت کے متعلق دو مختلف زمانوں میں دو مختلف خیالات کے قائل تھے۔ فرمایا:۔

"اسی طرح اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہے۔ وہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقربین میں سے ہے۔ اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا تو میں اُس کو جزئی فضیلت قرار دیتا تھا۔ مگر بعد میں جو خدا تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی اُس نے مجھے اِس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا۔" (حقیقۃ الوحی ص۱۵۰)

حضورؑ کے مذکورہ بالا ارشادات سے کس قدر واضح ہے کہ جب تک خدا تعالیٰ نے متواتر وحی کے ساتھ حضورؑ کو مجبور نہ کر دیا اس بات کے قائل ہونے پر کہ حضرت عیسیٰؑ فوت ہو چکے ہیں اور حضورؑ نبی ہیں اُس وقت تک حضورؑ اسی بات کے معتقد رہے کہ حضرت عیسیٰؑ زندہ ہیں۔ اور چونکہ حضرت عیسیٰؑ زندہ ہیں، اس لئے حضورؑ کو اُن سے کیا نسبت۔

غرضیکہ اسی طرح خدا کی وحی میں حضورؑ کی نبوت کے دعویٰ کے باوجود حضورؑ خود ایک عرصے تک اس کی تاویل فرماتے رہے جس کی ایک وجہ نبوّت اور رسالت کی تعریف کی تعیین میں اختلاف تھا، جو فرقان کی گذشتہ اشاعت میں ص۱۲ پر مفصّل درج کی جا چکی ہے۔

تعمیلِ حکم

جب الٰہی ارشاد او تکرار پر حضورؑ نبوت کی تعریف میں تبدیلی پر مجبور ہوئے تو پھر بغیر کسی تاویل کے حضورؑ نے نبوت کے اِس دعویٰ کو جو پہلے سے ہی خدا کی وحی میں مذکور

تھا خود علی الاعلان دُنیا کے سامنے پیش کیا۔

اِس امر کی مزید تائید ہیں کہ خدا تعالےٰ کی وحی میں شروع سے ہی دعویٰ نبوت موجود تھا لیکن حضورؑ اس کی تاویل فرماتے رہے۔ ایک حق تلاش سائل کی تشفی کے لئے یہ بات کافی ہے کہ خدا تعالیٰ تو حضورؑ کو نبی کے الفاظ اور منصب پر مخاطب فرماتا تھا لیکن حضورؑ ہمیشہ اس کی تاویل فرماتے۔ چنانچہ نبوت کے بارہ میں الٰہی ارشادات اور اپنی تاویل کی اِس طرح مطابقت فرماتے کہ مجھے جو نبی کہا جاتا ہے اس سے محدثیت یعنی جزئی نبوت مراد ہے۔ جیسا کہ پیغام صلح نے ازالہ اوہام ص۴۲۳ سے پیش کیا ہے کہ:-

"نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعویٰ ہے جو خدا تعالےٰ کے حکم سے کیا گیا ہے ...."

لیکن نبوت کی تعریف کی آخری تعیین کے بعد حضورؑ نے اپنے اس خیال کی تردید بھی فرمادی۔ فرمایا:-

"اگر خدا تعالےٰ کی طرف سے غیب کی خبریں پانے والا نبی کا نام نہیں رکھتا تو پھر بتلاؤ کس نام سے اُس کو پکارا جائے۔ اگر کہو اس کا نام محدث رکھنا چاہئے تو میں کہتا ہوں کہ تحدیث کے معنے کسی لغت کی کتاب میں اظہار غیب نہیں ہے۔" (ایک غلطی کا ازالہ ص۳)

حضورؑ کی تحریرات اور ان کے حوالہ جات جن میں سے چند یہاں ذکر کئے گئے ہیں کے پیش نظر یہ بات کسی وضاحت کی محتاج نہیں کہ:-

ابتداء سے ہی خدا تعالےٰ کی وحی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت کا دعویٰ موجود تھا جس کی حضورؑ ایک وقت تک تاویل فرماتے رہے۔

پیغام صلح کے الفاظ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے "انکار نبوت" کی وجہ اور حقیقت مختصر مگر مدلل اس طریق پر ضرور پیش کر دی گئی کہ تعصب سے علیحدہ ہو کر کسی اشد ترین مگر معقولیت پسند مخالف کے لئے اس کا سمجھنا مشکل نہیں ہے۔

غیر احمدی علماء کے نزدیک وجۂ تکفیر!

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت کے بارہ میں جو بحث پیغام صلح نے اپنے اس نوٹ میں اٹھائی ہے اب اسے دوسری جہت سے لیا جاتا ہے کہ **غیر احمدی علماء کے نزدیک وجۂ تکفیر کیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت نہ تھی؟**

علامہ دستگیر قصوری جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے شدید مخالفین میں سے تھا اس نے ایک رسالہ "رجم الشیاطین برد اغلوطات البراہین" کے نام سے شائع کیا۔ اس کے ابتدا میں اس نے یہ بھی لکھا کہ:-

"مرزا صاحب تو وہ شخص ہیں جنکو عرباً عجماً دائرہ اسلام سے خارج کر رہے ہیں۔"

اس رسالہ کے آخر میں اُس نے عرب و عجم کے بڑے بڑے علماء اور مالکی۔ حنبلی اور حنفی مفتیان کی تقریظیں بھی شامل کیں۔ ان تقاریظ میں سے بعض میں کفر کا فتویٰ بھی لگایا گیا۔

حضورؑ کے الہامات میں دعویٰ نبوت

غلام دستگیر قصوری نے اپنے اسی رسالہ میں براہین میں مذکورہ بعض الہامات نقل کر کے اس پر تنقید کی ہے۔ طوالت کے خوف سے یہ مفصل تنقید تو پیش نہیں کی جا سکتی لیکن اس تنقید کے بعد جو نتائج اس نے پیش کئے ہیں اس میں سے بعض حصے مختصراً درج کئے جاتے ہیں جن سے یہ بات ثابت ہو سکے گی کہ مخالفین حضورؑ کی وحی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت کس وضاحت کے ساتھ سمجھ رہے تھے :۔

"اس شخص (سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام) نے لوازم رسالت اور خواصِ نبوت اپنے لئے ثابت کئے ہیں.... پھر اس نے بڑے استحکام سے ثابت کیا ہے کہ جو مضامین اس پر نازل ہوتے ہیں ان کی تبلیغ واجب ہے اور وہ **ڈرانے۔ خوشخبری سُنانے پر مامور ہے**.... اس کے الہامات کا قبول کرنا لوگوں پر فرض ہے اور ان کا انکار منع ہے پس جو اس پر ایمان لایا وہ مومن ہے اور جس نے اس کا انکار کیا وہ کافروں سے ہے۔" (ص۱۰۹)

پھر اسی سلسلہ میں وہ لکھتا ہے :۔

"اگر کسی کو شبہ گذرے کہ مؤلف براہین.... کیونکر متصور ہو کہ وہ رسالت اور نبوت کو اپنے لئے ثابت کرتا ہے...."

اور اسی طرح ایک شبہ اور اعتراض کا مفصل رد کرتے ہوئے ثابت کرتا ہے کہ :۔

"اصل براہین والے کی ان الہامات کے بیان اور وحی کے عیاں سے مسلمانوں سے باور کرانا ہے کہ میں سب ولیوں سے افضل ہوں اور نبیوں کا نمونہ ہوں اور اس کی قادیان میں مکہ معظمہ کی طرح وحی اُترتی ہے.... پس صاحبِ براہین کے یہ دعاوی صریح مساوات کا اظہار ہے۔ انبیاء و مرسلین سے اگرچہ وہ اہلِ اسلام کے بلوے کے خوف سے صاف اقرار نہیں کرتا کہ میں رسول ہوں لیکن یہ تو اس پر نازل ہو رہا ہے قُلْ اِنِّیْ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاھِلِیْنَ۔ لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ اَنْ لَّا یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ۔ قُلْ جَاءَکُمْ نُوْرٌ مِّنْ نُّوْرِ اللّٰہِ فَلَا تَکْفُرُوْا

اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ....پس یہ دعوئے نبوّت نہیں تو اور کیا ہے .....؟

صاحبِ براہین اپنے آپکو صاف انبیاء مرسلین سے جانتا ہے۔ پس صاف یہ مثلیت ہے نہ کہ ظلّیت اور نیز اس نے براہین کے صـ۵۰۴ میں یہ فقرہ اپنا الہام لکھا ہے

جری اللہ فی حلل الانبیاء ۔"

اس الہام کی حضورؑ کے الفاظ میں تفسیر پیش کرنے کے بعد وہ لکھتا ہے :۔

"پس براہین والے کی خود تصریح سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی وحی کا مورد ہونا انبیاء کا خاصہ ہے تو

اس کو اپنے لئے ثابت کرنا نبوّت کا اثبات ہے۔"

(صـ ۱۰، ۱۱، ۱۲)

اختصاراً چند حوالہ جات رسالہ مذکورہ سے پیش کر دینے کافی ہیں۔ اِن اقتباسات کو سرسری نظر سے پڑھنے والا بھی اس امر سے انکار نہیں کر سکتا کہ مخالف علماء حضورؑ کی وحی میں حضورؑ کے اِس منصبِ عالی کو واضح طور پر محسوس کر رہے تھے۔ وحی الٰہی میں اِس وضاحت کے ساتھ حضورؑ کی نبوّت کو پیش کیا گیا تھا کہ جس کی صرف حضورؑ ہی تاویل فرما رہے تھے اور باقاعدہ دعوٰے نہیں فرما رہے تھے لیکن اس کے برخلاف مخالفین حضورؑ کی نبوّت کے علاوہ کسی اور بات کو ماننے کے لئے تیار ہی نہ تھے۔ اس لئے غلام دستگیر قصوری اِس بات کے لکھنے پر مجبور تھا کہ :۔

حضورؑ کے الہامات پر عمیق غور

"یہ شخص (حضرت مسیح موعود علیہ السلام ناقل) باوجود دعوے اتباع آنحضرت صلی اللہ علیہ و اخوانہ وسلم کے اپنے آپ کو **خصائص نبوّت و رسالت سے موصوف** کر رہا ہے..... الحاصل غور کرنے والا عالم جب ملہمات صاحبِ براہین میں تدبّر اور تعمق فرماتا ہے تو یقیناً معلوم کر جاتا ہے کہ **براہین والے نے صاف دعوے برابری کا انبیاء سے کیا ہے**..... الغرض براہین کا مؤلف ہرچند اپنی زبان سے صریح دعوے نہیں کرتا کہ مَیں نبی ہوں تا کہ اہلِ اسلام خواص و عوام بلوے نہ کر دیں۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ کوئی خاصہ خواص انبیاء سے باقی نہیں چھوڑا جس کو اُس نے اپنے لئے ثابت نہ کر لیا ہو....." (صـ ۱۴)

ہمارے غیر مبائع احباب کو اِس امر سے تو اتفاق ہے کہ براہین احمدیہ میں جو الہامات درج

کئے گئے ہیں وہ فی الواقع خدا کی وحی ہیں۔ اور غلام دستگیر قصوری نے یہ جو لکھا ہے کہ :-

"کوئی خاصہ خواص انبیاء سے باقی نہیں چھوڑا جس کو اس نے اپنے لئے ثابت نہ کیا ہو"

یہ بھی حضور کے الہامات میں مذکورہ حضور کی عظمت وشان کی طرف اشارہ ہے۔ تو معلوم ہوا کہ مخالف علماء حضور کی اپنی عبارات نہیں بلکہ خدائی الہامات میں وضاحت کے ساتھ اِس بات کو سمجھ رہے تھے کہ الہامات میں نبوت کے علاوہ کوئی اور بات پیش نہیں کی گئی۔ اور یہی اُن کی طرف سے کفر کے فتوے کا باعث ہوا۔

چنانچہ ہم نے نہایت سنجیدگی اور متانت کے ساتھ پیغام صلح کی طرف سے پیش کردہ اِس بات

"جب مخالف علماء حضرت مسیح موعود پر دعویٰ نبوت کا الزام دینے میں سچے تھے

تو حضرت مسیح موعود انکارِ نبوت میں نعوذ باللہ کیا تھے ؟"

کی حقیقت واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ فی الواقع حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات میں حضور کی نبوت ہی تھی جس پر مخالفین نے کفر کے فتوے لگا۔ اور یہ کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نبوت سے انکار کن وجوہ کی بناء پر تھا۔

اُمید ہے غیر مبایعین کے حقیقت تلاش احباب پیغام صلح کا یہ طریق پسندیدگی کی نظر سے نہ دیکھیں گے بلکہ اس کے برخلاف انہیں نفرت ہوگی کہ پیغام صلح کس غلط، عقل سے دُور اور متعصب طریق سے ان معصوم لوگوں کو پریشان ایمان کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ احمدیت کے روشن چہرہ اور ان کے درمیان اگر پیغام صلح کے تاریک اوراق نہ ہوتے تو وہ اس نور سے یقیناً روشن ہو چکے ہوتے۔

اے کاش! کہ ہمارے یہ بچھڑے ہوئے بھائی ہم سے اختلاف احقاقِ حق کی خاطر کرتے نہ کہ عناد وتعصب کی غرض سے تو یہ یقینی تھا کہ جو بھیڑیں صبح کو اپنے گلّہ سے بچھڑی تھیں شام تک پھر اپنے گلّہ میں آ ملتیں۔ صبح کا بھُولا ہوا شام کو ضرور گھر آ جاتا۔

اے خدا! تو ایسا ہی کر۔ آمین ؎

مسئلہ نبوت

نبوّت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

(حضور کی اپنی تحریرات)

(مکرم مولوی شریف احمد صاحب امینی مولوی فاضل)

بسلسلہ گذشتہ فرقان کی اشاعت زیر نظر میں حضور کی تحریرات سے مزید بعض حوالجات قارئین کرام کی خدمت میں عرض ہیں۔ ایک سنجیدہ طبع، حق پسند کے لئے یقیناً حضور کی ان تحریرات کے مطالعہ کے بعد حضور کی نبوت کے بارہ میں کوئی شک اور شبہ باقی نہ رہے گا۔ انشاء اللہ۔ اِس ضمن میں یہ آخری قسط ہوگی۔ اُمید ہے کہ ہر غیر متعصب اور حق تلاش حضور کے اِن ارشادات سے مستفید ہوگا اور حضور پر حقیقی اور سچے ایمان ایسی عظیم الشان نعمت سے مزید کسی عرصہ کے لئے محروم نہ ہوگا انشاء اللہ۔ گذشتہ اشاعت میں اٹھائیس حوالے پیش کئے جاچکے ہیں۔

نشانات کی کثرت

(۲۹) "اب خدا نے اس بات کے ثابت کرنے کے لئے کہ مَیں اُس کی طرف سے ہوں اِس قدر نشان دکھلائے ہیں کہ اگر ہزار نبی پر بھی تقسیم کئے جائیں تو اُن کی بھی نبوت ثابت ہوسکتی ہے لیکن پھر بھی جو لوگ انسانوں میں سے شیطان ہیں وہ نہیں مانتے اور محض افتراء کے طور پر ناحق اعتراض پیش کر دیتے ہیں۔" (چشمہ معرفت صفحہ ۳۱۷)

اس عبارت میں حضور علیہ السلام نے اپنے نشانات کو اِس رنگ میں بیان فرمایا ہے کہ اگر اُن کو دیگر انبیاء پر تقسیم کیا جائے تو اُن کی نبوت بھی ثابت ہوسکتی ہے۔ جب دوسرے ہزار نبیوں کی نبوت ان نشانات کی وجہ سے ثابت ہوسکتی ہے تو کیا صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت ثابت نہیں ہوسکتی؟

قتل نہ ہونے والے انبیاء

(۳۰) دو قسم کے مرسل من اللہ کے قتل نہ ہوسکنے کے تذکرہ پر فرمایا:-

"دوسرے وہ نبی اور مامور من اللہ جو سلسلہ کے آخر میں آتے ہیں جیسے کہ سلسلہ موسویہ میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام اور سلسلہ محمدیہ میں یہ عاجز۔" (تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۶۸) حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے آپ کو سلسلہ محمدیہ کا **آخری مرسل** قرار دیتے ہوئے یہ دعوےٰ فرمایا کہ مَیں قتل نہیں ہوں گا۔ کیونکہ سلسلہ کا آخری مرسل قتل سے محفوظ رہتا ہے۔

(۳۱) ا۔ "اس کے مطابق قرآن شریف میں یہ آیت ہے جو خدا کے برگزیدہ رسولوں کو غیروں سے ممتاز کرتی ہے اور وہ یہ ہے **فلا یظھر علی غیبہ احد الا من ارتضی من رسول** یعنی کھلا کھلا غیب برگزیدہ رسولوں کو ہی عطا کیا جاتا ہے غیر کو اس سے حصہ نہیں۔" (تجلیات الٰہیہ صفحہ ۶)

ب۔ اس اصول کے مطابق حضور علیہ السلام اپنی نبوت کا دعوٰی یوں بیان فرماتے ہیں:۔

"مَیں خدا تعالیٰ کی ہمکلامی سے مشرف ہوں۔ اور میرے ساتھ بکثرت بولتا ہے اور میری باتوں کا جواب دیتا ہے اور بہت سی غیب کی باتیں میرے پر ظاہر کرتا ہے اور انہیں امور کی کثرت کی وجہ سے اُس نے میرا نام نبی رکھا سو مَیں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں۔" (آخری خط اخبار عام ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء)

اب دونوں حوالوں کے ملانے سے صاف طور پر حضور علیہ السلام خدا کے برگزیدہ رسول ثابت ہوتے ہیں۔

نبی اور اُمّتی

(۳۲) ا۔ "بعض افراد نے باوجود اُمتی ہونے کے نبی ہونیکا خطاب پایا ہے۔" (الوصیت صفحہ ۱۳)

ب۔ "اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے مَیں ہی مخصوص کیا گیا۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱)

اِن دونوں حوالوں کے ملانے سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ حضور علیہ السلام ہی اِس اُمت میں نبی کا نام پانے کے لئے مخصوص کئے گئے ہیں۔ اور **بعض افراد** سے مراد خود حضور علیہ السلام کی ذات بابرکات ہے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل دو حوالوں سے بھی یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ حضور "بعض افراد" کے الفاظ اپنی نسبت ہی بیان فرماتے ہیں۔

(ا) "یعنی اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں اِس اُمت کے بعض افراد کو مریم سے تشبیہ دیتا ہے۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۳۷)

(ب) "خوب غور کرکے دیکھ لو اور دُنیا میں تلاش کر لو کہ قرآن شریف کی اِس آیت کا

بجز میرے کوئی دُنیا میں مصداق نہیں۔ پس یہ پیشگوئی سورۂ تحریم میں خاص میرے لئے ہے۔" (حقیقۃ الوحی ص۳۳۸)

ان دونوں حوالوں پر غور کرنے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ سورۂ تحریم میں جو "بعض افراد" کو مریم سے تشبیہہ دی گئی ہے اس "بعض افراد" سے مراد خود حضور علیہ السلام کی ذات ہے۔ پس اسی طرح اس امت میں جو "بعض افراد" کو نبی کا خطاب دیا گیا ان "بعض افراد" سے مراد حضور علیہ السلام کا وجود ہے۔

(۳۳) ا۔ "آنیوالے مسیح موعود کا حدیثوں سے پتہ لگتا ہے۔ اُس کا انہی حدیثوں میں یہ نشان دیا گیا ہے کہ وہ نبی بھی ہوگا اُمتی بھی۔" (حقیقۃ الوحی ص۲۹)

ب۔ "اس طرح مَیں خدا کی کتاب میں عیسٰے بن مریم کہلایا۔ چونکہ مریم ایک اُمتی فرد ہے اور عیسٰے ایک نبی ہے۔ پس میرا نام مریم اور عیسٰے رکھنے سے یہ ظاہر کیا گیا کہ مَیں اُمتی بھی ہوں اور نبی بھی۔" (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۱۸۹)

حوالہ ا میں حضور علیہ السلام نے مسیح موعود کی علامات بیان فرما کر اس کا حوالہ ب میں اپنے آپ کو ان کا مصداق قرار دیا ہے۔ جس سے حضور علیہ السلام کی نبوت صاف ثابت ہو رہی ہے۔

(۳۴) "اور وہ جو خدا کے مامور او مرسل کی باتوں کو غور سے نہیں سُنتا اور اس کی تحریروں کو غور سے نہیں پڑھتا اس نے بھی تکبر سے ایک حصہ لیا۔" (نزول المسیح ص۲۵)

اس عبارت میں حضور علیہ السلام اپنے آپ کو خدا کا مامور و مرسل قرار دے رہے ہیں۔

خدا کی قرنا۔ خدا کا نبی

(۳۵) ا۔ "اس فیصلہ کرنے کے لئے خدا آسمان سے قرنا میں اپنی آواز پھونکیگا۔ وہ قرنا کیا ہے وہ اُس کا نبی ہے۔" (چشمہ معرفت ص۳۱۸)

ب۔ "اس جگہ صور کے لفظ سے مراد مسیح موعود ہے۔ کیونکہ خدا کے نبی اُس کے صور ہوتے ہیں۔" (چشمہ معرفت ص۷۷)

مندرجہ بالا دونوں عبارات کو پڑھ کر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حضور علیہ السلام مسیح موعود ہیں اور قرنا ہیں اور خدا کے نبی صور اور قرنا ہی ہوتے ہیں۔ پس آپ نبی ہیں۔

(۳۶) "کبھی نبی کی وحی خبر واحد کی طرح ہوتی ہے۔ اور معہٰذا مجمل ہوتی ہے۔ اور کبھی وحی ایک امر میں کثرت سے اور واضح ہوتی ہے۔ پس مَیں اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ کبھی میری وحی بھی خبر واحد کی طرح ہے اور مجمل بھی۔" (لیکچر سیالکوٹ ص۳۳)

مندرجہ بالا عبارات کے ایک حصہ میں نبی کی وحی کی صفت بیان فرماتے ہوئے اس صفت کا اپنی وحی میں پایا جانا تسلیم کیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام کی وحی وحیٔ نبوت تھی اور حضورؑ نبی تھے۔

انبیاءِ سابقہ سے مماثلت

(۳۷) "ایمان درحقیقت وہی ایمان ہے جو خدا کے رسول کو شناخت کرنے کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ ہاں جو شخص سرسری طور پر رسول کا تابع ہو گیا اور اُسکو شناخت نہیں کیا اور اُس کے انوار سے مطلع نہیں ہؤا اُس کا ایمان بھی کچھ چیز نہیں۔ اور آخر وہ ضرور مُرتد ہو گا۔ جیسا کہ مسیلمہ کذاب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اور یہودا اسکریوطی اور پانچسواور عیسائی مرتد حضرت عیسےٰؑ کے زمانہ میں اور جمّوں والا چراغدین اور عبدالحکیم خاں ہمارے اِس زمانہ میں مُرتد ہوئے۔" (حقیقۃ الوحی ۵۹)

حضور علیہ السلام اِس جگہ اپنے آپ کو آنحضرتؐ اور حضرت عیسےٰؑ کی طرح نبی قرار دیتے ہوئے جمّوں والے چراغدین اور عبدالحکیم خاں کو مُرتد قرار دیتے ہیں۔ پس اِس امر سے بھی آپؑ کی نبوت ثابت ہوتی ہے۔

(۳۸) "یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ جب آسمان سے مقرر ہو کر ایک نبی یا رسول آتا ہے تو اُس نبی کی برکت سے عام طور پر ایک نور حسب مراتب استعدادات آسمان سے نازل ہوتا ہے اور انتشار روحانیت ظہور میں آتا ہے۔ تب ہر ایک شخص خوابوں کے دیکھنے میں ترقی کرتا ہے۔ اور الہام کی استعداد رکھنے والے الہام پاتے ہیں اور روحانی امور میں عقلیں بھی تیز ہو جاتی ہیں" (حقیقۃ الوحی ص۶ حاشیہ)

حضور علیہ السلام کی آمد کی برکت سے ہزاروں انسانوں کو الہامات ہوئے اور سچی خوابیں آئیں پس ان الہامات اور خوابوں کا آنا آپؑ کی نبوت کی دلیل ہے۔

حضرت مسیح علیہ السلام پر فضیلت

(۳۹) حضور علیہ السلام نے ابتدا میں حضرت مسیحؑ کو اپنے سے افضل قرار دیا اور اگر کوئی امر آپؑ کی فضیلت کا ظاہر ہوتا تو آپؑ اس کو جزئی فضیلت قرار دیتے۔ کیونکہ آپؑ کا خیال تھا۔ کہ ایک غیر نبی کو نبی پر کُلّی فضیلت نہیں ہو سکتی۔ مگر خدا نے آپؑ کو اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا اور بعد میں آپؑ نے اپنے آپ کو مسیح سے افضل قرار دیا اور ہر شان میں افضل قرار دیا۔ پس حضور علیہ السلام کا

اپنے آپ کو ہر رنگ میں مسیح سے افضل قرار دینا اس امر کا زبردست ثبوت ہے کہ آپ خدا کے نبی ہیں ورنہ ایک غیر نبی کو نبی پر کلی فضیلت کیسے ہو سکتی ہے۔ حضور علیہ السلام اس بارہ میں فرماتے ہیں:۔

(ا) "خدا نے اس اُمت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اُس سے پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے۔" (دافع البلاء)

(ب) "خدا تعالیٰ نے اُس مسیح کو بھیجا جو پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھکر ہے"

(ریویو جلد ۱ ص۴۷)

(ج) "مسیح ابن مریم کے نام سے خاص طور پر مجھے مخصوص کر کے وہ میرے پر رحمت اور عنایت کی گئی جو اُس پر عنایت نہیں کی گئی۔ تاکہ لوگ سمجھیں کہ فضل خدا کے ہاتھ میں ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔" (حقیقۃ الوحی ص۱۵۴)

(د) "جب کہ میں نے یہ ثابت کر دیا کہ مسیح ابن مریم فوت ہو گیا ہے اور آنیوالا مسیح میں ہوں تو اس صورت میں جو شخص پہلے مسیح کو افضل سمجھتا ہے اُس کو نصوص حدیثیہ اور قرآنیہ سے ثابت کرنا چاہئے کہ آنے والا مسیح کچھ چیز ہی نہیں۔ نہ نبی کہلا سکتا ہے نہ حَکَم جو کچھ ہے پہلا ہے۔" (حقیقۃ الوحی ص۱۵۵)

(ہ) ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو ÷ اس سے بہتر غلام احمدؐ ہے

(س) اینک منم کہ حسب بشارات آمدم ÷ عیسےٰ کجاست تا بنہد پا بمنبرم

یعنی میں بشارات کے عین مطابق آیا ہوں عیسےٰ کون ہے کہ میرے مرتبہ و مقام پر قدم رکھ سکے۔

مندرجہ بالا چھ حوالہ جات میں حضور علیہ السلام نے اجمالی طور پر اپنی فضیلت کا اظہار حضرت مسیح پر کیا ہے۔ مگر تفصیلی رنگ میں بھی حضور علیہ السلام نے مختلف مقامات میں اپنی فضیلت مسیح علیہ السلام پر بتلائی ہے۔

(۱) فطرتی استعدادوں کے لحاظ سے بھی اپنے آپکو مسیح سے افضل قرار دیا ہے۔ (حقیقۃ الوحی ص۱۵۳)

(۲) کارناموں کے لحاظ سے بھی اپنے آپکو مسیح سے افضل قرار دیا ہے۔ (حقیقۃ الوحی ص۱۵۵)

(۳) جلالی اور قومی نشانوں سے بھی اپنے آپکو مسیح سے افضل قرار دیا ہے۔ (حقیقۃ الوحی ص۱۵۱)

(۴) معارف اور معرفت کے لحاظ سے بھی اپنے آپکو مسیح سے افضل قرار دیا ہے۔ (حقیقۃ الوحی ص۱۵۲)

(۵) حضور نے فرمایا:۔

"میرے دل پر جو خدا کی تجلی ہوئی وہ مسیح پر نہیں ہوئی۔" (حقیقۃ الوحی ص۱۵۳)

(۶) تلك الرسل فضلنا بعضهم على بعض کے ماتحت اپنے آپکو مسیح سے افضل قرار دیا (حقیقۃ الوحی صہ۱۵۲)

اب مندرجہ بالا متفرق مقامات میں حضور علیہ السلام نے اپنی تفصیلی فضیلت کا اظہار فرمایا ہے۔ اسی طرح آپنے نزول المسیح صہ۳ میں اپنے آپ میں شانِ نبوت بھی تسلیم فرمائی ہے۔ گویا تمام امور میں حضور علیہ السلام مسیح ناصری سے افضل ہیں۔ پس یہ افضلیت حضور علیہ السلام کی نبوت کی ایک زبردست دلیل ہے۔

انبیاء علیہم السلام کے صحابہؓ

(۴۰) "اصحاب وہی کہلاتے ہیں جو نبی کے وقت میں ہوں اور ایمان کی حالت میں اسکی صحبت سے مشرف ہوں اور اُس سے تعلیم و تربیت پادیں۔" (حقیقۃ الوحی صہ۱۶۷)

اس اصول کے مطابق حضور علیہ السلام نے اپنے متبعین کو صحابہ قرار دیکر اپنی نبوت کو ثابت کردیا ہے۔ آپنے فرمایا:-

(أ) "پس جو میری جماعت میں داخل ہوا در حقیقت میرے سردار خیر المرسلین کے صحابہ میں داخل ہوا" (خطبہ الہامیہ صہ۱۷۱)

(ب) ع "صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا"

(ج) "حق تعالیٰ "وآخرین منہم" کے قول میں اشارہ فرماتا ہے کہ مسیح موعود کی جماعت خدا کے نزدیک صحابہؓ کی ایک جماعت ہے اور اس نام رکھنے میں کچھ فرق نہیں۔ اور یہ مرتبہ مسیح موعود کی جماعت کو ہرگز حاصل نہ ہوگا جبتک کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم انکے درمیان قدسی قوت اور اپنے روحانی افاضہ کیساتھ موجود نہ ہوں۔ جیساکہ صحابہؓ کے اندر موجود تھے یعنی یہ مسیح موعود کا واسطہ ہے کیونکہ وہ نبی کریم کا مظہر اور آنجناب کیلئے حُلّہ کی مانند ہے۔" (خطبہ الہامیہ صہ۱۹۹)

انبیاءؑ کی اخوت

(۴۱) حدیث شریف میں آتا ہے الانبیاء اخوۃ العلات امھاتھم شتیٰ ودینہم واحد۔ گویا تمام انبیاءؑ آپس میں بھائی بھائی ہوتے ہیں۔ حضور علیہ السلام بھی مندرجہ ذیل عبارت میں اپنے آپکو مسیح علیہ السلام کا بھائی بیان فرماتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام نبی ہیں۔ فرماتے ہیں:-

"مجھے دکھایا گیا ہے کہ مسیح ابن مریم اُس تہمت سے بری اور راستباز ہے اور اُس نے کئی دفعہ مجھ سے ملاقات کی۔ لیکن ہر دفعہ اپنی عاجزی اور عبودیت ظاہر کی۔ ایک دفعہ مَیں نے اور اُس نے عالمِ کشف میں جو گویا بیداری کا عالم تھا ایک جگہ بیٹھ کر ایک ہی پیالہ میں گائے کا گوشت کھایا اور اُس نے اپنی فروتنی اور محبت میرے پر ظاہر کیا۔ کہ وہ میرا بھائی ہے اور مَیں نے بھی محسوس کیا کہ وہ میرا بھائی ہے۔ تب سے مَیں اُس کو اپنا ایک بھائی سمجھتا ہوں۔ سو جو کچھ مَیں نے دیکھا ہے اُس کے موافق میرا یہی عقیدہ ہے

کہ وہ میرا بھائی ہے۔ گویا مجھے حکمت اور مصلحت الٰہی نے اُس کی نسبت زیادہ کام سپرد کیا ہے۔ اور اُس کی نسبت زیادہ فضل وکرم کے وعدے دیئے ہیں۔ مگر پھر بھی میں اور وہ روحانیت کی رو سے ایک ہی جوہر کے دو ٹکڑے ہیں۔ اِس بناء پر میرا آنا اُس کا آنا ہے۔" (خط بنام ڈوئی مندرجہ مکتوبات حصہ سوم صفحہ ۱۱۱)

مندرجہ بالا عبارت میں حضور علیہ السلام واضح الفاظ میں اپنے آپ کو مسیح کا بھائی قرار دے کر اسے اپنا عقیدہ قرار دے رہے ہیں۔ اس لئے حدیث نبوی "الانبیاء اخوۃ العلات" کے مطابق آپ نبی ثابت ہوتے ہیں۔

مندرجہ بالا تمام بحث میں ۱۴۱ حوالہ جات از تحریرات حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر کئے گئے ہیں۔ دراصل یہ حوالہ جات ۱۴۱ سے بہت زیادہ تعداد پر مشتمل ہیں۔ اِن تمام حوالہ جات کی روشنی میں یہ امر واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے اپنی نبوت کا دعوےٰ کیا ہے۔ اور متعدد مقامات میں اپنے آپ کو نبی و مرسل اور خدا کا رسول قرار دیا ہے۔ اور اِسی طرح نبوت کی وہ تعریفات جو ابتداء میں درج کی گئی ہیں اُن کا مصداق اپنے وجود کو ٹھہرایا ہے۔ غرضیکہ اِن تحریرات سے پوری وضاحت کے ساتھ یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ حضور علیہ السلام نبوت کے حقیقی معنوں میں نبی ہیں۔ اور کوئی سچا احمدی آپ کی نبوت سے انکار نہیں کرسکتا۔ پس غیر مبایعین کا یہ خیال کہ حضور علیہ السلام نبی نہ تھے اور نہ ہی آپ نے نبوت کا دعوےٰ فرمایا صریح طور پر باطل ہے ؎

اقتداء غیر احمدیاں

مخالفین احمدیت کی اقتداء میں نماز

کے بارہ میں

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات

(مکرم مولوی شریف احمد صاحب امینی مولوی فاضل)

امام الزمان

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منصب قرآن مجید اور احادیث کی رو سے ایک نبی اور امام الزمان کا منصب ہے۔ اور اس منصب پر فائز ہونے کا ہی آپ نے اعلان فرمایا۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں:-

(ا) "مَیں اُس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اُسی نے مجھے بھیجا ہے اور اُسی نے میرا نام نبی رکھا ہے۔" (تتمہ حقیقۃ الوحی ص۶۸)

(ب) اب بالآخر یہ سوال باقی رہا کہ اس زمانہ میں امام الزمان کون ہے جس کی پیروی عام مسلمانوں اور زاہدوں اور خواب بینوں اور ملہموں کو کرنی خدا کی طرف سے فرض قرار دیا گیا ہے۔ سو اِس وقت مَیں بے دھڑک کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے فضل اور عنایت سے وہ امام الزمان مَیں ہوں۔" (ضرورۃ الامام ص۲۱)

حضور علیہ السلام کی اِن تحریرات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اللہ تعالیٰ کے نبی اور امام الزمان ہیں۔ اور یہ ایک اصولی بات ہے کہ وقت کے نبی اور امام پر ایمان لانا اور اُس کی بیعت میں شامل ہونا سب پر فرض ہے۔ اُس کی بیعت کے مقابل پر کسی اور کی بیعت قائم نہیں رہ سکتی۔ اور جو شخص وقت کے امام کو نہیں پہچانتا اور اُس کی بیعت میں شامل نہیں ہوتا وہ بمطابق فرمان آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم (من مات بغیر امامٍ مَاتَ مِیتَۃً جَاھِلِیَّۃً۔ مسند امام احمد بن حنبل جلد ۴ ص۹۶) جاہلیت (اسلام سے قبل کفر کا زمانہ) کی موت مرتا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی بیعت کے بارہ میں

فرماتے ہیں :-

"جب انسان میرے ہاتھ پر بیعت توبہ کرتا ہے تو پہلی ساری بیعتیں ٹوٹ جاتی ہیں۔ انسان دو کشتیوں میں کبھی پاؤں نہیں رکھ سکتا۔ اگر کسی کا مرشد اب زندہ بھی ہو۔ تب وہ حقائق اور معارف ظاہر نہ کریگا جو خدا تعالیٰ یہاں ظاہر کر رہا ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے ساری بیعتوں کو توڑ ڈالا ہے۔ صرف مسیح موعود کی ہی بیعت کو قائم رکھا ہے جو خاتم الخلفاء ہو کر آیا ہے ..... یہ اُس شخص کا زمانہ ہے جس کو رسول کریم صلعم نے سلام کہا۔ اب اُس کی بیعت کے سوا سب بیعتیں ٹوٹ گئیں۔" (الحکم ۲۴ اگست ۱۹۰۲ء)

منکرِ امام آخر الزمانؑ

لیکن جو شخص آپ پر ایمان نہیں لاتا اور آپ کی دعوت کو قبول نہیں کرتا اُس کا مقام حضور علیہ السلام کے نزدیک یہ ہے :-

(ا) "بہرحال خدا تعالیٰ نے مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے۔ اور اُس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے اور خدا کے نزدیک قابلِ مؤاخذہ ہے۔"

(تشحیذ الاذہان جلد ۶ نمبر ۴ ص ۱۳۵)

(ب) "جو شخص تیری پیروی نہیں کرے گا اور تیری بیعت میں داخل نہیں ہوگا اور تیرا مخالف رہے گا وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا اور جہنمی ہے۔"

(الہام مسیح موعودؑ مندرجہ اشتہار معیار الاخیار ۲۵ مئی ۱۹۰۰ء)

(ج) خدا نے یہی ارادہ کیا ہے کہ جو مسلمانوں میں سے مجھ سے الگ رہے گا وہ کاٹا جاوے گا بادشاہ ہو یا غیر بادشاہ۔" (اشتہار حسین کامی سفیر سلطان روم)

(د) "ایک شخص نے سوال کیا کہ آپ کو نہ ماننے والے کافر ہیں یا نہیں۔ فرمایا۔ مولویوں سے جا کر پوچھو کہ اُن کے نزدیک جو مسیح اور مہدیؑ آنیوالا ہے اُس کو جو نہ مانے گا اُس کا کیا حال ہوگا۔ پس میں وہی مسیح اور مہدی ہوں جو آنیوالا تھا۔" (الحکم ۱۰ فروری ۱۹۰۱ء)

(ھ) "میں مسیح موعود ہوں اور خدا تعالیٰ نے عام طور پر میرے لئے نشان ظاہر کئے ہیں۔ پس جس شخص پر میرے مسیح موعود ہونے کے بارہ میں خدا کے نزدیک اتمام حجت ہو چکا ہے۔ اور میرے دعویٰ پر اطلاع پا چکا ہے قابلِ مؤاخذہ ہی ہو گا۔ کیونکہ خدا کے فرستادوں سے دانستہ مُنہ پھیرنا ایسا امر نہیں ہے کہ اُس پر کوئی گرفت نہ ہو۔ اِس گناہ کا دادخواہ میں نہیں ہوں بلکہ ایک ہی ہے جس کی تائید کے لئے میں بھیجا گیا ہوں یعنی حضرت محمد مصطفےٰ صلعم جو شخص مجھے

نہیس مانتا وہ میرا نہیں بلکہ اُس کا نافرمان ہے جس نے میرے آنے کی پیشگوئی کی۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶۵)

(س) قدیم سے بزرگان دین کا یہی مذہب ہے کہ جو شخص حق کی مخالفت کرتا ہے رفتہ رفتہ اُس کا سلب ایمان ہو جاتا ہے۔ جو پیغمبر خدا صلعم کو نہ مانے وہ کافر ہے۔ مگر جو مہدی اور مسیح کو نہ مانے اُس کا بھی سلب ایمان ہو جاتا ہے۔ انجام ایک ہی ہے۔" (الحکم ۷ ار مارچ سنہ ۱۹۰۱ء)

مندرجہ بالا چھ عبارات سے ظاہر ہے کہ حضور علیہ السلام مسیح موعود اور مہدی معہود ہیں اور جو آپ کا منکر ہے وہ خدا اور رسول کا نافرمان، غیر مسلمان، قابل مواخذہ، کاٹا جانے والا اور جہنمی ہے۔

مکفرِ امام الزمان

اب اس بارہ میں ہم ایک اور پہلو سے بھی غور کرتے ہیں کہ منکرین میں سے جو شخص آپ پر ایمان نہیں لاتا اور انکار کرتا ہے وہ اسی لئے آپ کا انکار کرتا ہے کہ وہ آپ کو اپنے دعوے میں مفتری قرار دیتا ہے اور کافر سمجھتا ہے۔ چنانچہ مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں "کافر کہنے والا بہرحال منکر بھی ہے۔ اور جو شخص اس دعوٰی سے منکر ہے وہ بہرحال کافر ٹھہرائے گا۔" (براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۶۰) اور ایک مومن کو کافر کہنے کے بارہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:۔

(ا) اذا قال الرجل لاخیہ یا کافر فقد باء بہ احدھما (بخاری جلد ۴ صفحہ ۳۶)

(ب) ایما رجل مسلم اکفر رجلاً فان کان کافراً والا کان ھو الکافر (ابوداؤد)

جو شخص کسی مسلمان کو کافر قرار دیتا ہے اگر وہ کافر نہیں تو یہ کافر کہنے والا خود کافر ہے۔ پس حضور علیہ السلام کا انکار کرنے والا، آپ کو مفتری اور کافر قرار دینے والا اس فرمان نبوی کی رو سے خود کافر ہے۔ چنانچہ اس امر کو حضور علیہ السلام نے متعدد جگہ بیان فرمایا ہے:۔

(ا) "جو شخص مجھے نہیں مانتا وہ مجھے مفتری قرار دے کر کافر ٹھہراتا ہے اس لئے میری تکفیر کی وجہ سے آپ کافر بنتا ہے۔ علاوہ اس کے جو مجھے نہیں مانتا وہ خدا اور رسول کو بھی نہیں مانتا اور قرآن کی تکذیب کرتا ہے اور عمداً خدا تعالیٰ کے نشانوں کو رد کرتا ہے اور مجھ کو باوجود صدہا نشانوں کے مفتری ٹھہراتا ہے وہ مومن کیونکر ہو سکتا ہے۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶۳)

(ب) "میں دیکھتا ہوں جس قدر لوگ میرے پر ایمان نہیں لاتے وہ سب کے سب ایسے ہیں کہ اُن تمام لوگوں کو وہ مومن جانتے ہیں جنہوں نے مجھے کافر ٹھہرایا۔ پس میں اب بھی اہل قبلہ کو کافر نہیں کہتا۔ لیکن جن میں خود انہی کے ہاتھ سے اُن کی وجہ کفر پیدا ہو گئی انہیں کیونکر مومن کہہ سکتا ہوں۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶۵)

(ج) "اگر میں مفتری نہیں اور مومن ہوں تو اس صورت میں وہ میری تکذیب اور تکفیر کے بعد کافر ہوئے اور مجھے کافر ٹھہرا کر اپنے کفر پر مُہر کردی۔ یہ ایک شریعت کا مسئلہ ہے کہ مومن کو کافر کہنے والا آخر کافر ہو جاتا ہے۔" (حقیقۃ الوحی ص۱۶۴)

(د) "یہ بالاتفاق مسئلہ ہے کہ مومن کو کافر کہنے والا خود کافر ہے تو ہم انہیں کس طرح مسلمان کہیں اور ان مکفّرین اہلِ حق کو کافر نہ جانیں۔ ہم کس طرح سمجھیں کہ وہ سچے مسلمان ہیں۔ جب ان کے دلوں میں نبی صلعم کے قول کی عظمت نہیں۔" (بدر ۲۴ رمئی ۱۹۰۸ء ص۶)

(ہ) عبدالحکیم مرتد کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے حضور فرماتے ہیں:۔

"یہ عجیب بات ہے کہ آپ کافر کہنے والے اور نہ ماننے والے کو دو قسم کے انسان ٹھہراتے ہیں۔ حالانکہ خدا تعالیٰ کے نزدیک ایک ہی قسم ہے۔ کیونکہ جو شخص مجھے نہیں مانتا وہ مجھے مفتری قرار دیتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ خدا پر افترا کرنے والا سب کافروں سے بڑھ کر کافر ہے۔" (حقیقۃ الوحی ص۱۶۷)

مومنین کا امام

چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام خدا تعالیٰ کے برگزیدہ رسول، مسیح موعود مہدی معہود اور امام الزمان ہیں۔ پس آپ کا منکر کیا بلحاظ انکار کے اور کیا بلحاظ تکفیر کے خدا اور رسول کا منکر، قابلِ مؤاخذہ، جہنمی اور کافر ہے۔ پس ایسا کافر مومنوں کا امام نہیں بن سکتا۔ اور ایسے منکرِ رسول کے پیچھے ایک مومن نماز نہیں پڑھ سکتا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مومنوں کا امام متقی اور عالم، حدیث، و سنّت کا واقف ہو۔

چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منکرین بموجب ارشاد نبویؐ بوجہ انکار و تکفیر مسلمان ہی نہیں اور کافر ہیں۔ اس لئے ایک احمدی کی شان کے شایاں نہیں کہ ایمانی غیرت دل میں رکھتے ہوئے ایک مکفّر و مکذّب رسول کی اقتدا میں نماز پڑھے۔ اسی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی جماعت کو ان مکذّبین کے پیچھے نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں:۔

اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ

"اس کلام الٰہی سے ظاہر ہے کہ تکفیر کرنے والے اور تکذیب کی راہ اختیار کرنے والے ہلاک شدہ قوم ہے اسلئے وہ اس لائق نہیں ہیں کہ میری جماعت میں سے کوئی شخص اُن کے پیچھے نماز پڑھے۔ کیا زندہ مردہ کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے۔ پس یاد رکھو کہ جیسا کہ خدا نے مجھے اطلاع دی ہے تمہارے پر حرام اور قطعی حرام ہے کہ کسی مکفّر اور مکذّب یا متردّد کے

پیچھے نماز پڑھو بلکہ چاہیئے کہ تمہارا وہی امام ہو جو تم میں سے ہو۔ اسی طرف حدیث بخاری کے ایک پہلو میں اشارہ ہے کہ امامکم منکم یعنی جب مسیح نازل ہوگا تو تمہیں دوسرے فرقوں کو جو دعوے اسلام کرتے ہیں بکلی ترک کرنا پڑے گا اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا۔ پس تم ایسا ہی کرو۔ کیا تم چاہتے ہو کہ خدا کا الزام تمہارے سر پر ہو۔ اور تمہارے عمل حبط ہو جائیں۔" (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۲۶، ۲۷)

یہ کس قدر واضح ارشاد ہے کہ ایک احمدی کو کسی غیر از جماعت کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہیئے اور غیر کی اقتدا فی الصلوٰۃ اُس کے لئے حرام اور قطعی حرام ہے۔ اب بھی اگر کوئی شخص غیروں کو خوش کرنے کے لئے اُن کے پیچھے نماز پڑھے اور پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اتباع کا دعویٰ بھی کرے وہ شخص اپنے نفس کو دھوکا دیتا ہے۔ پس یہ دورنگی اس کے لئے کسی صورت میں بھی مفید نہیں ہو سکتی۔ کاش ہمارے غیر مبایعین بھائی سنجیدگی سے اِس مسئلہ پر غور کر کے اپنے مسلک کی اصلاح کریں۔

غیر احمدی کے پیچھے نماز نہ پڑھنے کی حکمت

مورخہ ۲۰ر فروری ۱۹۰۱ء کو ایک شخص نے سوال کیا کہ جو لوگ آپ کے مرید نہیں ہیں اُن کے پیچھے نماز پڑھنے سے آپ نے مریدوں کو کیوں منع فرمایا ہے۔ فرمایا:۔

"جن لوگوں نے جلد بازی کے ساتھ بدظنی کر کے اِس سلسلہ کو جو اللہ تعالیٰ نے قائم کیا ہے رد کیا ہے اور اس قدر نشانوں کی پرواہ نہیں کی اور اسلام پر جو مصائب آئے ہیں اُن سے لاپرواہ پڑے ہیں اُن لوگوں نے تقوے سے کام نہیں لیا۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے پاک کلام میں فرماتا ہے۔ انما یتقبل اللہ من المتقین۔ خدا تعالیٰ صرف متقی لوگوں کی نماز قبول کرتا ہے۔ اس واسطے کہا گیا ہے کہ ایسے آدمی کے پیچھے نماز نہ پڑھو جس کی نماز خود قبولیت کے درجہ تک پہنچنے والی نہیں۔ قدیم سے بزرگانِ دین کا یہی مذہب ہے کہ جو شخص حق کی مخالفت کرتا ہے رفتہ رفتہ اس کا سلب ایمان ہو جاتا ہے۔ جو پیغمبر خدا صلعم کو نہ مانے وہ کافر ہے۔ مگر جو مہدی اور مسیح کو نہ مانے اُس کا بھی سلب ایمان ہو جاتا ہے۔ انجام ایک ہی ہے۔" (الحکم ۱۷ر مارچ ۱۹۰۱ء)

مصدقین کے سوا کسی اور کے پیچھے نماز کی مناہی

مورخہ یکم ستمبر ۱۹۰۱ء کو سید عبد اللہ صاحب عرب نے سوال کیا کہ میں اپنے ملک عرب میں جاتا ہوں وہاں میں اُن لوگوں کے پیچھے نماز پڑھوں یا نہ پڑھوں

فرمایا:-

"مصدقین کے سوا کسی کے پیچھے نماز نہ پڑھو"۔ عرب صاحب نے عرض کیا کہ وہ لوگ حضور کے حالات سے واقف نہیں ہیں۔ اور اُن کو تبلیغ نہیں ہوئی۔ فرمایا۔ اُن کو پہلے تبلیغ کر دینا پھر وہ یا مصدق ہو جائیں گے یا مکذب۔ عرب صاحب نے عرض کیا کہ ہمارے مُلک کے لوگ بہت سخت ہیں اور ہماری قوم شیعہ ہے۔ فرمایا۔ تم خدا کے بنو۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ جس کا معاملہ صاف ہو جائے اللہ تعالیٰ آپ اُس کا متولی اور متکفل ہو جاتا ہے۔" (الحکم ۱۷ مارچ ۱۹۰۱ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو فتوے اقتدا فی الصلوٰۃ کے بارہ میں ہندوستان والوں کے لئے دیا ہے وہی آپ نے ہندوستان سے باہر عرب کے لوگوں کے لئے دیا۔ گویا اس حکم میں ہندوستان اور ممالک غیر دونوں یکساں شریک ہیں لیکن اگر کوئی شخص بے خبر ہے تو اُسے تبلیغ کرو اور باخبر کر دو۔ پس جب تک کوئی شخص مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کا مصدق نہ ہو اُس کی اقتدا میں نماز پڑھنا حضور کے حکم کے مطابق حرام اور ممنوع ہے۔

نیکوں کی نماز

بحضرت مسیح موعود علیہ السلام مورخہ ۲۶ جولائی ۱۹۰۲ء غیر احمدی کے پیچھے نماز پڑھنے کا ذکر تھا۔ فرمایا:-

"صبر کرو اور اپنی جماعت کے غیر کے پیچھے نماز مت پڑھو۔ بہتری اور نیکی اسی میں ہے اور اسی میں تمہاری نصرت اور فتح عظیم ہے۔ اور یہی اس جماعت کی ترقی کا موجب ہے۔ دیکھو دُنیا دار روٹھے ہوئے اور ایک دوسرے سے ناراض ہونے والے بھی اپنے دشمن سے چار دن منہ نہیں لگاتے اور تمہاری ناراضگی اور روٹھنا تو خدا تعالیٰ کے لئے ہے۔ تم اگر رلے ملے رہے تو خدا تعالیٰ جو خاص نظر تم پر رکھتا ہے وہ نہیں رکھے گا۔ پاک جماعت الگ ہو تو پھر اُس میں ترقی ہوتی ہے۔" (اخبار الحکم ۱۰ اگست ۱۹۰۲ء ص۲۔ نہج المصلّٰی ص۲۶۷)

جماعت احمدیہ کا امتیاز

اس ارشاد سے معلوم ہوتا ہے کہ جماعت کی ترقی اور خدا کے فضلوں کے وارث ہونے کی یہی صورت ہے کہ جماعت احمدیہ دوسرے لوگوں سے الگ رہے۔ اور دشمنوں اور مکفرین سے نہ رلے ملے اور ان امتیازی باتوں میں سے ایک بات یہ ہے کہ غیر کی اقتدا میں نماز نہ پڑھی جائے اور اس میں جماعت کی نصرت اور فتح عظیم ہے۔ اور یہی نیکی اور بہتری کا طریق ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ جماعت احمدیہ قادیان حضور کے اس ارشاد کی تعمیل میں غیروں سے جدا ہے۔ اور اُن کی اقتدا میں نماز نہیں پڑھتی جس کا نتیجہ یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کی بشارت کے مطابق یہ

جماعت دن دگنی اور رات چوگنی ترقی کر رہی ہے۔ اللّٰھم زد فزد۔

احمدیت سے ناواقف کی اقتداء میں نماز

مؤرخہ ۱۰؍ جنوری ۱۹۰۳ء کو بوقت شام خان عجب خان آف زیدہ کے استفسار پر کہ بعض اوقات ایسے لوگوں سے ملنے کا اتفاق ہوتا ہے جو اس سلسلے سے اجنبی اور ناواقف ہوتے ہیں اُن کے پیچھے نماز پڑھ لیا کریں یا نہیں۔ فرمایا:۔

"اول تو کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں لوگ واقف نہ ہوں۔ اور جہاں ایسی صورت ہو کہ لوگ ہم سے اجنبی اور ناواقف ہوں تو اُن کے سامنے اپنے سلسلہ کو پیش کر کے دیکھ لیا اگر تصدیق کریں تو اُن کے پیچھے نماز پڑھ لیا کرو۔ ورنہ ہرگز نہیں۔ اکیلے پڑھ لو۔ خدا تعالیٰ اس وقت چاہتا ہے کہ ایک جماعت تیار کرے۔ پھر جان بوجھ کر ان لوگوں میں گھسنا جن سے وہ الگ کرنا چاہتا ہے منشاءِ الٰہی کے مخالف ہے۔ مَیں تم کو بتاکید منع کرتا ہوں کہ غیر احمدی کے پیچھے نماز نہ پڑھو۔" (اخبار الحکم ۷؍ فروری ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۳ منہج المصلّٰی صفحہ ۲۸۴)

بظاہر غیر مکفّر کی اقتداء میں نماز

(۲) ایک شخص نے سوال کیا کہ جو لوگ آپ کو کافر نہیں کہتے اُن کے پیچھے نماز پڑھنے میں کیا حرج ہے۔ فرمایا:۔

"لا یلدغ المومن من حجرٍ واحدٍ مرّتین۔ یعنی مومن ایک ہی سوراخ سے دوبارہ کاٹا نہیں جاتا۔ ہم خوب آزما چکے ہیں کہ ایسے لوگ دراصل منافق ہوتے ہیں۔ اِن کا حال ہے واذا لقوا الذین اٰمنوا قالوا اٰمنّا واذا خلوا الٰی شیٰطینھم قالوا انا معکم انما نحن مستھزءون۔ یعنی سامنے تو کہتے ہیں کہ ہماری تمہارے ساتھ کوئی مخالفت نہیں لیکن جب اپنے لوگوں سے مخلّٰی بالطبع ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم اُن سے استہزاء کر رہے تھے۔ پس یہ لوگ ایک اشتہار دیں کہ ہم سلسلہ احمدیہ کے لوگوں کو مومن سمجھتے ہیں۔ بلکہ اُن کے کافر کہنے والے کو کافر سمجھتے ہیں تو مَیں آج ہی اپنی تمام جماعت کو حکم دے دیتا ہوں کہ وہ اُن کے ساتھ مل کر نماز پڑھ لیں۔ ہم سچائی کے پابند ہیں آپ ہمیں شریعت اسلام کے باہر مجبور نہیں کر سکتے جب اس میں یہ بالاتفاق مسئلہ ہے کہ مومن کو کافر کہنے والا خود کافر ہے تو ہم اُنہیں کس طرح مسلمان کہیں۔ اور ان مکفرین اہلِ حق کو کافر نہ جانیں۔ ہم کس طرح سمجھیں کہ

وہ سچے مسلمان ہیں۔ جب اُن کے دلوں میں نبی صلعم کے قول کی عظمت ہی نہیں۔"

(بدر ۲۴ رمئی ۱۹۰۸ء صلا)

(ب) سوال ہوا جو لوگ آپ کو کافر نہیں کہتے مگر آپ کے مرید بھی نہیں اُن کا کیا حال ہے فرمایا:۔

"وہ لوگ راہ رسم اور تعلقات کس کے ساتھ رکھتے ہیں۔ آخر ایک گروہ میں اُن کو ملنا پڑیگا جس کے ساتھ کوئی اپنا تعلق رکھتا ہے اُس میں سے وہ ہوتا ہے۔"

(الحکم ۱۷ رمارچ ۱۹۰۱ء)

(ج) "جو ہمیں کافر نہیں کہتے ہم اُنہیں بھی اُس وقت تک اُن کے ساتھ سمجھینگے جب تک وہ اُن سے اپنے الگ ہونے کا اعلان بذریعہ اشتہار نہ کریں۔ اور ساتھ ہی نہ لکھیں کہ ہم اِن مکفرین کو حسب حدیث صحیح کافر سمجھتے ہیں۔" (بدر ۲۴ رمئی ۱۹۰۸ء)

مندرجہ بالا تحریرات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نزدیک صرف دو گروہ ہیں۔ ایک وہ جو آپ کو مانتے ہیں اور دوسرے وہ جو آپ کے مخالف اور منکر ہیں۔ اگر کوئی تیسرا گروہ ہو تو جس گروہ میں وہ راہ و رسم اور تعلقات رکھتا ہے وہ اُن میں شمار ہوگا اُس کا کوئی الگ وجود قابلِ تسلیم نہیں۔ اور اِس درمیانی گروہ کے پیچھے بھی احمدی کے لئے نماز پڑھنی منع ہے۔

غیر مکفر و مکذب کی اقتداء میں نماز کی مناہی

"ایسے لوگوں کی نسبت ذکر ہوا جو نہ مکفر ہیں نہ مکذب اُن کے پیچھے نماز پڑھنے کا مسئلہ دریافت کیا گیا۔ فرمایا۔ اگر وہ منافقانہ رنگ میں ایسا نہیں کرتے جیسا کہ بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ با مسلماں اللہ اللہ با برہمن رام رام۔ تو وہ اشتہار دیدیں کہ ہم نہ مکذب ہیں نہ مکفر بلکہ بزرگ نیک ولی اللہ سمجھتے ہیں اور مکفرین کو اس لئے کہ وہ مومن کو کافر کہتے ہیں کافر جانتے ہیں تو ہمیں معلوم ہو کہ وہ سچ کہتے ہیں ورنہ ہم اُن کا کیسے اعتبار کر سکتے ہیں اور کیونکر اُن کے پیچھے نماز کا حکم دے سکتے ہیں۔ گر حفظِ مراتب نہ کنی زندیقی۔"

(اخبار بدر ۲ راپریل ۱۹۰۸ء صلا)

اِس عبارت سے بعض سادہ طبع لوگ اِس غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ جو شخص حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بزرگ نیک ولی اللہ کہہ دے اُس کے پیچھے نماز پڑھی جا سکتی ہے۔ حالانکہ اصولاً

سوچنا چاہیئے کہ جو شخص حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نیک اور ولی اللہ سمجھتا ہے۔ جب اُس کے سامنے آپؑ کا دعویٰ مسیح موعود پیش کیا جائے تو وہ اس ولی اللہ پر یقین و اعتماد کر کے اُس دعویٰ کی تصدیق کریگا یا تکذیب۔ اگر تصدیق کرے گا تب تو وہ مصدق ہے اُس کی اقتداء میں نماز جائز ہے لیکن اگر وہ تکذیب کرے گا تو پھر مکذبین کی فہرست میں داخل ہو گا اور اُس کی اقتداء میں نماز جائز نہ ہوگی۔ کیونکہ یہ ہو نہیں سکتا کہ ایک شخص کسی کو بزرگ و ولی اللہ بھی کہے اور پھر اُسے جھوٹا اور مفتری بھی سمجھے۔ جھوٹ و افتراء اور بزرگی و ولایت آپس میں متضاد ہیں۔ پس اگر ایک شخص حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ولی اللہ اور بزرگ و راستباز سمجھتا ہے اور پھر آپ کو دعویٰ مسیح موعود میں مفتری اور جھوٹا سمجھتا ہے تو اُس کا حضورؑ کو بزرگ و ولی اللہ سمجھنا ایک لغو اور فضول امر ہے۔ اس لئے جو شخص آپؑ کے تقویٰ و طہارت اور ولی اللہ اور بزرگ ہونیکا قائل ہے اُسے سوائے آپؑ کے دعویٰ کی تصدیق کے کوئی اور چارہ نہیں۔ جب وہ مصدق ہوگیا تو اُسکی اقتداء میں نماز جائز ہوگی۔

مذبذب شخص بھی مکذّب ہے

"جو شخص ظاہر کرتا ہے کہ میں نہ اِدھر کا ہوں اور نہ اُدھر کا ہوں اصل میں وہ بھی ہمارا مکذب ہے۔ اور جو ہمارا مصدق نہیں اور کہتا ہے کہ میں اِن کو اچھا جانتا ہوں وہ بھی مخالف ہے۔ ایسے لوگ اصل میں منافق طبع ہوتے ہیں۔" (بدر ۲۴ر اپریل ۱۹۰۳ء)

متردّد و مذبذب بھی مکذّب ہے

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رضؓ نے ایک مرتبہ حضورؑ کی خدمت میں غیر احمدی کے پیچھے نماز پڑھنے کے بارہ میں استفسار فرمایا۔ اس پر حضورؑ نے جو کچھ فرمایا اُس کا ذکر حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے اپنے مضمون میں یوں کیا ہے:

"آپؑ نے بڑے جوش سے فرمایا کہ میرا یہی مذہب ہے جو ہمیشہ سے ظاہر کرتا ہوں کہ غیر مبایع شخص کے پیچھے خواہ وہ کیسا ہی ہو اور لوگ اس کی کیسی ہی تعریف کریں نماز نہ پڑھو۔ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور اللہ تعالیٰ ایسا ہی چاہتا ہے۔ اگر کوئی شخص متردد یا مذبذب ہو تو وہ بھی مکذب ہے۔ خدا تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ اس طرح احمدی میں اور اُس کے غیر میں تمیز کر دے۔"

(اخبار الحکم ۳۰ر نومبر، ۱۰ر دسمبر ۱۹۰۴ء مضمون مولوی عبدالکریم صاحبؓ)

مُبارک امر!

موضع بھڈیار ضلع امرتسر کی جماعت نے ۱۹۰۵ء میں اپنی اندرونی تنظیم کی غرض سے باہم ایک تحریری معاہدہ کر کے اُسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا۔ حضورؑ نے اس کی تصدیق فرمائی۔ اس اقرار نامہ کا ایک حصہ جو اِس مسئلہ سے متعلق ہے درج ذیل ہے:۔

"ایساہی غیر احمدی کو ہم اپنا امام بروقت نماز پنجگانہ و نماز جنازہ نہ بنائینگے" اِس معاہدہ کی تصدیق فرماتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اُس پر رقم فرمایا "جو کچھ لکھا بہت خوب اور مبارک ہے" (بدر جلد ۵ ۲۹ صلہ)

ناواقف غیر احمدی امام کی اقتداء میں نماز

ایک شخص نے دریافت کیا کہ اگر کسی جگہ کا امام نماز حضور کے حالات سے واقف نہ ہو تو اُس کے پیچھے نماز پڑھ لیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ:-

"پہلے تمہارا فرض ہے کہ اُس کو واقف کرو۔ پھر اگر وہ تصدیق کرے تو بہتر ورنہ اُسکے پیچھے اپنی نماز ضائع نہ کرو اور اگر خاموش رہے نہ تصدیق کرے نہ تکذیب تو وہ بھی منافق ہے اُسکے پیچھے نماز نہ پڑھو" (اخبار الحکم ۳۰ر اپریل ۱۹۰۲ء صک)

کیسا صریح فتوےٰ ہے کہ سوائے مصدق کے کسی اور کے پیچھے نماز جائز نہیں۔

غیر احمدی کے پیچھے نماز پڑھ لینے والے احمدی امام کی اقتداء میں نماز کی ممانعت

ایک شخص نے سوال کیا کہ حضور کا ایک مرید ہو وہ غیر احمدی کے پیچھے نماز پڑھ لیتا ہے اور کبھی کبھی ہمارا امام بننے کا بھی انکو اتفاق ہوتا ہے اسکے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔ فرمایا:-

"جب کہ وہ لوگ ہمکو کافر قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں۔ اگر انکو کافر کہنے میں ہم غلطی پر ہیں تو ہم خود کافر ہیں تو اِس صورت میں ان کے پیچھے نماز کیونکر جائز ہوسکتی ہے ایساہی جو احمدی انکے پیچھے نماز پڑھتا ہے جبتک توبہ نہ کرے اُسکے پیچھے نماز نہ پڑھو" (بدر ۲۳ر مئی ۱۹۰۷ء صنا)

اب غور کا مقام ہے جب ایک احمدی جو کہ حضور کے ارشاد کی نافرمانی کر کے غیر احمدی کے پیچھے نماز پڑھ لیتا ہے اسکی اقتداء میں نماز جائز نہیں حالانکہ وہ مصدق ہے تو ایسا شخص جو کہ آپ کا منکر مکذب و غیر مصدق ہے اسکی اقتداء میں احمدی نماز کیسے پڑھ سکتا ہے؟

حج کے موقعہ پر نماز

کسی شخص نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا وہ مکہ معظمہ میں بوقتِ حج منکروں کی اقتداء میں نماز پڑھ سکتا ہے۔ حضور نے اسکے جواب میں فرمایا:-

"حج میں بھی آدمی التزام کر سکتا ہے کہ اپنی جائے قیام پر نماز پڑھ لیوے اور کسی کے پیچھے نماز نہ پڑھے بعض آئمہ دین سالہا سال مکہ میں رہے لیکن چونکہ وہاں کے لوگوں کی حالت تقویٰ سے گری ہوئی تھی اسلئے کسی کے پیچھے نماز پڑھنا گوارا نہ کیا اور گھر میں پڑھتے رہے۔" (فقہ احمدیہ مرتبہ حافظ روشن علی صاحب مرحوم۔ فتاویٰ احمدیہ ص۲۸)

بس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مندرجہ بالا جملہ ارشادات سے یہ امر واضح ہے کہ حضور خدائی منشاء کے ماتحت اپنی جماعت کو حکم فرماتے ہیں کہ وہ سوائے مصدقین کے کسی اور کے پیچھے نماز نہ پڑھیں اور یہی امتیاز جماعتی ترقی کیلئے ممد و معاون ہوگا۔ اور خدائی فضلوں کا جاذب۔ الغرض حضور انور نے اِس بارہ میں ہر ممکن احتمال کا ذکر فرما کر مصدقین کے سوا کسی اور کی اقتداء میں نماز پڑھنے کی ممانعت بیان فرمادی ہے۔ اب اگر غیر مبایعین صاحبان حضور علیہ السلام کے ارشادات کی تعمیل میں اپنے سابقہ عقیدہ پر قائم ہیں تو کیوں لگے اور غیروں کو مومن قرار دے کر ان کی اقتداء میں نماز پڑھنے لگ گئے

بہائیت

امن کے شہزادے

انبیاء علیہم السلام کی بعثت دو پاکیزہ مقاصد کے پیشِ نظر ہوتی ہے۔

مقصدِ اوّل: انبیاء علیہم السلام کی بعثت کے وقت نسلِ انسانی خدا تعالیٰ کے قریب ہونے کی بجائے اپنے خالق سے بہت دُور جا چکی ہوتی ہے۔ بجائے اس کے کہ وہ اپنے محسنِ حقیقی کے بے شمار متواتر احسانات کے ماتحت اس سے محبت کرے وہ شیطان مرجوم کی انگیخت پر اپنے خدا سے جنگ آزما ہوتی ہے بجائے اس کے کہ وہ اپنے خدا کے ساتھ محبت اور امن کا رشتہ قائم رکھے دشمنی اور بدامنی کا محاذ اُس نے اپنے رحیم و کریم خدا کے مقابلہ پر قائم کیا ہوتا ہے چنانچہ اِن حالات میں انبیاء علیہم السلام کی بعثت اِس غرض کے لئے ہوتی ہے کہ وہ خدا اور اُس کے بندوں کے درمیان محبت اور امن قائم کریں۔ اِسی وجہ سے وہ امن کے شہزادے کہلاتے ہیں۔

مقصدِ دوم: ان کی بعثت کے وقت دوسرا قابلِ اصلاح امر یہ ہوتا ہے کہ خود بنی نوعِ انسان کے درمیان جنگیں اور فسادات ہوتے ہیں اخلاقی پریشانی کی وجہ سے تمدن میں انتہائی بدامنی واقع ہوتی ہے۔ لوٹ گھسوٹ اور ہر قسم کی بدکاری انسانی شرافت کو پامال کر چکی ہوتی ہے۔ بھائی بھائی کا دشمن ہوتا ہے اور ایک دوسرے کے خون کا پیاسا۔ خدا تعالیٰ کے فرستادے اسوقت ان میں صلح و آشتی قائم کرتے ہیں۔ انسانی اخوت ان میں پھر زندہ کرتے ہیں۔ اخلاق کو بلند کرتے ہیں اور باہمی تعلقات کو خوش کن طریق پر استوار کرتے ہیں۔ غرضیکہ وہ امن کے شہزادے ہوتے ہیں جو بدامنی کو امن میں بدل دیتے ہیں جس سے دُنیا میں سکون و اطمینان کا دَور شروع ہو جاتا ہے۔

یہ وہ دو عظیم الشان مقاصد ہیں جن کے پیشِ نظر خدا تعالیٰ ان پاک لوگوں کو مبعوث فرماتا ہے لیکن انسانی عقل کیا حیران نہ ہو ان لوگوں کی خود فہمیدہ بعثت پر کہ جو بجائے امن قائم کرنے کے بدامنی کے پھیلانے والے ہوں بجائے اسکے کہ انہیں امن کے شہزادے کہا جائے انہیں بدامنی کے بھُوت کہنا زیادہ مناسب اور صحیح ہوگا۔

بدامنی کا نوشتہ: بابیت سرچشمہ ہے بہائیت کا۔ بابیت اسی کارخانۂ اختراع کی ایجاد ہے اسلئے ایک کو دوسرے سے الگ نہیں کہا جا سکتا۔

باب کا یہ دعویٰ تھا کہ وہ قائم آلِ محمدؐ ہے۔ اُس کا دعویٰ مہدویت کا تھا۔ نئی شریعت کا وہ مدعی تھا۔ اسکے دعویٰ کے مطابق اُس کی تعلیم قرآن پاک کی ناسخ تھی۔ لیکن ہر چہ درونِ خُم بیروں می آید۔ مجھے یہاں فی الحال اُس کی تعلیم کے اُن حصوں کا ذکر کرنا ہے جسے امن قائم کرنے کی بجائے بدامنی کا نوشتہ کہا جائے تو صحیح ہوگا۔

ہر غیر بابی واجب القتل ہے

"ایشاں کسانے را کہ مومن بہ باب نبودند نجس و واجب القتل میدانستند" (نقطۃ الکاف مقدمہ ک) باب کے پیرو ہر اُس شخص کو جو باب پر ایمان نہ لاتا۔ واجب القتل سمجھتے۔ اِس کی تائید ایک موقعہ پر عبد البہاء یوں کرتا ہے:-

"در یوم ظہور حضرت اعلیٰ منطوقِ بیان ضربِ اعناق وحرقِ کتب و اوراق و ہدم بقاع و قتلِ عام اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَصَدَّقَ بود۔" (مکاتیب جلد دوم صفحہ ۲۶۶)

کیا ہی امن پسند اور صلح خواہ تعلیم ہے کس وضاحت کیساتھ احکام جاری کئے ہیں کہ جو ایمان نہ لائیں اُن کی گردنیں کاٹ دیجائیں، اُن کی کتب مقدسہ جلادی جائیں ایک ایک ورق نذرِ آتش کیا جائے۔ تمام مقامات مقدسہ اور انبیاء علیہم السلام کے مقبرے اُکھاڑ دیئے جائیں۔ ملاحظہ فرمائیں کہ انسانی جذبات کا کس طرح خون کیا گیا ہے کس اکراہ سے کام لیا ہے۔

کیا ہی پاکیزہ تعلیم ہے اسلام کی عین لڑائی کے وقت جبکہ دشمن اسلام پر غلبہ کی پوری کوشش کر رہا ہو اُس وقت بھی عام انسانی جذبات کے ملحوظ رکھنے کی کس قدر تاکید کے ساتھ تعلیم دی۔ اشد ترین مخالف کے ساتھ کس رواداری کی تلقین فرمائی۔ ان کے بوڑھوں، بچوں، عورتوں کو قتل کرنے سے روکا۔ اُن کی عبادتگاہوں اور مقدس مقامات کی تخریب سے منع کیا۔

بابی غصب کے احکامات

البیان کے پانچویں باب میں لوٹ گھسوٹ کی کس قدر شرمناک تعلیم دی گئی ہے جن میں سے چند بطور مثال کے عرض ہیں۔

حکم اوّل:- "کل از کل گرفتہ مے شود اِلّا آنکہ داخل شوند در ظلِّ دینِ او۔" (باب ۵۔ واحدہ)

ہر غیر بابی کا مال اور اسباب لُوٹ لیا جائے سوائے اس کے کہ وہ بابیّت قبول کرے۔

حکم دوم:- "در دین ظہور حلال نیست بر غیر مومنین بحق آنچہ مانسبت بایشاں است اِلّا آنکہ داخل در ایمان گردند۔" (باب ۵۔ واحدہ)

سوائے اس کے کہ کوئی بابیّت کو قبول کرلے وگرنہ ایمان نہ لانے کی صورت میں ہر غیر بابی کی ملک اُس کی نہیں بلکہ باب اور اُس کے غصب پسند دوسرے ساتھیوں کی۔

حکم سوم:- "اگر حق مقتدر بے باشد نفسہائے ایشاں را از ایشاں منع کند اِلّا آنکہ ایمان

آورند چہ گونہ مالک ممالک ایشاں ۔" (باب۔ واحد ۸)

اگر بابیوں کو اسباب اور قدرت حاصل ہوتی تو منکرین کا مال تو کجا ان کی گردن زدنی کی جاتی۔

کیا ہی امن پسند تعلیم ہے! کیا پاکیزہ ارادے ہیں۔ کیا ہی نیک خواہشات ہیں۔ الامان والحفیظ۔

حکم چہارم:۔ "ایں حکم بر سلاطین صاحب اقتدار در دین است نہ برہمہ ...... الا آنکہ خداوند نصرت فرماید با قتدار یکہ مقتدر شود بر ما علی الارض چنانچہ وعدہ فرمودہ کہ آں وقت کل در رحمت الٰہی ساکن خواہند بود اگر چہ بنفسہ نخواہند ولے قدرتِ الٰہی ایشاں را داخل مے فرماید۔" (باب۔ واحد ۵)

کیا ہی خوش فہمیدہ تصورات ہیں! بابیت دنیا میں پھیلے گی، بادشاہتیں اس میں شامل ہوں گی، بابی حکومتیں دنیا میں قائم ہوں گی، انہیں طاقت اور غلبہ حاصل ہوگا۔ پھر وہ عظمت و شوکت بابیت کی تائید و حمایت میں استعمال ہوگی۔ ہر جبر و اکراہ ظلم اور تشدد بابیت کی خاطر روا ہوگا۔ ہر غیر بابی کو جبراً بابیت میں شامل ہونا ہوگا۔ وہ بابی بادشاہ جسے تمام روئے زمین پر حکومت حاصل ہوگی اس کی سلطنت میں ہر غیر بابی مجبور ہوگا کہ وہ بابیت قبول کرے اور یا پھر بابی قتل گاہ پر اپنا سر رکھ دے۔

اسلام اور اس کے قرآن نے تو یہ تعلیم دی تھی کہ دین کے معاملہ میں کوئی اکراہ نہیں ہے۔ ہاں معقول طریق پر اس کی اشاعت اور تبلیغ ممکن طور پر کی جائے۔ پھر جس کا جی چاہے مانے اور جس کا جی چاہے نہ مانے۔ خواہ نہ ماننے والا اسلامی حکومت اور سلطنت میں رعایا کی حیثیت سے ہی کیوں نہ ہو۔ ایک طرف قرآن کی یہ حسین تعلیم اور اس کے مقابل پر بابیت کے دعوے کے مطابق نعوذ باللہ ناسخ قرآن تعلیم جس کی لاٹھی اس کی بھینس کے مصداق۔ کچھ سمجھ نہیں آتا کہ آخر وہ کونسی وجہ فوقیت ہے کہ جس کے بل بوتے پر وہ اس غیر معقول دعوے پر اصرار کر رہے ہیں۔ کہ باب نے قرآن کی معقول ترین تعلیم منسوخ کر دی۔

قرۃ العین کا مرتبۂ تقدس!

باب تو بھلا مدعی مہدویت تھا، قائم آلِ محمد ہونے کا دعویدار تھا۔ اس دعویٰ کے ماتحت وہ معذور تھا۔ کہ اس قسم کی لایعنی لاف و گزاف کرتا۔ لیکن قرۃ العین۔ جو ابتدائی بابی معتقدین میں سے تھی۔ مؤرخین جس کے تاریخی حالات کے بعض خاص پہلوؤں پر پوری طرح متفق نہیں ہو رہے۔ باب کی اسی تعلیم کے ماتحت اسے اس بات کا دعوے تھا کہ ہر ناپاک چیز جو اس کے سامنے لے آؤ پاک ہو جائیگی۔

"حکم چشم من حکم چشم مبارک ایشاں است و ہر چہ من نظر نمائیم ظاہر مے شود بس فرمود اے اصحاب ہر چہ را در بازار گر فتید بیاورید من نظر نمائیم تا حلال شود و اصحاب چنیں کردند۔" (نقطۃ الکاف صفحہ ۱۴۰)

قرۃ العین نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ بازار کی ہر وہ چیز جو حرام سمجھی جائے اٹھا کر میرے پاس لے آؤ وہ تمہارے لئے حلال ہو جائے گی۔ چنانچہ اس کے ساتھیوں نے ایسا ہی کیا۔ در اصل قرۃ العین کا یہ ڈھونگ باب کی ہی تعلیم کے ماتحت تھا۔

"چہارم قطع نیست از غیر اہلِ بیان و وصلِ آں با اہلِ بیان است۔"

(البیان باب ۱۴۔ واحد ۵)

جب کوئی بابی زبردستی بغیر کسی حق کے کسی غیر بابی کے مِلک پر قبضہ کرلے تو وہ اُس بابی کے لئے حلال ہوگا۔

کیا کوئی عقلمند بابی ایسی تعلیم کے ہوتے ہوئے اِس بات پر اصرار کر سکتا ہے کہ ایسی تعلیم سے کبھی کہیں امن قائم کیا جا سکتا ہے، کوئی معقول انسان کبھی بھی ایسی تعلیم کو امن پسند تعلیم نہیں کہہ سکتا۔ اور ایک لمحہ کے لئے بھی اُس کی عقل اِس بات کے ماننے کے لئے تیار نہ ہوگی کہ ایسی تعلیم پیش کرنے والا اِس بات کا مستحق ہے کہ اُسے انبیاءؑ کی طرح امن کا شہزادہ کہا جائے۔

بہائی عبادات ـــــ نماز

اصل میں یہ خیال کہ دُنیا تیرہ سو سال میں بہت ترقی کر چکی ہے۔ اسلامی تعلیم اس ترقی یافتہ زمانہ کی اب راہنمائی نہیں کر سکتی اور نہ ہی اس کی ضروریات کے لئے مُکتفی ہو سکتی ہے۔ مغربیّت کے ترقی یافتہ تمدن کے لئے اب نئی تعلیم کی ضرورت ہے۔ چنانچہ اس احساسِ کمتری کی وجہ سے بہاء اللہ نے یہ چاہا کہ کوئی ایسی تعلیم اختراع کی جائے کہ جس کا مغربیت کے ساتھ کسی قسم کا کوئی ٹکراؤ نہ ہو۔ اسی لئے وہ اِس فکر میں رہا کہ قرآنی تعلیم اِس طور پر توڑ پھوڑ دی جائے اور اس کی ایسی شکل بنا دی جائے کہ پھر ہر آزاد منش مغربیت زدہ انسان اس تعلیم کا کوئی بوجھ محسوس نہ کرے۔

مجھے اِس وقت بہائی نمازوں کے متعلق کچھ عرض کرنا ہے کہ کس طرح اسلامی نمازوں کو توڑا پھوڑا گیا ہے اور اپنے خیال کے ماتحت بہاء اللہ نے اسلامی نمازوں کی نسبت زیادہ سہولت پیدا کر دی۔

پانچ کی بجائے تین نمازیں

"قَدْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصَّلٰوةُ تِسْعَ رَكَعَاتٍ حِيْنَ الزَّوَالِ وَفِي الْبُكُوْرِ وَالْآصَالِ ... وَعَفَوْنَا عِدَّةً اُخْرٰى۔" (اقدس)

بہاء اللہ نے اقدس میں مندرجہ بالا الفاظ میں نمازوں کے متعلق احکام بیان کئے کہ آئندہ تین نمازیں فرض ہوں گی اور باقی نمازیں معاف کر دی گئی ہیں۔ یہ نمازیں صبح، ظہر، شام کے اوقات میں ہوں گی اور ۹ رکعتوں پر مشتمل ہوں گی۔

اِن نمازوں کے اوقات کی تعیین دروس الدیانتہ کے درس ۷ میں بیان کی گئی ہے۔ پہلی نماز سورج طلوع ہونے پر۔ دوسری سورج ڈھلنے کے وقت اور تیسری مغرب کے وقت۔

نماز کے ارکان

بہاء اللہ نے نماز کے ادا کرنے کی ترکیب بھی تبدیل کر دی ہے۔ اسکی تفصیل ادعیہ محبوب میں بیان کر دی گئی ہے۔ اس کا مفصل بیان طوالت چاہتا ہے مختصراً یہ کہ اسلامی طریق کے برخلاف بعض سجدے، رکوع وغیرہ حذف کر دیئے گئے ہیں۔

نماز کا دوسرا طریق

مذکورہ بالا نمازوں کے قائم مقام ایک اس سے بھی زیادہ مختصر نماز ادا کرنے کا طریق ہے۔ ادعیہ محبوب میں اس کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ اس طریق کے مطابق نماز ادا کرنے والا بہاء اللہ کی قبر کی طرف مُنہ کر لیتا ہے اور رکوع کے بعد قعدہ میں بیٹھ جاتا ہے۔

بہائی قبلہ

اقدس میں بہائی قبلہ اِن الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:۔

"اذا اردتم الصلوٰة ولّوا وجوھکم شطری الاقدس المقام المقدس۔"

بہاء اللہ کی رہائش گاہ بہائیوں کا قبلہ قرار دی گئی لیکن یہ حکم تو صرف بہاء اللہ کی زندگی تک کے لئے تھا چنانچہ بہائیوں کا فانی خدا جسے معلوم تھا کہ عام انسانوں کی طرح موت کی گرفت سے محفوظ نہیں اُسے معلوم تھا کہ اُس کی زندگی ہاتفِ اجل کے رحم پر ہے اس لئے اُس نے اپنے بعد کے لئے یہ حکم دیا۔

"عند غروب شمس الحقیقة والتبیان المقر الذی قدرناه لکم۔"

کہ اُس کی زندگی میں تو اُس کا گھر قبلہ ہو گا لیکن اُس کی موت کے بعد اُس کی قبر اہلِ بہاء کے لئے قبلہ ہو گی۔

بہاء اللہ کے اِس مدفن کا تقدس اِن الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:۔

"اوّلین زیارتگاہ مہم اہلِ بہاء کہ بسیار نزد شان محترم است ہماں مضجعِ مطہر حضرت بہاء اللہ در بہجی عکا است و ایں مضجع مقدس محل توجہ اہلِ بہاء شد از ہماں وقتیکہ حضرتش در آنجا مدفون گشت۔" (الکواکب الدریہ ص۵۲۳)

اِس میں مصنف کتاب نے بہاء اللہ کی قبر کا تقدس بیان کیا ہے کہ بہائیوں کے نزدیک سب سے زیادہ مقدس مقام یہی ہے اور جب سے بہاء اللہ وہاں دفن ہے اہلِ بہاء کی نمازوں کا قبلہ ہے۔

یقیناً وہ جس نے اپنی زندگی میں اپنے معتقدین کو الوہیت کے دعوے کے فریب میں رکھا۔ اُس نے یہی بات پسند کی کہ اُس کا یہ طلسم اُس کے بعد بھی جاری رہے۔

نماز با جماعت جائز نہیں

اسلام میں نماز با جماعت کا حکم بے شمار حکمتوں اور مصلحتوں کے ماتحت جاری کیا گیا ہے اور اس ایک حکم کے ذریعہ بے شمار اخلاقی سبق دیئے گئے ہیں۔ جس کی پابندی قومی روح کے قیام کے لئے انتہائی طور پر مفید ہے۔ لیکن اس سہولت پسند شارع نے اسلام کی اس تعلیم کی ان الفاظ میں تنسیخ کر دی:-

"کُتِبَ علیکم الصلوٰۃ فرادیٰ قد رُفع حکم الجماعۃ"

کہ نمازیں آئندہ علیحدہ علیحدہ پڑھی جایا کریں۔ نماز باجماعت کا وہ حکم کہ جس سے مساوات کا سبق دم بدم سکھایا جاتا تھا آئندہ سے منسوخ سمجھا جائے۔ اخوت اور یگانگت کے بندھنوں سے اب ہمیشہ کی آزادی ہو گی۔ متحد ہونے اور رہنے کا جو سبق دیا جاتا تھا اب اُس کی جگہ جس طرح چاہو متفرق رہا کرو۔ آئندہ اتحاد و اتفاق کی جگہ افتراق و نفاق کا تسلط ہو گا۔

سفر میں نماز

دُنیا کے کاروبار ترقی کر چکے ہیں۔ نقل و حرکت بڑھ گئی ہے۔ ہوا کیا اگر پہلے کی نسبت سفر میں اب سہولتیں بھی بڑھ گئی ہیں جن کے نتیجہ میں اب سفر سفر رہا ہی نہیں۔ سفر کی کوئی مشکل اب شکل رہی نہیں۔ گھر سے بہتر آرام گو اب سفر میں حاصل ہے لیکن جو کچھ بھی ہو اب آئندہ سفر میں نمازوں کا حکم پہلا نہ رہے گا۔

"ولکم ولھنّ فی الاسفار اذا نزلتم واسترحتم المکان الامن مکان کل صلوٰۃ سجدۃٌ واحدۃٌ" (اقدس)

بہاء اللہ نے اقدس میں آئندہ کے لئے یہ حکم دیا کہ سفر کے دوران میں کوئی نماز نہیں ہو گی لیکن جب کسی مقام پر پہنچ جاؤ تو آرام و استراحت کے بعد ہر روز تمام نمازوں کے بدلہ میں ایک سجدہ کافی ہو گا۔ اسلام کی سفر میں قصر نماز کی اب یہ شکل تجویز ہوئی۔

بہائی معتقدین بہت خوش ہوں گے۔ مغربیت کے آگے یہ نیاز مندی انہیں ضرور مقبول ہو گی۔

مریض کی نماز

اسلام نے نماز ہر مومن کے لئے فرض قرار دی۔ ہاں حسب حالات مختلف مواقع پر ممکن سہولتیں ضرور دیں۔ سوائے مجنون اور اُس شخص کے جسے ہوش باقی نہ رہے۔ باقی سب کے لئے ہر حالت میں نماز ادا کرنا لازمی قرار دیا۔ لیکن بہاء اللہ نے اس بارہ میں حسب ذیل حکم دیا:-

"من کان فی نفسہ ضعف من المرض او الھرم عفا اللہ عنہ"
ہر مریض کے لئے نماز بالکل معاف ہے اور مریض کے علاوہ ہر بوڑھے کے لئے بھی نماز فرض نہ ہوگی۔

صرف تین نمازیں اسلام میں فرض نمازوں کے علاوہ نماز جنازہ، کسوف وخسوف کی نمازیں، عیدین کی نمازیں وغیرہ مختلف نمازیں ہیں لیکن بہائیت میں سوائے مذکورہ تین نمازوں کے کوئی اور نماز نہیں۔ ہاں نماز جنازہ ہے اور وہ بھی بے جماعت ہی ادا کی جاتی ہے۔ لوگ اکٹھے کھڑے تو ہو جاتے ہیں لیکن نماز علیحدہ علیحدہ ہی پڑھتے ہیں۔

یہ ہے نمازوں کے متعلق بہائی تعلیم ——— ان تمام تفاصیل سے یہ بات واضح ہے کہ بہاء اللہ کے نزدیک سوائے اس کے کہ مخالفین اسلام کو خوش کرنا مقصود تھا اس کے علاوہ اور کوئی بات نظر نہیں آتی اور یہی وہ غرض تھی کہ جس کی وجہ سے اُس نے اسلام کی یہ پُر حکمت تعلیم کس بے رحمی اور بیدردی کے ساتھ بگاڑی ؛

مغربیّت کے نقش قدم پر

مصلحت پسندی ہمیں بہاء اللہ کی ذات سے کوئی نقار نہیں ہے۔ اُس نے اگر خدائی کا دعویٰ کیا تو کیا ہوا۔ وہ کیا اور سینکڑوں ہزاروں بھی ایسا دعویٰ کریں تو کرتے رہیں۔ جس خدا پر ہمیں ایمان ہے وہ ایسا قادر مطلق، حی وقیوم، محیط کل خالق جمیع کائنات ہے کہ ایسے مدعیین بہرحال اس کی مخلوق میں سے ہی ہیں۔ اتنی لاتعداد مخلوقِ خدا میں سے اگر چند ذہنی لحاظ سے ایسے واقع ہوگئے تو ہوا کیا۔ قرآن پاک ایسی اتم و اکمل شریعت اگر اُس نے منسوخ قرار دی تو ہمارے نزدیک اس کی وجہ یہی تھی کہ وہ قرآنی تعلیم کی حکمتوں اور مصلحتوں سے واقف نہ تھا۔ اسکی حقیقتوں کی اگر اسے معرفت ہوتی تو یقیناً وہ ایسا نہ کرتا اور جو کچھ اس نے کیا وہ اس کے لئے مجبور بھی اسی وجہ سے ہوا کہ اُس نے یہ سمجھا کہ قرآن نعوذ باللہ اب ایک فرسودہ تعلیم ہے اور اس کے برخلاف دنیا بہت ترقی کر چکی ہے۔ درحقیقت اِس ساری سوچ بچار کی وجہ کمی شعور اور غلط فہمی ہے اسی لئے اُس نے مغربیت کے سامنے گھٹنے رکھدیئے اور قرآن مجید کی جگہ ایسی تعلیم اختراع کرنے کی کوشش کی کہ جو موجودہ مغربی تمدن پر بوجھ نہ بنے اور اُس کے ماننے نہ ماننے میں کوئی فرق نہ ہو چنانچہ مذہب کو ایک سوسائٹی کی شکل دیدی اور ہمیشہ یہی کوشش کی کہ مغربیت سے کہیں ٹکراؤ نہ ہو جائے اسلئے نیازمندی اور تسلیم کا سر اس کے آگے جھکانے میں جناب بہاء اللہ نے مصلحت جانی۔

بہائی طریق نکاح

بہائیت کا طرۂ امتیاز یہ ہے کہ وہ موقع و محل کے مطابق ہر لچک کے لئے تیار ہوتی ہے۔ بہائیت کی تبلیغ بھی اسی طریق پر ہوتی ہے کسی اور موقع پر عرض کر سکوں گا کہ کس طرح بہائی مبلغین کو یہی ہدایت کیجاتی تھی کہ جیسا ظرف ہو ویسے ڈھل جاؤ۔ چنانچہ یہی طریق ان کا بہاء اللہ کے دعویٰ کے متعلق ہے اور یہی طریق بہائی تعلیم کی اشاعت کا ہے۔ اسلام نے نکاح کا جو طریق بیان کیا ہے وہ ہر زمانہ اور ہر ملک کیلئے ایک ہی ہے۔ ایک معین مسنون طریق لیکن بہائیت کسی ایک طریق کی پابند نہیں ہے۔ عبد البہاء کے سفر مغرب سے ایک واقعہ نقل کرتا ہوں جس سے یہ بات واضح ہو گی۔ دو عیسائی بہائیوں کے نکاح کا ذکر کیا گیا ہے۔

"۱۷ ر جولائی شب مجلس غریبے بود زیرا محفل عقد و نفر از احباب مستر ادبر و مس ربات و غیر از احباء و مبتدیانِ مسیحی از مرد و زن ہم حاضر و شرف و تبیس مخلصے نیز موجود امر مبارک صادر کہ بر حسب قانونِ مسیحیاں کشیش مذکور در مجلس عقد نماند۔ چوں خطبہ و عقد کشیش ختم شد۔ وجودِ مبارک خود قائم و مناجات در بارۂ ازدواج آں دو نفر مؤمن مخلص فرمودہ برخاستند" (بدائع الآثار جلد ا ص۱۵۵)

یعنی ۱۶ ر جولائی کی رات کو ایک عجیب مجلس قائم کی گئی۔ دو عیسائی بہائیوں کے نکاح کی تقریب تھی۔ بہت سے دوسرے عیسائی بھی حاضر تھے۔ عبد البہاء صاحب نے ایک پادری کو جو حاضر تھا مسیحی طریق پر نکاح پڑھنے کا حکم دیا جب پادری صاحب نے خطبہ نکاح ختم کر لیا تو آخر میں عبد البہاء صاحب اٹھے اور انہوں نے ان دونوں مخلص بہائیوں کے حق میں دعا کی۔

عبد البہاء نے ایسا کیوں کیا؟ بہائی تعلیم کے ماتحت اس نے ایسا کرنا مصلحت جانا چنانچہ اس مصلحت کا ان الفاظ میں ذکر کیا گیا۔

"۱۷ ر جولائی۔ دلیشب وضع مجلس خیلے موافقِ حکمت و مورث محبت بود کہ عقد دانند و ازدواج اہلِ بہاء در مجلس بقانونِ مسیحی ہم جاری شود۔ تا نفوس بدانند کہ اہلِ بہاء در بندِ رسوماتِ جزئیہ نیستند و رعایتِ ہر قوم و ملتے را دارند۔ از ہر تعصبے دور اند۔ و با جمیع ادیان در نہایت صلح و سرور" (بدائع الآثار جلد ا ص۱۵۶)

یہی وہ مصلحت تھی جو بیٹے نے باپ کے مکتبِ شریعت میں سیکھی۔ اور اس کے مطابق عمل بھی کیا۔

مذکورہ بالا واقعہ میں جس مصلحت پسند رواداری سے کام لیا گیا۔ ہر قوم و ملت کی جس طرح رعایت رکھی گئی اور تمام ادیان کے ساتھ جس طرح صلح کا پیمان باندھنے کی کوشش کی گئی ہے یہ سب کچھ مغربیت کے حضور نذرِ عقیدت ہے کہ جہاں حلال و حرام کی کوئی تمیز اب باقی نہیں ہ

بیت العدل

اس بیچارہ خواب بیں فرقہ کی حالت پر رحم آتا ہے۔ یہ اہلِ تفکر تصور کی فضاؤں میں ہی کچھ ہوا خوری کرلیں تو کرلیں، وگرنہ واقعات کی دُنیا میں نہایت درجہ خانماں برباد اور پریشاں اوقات ہیں۔ ان کے ان خوابوں کا کوئی حصہ بھی تو شرمندۂ تعبیر ہو۔ آخر جیتے ہیں تو کس امید پر حسن اعتقاد ہے تو کن توقعات پر۔ اگر کوئی واقعی اخلاص ہے تو کس طلسم کے زیر اثر نہیں۔ یا تو ان میں بعض سادہ لوح محض ہیں اور بعض اپنے اپنے کسی خاص مقصد کی تلاش میں تکلف اور تصنع سے وقتی طور پر یہ رُوپ اختیار کئے ہوئے ہیں۔

بہاء اللہ کے دعویٰ پر آج ۸۰ سال گذر چکے ہیں۔ بیسیوں ہی اُس نے خواہشیں کیں کہ یوں ہو جائے اور ایسا ہو جائے۔ مدعی تو وہ تھا خدائی کا لیکن وہ کسی اور ہی دنیا کا خدا ہوگا۔ غالباً تخیلات کی دُنیا کا۔ ہمارے حقیقی خدا، ہمارے قادر مطلق اللہ کے سامنے اِس مصنوعی خدا کی بھلا کیا پیش چلتی۔ تصورات کے اس خدا نے اپنے تخیل میں قلعے تو کئی تعمیر کئے لیکن اُن کی واقعی تعمیر کی قدرت اُسے کہاں حاصل تھی۔ اِن ہوائی قلعوں میں سے ایک کا بہاء اللہ نے بیت العدل نام رکھا تھا۔ اسکی تفصیل اُس نے اِس طرح بیان کی

بیت العدل کی تعمیر کی شرائط

"قَدْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ مَدِيْنَةٍ اَنْ يَّجْعَلُوْا فِيْهَا بَيْتُ الْعَدْلِ وَيَجْتَمِعُ فِيْهَا النُّفُوْسُ عَلٰى عَدَدِ الْبَهَآءِ وَاِنْ اِزْدَادَ لَا بَأْسَ ..... يَا مَلَأَ الْاِنْشَاءِ عَمِّرُوْا بُيُوْتًا بِاَكْمَلِ مَا يُمْكِنُ فِي الْاِمْكَانِ ..."

ہر شہر میں بیت العدل کا بنانا فرض قرار دیا۔ اس میں کم از کم لفظ بہاء کے عدد کے مطابق رکن ہوں یعنی نو یا اس سے زائد۔ اس کے علاوہ بیت العدل کے نام پر جو عمارت بنائی جائے ضروری قرار دیا کہ اُسے انتہائی طور پر آراستہ کیا جائے۔

بیت العدل کے فرائض

بہاء اللہ نے بیت العدل کے لئے بعض کام مخصوص کردیئے۔ مختصراً وہ کام اسلئے درج کر رہا ہوں کہ اس کی اہمیت واضح ہو جائے کہ بہاء اللہ کے نزدیک اس کی تعمیر کس قدر ضروری تھی۔

اوّل:۔ "آنچہ از حدودات در کتاب بر حسب ظاہر نازل نشدہ باید امنائے بیت العدل مشورت نمایند آنچہ را پسندیدہ مجری دارند۔" (فردوسیہ صفحہ ۵)

پہلا بہاء اللہ نے اس کے سپرد یہ کام کیا کہ اس کے جن احکامات کی تفصیل بیان نہیں کی گئی بیت العدل کے ارکین اسکے متعلق مشورہ کر کے اُن کے متعلق فیصلہ کریں اور جاری کریں۔

دوم: "امور سیاسیہ کل راجع است بہ بیت العدل" (بشارات ۱۳ صفحہ)

تمام سیاسی امور میں بیت العدل کی طرف رجوع کیا جائے۔

سوم: "مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ ذُرِّيَّةٌ تَرْجِعُ حُقُوقُهُمْ إِلَى بَيْتِ الْعَدْلِ۔"

"قَدْ أَرْجَعْنَا ثُلُثَ الدِّيَاتِ عَلَيْهِمَا إِلَى مَقَرِّ الْعَدْلِ۔"

اقدس میں یہ اور ایسے اور احکامات کے ضمن میں حکم دیا گیا کہ فلاں فلاں قسم کے اموال بیت العدل میں جمع کرائے جائیں مثلاً یہاں بیان کیا کہ جو کوئی لاولد ہو جائے تو اُس کا مال بیت العدل میں جائے اور جو مال تاوان اور سزا کے طور پر کسی کو دلایا جائے تو اس کا ایک تہائی بیت العدل میں جمع کرایا جائے۔

چہارم: "اُمنائے بیت عدل یک لسان را از السن موجودہ و یا لسانے بدیع و یک خط از خطوط اختیار نمائند و در مدارس عالم اطفال را بآں تعلیم دہند۔" (اشراقات۔ اشراق ششم صفحہ ۲۹)

موجودہ زمانہ کی جمیع زبانوں میں سے ایک زبان یا کوئی نئی زبان اختیار کیجائے۔ ایک طرز تحریر اختیار کیا جائے اور پھر ان کے مطابق بچوں کو تعلیم دی جائے —— ایک زبان کے بارہ میں بہاء اللہ نے متعدد مقامات پر بڑی شدت سے زور دیا ہے۔

بیت العدل کی تعمیر!

ہمیں یقیناً ہمدردی ہے بہاء اللہ کیساتھ اگر وہ زندہ ہوتا تو تب بھی۔ اور اب بھی بہائیوں کے مُردہ خدا کی رُوح کیساتھ کس قدر ناکام خواہشیں تھیں۔ کیا وہ پھر ہمیشہ ہی ناتمام رہیں گی؟ اس سلسلہ میں کسی بیرونی شہادت کی ضرورت نہیں۔ خود عبدالبہاء ابن بہاء اللہ کی شہادت اور اس ناکامی کا اقبال ہم اُس کے ہی الفاظ میں پیش کر دیتے ہیں۔

"شورا مقبول و محبوب در ہر خصوص و امور ما شورت مجلس شورا سیاسی، عمومی، ملکی داکوتی یعنی بیت العدل... معمول باست۔ اکنوں بیت عدل درمیان نہ ...." (مکاتیب جلد دوم صفحہ ۲۰۲)

بیت العدل کے متعلق عبدالبہاء نے ایک موقع پر کہا کہ اگرچہ ہر معاملہ کیلئے مشورہ کرنا بہتر ہے لیکن وہ مجلس شوریٰ جسے تمام اختیارات ملکی و سیاسی حاصل ہیں یعنی بیت العدل.... وہی قابل عمل ہوگا مگر وہ بیت العدل ابھی تک ہمارے درمیان نہیں ہے۔

اس میں عبدالبہاء مرکزی بیت کے متعلق کہہ رہا ہے کہ ابھی تک وہ بھی تیار نہیں ہوا جس کی آگے ہر شہر میں شاخیں قائم ہونی تھیں۔

اہلِ بہاء! درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے تصورات کی زمین میں خواہشات کے کئی بیج بہاء اللہ نے ڈالے اور تخیلات کے سُراب سے اُنہیں سیراب کرنے کی کوشش کی۔ چنانچہ ناکامیوں کے جو درخت ان بیجوں سے بنے ہیں، ناتمامیوں کا ثمر آج ان بے برگ و بار درختوں کا پھل ہے۔

(... پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر رسالہ فرقان قادیان سے شائع کیا)

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

ان تتقوا اللہ یجعل لکم فرقانا

فرقان

قادیان

اکتوبر ۱۹۴۵ء

۱۰/ع

مدیر:

عبدالمنان عمر ایم۔اے

رفقاء احمد کا ماہنامہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

فرقان

قادیان

بابت ماہ اخاء ۱۳۲۴ ہش
اکتوبر ۱۹۴۵ء

جلد ۴	ترتیب عنوانات	نمبر ۱۰

کُفر کا فتوےٰ!

اس کا حقیقی پس منظر

فتوئے کفر کی اصل وجہ

گذشتہ اشاعت میں اسی عنوان کے ماتحت یہ امر پیش کیا گیا تھا کہ براہین احمدیہ میں مذکورہ خدا تعالےٰ کی وحی میں بھی نبوت کا دعویٰ موجود تھا۔ اور ان الہامات کی بناء پر بعض مخالف علماء نے حضورؑ پر کفر کا فتویٰ لگایا تھا۔ اسی کی تائید میں غلام دستگیر قصوری کی ایک تالیف سے چند حوالہ جات پیش کئے گئے تھے۔ غلام دستگیر براہین سے بعض الہامات اقتباس کرنے کے بعد لکھتا ہے:۔

"پس یہ دعوئے نبوت نہیں تو اور کیا ہے"۔

اور اس طریق پر حضورؑ کی انبیاءؑ کے طریق پر پاکیزہ معصومیت کو ثابت کیا گیا تھا کہ خدا کی وحی میں دعوئے نبوت موجود تھا۔ لوگ اُن الہامات میں دعوئے نبوت کو محسوس کر رہے تھے۔ لیکن حضورؑ اُس وقت تک خاموش رہے جب تک کہ خدا تعالےٰ نے حضورؑ کو مجبور نہ کر دیا کہ جا اور علی الاعلان دعوئے نبوت کر۔

غرضیکہ گذشتہ مضمون میں اسی بات پر زور دیا گیا تھا کہ حضورؑ کی بعد کی تصنیفات اور حضورؑ کے اپنے کلام سے ہی نہیں بلکہ براہین کے زمانہ الہامات سے نبوت اس وضاحت سے ثابت ہو رہی تھی کہ مخالفین دعوئے نبوت کی بناء پر حضورؑ پر فتوئے کفر لگانے کے لئے معذور اور مجبور تھے

نبوتِ مُستقلہ سے انکار

حضورؑ پر جب یہ فتوئے کفر لگایا گیا تو اس خیال پر کہ مخالفین حضورؑ کی نبوت کو غالباً نبوتِ مستقلہ سمجھ رہے ہیں حضورؑ نے نبوتِ مستقلہ سے انکار فرمایا:۔

"نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعویٰ ہے جو خدا تعالےٰ کے حکم سے کیا گیا ہے"۔

(ازالہ اوہام ص۴۲۱)

اب یہاں یہ صورت تھی کہ مخالفین حضورؑ پر بوجہ دعوئے نبوت (غیر مستقلہ) کفر کا فتویٰ لگا رہے تھے اور

حضورؑ دعویٰ نبوت (مستقلہ) سے انکار فرما رہے تھے۔ یہ واقعات ہیں جن سے کسی کو انکار نہیں لیکن پیغام صلح اس پر اس طرح رقمطراز ہوا:۔

"جب مخالف علماء حضرت مسیح موعودؑ پر دعویٰ نبوت کا الزام دینے میں سچے تھے تو حضرت مسیح موعود انکار نبوت میں نعوذ باللہ کیا تھے؟"

کس قسم کی نبوت سے انکار کیا گیا

پیغام صلح نے نہایت اوچھے طریق پر جذباتی پریشانی سے فائدہ اٹھانے کی غلط کوشش کی ہے۔ ہم یقیناً اس بات پر مصر ہیں کہ مخالفین نے حضورؑ پر کفر کا فتویٰ لگایا اور حضورؑ نے دعویٰ نبوت سے انکار فرمایا۔ لیکن ایک حق پسند کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس بات کے سمجھنے کی بھی کوشش کرے کہ حضورؑ نے دعویٰ نبوت سے جب انکار فرمایا اور محدثیت کا دعویٰ فرمایا تو اس سے کس قسم کی نبوت سے حضورؑ کا انکار مراد تھا۔ اور محدثیت سے حضورؑ کی کیا مراد تھی۔

سوال مذکور کا جواب یہی ہے کہ حضور مستقل نبوت سے انکار فرماتے تھے اور محدثیت سے غیر مستقل، غیر تشریعی، جزئی اور ظلی نبوت مراد لیتے تھے۔ اس جواب کی تائید میں حضورؑ کی تحریرات میں سے صرف ایک حوالہ پیش کرنا کافی ہوگا۔ حضورؑ فرماتے ہیں:۔

"ماسوا اس کے اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ عاجز خدا تعالیٰ کی طرف سے اس امت کے لئے محدث ہو کر آیا ہے اور محدث بھی ایک معنی سے نبی ہوتا ہے۔ گو اس کے لئے نبوت تامہ نہیں مگر تاہم جزئی طور پر وہ ایک نبی ہے۔ کیونکہ وہ خدا تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کا ایک شرف رکھتا ہے۔ امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جاتے ہیں اور بعینہٖ انبیاء کی طرح مامور ہو کر آتا ہے اور انبیاء کی طرح اس پر فرض ہوتا ہے کہ اپنے تئیں بآواز بلند ظاہر کرے اور اس سے انکار کرنے والا ایک حد تک مستوجب سزا ٹھہرتا ہے۔ اور نبوت کے معنے بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ امور متذکرہ بالا اس میں پائے جائیں۔ اور اگر یہ عذر پیش ہو کہ باب نبوت مسدود ہے اور وحی جو انبیاء پر نازل ہوتی ہے اس پر مہر لگ چکی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ نہ من کل الوجوہ باب نبوت مسدود ہوا ہے اور نہ ہر ایک طور سے وحی پر مہر لگائی گئی ہے۔ بلکہ جزئی طور پر وحی اور نبوت کا اس

اُمتِ مرحومہ کے لئے ہمیشہ دروازہ کُھلا ہے۔ مگر اس بات کو بجنونبردل یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ نبوت جس کا ہمیشہ کے لئے سلسلہ جاری رہے گا نبوتِ تامہ نہیں بلکہ جیسا کہ میں ابھی بیان کرچکا ہوں وہ صرف ایک جزئی نبوت ہے جو دوسرے لفظوں میں محدثیت کے اسم سے موسوم ہے۔ جو انسانِ کامل کی اقتداء سے ملتی ہے۔ جو مستجمع جمیع کمالاتِ نبوتِ تامہ ہے۔ یعنی ذاتِ ستودہ صفات حضرت سیدنا و مولانا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم۔" (توضیح مرام ص۱۹ تا ۲۰)

غیر مبایعین حضرات غور فرمائیں کہ حضورؑ نے خود ہی لفظ محدثیت کی کس قدر وضاحت فرمادی ہے ایک عام عقل کا انسان بھی اس حوالہ کے پڑھنے کے بعد سوائے اس کے اور کچھ نہیں سمجھ سکتا کہ حضورؑ نے یقیناً دعویٰ نبوت سے انکار فرمایا لیکن نبوتِ مستقلہ سے۔ اور حضورؑ نے یقیناً دعویٰ نبوت فرمایا لیکن غیر مستقلہ، ظلّی اور بروزی کا جسے حضورؑ نے محدثیت کے لفظ میں ابتداءً بیان فرمایا تھا۔

مندرجہ بالا حوالہ اپنے مفہوم میں اس قدر واضح ہے کہ جس میں کسی تاویل اور لفظی نزاع کی گنجائش نہیں —— یہی وہ حوالہ ہے کہ جسے مولوی نذیر حسین دہلوی اور محمد حسین جیسے مخالفین (جو فتویٰ کفر میں سب سے پیش پیش تھے) نے اقتباس کیا اور اس سے وہی مفہوم لیا جو ہر اُردو جاننے والا اس حوالہ کے پڑھنے سے لے سکتا ہے۔ چنانچہ مکفرین مذکور اس حوالہ کے نقل کرنے کے بعد اس حوالہ سے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا استنباط ان الفاظ میں اپنے فتویٰ کفر میں درج کرتے ہیں:۔

ایک معنی سے نبی

"آپ (حضرت مسیح موعود علیہ السلام) ایک معنی سے نبی ہیں۔ کیونکہ آپ محدث ہیں جن سے خدا تعالےٰ باتیں کرتا ہے۔ اور محدث بھی ایک معنے سے نبی ہوتا ہے۔ ختم نبوت کا جو قرآن میں ذکر ہے، تو اس سے ایسی نبوت مراد ہے جو حاملِ وحیٔ شریعت اور جمیع اقسام وحی کی جامع ہو نہ مطلق نبوت"

(اشاعۃ السنہ نمبر ۲ جلد ۱۳ ص ۱۴۷، ۱۵۱)

مَیں نے یہ حوالہ رئیس المکفرین مولوی نذیر احمد دہلوی اور اس کے ہمکار محمد حسین بٹالوی کے شائع شدہ فتویٰ کفر سے نقل کیا ہے۔ اشاعۃ السنہ کی متواتر کئی اشاعتوں میں یہ فتویٰ شائع ہوا تھا۔ اور اسے بعد میں کتابی صورت میں یکجائی طور پر بھی شائع کیا گیا تھا۔ یہ مجموعہ بالکل نایاب ہے۔

اور انتہائی دقت کے بعد ملا ہے۔ آج کے مضمون میں مجھے اسی مجموعہ سے زیادہ تر فائدہ اٹھانا ہے۔

معاندین کا استنباط

مولوی نذیر احمدؐ دہلوی اور محمد حسین بٹالوی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نہ صرف اشد ترین معاندین میں سے ہی تھے بلکہ جملہ معاندین کے سرگروہ تھے اور غالباً ایسے معاند اور مخالف کوئی اور تھے ہی نہیں۔ لیکن حضورؑ کے اس حوالہ سے وہی استنباط اور مفہوم پیش کرتے ہیں۔ کہ جس کے علاوہ کوئی دوسرا مفہوم اور ہو ہی نہیں سکتا۔ اور صاف اِس بات کا اقبال کرتے ہیں کہ حضورؑ نے دعویٰ نبوتِ مستقلہ سے انکار فرمایا اور ایک دوسرے معنیٰ سے دعویٰ کا اقرار فرمایا اور اسی پر بس نہیں کی بلکہ ختمِ نبوت کا وہی مفہوم بیان کیا جو حضورؑ نے پیش فرمایا۔ کہ ختمِ نبوت سے مراد ایسی نبوت ہے جو حاملِ وحیٔ شریعت اور جمیع اقسامِ وحی کی جامع ہو۔ مطلق نبوت۔ مخالف بھی اگر کبھی صحیح صحیح بات کہہ جائے تو ہم پر فرض ہے کہ ہم اس کی اِس موقعہ پر تعریف کریں۔ مولوی نذیر احمدؐ دہلوی اور مولوی محمد حسین بٹالوی فتویٰ کفر لگا رہے ہیں اور اس کام میں سہولت کے لئے مخالفت کے اندھا دھند جوش میں وہ ایسا کہہ گذرتے تو کوئی بعید نہ تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ختمِ نبوت سے انکاری ہیں (نعوذ باللہ) اور بغیر کسی تشریح اور تفصیل میں پڑے فتوے کفر لگا دیتے۔ لیکن انہوں نے حضورؑ کے صحیح دعویٰ کو حضورؑ کے مفہوم میں لیا اور پھر اس کی تردید میں انہیں یوں لکھنا پڑا

دعویٰ نبوت کی تردید

"اور قادیانی (سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام) کا محدث ہونے کا دعوے کرنا اور اس ذریعہ سے ایک قسم کا نبی کہلانا اور ختمِ نبوت کو نبوتِ کلی و تشریعی سے مخصوص کرنا اور نبوتِ جزئی کے دروازہ کو مفتوح کہنا اِن نصوص قرآن و حدیث سے انکار ہے جو مطلق نبوت کو ختم کرتے ہیں۔ قرآن مجید کی آیت "وخاتم النبیین" اپنے اطلاق و عموم کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر مطلق نبوت کو ختم کرتے (نقل مطابق اصل۔ ناقل) اور صاف بتاتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایسا کوئی شخص نہ ہوگا جس پر لفظ نبی کا اطلاق ہو سکیگا۔ اور آنحضرت نے اپنے اس کلام کے اطلاق و عموم کے ساتھ بھی مطلق نبوت کو ختم کیا ہے۔ اور خصوصیت کے ساتھ محدثین سابقین اور محدث امتِ محمدیہ حضرت عمر فاروقؓ کا نبی نہ ہونا ظاہر فرما دیا ہے۔"

(اشاعۃ السنہ نمبر ۶ جلد ۱۳ صفحہ ۱۷۱)

اِن مکفّرین نے یقیناً نہایت ہی ذلیل اور مکروہ حرکت کی کہ جس سے خدا کا غضب انہوں نے اپنے اُوپر بھڑکایا۔ لیکن اشد ترین مخالف بھی اگر کوئی صحیح بات کہے تو اسے اُس کا حق دینا مؤمن کا فرض ہے۔ ہم اِن مکفّرین کی اِس جگہ تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جس قسم کی نبوت سے انکار فرمایا انہوں نے وَ لا اُسے حضورؑ کے الفاظ میں پیش کیا۔ اور پھر مفہوماً خود وہی استنباط کیا جو حضورؑ کے مذکورہ حوالہ سے مستنبط ہوتا تھا۔ اور پھر اپنی بات پر بھی مُصِر رہے کہ ختمِ نبوت کا مفہوم اُن کے نزدیک اطلاق و عموم کے ساتھ مطلق نبوت کو ختم کرتا ہے۔

فتویٰ کفر میں مکفّرین آگے چل کر یہ لکھتے ہیں:۔

استنباطِ دعویٰ نبوت

"قادیانی (سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام) کا ختمِ نبوّت کو نبوّتِ تشریعی اور کلّی سے مخصوص کرنا اور اپنے آپ کو محدّث قرار دے کر اپنے لئے جزئی نبوت اور ایک نوعِ نبوت کو تجویز کرنا اور ایک قسم کا نبی کہلانا صاف مشعر ہے کہ وہ اپنے آپ کو انبیاءِ بنی اسرائیل کی مانند (جو نئی شریعت نہ لاتے بلکہ پیروی شریعتِ سابق کی کرتے اور نبی کہلاتے) نبی سمجھتا ہے۔ یہی امر اس کے قصیدۂ الہامیہ کے اشعارِ ذیل سے جو ازالہ کے صفحہ ۱۶۲ وغیرہ میں منقول ہیں سمجھ میں آتا ہے ؎

حکم است ز آسماں بزمیں میرسانمش ❊ گر بشنوم نگویمش آں را کجا برم

من میزیم بوحیِ خدائے کہ بامن است ❊ پیغامِ اوست چوں نفسِ روحِ پرورم

من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب ❊ ہاں ملہم استم و زخدا وند منذرم

یہ ابیات صاف پکار رہے ہیں کہ آپ (سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام) نبی ہیں۔ صاحبِ وحی ہیں۔ منذر ہیں۔ پیغمبر ہیں۔ سب کچھ ہیں۔ صرف کسر ہے تو اتنی ہے کہ آپ کوئی نئی کتاب نہیں لائے۔ بلکہ انبیاءِ بنی اسرائیل کی طرح پہلی کتاب کے تابع ہیں ....." (اشاعۃ السنۃ نمبر ۶ جلد ۱۳ صفحہ ۱۷۳، ۱۷۴)

معاندین اور غیر مبایعین

کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ اشد ترین معاندین تو حضورؑ کے ارشادات کا وہی مفہوم لیں جو فی الحقیقت حضورؑ کا مفہوم تھا لیکن حضورؑ کے نام نہاد متبعین غیر مبایعین حضرات اس مفہوم سے انکار کریں۔

حالانکہ ضرورت تو ان مکفرین کو بھی کہ وہ یہ کہتے کہ محدثیت وغیرہ کا دعویٰ اور اس کی تفصیل جو پیش کی گئی ہے نعوذ باللہ اس سے دھوکا دیا گیا ہے۔ اصل مراد ایسی نبوت کا دعویٰ ہی ہے جو فی الواقع ختم نبوت کے حقیقی مفہوم، نبوتِ مستقلہ مستجمع جمیع کمالاتِ نبوت کے منافی ہے لیکن اس کے برخلاف ان مخالفین نے حضورؑ کی پیش فرمودہ تشریح قبول کر کے اپنے استدلال کو کمزور اور بودا بنا لیا ہے۔ انہوں نے حضورؑ کے دعویٰ کو حضورؑ کے مفہوم میں ہی لیا لیکن نہایت اوچھے اور غلط طریق پر اُسے ختمِ نبوت کے اصل مفہوم کے منافی قرار دیا۔ میں مکرراً یہ حصہ قارئین حضرات کی سہولت کے لئے یہاں درج کر دیتا ہوں۔

"اور قادیانی (سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام) کا محدث ہونے کا دعویٰ کرنا اور اس ذریعہ سے ایک قسم کا نبی کہلانا اور ختمِ نبوت کو نبوتِ کلی و تشریعی سے مخصوص کرنا اور نبوتِ جزئی کے دروازہ کو مفتوح کہنا ان نصوصِ قرآن وحدیث سے انکار ہے جو مطلق نبوت کو ختم کرتے ہیں۔"

(اشاعۃ السنہ نمبر ۶ جلد ۱۳ صـ۱۷۱)

جو لوگ برملا حضورؑ کی انتہائی مخالفت پر آمادہ تھے اُن کا طریقِ مخالفت تفصیل سے ذکر کر دیا گیا ہے۔ لیکن وہ جو حضورؑ کے اتباع میں سے ہونے کا بظاہر دعویٰ کرتے ہیں انہوں نے مخالفین کی نسبت نہایت ہی مکروہ طریق سے اس مخالفت میں سعادت چاہی ہے۔

دعویٔ نبوت اور انکارِ نبوت

غیر مبائعین ہمیشہ اِس بات کو پیش کرتے ہیں کہ مخالفین نے حضورؑ کی تحریرات سے دعویٔ نبوت ہی سمجھا لیکن حضورؑ نے اِس سے انکار فرمایا۔ اور اِس صورت میں کہ اگر مخالفین فتویٰ کفر لگانے میں سچے تھے تو پھر حضورؑ نے واقعی دعویٔ نبوت فرمایا۔ لیکن اِس بات کا کیا جواب ہے کہ حضورؑ نے انکارِ نبوت بھی فرمایا۔

غیر مبائعین کے مذکورہ اعتراض کا جواب بالتفصیل پیش کر دیا گیا ہے جسے مختصراً یوں عرض کیا جاتا ہے۔

—— مخالفین نے حضورؑ کے الہامات اور تحریرات سے حضورؑ کا دعویٰ دعویٔ نبوت سمجھا۔

—— حضورؑ نے دعویٔ نبوت سے انکار فرمایا لیکن نبوتِ مستقلہ حامل وحیٔ شریعت اور جامع جمیع اقسامِ نبوت کا۔

——حضورؑ نے دعویٰ نبوت کا اقرار فرمایا لیکن نبوتِ غیر مستقلہ، غیر تشریعی، ظلّی اور بروزی کا چنانچہ ان امور کی روشنی میں ہم اس بات پر وثوق کے ساتھ مُصر ہیں کہ

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نبوتِ غیر مستقلہ کا دعویٰ فرمایا۔
اسلئے مخالفین حضورؑ پر دعویٰ نبوتِ مستقلہ کا الزام دینے میں جھوٹے تھے۔
سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نبوتِ مستقلہ سے انکار فرمایا۔
اسلئے مخالفین حضورؑ کی طرف دعویٰ نبوتِ مستقلہ منسوب کرنے میں جھوٹے تھے۔

غرضیکہ نہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام انکارِ نبوت میں نعوذ باللہ متناقض بالذات تھے اور نہ مخالفین حضورؑ پر دعویٰ نبوت کا الزام دینے میں سچے تھے۔

یہ ہے جواب پیغام صلح کی اس سینہ کوبی کا جس کا اظہار وہ متواتر کئی اشاعتوں میں ان الفاظ میں کرتا رہا ہے:۔

"جب مخالف علماء حضرت مسیح موعودؑ پر دعویٰ نبوت کا الزام دینے میں سچے تھے تو حضرت مسیح موعود انکارِ نبوت میں نعوذ باللہ کیا تھے؟"

حقیقی ہمدردی

کاش کہ اہلِ پیغام "نعوذ باللہ" شیطان کی وساوس اندازی پر خلوصِ دل سے پڑھا کریں تاکہ اُن کے دل شیطانی ظلمتوں کی بجائے رحمانی نور سے معمور ہوں۔!

افسوس! کہ خدا کا یہ نور ایک دن ان کی جھولیوں میں نازل ہوا۔ لیکن اُن کی جھولیوں کے کچے دھاگے ٹوٹ گئے اور وہ اُسے دیر تک سنبھال نہ سکے۔ کاش! کہ وہ ان پھٹی ہوئی جھولیوں پر ایمان واخلاص اور حق پرستی کا مضبوط پیوند لگائیں اور خدا تعالیٰ کے حضور پوری تضرع اور خشوع کے ساتھ پھر ایک بار اپنے ان دامنوں کو پھیلائیں۔ اب بھی مثیلِ مسیح حُسن و احسان میں اُس کا نظیر سیدنا مصلح موعود جس کے متعلق خدا نے اپنی وحی میں فرمایا نور آتا ہے نُور ہم میں موجود ہے۔ جس نے اس وجودِ مہبطِ انوارِ الٰہی کی محبت سے اپنے دل کا دامن بھرا اور نیازمندی کے ساتھ اس کی خدمت میں حاضر ہوا وہ خدا تعالیٰ کے اس مظہر کے حضور سے ہمیشہ کے لئے اپنی جھولیوں کو نور سے بھر کر لوٹا۔

مسئلہ نبوت

نبوّت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضور علیہ السلام ظلّی، بروزی اور مجازی نبی ہیں

(مکرم مولوی شریف احمد صاحب امینی مولوی فاضل)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بعض جگہ اپنے آپ کو ظلّی اور بروزی نبی قرار دیا ہے۔ غیر مبایعین کے خیال میں ظلّی اور بروزی نبی کوئی حقیقی نبی نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ الفاظ ناقص نبوت پر دلالت کرتے ہیں جس سے محض محدثیت و مجددیت مراد ہے۔ مگر اُن کا یہ خیال بھی حضور علیہ السلام کی تحریرات کے خلاف ہے۔ میں پہلے وہ حوالہ جات درج کرتا ہوں جہاں حضور علیہ السلام نے اپنے آپ کو ظلّی اور بروزی نبی قرار دیا ہے۔ بعد میں ظلّ و بروز کی حقیقت پر کچھ روشنی ڈالوں گا۔

۱۔ "میں ظلّی اور بروزی طور پر نبی ہوں اور ہر ایک مسلمان کو دینی امور میں میری اطاعت واجب ہے اور مسیح موعود کا ماننا واجب ہے۔ گو وہ مسلمان ہے مگر مجھے اپنا حَکَم نہیں ٹھہراتا اور نہ مجھے مسیح موعود مانتا ہے اور نہ میری وحی کو خدا کی طرف سے مانتا ہے وہ آسمان پر قابلِ مؤاخذہ ہے۔" (تحفۃ الندوہ صفحہ ۴)

۲۔ "اس نکتہ کو یاد رکھو کہ میں رسول اور نبی نہیں ہوں یعنی باعتبار نئی شریعت اور نئے دعوے اور نئے نام کے اور میں رسول اور نبی ہوں یعنی باعتبار ظلّیتِ کاملہ کے۔ میں وہ آئینہ ہوں جس میں محمدی شکل اور محمدی نبوت کا کامل انعکاس ہے۔"

(نزول المسیح حاشیہ صفحہ ۳)

۳۔ "مسیح موعود .... بروز کامل ہونے کی وجہ سے نفس نبی سے مستفیض ہو کر نبی کہلانے کا مستحق ہو گیا ہے۔" (تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۴۳)

۴۔ "خدا نے میرے وجود کو ایک کامل ظلّیت کے ساتھ پیدا کیا اور ظلّی طور پر نبوتِ محمدی اُس میں رکھدی تا ایک معنے سے مجھ پر نبی اللہ کا لفظ صادق آوے اور دوسرے معنوں سے ختمِ نبوت محفوظ ہے۔" (نزول المسیح حاشیہ صفحہ ۴)

۵۔ "میری نبوت کچھ بھی نہیں۔ وہی نبوتِ محمدیہ ہے جو مجھ میں جلوہ گر ہوتی ہے۔"
(تجلیاتِ الٰہیہ صفحہ ۲۵)

۶۔ "مَیں بروزی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اور بروزی طور پر تمام کمالاتِ نبوتِ محمدیہ کے میرے آئینۂ ظلیت میں منعکس ہیں۔" (ایک غلطی کا ازالہ)

۷۔ "خدا تعالیٰ کی طرف سے دو نام مَیں نے پائے۔ ایک میرا نام امتی رکھا گیا۔ جیسا کہ میرے نام غلام احمدؑ سے ظاہر ہے۔ دوسرا میرا نام ظلّی طور پر نبی رکھا گیا۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے حصص سابقہ براہین احمدیہ میں میرا نام احمدؑ رکھا اور اِس نام سے بار بار مجھ کو پکارا....... مَیں امتی بھی ہوں اور ظلّی طور پر نبی بھی ہوں۔"
(براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۸۸، ۱۸۹)

۸۔ "ایک بروزِ محمدی جمیع کمالاتِ محمدیہ کے ساتھ آخری زمانہ کے لئے مقدر تھا۔ سو وہ ظاہر ہو گیا۔" (ایک غلطی کا ازالہ)

۹۔ "یہ عاجز مجازی اور روحانی طور پر وہی مسیح موعود ہے جس کی قرآن و حدیث میں خبر دی گئی ہے۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۲۶۱)

۱۰۔ "سمّیت نبیًا من اللّٰہ علیٰ وجہ المجاز لا علیٰ وجہ الحقیقۃ۔" (الاستفتاء)

۱۱۔ "یہ اطلاق مجاز و استعارہ کے طور پر ہے۔" (اربعین نمبر ۳ صفحہ ۳)

کُلُّ بَرَکَۃٍ مِّنْ مُّحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

مندرجہ بالا گیارہ حوالہ جات جو مثال کے طور پر درج کئے گئے ہیں، اِن پر اگر اجمالی طور پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہو گا کہ حضور علیہ السلام نے اپنے آپ کو کہیں ظلّی اور کہیں بروزی اور مجازی نبی قرار دیا ہے۔ اِن الفاظ کو دیکھ کر غیر مبایعین کو دھوکا لگا۔ کہ حضور علیہ السلام تو صرف ظلّی، بروزی و مجازی نبی ہیں حقیقی نبی تو نہیں۔ کیونکہ ظل اور بروز کی کوئی حقیقت نہیں۔ کیونکہ شیر کے مقابل پر شیر کی تصویر کی کیا قدر و قیمت ہے۔ اسی طرح حضور علیہ السلام نبی نہیں۔ بلکہ آپؑ کا درجہ تو محض محدثیت و مجددیت کا ہے نبوت سے آپؑ کو کوئی حصہ نہیں ملا۔ مگر غیر مبایعین کا یہ عقیدہ سراسر باطل ہے۔ کیونکہ یہ الفاظ ناقص نبوت پر دلالت نہیں کرتے۔ بلکہ یہ الفاظ تو حصولِ نبوت کے طریق کو بیان کر رہے ہیں۔ جیسا کہ حضور علیہ السلام نے خود ظلّی نبوت

کی تعریف یوں بیان فرماتی ہے۔ "ظلی نبوت جس کے معنے ہیں فیض محمدی سے وحی پانا" (حقیقۃ الوحی ص۲۸)

اس تعریف کو مدنظر رکھکر اگر حضور علیہ السلام اپنے آپ کو ظلی نبی کہیں تو اس کا صرف اور صرف یہ مفہوم ہوگا کہ حضور علیہ السلام نے مقام نبوت آنحضرت صلعم کے فیض سے مستفیض ہو کر پایا ہے نہ کہ آپ سے الگ ہو کر۔ اور اس امر پر مبایعین و غیر مبایعین کا اتفاق ہے کہ حضور علیہ السلام نے جو کچھ حاصل کیا ہے وہ محض آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی برکت سے ہی حاصل کیا ہے۔ جیسا کہ آپ فرماتے ہیں۔ "كُلُّ بَرَكَةٍ مِنْ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ"۔ اسی طرح آپ فرماتے ہیں:-

"اور خدا نے مجھ پر اُس رسول کریم کا فیض نازل فرمایا۔ اور اُس کو کامل بنایا اور اُس نبی کریم کے لُطف اور جود کو میری طرف کھینچا۔ یہاں تک کہ میرا وجود اُس کا وجود ہو گیا۔" (ایک غلطی کا ازالہ)

پھر اسی ظلی نبوت کی تشریح آپ ایک غلطی کے ازالہ میں یوں فرماتے ہیں:-

"جیسا کہ ظلی طور پر اُس کا نام لے گا۔ اُس کا خلق لے گا۔ اُس کا علم لے گا۔ ایسا ہی اُس کا نبی لقب بھی لے گا۔ کیونکہ بروزی تصویر پوری نہیں ہو سکتی جب تک کہ یہ تصویر ہر ایک پہلو سے اپنے اصل کے کمال اپنے اندر نہ رکھتی ہو۔ پس چونکہ نبوت بھی نبی میں ایک کمال ہے اس لئے ضروری ہے کہ تصویر بروزی میں وہ کمال بھی نمودار ہو۔ تمام نبی اِس بات کو مانتے چلے آئے ہیں کہ وجود بروزی اپنے اصل کی پوری تصویر ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ نام بھی ایک ہو جاتا ہے۔..... تمام انبیاء علیہم السلام کا اس پر اتفاق ہے کہ بروز میں دوئی نہیں ہوتی۔ کیونکہ بروز کا مقام اس مضمون کا مصداق ہے ؎

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری"

(ایک غلطی کا ازالہ)

مُہرِ تصدیق

ظل کی اِس تشریح کو مدنظر رکھکر اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ظلی نبوت پر غور کیا جائے تو ہم اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ ظلی نبوت کا صرف اتنا ہی مطلب ہو کہ حضور علیہ السلام نے یہ نبوت کا مقام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی کمال فرمانبرداری سے حاصل کیا ہے اور آپ کے اندر آنحضرت صلعم کے تمام کمالات جمع ہیں۔ گویا کہ آپ فنا فی الرسول ہیں اور اپنے مخدوم میں فنا ہو

آپ نے خدا سے نبی کا لقب پایا ہے۔ اور یہ امر ختم نبوت کے کبھی منافی نہیں۔ جیسے حضور علیہ السلام ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:-

(ا) "پس جو کامل طور پر مخدوم میں فنا ہو کر خدا سے نبی کا لقب پاتا ہے وہ ختم نبوت کا مخلل انداز نہیں جیسا کہ تم جب آئینہ میں اپنی شکل دیکھو تو تم دو نہیں ہو سکتے بلکہ ایک ہی ہو اگرچہ بظاہر دو نظر آتے ہو۔ صرف ظلّ اور اصل کا فرق ہے۔"

اسی طرح ایک اور جگہ آپ تحریر فرماتے ہیں:-

(ب) "وہ صاحب خاتم ہے بجز اسکی مُہر کے کوئی فیض کسی کو نہیں پہنچ سکتا۔ اور اسکی امت کیلئے قیامت تک مکالمہ ومخاطبہ کا دروازہ کبھی بند نہ ہوگا اور بجز اُسکے کوئی نبی صاحب خاتم نہیں۔ ایک وہی ہے جسکی مُہر سے ایسی نبوت بھی مل سکتی ہے جس کیلئے اُمتی ہونا لازمی ہے۔" (حقیقۃ الوحی ص۲۸)

(ج) "آپ کو افاضۂ کمال کے لئے مُہر دی گئی جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی۔ اسی وجہ سے آپ کا نام خاتم النبیین ٹھہرا۔ یعنی آپ کی پیروی کمالات نبوت بخشتی ہے اور آپ کی روحانی توجہ نبی تراش ہے۔ اور یہ قوتِ قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی۔"

(حقیقۃ الوحی ص۹۷)

مندرجہ بالا تینوں حوالوں سے صاف واضح ہے کہ آئندہ نبوت نہیں مل سکتی جب تک کہ آنحضرت صلعم کی مُہر تصدیق اُس شخص پر ثبت نہ ہو اور آپ کی اتباع کامل نہ ہو۔ پس انہی معنوں میں حضور علیہ السلام نے اپنی نبوت کو ظلّی نبوت کہا ہے۔ اور اپنا نام نبی رکھا ہے۔ جیسا کہ آپ فرماتے ہیں:-

"اتباع کامل کی وجہ سے میرا نام اُمتی ہے اور پورا عکس نبوت حاصل کرنے سے میرا نام نبی ہو گیا۔" (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۱۸۵)

پس ظلّ و بروز کا لفظ صرف اسی امر کے بتانے کے لئے ہے کہ آپ نے سب فیضان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا ہے نہ کہ ناقص نبوت کے اظہار کے لئے۔ اسی پر بس نہیں حضور علیہ السلام نے ظلّ اور بروز کے الفاظ مختلف مقامات میں مختلف مطالب کے لئے استعمال کئے ہیں۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ غیر مبایعین کا یہ عقیدہ کہ ظلّ و بروز کی کچھ حقیقت نہیں ہو صریحاً باطل ہے۔

پیشگوئی کا مقام

اللہ تعالیٰ کے قرب کے بغیر ممکن نہیں

(مکرم چوہدری مشتاق احمد صاحب باجوہ بی۔اے۔ایل۔ایل بی

مجاہد تحریک جدید)

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی اطال اللہ بقاءہٗ و اطلع شموس طالعہ پر مصلح موعود کے انکشاف کے بعد اور حضور کے عظیم الشان اخبارِ غیبیہ کی منجانب اللہ اطلاع پاکر اشاعت فرمانے اور روز بروز اُن کے پورا ہونے نے مولوی محمد علی صاحب کا بُغض و حسد بہت زیادہ بڑھا دیا ہے۔ مولوی صاحب کی طبیعت کے لحاظ سے یہ کوئی غیر معمولی امر نہیں ہے لیکن انسانی ہمدردی کا یہ تقاضا ہے کہ ہم فریقِ لاہور کو اِس بُغض و حسد کی آگ سے بچانے کے لئے ساعی ہوں۔ شاید اُن میں کوئی سعید طبع موجود ہو۔ اور خدا اُس کو اپنے فضل سے ہدایت بخش دے۔ اِسی خیال کے پیشِ نظر ہی میں یہ چند سطور تحریر کر رہا ہوں۔

آسمانی مائدہ میں استخفاف کی ناکام کوشش

مولوی محمد علی صاحب خود رویا، کشوف والہام سے محروم ہونیکے باعث عام طور پر اِس آسمانی مائدہ کے استخفاف میں کوشاں رہتے ہیں اور حقیقۃ الوحی کے تیسرے باب کو بھولے رہتے ہیں۔ اُن کی نظر صرف باب اوّل و دوم تک ہی محدود رہتی ہے۔ وہ نہیں جانتے کہ رویا، کشف اور الہام کے ذریعہ پیشگوئیاں کرنا صاحب رویا و کشف والہام کی عظمت کا ایک بہت بڑا نشان ہے اور اُسکے خدا تعالیٰ سے اعلیٰ درجہ کے قُرب کا ایک ثبوت ہے۔ چنانچہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

"مَیں بار بار کہہ چکا ہوں کہ منعم علیہ چار قسم کے لوگ ہیں:۔ اوّل نبی۔ دوم صدیق۔ سوم شہید۔ چہارم صالحین۔

پس اِس دُعا میں گویا چار گروہوں کے کمالات کی طلب ہے۔ نبیوں کا عظیم الشان کمال یہ ہے کہ وہ خدا سے خبریں پاتے ہیں۔ چنانچہ قرآن شریف میں لا یظھر علیٰ غیبہ احداً

اِلّا من ارتضیٰ من رّسول ۔الآیۃ ۔یعنی خدا تعالیٰ کی غیب کی باتیں کسی دوسرے پر ظاہر نہیں ہوتی ہیں ۔ہاں اپنے نبیوں میں سے وہ جس کو پسند کرے۔ جو لوگ نبوت کے کمالات سے حصّہ لیتے ہیں اللہ تعالیٰ اُن کو قبل از وقت آنے والے واقعات کی اطلاع دیتا ہے اور یہ بہت بڑا عظیم الشان نشان خدا کے ماموروں اور مرسلوں کا ہوتا ہے ۔اِس سے بڑھکر اور کوئی معجزہ نہیں ......

یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ اِس دُعا میں درحقیقت پیشگوئیاں مانگنے کی دُعا نہیں ہے بلکہ اس مرتبہ کے حصول کی دُعا ہے جہاں پہنچکر پیشگوئی کرتا ہے ۔پیشگوئی کا مقام اللہ تعالیٰ کے اعلیٰ درجہ کے قرب کے بدوں ممکن نہیں ہے ۔"

(الحکم صہ ۳ ۔ ۱۷ر مارچ سن ۱۹۰۱ء)

سیّدنا مصلح موعود پیشگوئی کے مقام پر

سیّدنا حضرت المصلح الموعود ایدہ اللہ تعالیٰ پر کس طرح آئے دن خدا تعالیٰ غیب کی خبروں کا انکشاف کرتا رہتا ہے !۔جنگ کے اکثر اہم واقعات کی اطلاع حضور کو خدا نے قبل از وقت دی جو شایع کر دی گئی ۔انگلستان کے سیاسی زلزلہ کا نقشہ پیش فرما دیا ۔پھر ابو الکلام آزاد، گاندھی جی اور سٹالن کے متعلق حضور کی پیشگوئیاں شایع ہو چکی ہیں ۔بعد میں اعتراض کرنے والوں کو چاہیئے کہ اُن کو پڑھ لیں اور اچھی طرح پڑھ لیں ۔اور اُنہیں اپنے صندوقچوں میں محفوظ کر لیں ۔عنقریب وہ دیکھ لیں گے کہ کس طرح عظیم الشان طریق پر وہ پیشگوئیاں پوری ہوتی ہیں۔

کیا اِن پیشگوئیوں کو دیکھتے ہوئے بھی کوئی شبہ رہ جاتا ہے کہ حضرت مصلح موعود اطال اللہ بقاءہٗ و اطلع شموس طالعہٖ کو "پیشگوئی کا مقام" حاصل نہیں ؟ اور کیا یہ "پیشگوئی کا مقام" اللہ تعالیٰ کے اعلیٰ درجہ کے قرب کے بدوں ممکن ہے ؟ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تو فرماتے ہیں "ممکن نہیں" لاہوری فریق کے دوستوں میں سے جو "ممکن ہے" کہنا چاہے کہہ دے ؟

مجلس رفقاء احمدؐ کے دو سرگرم ارکان

کی

انگلستان روانگی

ہماری مجلس کی طرف سے یہ رسالہ شائع کیا جاتا ہے کے دو سرگرم ارکان مکرم چوہدری مشتاق احمد صاحب بی۔ اے۔ ایل ایل بی واقف زندگی اور مکرم چوہدری عبد اللطیف صاحب بی۔ اے واقف زندگی ۲۹ اکتوبر کو انگلستان روانہ ہو چکے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی حفاظت کا سایہ ہمیشہ اُن پر رہے اور خدمات کے ہر میدان میں خدا تعالیٰ کی نصرت اُن کی مؤید ہو ——— آمین!

سلسلہ کے یہ دونوں خادم تعلیم ختم کرنیکے بعد اپنی زندگیوں کی پیشکش لئے اپنے آقا کے حضور حاضر ہوئے۔ حضور نے اس نذر عقیدت کو قبول فرمایا اور بالترتیب گذشتہ سات اور چھ سال سے واقفین زندگی کیساتھ اپنے آقا کی زیر تربیت رہے۔ اس دوران میں تعلیم کے علاوہ متعدد دیگر خدمات کی توفیق ان کی عملی تربیت کا باعث ہوتی رہی جسکے نتیجہ میں جہاں ایکطرف انہیں تربیت حاصل ہوتی گئی وہاں سلسلہ کی بعض مفید خدمات کی بھی توفیق ملتی رہی ——— اسوقت مجلس رفقاء احمدؐ کے تعلق میں مجھے یہاں اپنے ان دونوں بھائیوں کی مسلسل خدمات پر شکریہ عرض کرنا ہے اور اس طریق پر ان خدمات کی نیک یاد کو محفوظ کرنا مقصود ہے۔ جب سے مجلس ہذا قائم ہوئی ہے مجلس کے یہ دونوں ارکان غیر معمولی سرگرمی سے مختلف خدمات سرانجام دیتے رہے ہیں۔

مکرم چوہدری مشتاق احمد صاحب ہم سے رخصت ہونے پر مجلس کے سیکرٹری مال تھے اور یہ خدمت اپنی مخصوص قابلیتوں سے پوری توجہ کیساتھ سرانجام دیتے رہے۔ مکرم چوہدری صاحب میں خدمات کو پوری عظمت اور وقار کیساتھ سرانجام دینے کے خاص رجحانات تھے انکی ہر نقل و حرکت تقویٰ اور اخلاص کیساتھ خوب ہی سموئی ہوئی تھی۔ انکے ہمکار ہی قریب سے انکی طبیعت کا اس طرح مطالعہ کر سکتے تھے انکی یہ تقویٰ شعار طبیعت سلسلہ کے وقار اور عظمت کے قیام کیلئے بہت مفید ثابت ہوگی۔ انشاء اللہ۔

مکرم چوہدری عبد اللطیف صاحب نائب سیکرٹری مال کی حیثیت سے کام کر رہے تھے۔ مکرم چوہدری صاحب خاموش طبع اور ٹھوس کام کرنیکی غیر معمولی اہلیت رکھتے ہیں۔ طبیعت میں سنجیدگی کم گوئی اور اطاعت اُن سے خاص ہے۔ نہایت ہی سکون اور اطمینان سے استقلال کیساتھ خدمات کو سرانجام دینے کے عادی ہیں۔ کام کرنے کیلئے یہ اعلیٰ قابلیتیں انکی آئندہ خدمات میں مفید ثابت ہونگی۔ انشاء اللہ۔

مجلس رفقاء احمدؐ کے قیام کے ابتداء سے جن متفرق خدمات کی انہیں توفیق ملی ہے مجلس انکی واقعی قدر کرتی ہے اور دلی شکریہ عرض کرتی ہے اور انہیں ان دُعاؤں کیساتھ رخصت کرتی ہے کہ جس حقیقی میدان عمل میں وہ اب قدم رکھ رہے ہیں اللہ تعالیٰ ہمیشہ انکا رفیق کار ہو، اپنی غیر معمولی نصرت و تائید کیساتھ انکی پُشت پناہ ہو، ہر میدان سے کامیاب و کامران لوٹائے۔

ہم سے رخصت ہونیوالو! تمہارے پیچھے اسلام کا چہرہ ہے۔ تم اپنے اخلاص و کردار سے اسلام کے حسین چہرہ کی طرف ساری دنیا کو جذب کرنیوالے ہو اور جہاں بھی جاؤ خدا کی عافیت و حفاظت تمہارے ہمراہ ہو! ——— آمین

حق و دیانت سے پیار رکھنے والے غیر مبایعین

کی خدمت میں

ایک قابلِ غور گذارش

(مکرم مرزا احمد بیگ صاحب ریٹائرڈ انکم ٹیکس آفیسر)

اگر ہم غور کریں تو دُنیا میں ہم کو تین قسم کے انسان ملتے ہیں۔

(۱) وہ جو کسی بات کا اقرار یا انکار اپنے عندیہ کو حق و صداقت پر مبنی قرار دیتے ہوئے کرتے ہیں۔

(۲) وہ جو کسی بات کا اقرار یا انکار ضد و تعصب اور جوشِ غضب میں کرتے ہیں۔

(۳) وہ جو کسی بات کا اقرار یا انکار مصلحتِ وقت کے لحاظ سے کرتے ہیں۔

ہماری اس گذارش کے مخاطب غیر مبایعین حضرات میں سے صرف شق اول کے اصحاب ہیں کیونکہ ضد و تعصب، عداوت و غصہ عقل کے دشمن ہیں۔ اور یہ ممکن نہیں کہ یہ صفات اور عقل جمع ہو سکیں۔ اور یہ بھی ممکن نہیں کہ بدوں عقلِ صحیحہ کوئی شخص حق و باطل میں تمیز کر سکے۔ اور اسی طرح شق نمبر سوم کے اصحاب بھی اپنی طبعی کمزوری کی وجہ سے حق کو بلا خوف لومۃ لائم قبول کرنے سے معذور ہیں۔

صرف وہ اصحاب جو دل سے اپنے عقائد کو بدلائلِ عقائدِ حقہ تسلیم کرتے ہیں۔ اور اگر اُن پر اُن کی غلطی براہینِ قاطعہ سے واضح کر دی جائے تو وہ ربنا انّنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفرلنا وترحمنا لنکوننّ من الظّٰلمین کہتے ہوئے آستانہ الٰہی پر گر جاتے ہیں۔ اور اپنی توبہ کا اظہار کرتے ہیں کہ ہم نے لاعلمی میں حق کا مقابلہ کیا تھا ہم اس پر نادم ہیں۔ اُنہی سے ہماری عاجزانہ گذارش ہے کہ وہ مندرجہ ذیل حقائق پر للّٰہ غور فرمائیں

فریقین کا اتفاق ہمارا (مبایعین اور غیر مبایعین کا) موجودہ اختلاف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریروں کی تاویل کی بناء پر ہے۔ ہم دونوں فریق تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خدا تعالیٰ کے صادق مامور تھے۔ ہم دونوں

فریق تسلیم کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات حقیقتاً منجانب اللہ تھے۔ ہم دونوں فریق تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت اقدس کی وحیٔ مقدس میں یعنی الہامات میں لفظ نبی، رسول و مرسل بغیر کسی تشریح کے آئے ہیں ہم دونوں فریق تسلیم کرتے ہیں کہ الفاظ ظلی، بروزی، مجازی اور جزئی وغیرہ وغیرہ ایسی اصطلاحات ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے مقام کی تشریح میں استعمال فرمائیں۔

فریقین کا اختلاف

اختلاف صرف اُن کے معانی کرنے میں ہے۔ ایک فریق حضرت اقدس کی تحریروں سے ہی یہ استدلال کرتا ہے کہ حضور کی نبوت محض ایک امتیازی نام کی حیثیت رکھتی تھی وبس۔ دوسرا فریق انہی تحریروں سے یہ استدلال کرتا ہے کہ بحیثیتِ مقام وانعام حضرت اقدس سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وہی چیز (نبوت) ملی تھی جو حضور سے پہلے جملہ انبیاء کو ملی۔ صرف اس فرق کے ساتھ کہ پہلے وہی چیز انبیائے کرام کو براہِ راست اور بغیر شرطِ متابعت کسی پہلے نبی کے ملی تھی۔ اور اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وہی چیز حضرت محمد مصطفےٰ خاتم النبیین رحمۃ للعالمین کی غلامی میں حضور سرورِ کائنات کی متابعت سے ملی۔ فرق صرف ذریعۂ حصول کا ہے نہ کہ اصل چیز کا۔

اختلاف کا حل

ہم دونوں فریق تسلیم کرتے ہیں کہ حضور کے الہامات اپنے تمام الفاظ کے ساتھ بعینہٖ وہ ہیں جو حضور پُرنور پر نازل ہوئے اور اشاعت پذیر ہو گئے۔ لفظاً لفظاً وہ درست ہیں۔ پس اگر ہمارے مابین اختلاف کو میزانِ عدل پر تولنے کے لئے الہامات ہماری راہنمائی کریں تو یہ عقدۂ لاینحل حل ہو جاوے گا۔ اور جو فریق الہامات کی روشنی میں حق پر سمجھا جاوے وہی حق پر ہوگا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے:-

(۱) حضرت مسیح پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کثرت کے ساتھ الہام ہوا۔ "اِنّی معك و مع اھلك۔" اس کے علاوہ دوسرا الہام جو کثرت کے ساتھ ہوا وہ یہ ہے "اِنّك معی و مع اھلك۔" (تذکرہ صفحہ ۶۸۲) یعنی اللہ تبارک وتعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ میں تیرے ساتھ ہوں اور تیرے اہل کے ساتھ ہوں۔ اور تو بھی اور تیرا اہل بھی میرے ساتھ ہے۔

اب یہ کتنی صاف اور سیدھی بات ہے کہ خدا جن کے ساتھ ہوتا ہے وہ خدا تعالےٰ کے انبیاء اور مقرب بندے ہوتے ہیں۔ اور وہی بندے خدا کے ساتھ ہوتے ہیں جو راستباز اور حق پرست ہوں۔ کیا کسی صورت میں اس کا یہ نتیجہ بھی نکل سکتا ہے کہ خدا باطل پرستوں کے ساتھ ہوتا ہے اور

باطل پرست خدا کے ساتھ (نعوذ باللہ ان نکون من الجاھلین) اب معاملہ آسان ہوگیا اگر یہ حقیقی طور پر معلوم ہو جائے کہ اہل سے کیا مراد ہے تو اہلِ حق بھی روزِ روشن کی طرح نظر آ جائیں گے۔

اہل سے کون مراد ہے

اس غرض کے لئے ایک تیسرا الہام عرض ہے "انی معک و مع اھلک ھذہ" (تذکرہ ص۶۹۱۔ الہام ۱۹ جنوری ۱۹۰۸ء)

اب اس ھذہ کے لفظ نے اہل کی صفت بیان کر دی کہ اس سے وہ اہل مراد ہے جو آج ۱۹ جنوری ۱۹۰۸ء کو موجود ہے۔ غور فرمائیں کہ وہ اہل جو اُس وقت یعنی نزولِ الہام کے وقت موجود تھا وہ کیا ہے۔ کیا وہ جماعت جو اُس روز حضرت مسیح پاکؑ کو ماننے والی موجود تھی ہو سکتی ہے ہرگز نہیں کیونکہ وعدہ الٰہی تو خدا تعالیٰ کی معیت کا سارے اہل کے ساتھ ہونے کا تھا مگر جماعت کے تو دو فریق ہو گئے۔ اس بحث کی اس جگہ ضرورت نہیں کہ کونسا حق پر اور کونسا باطل پر قائم رہا۔ بہر حال جماعت تقسیم ہو گئی اور خدا اس سالم غیر منقسم جماعت کے ساتھ نہ رہا۔

پھر کیا اہل سے مراد وہ صدر انجمن ہو سکتی ہے جس کو خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین کہا جاتا ہو ہرگز نہیں۔ اس انجمن میں بھی اختلاف ہو گیا۔ اس کے کچھ ممبر ایک طرف ہو گئے اور کچھ دوسری طرف۔ جانے دو فی الحال اس بات کو کہ زیادہ ممبر کدھر رہے اور انجمنوں کے دستورِ اساسی کے مطابق کثرت رائے کدھر تھی۔ بہر حال انجمن تقسیم ہو گئی اور خدا کا وعدہ سالم غیر منقسم اہل کے ساتھ ہونے کا تھا۔

اہل کی صحیح تعیین

اب تیسری صورت یہی ہے کہ اہل سے مراد اہل بیت ہی ہو سکتے ہیں۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ جو اہل بیت تاریخ نزولِ الہام کے وقت موجود تھے وہ مندرجہ ذیل پاک تن تھے۔

(۱) حضرت ام المومنین صاحبہ ادام اللہ ظلہا

(۲) حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب (امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز)

(۳) حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب سلمہ ربہ

(۴) حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب سلمہ ربہ

(۵) سیدہ محترمہ حضرت صاحبزادی نواب مبارکہ بیگم صاحبہ سلمہا اللہ تعالیٰ

(۶) سیدہ محترمہ حضرت صاحبزادی امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ سلمہا اللہ تعالیٰ

کیا اس تمام خیلِ پاک میں کوئی اختلاف ہوا؟ ہرگز نہیں۔ وہ سب کے سب ایک ہی رائے پر ایک ہی طرف حنیفاً مسلماً ہو کر قائم رہے۔ اور آج تک اسی مسلک پر ہیں۔ پس ثابت ہو گیا کہ یہی وہ گروہ

پاک ہے جو اہلِ مسیح پاک ہے۔ اسی کے ساتھ خدا تعالے کا وعدۂ معیت تھا۔ اور یہی خدا تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ اور انشاء اللہ تا ابد رہے گا۔

اب کوئی ہزار جھوٹ اِن بزرگانِ پاک کی طرف منسوب کرے وہ چاند پر تھوکے گا کیونکہ خدا جھوٹوں اور باطل پرستوں کے ساتھ نہیں ہؤا کرتا۔ وہ تمام جماعت جو اِس خلیلِ پاک کے ساتھ ہے وہی مسیحِ پاک کے پیاروں پر مشتمل ہے جن کے متعلق خدا کا وعدہ تھا "مَیں تیرے ساتھ اور تیرے تمام پیاروں کے ساتھ ہوں۔" (تذکرہ صفحہ ۶۸۵)

دردمندانہ اپیل

آخر میں التماس ہے کہ اگر غیر مبایعین صاحبان میں سے کوئی صاحب کوئی اور توجیہہ اِن الہامات کی جس سے اہل کی تعیین ہو سکے پیش کریں تو ہم انشاء اللہ بشرح صدر سے اُس پر غور کریں گے۔ اور اگر وہ نہ کر سکیں اور انشاء اللہ العزیز ہرگز نہ کر سکیں گے تو اُن کے شرفاء سے دردمندانہ اپیل ہے کہ وہ راہِ صواب کی طرف دوڑیں اور حضرت المصلح الموعود کے جھنڈے تلے تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِئِيْنَ کہتے ہوئے جمع ہو جائیں اور وہ دیکھیں گے کہ حُسن و احسان میں نظیرِ مسیح اُن کو لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝ کہتا ہؤا خوش آمدید کہے گا۔ انشاء اللہ العزیز ؛

"اظہارِ عقیدت"

(مکرم غلام محمد صاحب صوفی از پشاور)

میں کالج میں تھا اور تازہ تازہ بیعت کی ہوئی تھی۔ ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی معیت میں کالج ہوسٹلوں کا معائنہ اس طرح پر کر رہے ہیں جیسے ہسپتالوں کا بڑا افسر مقامی ڈاکٹر کی معیت میں کیا کرتا ہے۔ جب حضور میری چارپائی کے قریب تشریف لائے تو حضور علیہ السلام نے حضرت المصلح الموعود کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا "محمود! یہ بھی بیمار ہے" گویا سیدنا محمود کو میرا معالج مقرر فرمایا۔ مندرجہ ذیل نظم میں ان خیالات کا اظہار ہے:۔

بیمار مسیحا کے دروازے پر آیا ہے
رنجور مداوا کے دروازے پر آیا ہے

مارا ہوا فرقت کا پیاسا کئی مدت کا
اس فیض کے دریا کے دروازے پر آیا ہے

ارمانوں کے ماوا کے حرمان و تمنا کے
امیدوں کے ملجا کے دروازے پر آیا ہے

مہجور شکیبائی الفت کا تمنائی
اس جان و تمنا کے دروازے پر آیا ہے

یہ تیرا گدا ہو کر مایوس ہر اک در سے
جھولی لئے داتا کے دروازے پر آیا ہے

منہ موڑ کے دنیا سے دل جوڑ کے عقبیٰ سے
اس رہبر و مولیٰ کے دروازے پر آیا ہے

ملتا ہے خدا جس کے فیضانِ وساطت سے
خادم اسی آقا کے دروازے پر آیا ہے

اِس مصلح اعظم کے اس نورِ مجسم کے
اس ہادیٔ دنیا کے دروازے پر آیا ہے

صوفی جگر خستہ محمود کا اک خادم
اپنے شہِ والا کے دروازے پر آیا ہے

اقتداء غیر احمدیاں

غیر احمدیوں کی اقتداء میں نماز پڑھنے کے بارہ میں

بزرگانِ سلسلہ کے ارشادات

(مکرم مولوی شریف احمد صاحب امینی مولوی فاضل)

(۱) حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رضؓ نے اپنے ایک مضمون میں جو کہ غیر احمدیوں کی اقتداء فی الصلوٰۃ کے بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے استفسار کے بعد حضور علیہ السلام کی زندگی میں شائع ہوا فرماتے ہیں:-

"اگرچہ بارہا یہ بات صاف کی گئی ہے کہ کسی شخص کے پیچھے ہماری جماعت کو نماز میں اقتداء نہیں چاہیئے۔ جب تک یہ ثابت نہ ہو جائے کہ اُس نے بیعت کی ہے۔ مگر افسوس کی بات ہے کہ بعض ناتمام اور خام طبیعیں اِس تلاش میں رہتی ہیں کہ اُن کیلئے کوئی سوراخ نکل آئے۔ جس پر وہ اِس مرد آزما میدان سے بھاگ کر پناہ لیں.....

.... ہمارے زمانہ میں اگرچہ بعض پیشگوئیوں نے بدفطرت جلد بازوں اور منافقوں کے رد کرنے اور روکنے کے لئے دُور باش کا کام دیا ہے۔ مگر جیسا اِس امتحان اور ابتلاء نے مفید کام کیا ہے اِس سے بہتر نہیں ہو سکتا۔ اُسی وقت سے جب سے یہ حکم ہوا اور خدا تعالیٰ کی وحی سے ہوا کہ کوئی احمدی غیر مبایع کے پیچھے نماز نہ پڑھے۔ اکثر طبیعتوں کو اسی طرح شاق معلوم ہوا جس طرح شدتِ حر میں مدینہ کے ٹھنڈے سایہ اور ٹھنڈے پانی کو چھوڑ کر مرد آزما سفر کرنا اُن پہلے بعضے کو ناگوار گذرا۔ رفتہ رفتہ سعید فطرتوں نے اِس تلخ پیالہ یا موت کے پیالہ کو خوشی سے پی لیا اور ایک وقت کے بعد وہ بول اُٹھے۔ کہ

سبحان اللہ یہ تو بڑا ہی شیریں اور خوشگوار شربت تھا۔ ہمارے مونہوں کی خرابی کی وجہ سے ہمیں پہلے پہل تلخ معلوم ہوا۔ لیکن باوجود اس کے بعض طبیعتیں اس کی ضرورت محسوس کرتی رہیں۔ اتنی بات سے قطعاً کٹ جانے کی لعنت سے تو وہ محفوظ رہے۔ مگر جب اُٹھنے کی کوشش کرتے اُن کے پاؤں اُس کے بوجھ سے لڑکھڑاتے۔ وہ ہمیشہ اس تاک میں رہتے کہ یہ حکم کسی طرح کوئی ایسا رنگ پکڑلے جس سے اُن کی خواہش پوری ہو جائے۔ وہ احمدی بھی رہیں اور اپنی رسم و عادت یعنی قوم کو بھی نہ چھوڑیں۔ یہی وجہ ہے کہ باوجود اِس کے کہ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ السلام نے صاف ناطق الفاظ میں یہ حکم دیا۔ مگر خبیث استنباط اور موذی استدلال کسی نہ کسی سوراخ سے سر نکالتا ہی رہا۔ چنانچہ البدر نمبر ۴۱۔ ۴۲ وغیرہ میں اگرچہ کمزور استدلال کے رنگ میں ہمارے دوست نے غیر مبائع کے پیچھے نماز کے جواز کا مسئلہ نکالا۔ اور اگرچہ وہ منصوص اور ناطق حکم کے رنگ میں بھی نہیں تھا، پھر بھی میرے پاس خطوط اِس مضمون کے آنے شروع ہو گئے۔ کہ کیا یہ درست ہے کہ غیر احمدی کے پیچھے نماز درست ہے۔ مَیں نے جب دیکھا کہ ایسا نہ ہو کہ سیلاب ٹیلوں سے گزر جائے، عصر کی نماز کے وقت حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عرض کیا کہ اخبار البدر میں ایسا لکھا گیا ہے۔ آپؑ نے بڑے جوش سے فرمایا۔ کہ "میرا وہی مذہب ہے جو مَیں ہمیشہ سے ظاہر کرتا ہوں۔ کہ کسی غیر مبائع شخص کے پیچھے خواہ وہ کیسا ہی ہو اور لوگ اُس کی کیسی ہی تعریف کریں نماز نہ پڑھو۔ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور اللہ تعالیٰ ایسا ہی چاہتا ہے۔ اگر کوئی شخص متردد یا مذبذب ہے تو وہ بھی مکذب ہے۔ خدا تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ اس طرح احمدی میں اور اُس کے غیر میں تمحیص اور تمیز کر دے۔"

مَیں نے یہ آواز سُنکر باواز بلند حاضرین سے کہا۔ سُن لو۔ اب یہ بات بڑی صفائی سے پھر طے ہو گئی۔ پھر پوچھ لو۔ پھر پوچھ لو۔ حضرت اقدسؑ تشریف رکھتے ہیں۔ آئندہ کسی کو خلاف کرنے یا کہنے کی کوئی وسعت نہ رہے گی۔ غرض حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بڑی صفائی سے آخر تک اِس نزاع کا فیصلہ کر دیا۔ وللہ الحمد۔"

(اخبار الحکم ۳۰ نومبر و ۱۰ دسمبر ۱۹۰۱ء)

(۲) حکیم فضل الدین صاحب بھیروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دوسرے جلیل القدر صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں اس استفسار کے جواب میں کہ غیر احمدی کے پیچھے نماز نہ پڑھنے کی کیا وجہ ہے۔ یوں فرماتے ہیں:-

"دوسرے مسلمان مخالف ہوں یا غیر مخالف ان کے ساتھ مل کر نماز پڑھنا اس طرح جائز ہے کہ ایک جگہ میں اپنی نماز ہر یک پڑھ لے۔ ہمارے فرقہ کا آدمی امام ہو اور دوسرے پیچھے پڑھ لیں۔ اور اگر سوائے اپنے فرقہ کے کوئی اور امام ہو تو ہمارے فرقہ والے کی نماز اس کے پیچھے جائز نہیں۔ اس لئے کہ مرزا صاحب کے نہ ماننے والے ہمارے نزدیک بلکہ کل اہلِ اسلام کے نزدیک کافر ہیں اور کافر کے پیچھے نماز جائز نہیں۔

اوّل تو وہ حضرت کو نعوذ باللہ کافر سمجھتے ہیں۔ مومن کو کافر کہنے والا خود کافر ہے۔

دوم: حضرت مرزا صاحب نبی اللہ ہیں اور نبی اللہ کا منکر کافر ہے۔ بالاتفاق۔

سوم:- ہمارے مخالفین اس بات کو مانتے ہیں کہ حضرت عیسےٰ آئیں گے اور ان کا منکر کافر ہے۔ اور حضرت مرزا صاحب کا مدلّل اور سچا دعوےٰ ہے کہ میں وہی نبی اللہ اور عیسےٰ ہوں جس کے آنے کی نسبت اللہ تعالےٰ نے اور رسول اللہ صلعم نے پیشگوئی کی تھی۔ پس ان کا منکر بھی بالاتفاق کافر ہے۔ لہٰذا ہماری نماز ان کے پیچھے جائز نہیں۔

چہارم:- ہمارے مخالف تمام مانتے ہیں۔ بلکہ ہمارے انکار سے بہت ناراض بھی ہیں کہ جب مہدی ہاں ان کا خونی مہدی آوے گا۔ جو انکار کرے گا اس کو بلا فہم تفہیم قتل کرتا جاوے گا۔ گیا ان کے منکر کافر ہوں گے۔ اس لئے قتل کرے گا یا وہ ظالم ہو گا کہ بے گناہ قتل کرتا جاوے گا۔ پس مرزا صاحب وہی مہدی منتظر ہیں۔ صرف اتنا فرق ہے کہ یہ صلح کے لئے آئے ہیں نہ کہ ڈاکو بن کر۔ پس ان کا منکر بھی کافر ہے۔"

(الحکم ۲۴ مئی ۱۹۰۶ء صفحہ ۱)

(۳) حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک ذی شان صحابی اور آپ کے پہلے خلیفہ حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب رضی اللہ تعالےٰ عنہ جن کی خلافت کے اکابر غیر مبایعین بھی معتقد تھے اور ہیں غیر احمدی کی اقتداء میں نماز پڑھنے کے بارہ میں ارشاد فرماتے ہیں:۔

(۱) "ہمارے امام ہمام جری اللہ فی حلل الانبیاء نے اعلام الٰہی سے یہ حکم دیا ہے جو اربعین ۳ ص۲۸ پر درج ہے اور جس پر پورے استقلال سے قائم رہنا ہر احمدی کو ضروری ہے۔ یہ مسئلہ نہ تو مشروط بشرط ہے کہ اس کی تعمیل کسی خاص مدّت تک محدود ہے نہ حضرت امامؑ کا اجتہادی مسئلہ ہے بلکہ وحی الٰہی سے ہے اور نہ اس کے متعلق مکروہ کا استعمال فرمایا ہے۔ نہ صرف مکذب و مکفر کے پیچھے بلکہ متردّد کے پیچھے بھی منع ہے۔ صرف ایک صورت میں نماز جائز قرار دی ہے۔ وہ یہ کہ بذریعہ اعلان مکفرین و مکذبین سے علیحدگی اختیار کی جائے۔ کیونکہ انہوں نے ایک برگزیدۂ خدا کی تکفیر کی جیسا کہ حضور علیہ السلام کا ایک شعر ہے ؎

مجھ کو کافر کہتے ہیں مَیں بھی انہیں مومن کہوں ✤ گر نہ ہو پرہیز کرنا جھوٹ سے دیں کا شعار"

(بدر ۳، ۱۰ نومبر ۱۹۱۰ء)

(۲) "فرمایا۔ ان کو کہدو کہ قد بدت البغضاء من افواھکم وما تخفی صدورکم اکبر۔ جب تم ہمارے امام کو مفتری بناتے ہو۔ اور مفتری ڈاکو، کنجر، دہریہ سے بدتر ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ومن اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذبا۔ تو پھر ہم تمہارے پیچھے کس طرح نماز پڑھ سکتے ہیں۔ فرمایا۔ اتنی ترقی جو جماعت کو اب تک ہوئی ہے وہ منافقت کے میل ملاپ سے ہوئی ہے؟ ہرگز نہیں۔ ایسے میل ملاپ سے کوئی فائدہ نہیں جس میں منافقت پائی جائے۔"

(بدر ۵، جون ۱۹۱۱ء ص۱۲)

(۳) ایک شخص نے دریافت کیا کہ ایک غیر احمدی نیک طینت پنجوقتہ نمازگذار حضرت مرزا صاحبؑ کا مدح خواں اُن کے دعویٰ پر غور کر رہا ہے کیا ایسے شخص کے پیچھے نماز احمدی پڑھ لے؟

فرمایا "یہ سب ترکیبیں ہیں جو لوگ بناتے ہیں مَیں ایسی ترکیب کو پسند نہیں کرتا۔" (بدر ۱۱ اپریل ۱۹۱۲ء ص۲)

جو بزرگان سلسلہ اور صحابہ مسیح موعود علیہ السلام کے بیانات محتاج تصریح نہیں۔ ہمارے غیر مبایعین بھائی اس بارہ میں ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں اور آئندہ کے لئے عزم کر لیں کہ کسی غیر احمدی کی اقتداء میں نماز نہ پڑھیں گے!

بہائیت

اہلِ بہاء سے چند سوالات

گذشتہ سے پیوستہ اشاعت میں ہم نے بابیت کے متعلق چند سوالات اہلِ بہاء کے سامنے پیش کئے تھے۔ مگر افسوس! کہ تاحال کسی بہائی معتقد کی طرف سے مذکورہ امور میں سے کسی ایک کے متعلق بھی کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔ حقیقت یہی ہے کہ صداقت سے جو قلب میں جرأت اور اطمینان و وثوق ہوتا ہے وہ کسی اور طریق سے حاصل نہیں ہوا کرتا۔ اسی سلسلہ میں ہم آج کی اشاعت میں بہائیت کے متعلق چند سوالات اہلِ بہاء کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں:۔

۱۔ بہاء اللہ کی کل کس قدر تصنیفات ہیں؟

۲۔ بہاء اللہ کی ساری تصنیفات اِس وقت تک شائع ہو چکی ہیں؟

۳۔ بہاء اللہ کی جس قدر تصانیف شائع کی جا چکی ہیں اُن کی پہلی مرتبہ اشاعت کب کی گئی؟

۴۔ بہاء اللہ کے زمانۂ حیات میں اُس کی ساری تصانیف کیوں شائع نہیں کی گئیں؟

۵۔ بہاء اللہ کو قرآن مجید ایسی مکمل شریعت کی تنسیخ کی کیا ضرورت پیش آئی؟

۶۔ قرآن شریف کے منسوخ قرار دینے پر بہاء اللہ نے مغربیت کی تقلید کیوں کی؟

۷۔ باب و بہاء اللہ میں تعلیم کے لحاظ سے اختلافات کیوں ہیں؟

۸۔ بہاء اللہ نے عبد البہاء کو اپنی تصانیف کا مفسر قرار دیا ہے لیکن اکثر مواقع پر ابن بہاء اللہ بہاء اللہ سے اختلاف کرتا ہے کیوں؟

۹۔ باب کا دعویٰ کیا تھا۔ اس کی معین شکل کیا ہے؟

۱۰۔ بہاء اللہ کا الہام کے متعلق اصل عقیدہ کیا تھا۔ کیا وہ الہام کا قائل تھا؟ قائل تھا تو کس شکل میں؟

۱۱۔ بہاء اللہ کی وصیت کیا تھی؟

۱۲۔ عبد البہاء نے بہاء اللہ کی وصیت کی کیوں تعمیل نہ کی؟

۱۳۔ بہاء اللہ کی معین تعلیم کیا تھی؟

۱۴۔ مشرق و مغرب میں بہائی تعلیم کو مختلف طریقوں پر کیوں پیش کیا جاتا ہے؟

۱۵۔ بہائی معتقدین کی صحیح صحیح تعداد اِس وقت کیا ہے؟

۱۶۔ بیت العدل اِس وقت تک کیوں قائم نہیں ہو سکا؟

۱۷۔ مشرق الاذکار کہاں کہاں تعمیر ہو چکا ہے؟

بطلان

بابی مجہولات

دُنیا کی ساری عقلیں اور مصلحتیں سرِ تسلیم خم کرتی ہیں خدائے حکیم کے اُس نبیِ عظیم صلے اللہ علیہ وسلم کی معقول ترین تعلیم اور شریعت کے سامنے۔ مغرب کا متعصب ترین انسان بھی اسلامی احکامات کی مصلحت پسندی کی داد دیئے بغیر نہیں رہتا۔ لیکن کس قدر افسوس ہے باب و بہاء اللہ ایسے لوگوں پر جنہوں نے مجہولات کے چند پلندوں کے برتے پر قرآن کریم ایسی عظیم الشان اور اکمل شریعت کے منسوخ کرنے کی ناکام جسارت کی۔ ہاں وہ پہلا مدعی ہے جس نے اسلامی شریعت کے منسوخ کرنے کا دعوےٰ کیا۔ اور لعنت کا یہ باب اپنے پر کھولا۔ اسلام کا روشن سورج جس آب و تاب کے ساتھ اُفقِ شریعت پر طلوع ہوا وہ آج بھی ویسا ہی روشن ہے۔ ناکام مخالف نے اس کے روشن چہرہ کو گدلانے کی ناتمام کوشش کرنی چاہی لیکن وہ اس میں نامراد رہا۔ احمدیت کے نئے روپ میں اسلام پوری چمک کے ساتھ پھر دُنیا کو منور کر رہا ہے۔ اور مخالف کوششیں ایک ایک کر کے بخارات کی حقیر بدلیوں کی طرح اِس مہرِ عالم تاب کے سامنے سے چھٹ رہی ہیں۔

قرآنی تعلیم خدائی راہنمائی کے ماتحت انسانی فطرت کے تقاضوں کے ملحوظ نظر ایسی معقول شریعت پیش کرتی ہے کہ بابی مجہولات اس کے نسخ کی بھلا کس طرح دعویدار ہو سکتی ہیں۔ ان گذارشات میں مجھے اسلامی شریعت کا روشن چہرہ اسی زاویہ سے دکھانا ہے ؎

گر نبودے در مقابل روئے مکروہ و سیہ
کس چہ دانستے جمالِ شاہدِ گلفام را

چنانچہ اس غرض کے لئے بابی مجہولات میں سے چند کا ذکر کر دینا کافی ہوگا۔

عمروں میں زیادتی

"دوست می دارد خداوند کہ در ہر حال اہلِ بیان را بر فوق سریر یا عرش یا کرسی نشینند کہ آں وقت از عمرِ او محسوب نمی گردد۔"

(البیان۔ باب ۱۱ واحد ۶)

کس قدر مضحکہ خیز بات بیان کی گئی ہے کہ بابیوں کو چاہیئے کہ وہ چارپائی یا تخت یا کرسی پر بیٹھا کریں کیونکہ خدا تعالےٰ اس امر کو بہت پسند کرتا ہے اور اس طرح جتنا وقت کوئی بابی چارپائی یا تخت یا کرسی

پر بیٹھے گا اُس کی عمر میں سے محسوب نہ ہو گا۔ کیا ہی آسان طریق عمر بڑھانے کا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ باب کے نزدیک طبّی نقطۂ نگاہ سے اِس میں کوئی حکمت ہو جس کا فہم اُس کے پاس ہی محفوظ رہا لیکن افسوس! کہ وہ خود اِس سے فائدہ نہ اُٹھا سکا اور ۳۲ سال کی نہایت ہی قلیل عمر میں راہیٔ ملکِ عدم ہؤا۔ نہ معلوم بابی معتقدین باب کے اِس حکم کے بے حکمت ہونے یا باب کے اپنے وجود میں اِس حکم کی عدم صداقت، کس امر پر اعتماد کرتے ہوئے قرآن ایسی پُر حکمت تعلیم کے نسخ کے قائل ہیں اور باب کی اِس مجہول تعلیم کے معتقد۔

عمارات کی تعمیر

"اگر کسے بنائے عمارتے گذارد واں را بکمال آنچہ دراں ممکن است نرساند ہیچ آنے براں شخص نمی گذرد مگر آنکہ ملائکہ طلب نقمت می کنند از خداوند براو بلکہ ذرّاتِ آں بنا ہم طلب می کنند" (باب ۳ واحد ۶)

ایک بابی ایک عمارت بنانی شروع کرتا ہے لیکن کسی وجہ سے وہ اسے جاری نہیں رکھ سکتا۔ مال کی کمی یا اسقدر عمارت کے تعمیر کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ لیکن جناب باب کی تعلیم کے ماتحت اس بابی کے لئے کوئی وجۂ رعایت نہیں کہ وہ مکان کی تعمیر حسبِ حالات کرا سکے۔ باب نے مذکورہ بالا حکم میں اِس بات پر پُورا زور دیا ہے اور اسکی شدت یہانتک بیان کی ہے کہ اگر کوئی بابی مکان کی تعمیر شروع کرے تو اس کیلئے ضروری ہے کہ اس عمارت کو کمال تک پہنچائے۔ اور اگر وہ ایسا نہیں کریگا تو کوئی گھڑی نہیں گذریگی کہ فرشتے اور اس عمارت کا ایک ایک ذرہ خدا تعالےٰ سے اُس کے لئے عذاب کی دُعا مانگیں گے

قارئین احباب باب کے اِس حکم کی حکمت و مصلحت پر غور فرمائیں۔ ایک عام انسانی عقل اس کی معقولیت کے باور کرنے کے لئے تیار نہیں۔ چہ جائیکہ ایسا شخص جو قرآن ایسی اتم شریعت کے منسوخ کرنے کا دعویدار ہو۔

ادویات اور معالجات سے مناہی

علی محمد باب نے اپنی کتاب البیان میں ایک باب ادویات اور معالجات کی مطلق حُرمت کے بارہ میں تحریر کیا ہے۔ اِس باب کا عنوان انہی امور پر مشتمل ہے۔

"الباب الثامن من الواحد التاسع فی حُرمة الترياق والمسكرات والدّواء مطلقًا"

خدا تعالےٰ نے جس قدر اسبابِ زندگی ہمارے لئے اِس کائناتِ عالم میں پیدا کئے ہیں وہ ہمارے استعمال کے لئے ہیں جس قدر انبیاء بھی اِس وقت تک مبعوث ہوئے ہیں ہمیشہ انہوں نے اسباب سے فائدہ اُٹھانے کی تعلیم دی ہے۔ اور جن اشیاء سے کبھی کسی نبی نے منع فرمایا ہے وہ اشیاء بھی بطور علاج اور

دوا کے استعمال ہو سکتی ہے۔ جنابِ باب نے انسانی زندگی کے انقطاع کو بیماریوں کی دست بُرد سے محفوظ کرنے کے لئے اگر ادویات وغیرہ کے استعمال سے روکا ہے اور اس میں کوئی مصلحت ہے تو پھر انسان جو اپنی زندگی کے لئے تازہ ہوا کھاتا ہے اور دیگر اغذیات سے فائدہ اُٹھاتا ہے تمام بابیوں کو ان نعمتوں کے استعمال سے بھی روکا جانا چاہئے۔

چند ایک مجہولات مثال کے طور پر عرض کر دی گئی ہیں۔ عقل اور جہل میں تمیز کرنیوالا اہر ہوشمند مگر غیر متعصب بڑی آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ باب کی یہ تعلیم عقل کے معیار پر کس حد تک قابلِ قبول ہو سکتی ہے اور جو شخص مجہولات کے اس مرقع کا معتقد ہے اُسے انسانیت میں کیا جگہ حاصل ہو سکتی ہے ؛

اختلافات

باب ـــــــ بہاء ـــــــ اور عبد البہاء
کے درمیان

بہائیت کی تعمیر بابیت کی بُنیادوں پر کی گئی۔ اور عبد البہاء اس تعمیر کا پہلا محافظ تھا۔ بابیت نے قرآن ایسی پاکیزہ اور مکمل تعلیم کو منسوخ کیا اور ایک نئی تعلیم کی بُنیاد ڈالی۔ باب کے وعدہ کے مطابق بہاء اللہ نے اس تعلیم کو مکمل کیا۔ اور عبد البہاء بہاء اللہ کی اس مکمل شریعت کا بہاء اللہ کے وعدہ کے مطابق مستند مفسر ہوا۔ لیکن کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ بہاء اللہ نے باب سے کئی مواقع پر اختلاف کیا اور عبد البہاء نے بہاء اللہ کی کئی مقامات پر مخالفت کی۔

باب و بہاء باب نے جو تعلیم دی اس میں نکاح کے بارہ میں یہ کہا کہ نکاح کے لئے صرف مرد و عورت کی رضامندی ہی کافی ہے۔ ان کے علاوہ کسی تیسرے شخص کا کوئی دخل نہ ہوگا لیکن بہاء اللہ نے ان احکامات میں اپنے معتقد اعلیٰ محمد باب سے اختلاف کیا۔ بہاء اللہ اس بارہ میں لکھتا ہے:۔

"انہ قد حدّد فی البیان برضاء الطرفین اِنّا لمّا اردنا المحبۃ والوداد و اتحاد العباد لذا علّقناہُ باذن الابوین بعد ھما لئلّا تقع بینھم الضغینۃ والبغضاءُ" (اقدس)

بہاء اللہ نے اس جگہ وضاحت سے اپنے اس اختلاف کو بیان کر دیا ہے کہ علی محمد باب نے نکاح کے بارہ میں صرف فریقین کی رضامندی کافی قرار دی ہے لیکن ہم چونکہ لوگوں کے درمیان محبت اور اتحاد پیدا کرنا چاہتے ہیں اسلئے نکاح کے مواقع پر والدین کی اجازت اور رضامندی بھی ضروری قرار دی ہے

تاکہ فریقین کے درمیان کبھی دشمنی اور عداوت پیدا نہ ہو۔

بہاءاللہ نے نہ صرف باب سے اختلاف ہی کیا ہے بلکہ اختلاف کی وجہ بھی بیان کردی ہے کہ اسکے مقتداء اور راہنما کی تعلیم کے نتیجہ میں عداوت اور دشمنی کے پیدا ہونے کے واضح امکانات تھے اور اس لحاظ سے باب کی تعلیم نہایت درجہ ناقص تھی۔ اس لیئے اِس نقص کے غلط نتائج سے محفوظ ہونے کیلئے بہاءاللہ نے مرد وعورت کے والدین کی رضامندی ضروری قرار دی۔

باب نے چونکہ قرآن شریف کی تعلیم کے نسخ کا دعویٰ کیا تھا اس لیئے اسلامی شریعت کے اس عقدہ کہ مرد وعورت کی رضامندی کے علاوہ عورت کے سرپرستوں کی رضامندی ضروری ہے، میں ترمیم پر وہ مجبور تھا۔ لیکن بہاءاللہ نے جو اس غیر معقول اور غیر محفوظ ترمیم کو جانتا تھا کہ باب نے ایسا کرنے میں غلطی کی ہے باب سے اختلاف کیا اور باب کے مقابلہ پر دوسری انتہاء کی طرف چل پڑا۔ کہ مرد وعورت کی رضامندی کے علاوہ دونوں کے والدین کی رضامندی ضروری ہے۔ تاکہ قرآن شریف سے بھی اختلاف قائم رہے اور باب کی غلط ترمیم کے نقائص سے بھی قدرے حفاظت ہوجائے۔ افسوس! کہ ان دونوں نے اسلامی شریعت کی پُرحکمت درمیانی راہ پر چلنا گوارا نہ کیا۔ اسلام نے عورت کی رضامندی کے علاوہ اُس کے سرپرستوں کی رضامندی ضروری قرار دی۔ نہایت ہی لطیف مصلحتوں کے پیش نظر ہے۔ اِن مصلحتوں کے بیان کا یہ موقع نہیں۔ بہرحال بہاءاللہ نے اپنے پیرومرشد علی محمد باب سے مثال کے طور پر اِس موقع پر اور اس کے علاوہ دیگر متعدد مقامات پر اختلاف کیا۔ اور اِس امر پر مُہر لگادی کہ وہ تعلیم جو اسلامی شریعت ایسی مستقل اور کمل شریعت کے ناسخ ہونے کی دعویدار تھی وہ چند سالوں میں منسوخ ہوگئی۔

بہاءاللہ وعبدالبہاء

بہاءاللہ نے عبدالبہاء کے متعلق اپنی وصیت کے موقع پر لکھا تھا کہ عبدالبہاء اس کی تعلیم اور احکامات کا حقیقی مفسر ہے لیکن بہاءاللہ نے باب سے اختلاف تو کسی دعوے کی بناء پر کیا تھا مگر عبدالبہاء نے بغیر کسی دعوے کے باپ کی تعلیم سے اختلاف کیا۔ اِس جسارت کی وجہ آخر کیا تھی؟ یہی کہ بہائی تعلیم کسی حکیم خدا کی نازل کی ہوئی نہ تھی۔ ہر کہ آمد عمارت نو ساخت اِن سب کا عنوانِ عمل تھا۔ جس طرح بہاءاللہ نے باب کی جانشینی کا حق اختلافات کے ساتھ ادا کیا بعینہٖ عبدالبہاء نے بہاءاللہ کی جانشینی کا حق ادا کیا۔ مثال کے طور پر ایک اختلاف کا ذکر کردینا یہاں کافی ہوگا۔ بہاءاللہ نے گوشت کے متعلق یہ حکم دیا:-

"ولا تجتنبوا اللحوم (مبین صـ۷۳)

اس کے علاوہ بہاءاللہ نے اقدس میں شکار کھیلنے کی بھی اجازت دی لیکن عبدالبہاء نے ان الفاظ میں بہاءاللہ

اختلاف کیا کہ :-

"گوشت غذائے آنہا است ولکن خوراکِ انسان گوشت نیست - چہ کہ در ایجاد آلاتِ گوشت خوری باو دادہ نشدہ" (بدایع الآثار جلد ۱ صفحہ ۲۷۳)

گوشت درندوں کی غذا ہے نہ کہ انسان کی - اسی لئے انسان کو گوشت کھانے کے آلات نہیں دیئے گئے بہاء اللہ نے تو یہ حکم دیا کہ گوشت ضرور استعمال کیا جائے اور اس سے اجتناب نہ کیا جائے لیکن عبدالبہاء نے یہ بیان کیا کہ گوشت انسان کی خوراک نہیں ہے بلکہ حیوانوں کیلئے ہے۔

اِن تعلیمات کا سرچشمہ حقیقت یہ ہے کہ باب ، بہاء اور عبدالبہاء کی تعلیمیں کسی خدائی سرچشمہ سے نہ نکلی تھیں ۔ وگرنہ اگر خدا تعالیٰ علیم وخبیر ہی ان کا نازل کرنے والا ہوتا تو اُس نے جب باب پر بعض احکامات نازل کئے تو کیا اس لئے کہ چند سالوں کے بعد بہاء اللہ پر اُس کے برخلاف احکامات نازل کرنے والا تھا - اور پھر عبدالبہاء کو ان احکامات کے سمجھنے کے لئے تھوڑے ہی عرصہ بعد ایک اور معرفت دینی تھی - کہ جس کے ذریعہ وہ بہاء اللہ سے اختلاف پر مجبور ہوا - درحقیقت ہر ایک نے اپنی عقل کے مطابق احکامات کی اختراع کی ہے لیکن انسانی عقل اور علم چونکہ محیطِ کل نہیں ہوسکتا اس لئے انسانی اختراع کا نقائص سے پاک ہونا ناممکن ہے - چنانچہ ہر بعد میں آنیوالا اپنے پہلے سے اختلاف پر مجبور تھا۔

مشرق الاذکار

فرقان کی گذشتہ اشاعت میں بیت العدل کے عنوان کے ماتحت بہائی تصورات کی ایک عمارت کا ذکر کیا گیا تھا - اِس عمارت کے بارہ میں بہاء اللہ نے جو تفاصیل اپنی مختلف کتب میں بیان کی تھیں اُن کے ضروری حصے عرض کئے گئے تھے - اور افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑا تھا کہ بہاء اللہ کا یہ خیالی قلعہ ہنوز تعمیر نہیں ہو سکا - بیت العدل سے متعلق بہاء اللہ کی تمام خواہشات تاحال تشنۂ تکمیل ہی چلی آرہی ہیں - بہائیت جس نے اپنا ابتداء اور اپنا انجام بہاء اللہ کے زمانہ میں ہی دیکھ لیا تھا اب کیونکر ممکن ہوسکتا ہے کہ بہاء اللہ کے بعد بیت العدل کی تعمیر کے سامان پیدا ہوں۔

آج کی اشاعت میں بیت العدل کے علاوہ ایک اور بہائی تعمیر کا ذکر کرنا ہے لیکن اہلِ بہاء

کے لئے ہمدردی اور افسوس کے جذبات کے ساتھ مجھے یہاں مشرق الاذکار کے بارہ میں بہاءاللہ کی خواہشات سے قارئین احباب کو تعارف کرانا ہے۔ وائے حسرت! کہ بہاءاللہ کی یہ خواہش بھی پوری نہ ہوسکی۔

مساجد کی بجائے

مغربیت کے آگے نیازمندی کا دائمی فخر بہائیت کو حاصل ہے۔ اور باقی مذاہب کی نسبت یہ وجۂ امتیاز اور خصوصیت صرف بہائیت کا ہی حصہ ہے۔ اِس نیازمندی کی خاطر اس نے اسلام ایسے اکمل مذہب سے انحراف پسند کیا۔ قرآن مجید ایسی پاکیزہ اور مکمل کتاب کے نسخے کو اس نے ترجیح دی۔ اُسے مغربیت کی پاسداری ملحوظ تھی۔ وہ مغربیت سے ہم آہنگ ہونا چاہتی تھی اسی لئے اسلامی تعلیم منسوخ کر دی گئی۔ اسلامی عبادات میں بالکل تغیر کر دیا گیا۔ طریقِ عبادت بالکل مختلف قرار دیا گیا۔ جناب بہاءاللہ نے اہلِ مغرب کی خاطر داری کی غرض سے کوئی ایک پتھر بھی بغیر اُٹھائے نہ چھوڑا۔ یہاں تک کہ اسلامی عبادت گاہوں کا نقشہ بھی بالکل بدل دیا۔ اب وہ پہلے جیسی اسلامی باجماعت عبادات کا طریق تو باقی رہا ہی نہ تھا، اس لئے مساجد کی ضرورت عملاً کوئی نہ تھی۔ لیکن گرجاؤں اور کلب ہاؤسز کی طرح کوئی شغل گاہ تعمیر کرنے کا اس نے ضرور حکم دیا۔ جس میں عبادات کی بجائے گانا بجانا ہو۔ مشرق الاذکار ہی وہ عمارت تھی کہ جس کی تعمیر کا بہاءاللہ نے حکم دیا۔ اسے عبادت گاہ کہنے کی بجائے اگر کلب ہال کہا جائے تو زیادہ صحیح ہوگا اور بہاءاللہ کی روح کے لئے خوشی کا باعث۔

مشرق الاذکار کی تعمیر

مشرق الاذکار کی تعمیر کے متعلق تفصیلی امور بہاءاللہ کی تحریرات میں تو بیان نہیں کئے گئے بہاءاللہ کے جانشین عبدالبہاء نے اس کی تفصیل مختلف مواقع پر بیان کی ہے۔

"بنیانِ مشرق الاذکار باید در نہایت علو و سمو و انتظام باشد۔"

(مکاتیب عبدالبہاء جلد ۱ صفحہ ۴۶۰)

مشرق الاذکار کی عمارت بہت عظیم الشان اور بلند ہونی چاہئے۔ جس کا باقاعدہ انتظام ہو عبدالبہاء اس کی مزید تفصیل اِس طرح بیان کرتا ہے:-

"مشرق الاذکار کی عمارت گول شکل میں بنائی جائے۔ ۹ دروازے اُس کے چاروں طرف کھلیں۔ ۹ باغیچے اُس کے ساتھ ہوں، اور ان باغیچوں میں ۹ حوض ہوں۔"

ہر قطعہ میں ایک ایک محل ہو۔ اور ان محلات میں سے ایک میں کالج۔ دوسرے میں ہسپتال۔ تیسرے میں یتیم خانہ وغیرہ مختلف ادارے ہوں۔ مشرق الاذکار کے مختلف حصوں میں اونچی اونچی نشستیں بنائی جائیں۔ جہاں گانے بجانے کا سامان آراستہ کیا جائے۔ ان نشستوں میں ایک نشست خاص طور پر اس لئے تعمیر کی جائے جہاں بہاء اللہ کی عبادت اور اس سے مناجات کی جائے۔"

(بدائع الآثار جلد اول ۳۵۲)

مشرق الاذکار کے اغراض

بہاء اللہ نے اس کی کسی قدر تفصیل اقدس میں بیان کی ہے۔ اولاً یہ:۔

"انہ بیتٌ بُنِیَ لذکری فی المُدن والقریٰ"

مشرق الاذکار وہ گھر ہے جو میری عبادت کے لئے شہروں اور دیہات میں بنایا جائے۔

"عَلِّمُوا ذریاتکم نُزِّل من سماء العظمة والاقتدار لیقرؤا الالواح الرحمٰن باحسن الالحان فی الغُرف المبنیة فی مشارق الاذکار" (اقدس)

بہاء اللہ نے اپنے متبعین کو تلقین کی کہ جو کچھ عظمت اور اقتدار کے آسمان سے نازل ہوا ہے وہ اپنی اولادوں کو اس کی تعلیم دیں۔ تاکہ وہ مشرق الاذکار کے اونچے مخصوص مقام میں ان آیات کو خوش الحانی کے ساتھ پڑھ سکیں۔ بہاء اللہ نے اس کی مزید تاکید ان الفاظ میں کی:۔

"والذین یتلون آیات الرحمٰن باحسن الالحان اولٰئک یدرکون منها ما لا یعادلہ ملکوت السمٰوات والارضین"

جو لوگ مشرق الاذکار میں خوش الحانی کے ساتھ ان آیات کو پڑھیں گے وہ اس کے بدلہ ایسے انعامات پائیں گے کہ جس کی مثال آسمان اور زمین کی بادشاہت میں بھی نہیں ملیگی۔

غرضیکہ عیسائی گرجاؤں کے طریق پر بہاء اللہ نے مشرق الاذکار کی تعمیر اور طریق عبادت کی تعلیم دی ہے۔ جس طرح عیسائی گرجاؤں میں خوش الحانی اور راگ و الاپ کے ساتھ عبادت کی جاتی ہے، اہل بہاء کو بھی گانے بجانے کے طریق پر عبادت کی تلقین کی ہے۔ اس کے شعور ناقص اور عقل کوتاہ کے نزدیک اسلامی عبادات مغربی تہذیب پر بار نظر آتی تھیں۔ اس لئے اس نے اسلامی عبادات کی بجائے مغربی طریق عبادت کے نقش پر اپنے متبعین کو عبادت کی تعلیم دی۔

وائے حسرت

بہاء اللہ خیالات کی رنگین دُنیا تو خوب بساتا رہا لیکن ان تصورات کے ہنوز تشنۂ تعبیر ہونے پر ہمیں اس کے ساتھ اور دیگر اہلِ بہاء کے ساتھ ہمدردی ضرور ہے۔ جس طرح بیت العدل تعمیر کی راہ پر ابھی تک بے بُنیاد پڑا ہے بعینہٖ وہی حال مشرق الاذکار کا ہے۔

بہجۃ الصدور کے صـ۲۷۲ میں اس امر کا اعتراف کیا گیا ہے کہ کوئی ایک مشرق الاذکار بہاء اللہ کے زمانہ میں تعمیر نہ ہوا۔ عبد البہاء کے زمانہ میں عشق آباد میں ایک مشرق الاذکار کی بُنیاد تو رکھی گئی تھی لیکن افسوس کہ اس کی تعمیر بھی مکمل نہ کی جا سکی۔ اہلِ بہاء کا یہ دعوے ہے کہ تمام دُنیا میں لاکھوں کی تعداد میں وہ موجود ہیں، لیکن مشرق الاذکار جو شہروں اور دیہات میں جگہ جگہ پر تعمیر ہونا تھا ساری دُنیا میں کسی ایک جگہ بھی عبد البہاء کے بیان کردہ کوائف کے مطابق تعمیر نہ ہو سکا۔ بہائیت کا ناکام انجام اس زاویہ سے بھی پوری وضاحت کے ساتھ دیکھا جا سکتا ہے۔ مگر عبرت اس کیلئے ہے جسے ان امور کے دیکھنے کے لئے صحیح بینائی حاصل ہو۔

"پیامبر" سے؟

پیامبر دہلی بہائیت کا نمائندہ ماہنامہ ہے۔ اس لئے ہمیں اس سے ایک امر کے بارہ میں خطاب کرنا ہے۔ ویسے تو ہماری اس گذارش کا مخاطب ہر بہائی ہے لیکن اس وقت ہمارا روئے خطاب پیامبر سے خاص طور پر ہے۔

بہاء اللہ کے دعویٰ کے متعلق اہلِ بہاء اور غیر اہلِ بہاء میں اختلاف ہے۔ اہلِ بہاء کی طرف سے بہاء اللہ کے دعویٰ کی تعیین اس طریق پر نہیں کی جاتی کہ جس سے بہاء اللہ کی تصنیفات سے واضح استنباط انکی طرف پیش کیا جا سکے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ پیامبر بہاء اللہ کا دعوئے بہاء اللہ کی تصنیفات سے معقول استدلال کے ساتھ شائع کردے۔ اور اگر رسالہ ہذا اس امر کے لئے تیار نہیں تو کوئی بہائی عقیدتمند اس امر کے لئے جرأت کرے اور ہمیں مطلوبہ استصواب تحریر کر کے بھجوادے۔

عدّۂ بہائیاں

عزمِ مبارک

مدیر محترم یک مرتبہ مرا ارشاد فرمودہ کہ اکثر اہلِ بہاء از ایران اند۔ باید کہ در زبان فارسی ہم مضامین رقم بکنیم۔ تا بہائیاں کہ زبانِ دیگر نمے دانند و بہ اردو آشنا نماند از یں طور ممکن استفادہ بکنند۔ ایں ارادہ خیلے مبارک بود لکن بوجہ ضبط و کانترول کاغذ بہ فراغت نمے توانستیم یافت۔ ہنوز کہ جنگ اختتام پذیر فتح است امید داریم کہ ارادۂ مذکور بہ تکمیل برسانیم۔ انشاء اللہ درین اشاعتِ زیرِ نظر من خواستہ ام کہ دریں باب افتتاح بکنم و از باری تعالیٰ بخواہم کہ او ادارہ "فرقان" را دریں باب توفیق کثیر عطا بفرماید و آں قادر و توانا مارا ہمت و طاقت ببخشد کہ تا ایں طائفۂ گم گشتہ از راہ ضلالت بہ جادۂ مستقیم و از چنبرِ ظلمت بہ حلقۂ نور بیاوریم۔ خداوندا! ایں عزم مبارک را بابرکت بفرما و از افضالِ خود بنواز۔ آمین

مُبالغہ پسندی

اہلِ بہاء بیچارہ معذور اند نہ قابلِ طعن و ملامت۔ ہر قصر کہ تعمیر می کنند بنا بہ گزاف می کنند۔ چیزے بدست نمی دارند۔ پیر و مرشدِ ایشاں جنابِ بہاء اللہ ایں قدر جرأت و جسارت کرد کہ دست بہ الوہیت و معبودیت زد۔ چرا مریدانِ او بایں طور در فضاءِ تخیل نپرند۔ مبالغہ پسندی در سرشتِ ایشاں خمیر یافتہ است۔ نوشتہائے مجہول شائع میکنند و بسیار پروپاگنڈہائے بے سروپا کہ ہیچ اصل ندارد می کنند۔ واگر حقیقتِ او ملتمست از بام بکنم ہم قصرِ خوشنمائے عبارت از ہیچ نمی یابیم۔ درین مقالہ من حقیقتِ عدّۂ بہائیاں فاش خواہم کرد کہ پروپاگنڈۂ ایں طائفۂ مبالغہ پسند دریں معاملہ چہ اصلیت می دارد۔

اگر شما اتفاق دارید بہ کسے ازیں طائفہ در ہندوستان دوچار بشوید و از و بپرسید کہ عدّۂ بہائیاں در امریکا چیست؟ جواب خواہد داد کہ عدّۂ ما در امریکا ایں قدر ملیون است و بالعکس اگر در امریکا بہ کسے سوال بکنید کہ در ہندوستان چہ قدر بہائیاں اند جواب ہمیں خواہد بود۔

تعدادِ بہائیاں

نیکو در تالیفِ خود موسوم بہ فلسفۂ نیکو در جلد دوم ازیں تالیف از مقالۂ سیاح نامعلوم اقتباس کردہ است۔ بہائیاں آں مقالہ را باہم یک نفر سیاح جلبی یا سمر قندی موسوم مے کنند و ادعا میکنند کہ آں سیاح نامعلوم غیر بہائی بود و لکن روش و اخلاق بہائیاں را دلہر

شہر و دیار دیدہ بود کہ تا نسبتِ باسائرِ طبقات و ملل موازنہ جنماید۔ آں سیاحِ نامعلوم در دورانِ سیاحت بہ حیفا رسید درین مقام چندروز قیام کرد و کُتبِ تواریخ خواندہ مطالعہ نمود و بایں خیال رسید کہ ایرانیاں بایں طائفہ خیلے ظلم نمودہ و دیگے از مجلات خواند کہ نصف بیشتر ایرانیاں بہائی شدہ اند۔ آں سیاحِ نامعلوم بیان کرد کہ شبے از جناب مرزا ہادی پرسید کہ جمعیتِ بہائیاں چہ قدر است؟ گفت واللہ نمے دانم و خود بہائیاں ہم نمے دانند۔ بعضے از احباب تخمین کردہ اند کہ دہ ملیون بہائی در ایران اند و بعض پنج ملیون میگویند۔ بہرصورت عددِ بہائیاں کاملاً معلوم نیست۔ و لے در امریکا چند سال قبل مے گفتند ہفتاد ملیون است۔ و ہمچنیں بعضے دیگر ہشتاد ملیون مے گفتند و ہر یک دلیلِ صحیح برائے قولِ خود نداشت۔

جنابِ نیکو دریں راہ بسیار مشقت برداشتہ است و خیلے تحقیق و تفتیش نمودہ در آخرِ ایں تالیف مفصل فہرست نقل کردہ است کہ از بسیار محنت مہیا کرد۔ دریں فہرست مؤلفِ کتاب عدۂ بہائیاں را شہر بشہر ذکر کردہ است و جمعِ کل ۵۲۰۷ دادہ است۔ من در اینجا استشہاداً نقل میکنم کہ ایں طائفہ مبالغہ پسند چگونہ غلو میکنند:-

"وَ يَبْلُغُ عَدَدُهُمْ نَحْوَ ثَلَاثَةِ الْآفِ نُفُوْسٍ فِي إِيْرَانَ وَ نَحْوَ أَلْفَيْ نَفْسٍ فِي خَارِجِهَا وَلَا عِبْرَةَ بِمَا يَدَّعُوْنَهُ مِنْ أَنَّهُمْ يَبْلُغُوْنَ الْمَلَايِيْنَ مِنَ النُّفُوْسِ فِي الْبُلْدَانِ الْإِيْرَانِيَّةِ وَ مِئَاتِ الْأُلُوْفِ فِي الْمَمَالِكِ الرُّوْسِيَّةِ وَالْإِفْرَنْجِيَّةِ وَ الْعُثْمَانِيَّةِ وَ مِثْلُهَا فِي الْمَمَالِكِ الْمُتَّحِدَةِ الْأَمْرِيْكِيَّةِ لِأَنَّ الْإِطْرَاءَ وَالْإِغْرَاقَ وَ الْغُلُوَّ هِيَ دِيْنُهُمْ وَ دَأْبُهُمْ ....." (مفتاح باب الابواب ص۴۳۵)

"وَجَدَ لَهُمُ الْحِبَّةُ قُبَّةً فِي الْأَحْوَالِ الرَّاجِعَةِ إِلَيْهِمْ:- إِنَّهُمْ سَبْعَةُ مَلَايِيْنَ أَوْ يَزِيْدُوْنَ- فَغُلُوُّهُمْ جَعَلَ الْأَلْفَ مِلْيُوْنًا وَالْوَاحِدَ أَلْفًا. فَتَأَمَّلْ..." (الحمراء صـ۳۰)

قدرے تامل!

قارئینِ کرام! قدرے تامل بفرمائید چرا ایں طائفۂ گم کردہ راہ و ایں طائفۂ ضلالت آشنا از مبالغہ آمیزی و حق پوشی کار مے برد۔ ہر حقیقت پسند کہ فطرتِ نیک مے دارد موازنہ مے تواند کرد کہ مردمان حق پسند و حق شناس ایں طریقِ ناپسندیدہ را اختیار نمے کنند۔ و اگر کسے ازیں گونہ رذالت روا دارد ازاں نفرت مے کنند۔

حقیقت چنیں است کہ مقتدائے ایشاں جنابِ بہاء اللہ طریقے کہ او اختیار کرد، راہِ کہ او نشان زدہ است ہم مقتدیانِ بیچارۂ او چشمِ عقل و خردِ خود را وا نمے کنند و کورانہ تقلیدِ او میکنند۔ و قدم بآں طریقِ خلط در راہِ غلط مے زنند۔ وائے براں چشم کہ خداوند تعالیٰ برائے دیدن دادہ است ؎

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

ان تتقوا اللہ یجعل لکم فرقانا

فرقان

قادیان

مدیر: عبدالمنان عمر ایم - اے

رفقاء احمد کا ماہنامہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ———— نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

فرقان قادیان

بابت ماہ نبوت ۱۳۲۴ ہش
نومبر ۱۹۴۵ء

جلد ۴	ترتیب عنوانات	نمبر ۱۱

مولوی محمد علی صاحب سے!

مہلک جراثیم رسالہ فرقان کے ماہ ستمبر کے شمارہ میں "کفر کا فتویٰ" کے عنوان پر ایک مضمون رقم کیا گیا تھا جس پر مولوی صاحب کو خود التفات فرمانا پڑا۔ مولوی صاحب نے اپنے ۱۹ اکتوبر کے خطبہ میں حسبِ معمول اپنے فرسودہ خیالات کا اظہار کیا ہے۔ مولوی صاحب گو ایم۔ اے بھی ہیں اور ساتھ ایل ایل۔ بی بھی لیکن اگر صرف تعصب کا گھن ہی ان کے درمیان اور اخلاص کو دکھا رہا ہوتا تو پھر بھی معقولیت پسندی کی قدرے گنجائش ہو سکتی تھی۔ لیکن یہاں تو تعصب کے ساتھ بغض، کینہ اور عناد کے مہلک جراثیم بھی شامل ہیں اس لئے معقولیت پسندی کا تو ذکر ہی کیا معقول امور کا صحیح زاویہ سے دیکھنا، ان کو سمجھنا اور ان کی صحت کا اقرار کرنا بھی تو ان کی حدِ فہم سے دور، بہت دور کی بات ہو چکا ہے۔ چنانچہ ان کی موجودہ ذہنی پریشانی اور روحانی زبوں حالی کے پیش نظر فرقان کی گذشتہ اشاعت میں مزید وضاحت کی غرض سے اس موضوع پر ایک مضمون اور شائع کر دیا گیا ہے۔ لیکن جس کی نظر کی اب یہ حالت ہو چکی ہو کہ روشنی کے ہوتے ہی کام کرنے سے عاری ہو جاتی ہو اس کے لئے روشنی کا تنوّع کرنا اور بھی زیادہ مضر بینائی ہو جاتا ہے۔

خلاصۂ مضامین عنوانِ مذکورہ پر دوسرے مضمون میں اس امر کی مزید وضاحت کر دی گئی ہے کہ ابتداء میں غلام دستگیر ایسے لوگوں نے حضور کی طرف ایسی نبوت منسوب کر کے فتوئے کفر لگایا تھا کہ جس کی زد ختم نبوت پر پڑتی تھی۔ جس کے جواب میں حضور نے ایسے دعوئے نبوت سے انکار فرمایا۔ یعنی بالفاظِ دیگر فرمایا کہ ہم ایسی نبوت کے دعویٰ کرنے والے پر لعنت بھیجتے ہیں۔ اور پھر اپنے دعوئے نبوت کو صراحت کے ساتھ بیان فرمایا۔ لیکن مخالفین چونکہ فتوئے کفر پر مصر ہونا چاہتے تھے اس لئے نذیر حسین دہلوی اور محمد حسین بٹالوی ایسے متعصب معاندین نے ازالہ اوہام

کے اس حوالہ کو لے کر جسے گذشتہ مضمون میں نقل کیا گیا ہے حضورؑ کے پیش کردہ دعویٰ کو اچھی طرح سمجھنے کے بعد پھر فتویٰ کفر لگایا۔ اور اُنھیں یہ کہنا پڑا کہ نبوّتِ غیر مستقلہ، غیر تشریعی، ظلّی اور بروزی کا دعویٰ کرنا بھی ختمِ نبوّت کے منافی ہے۔

مختصر یہ کہ غلام دستگیر قصوری نے حضورؑ کے دعویٰ نبوّت کو ختمِ نبوّت کے منافی خیال کرتے ہوئے فتویٰ کفر لگایا۔ حضورؑ نے ایسے دعویٰ نبوّت پر لعنت بھیجی کہ جس دعویٰ نبوّت سے ختمِ نبوّت پر زد پڑتی ہو۔ اِس پر مکفّرین کے دوسرے گروہ نے حضورؑ کے اِس دعویٰ نبوّت (نبوّتِ غیر مستقلہ) کو بھی ختمِ نبوّت کے منافی قرار دیتے ہوئے فتویٰ کفر پر اصرار کیا۔ چنانچہ ان تمام واقعات سے سوائے اس کے او[ر] کیا ثابت ہوتا ہے کہ حضورؑ کا دعویٰ نبوّت ہی مکفّرین کے فتویٰ کفر کا باعث تھا اور حضورؑ کا دعویٰ نبوّت سے انکار نبوّتِ مستقلہ کے دعویٰ سے انکار تھا۔ ایسی نبوّ[ت] جو ختمِ نبوّت کے منافی ہو اور لائق تکفیر۔

دلی ہمدردی

ہمارے آقا کے ہم جلیس مولوی صاحب ایلیقین جا[ئ]یں کہ ہمیں آپ سے دلی ہمدردی ہے۔ حضورؑ کی اس صحبت کے بعد کس امر نے آپ کے دل کو تاریک کر دیا۔ کس قدر سیدھی اور آسان بات ہے آپ کیوں نہیں سمجھتے۔ کہیں یہ تو نہیں کہ آپ سمجھنا چاہتے ہی نہیں۔ دونوں قیاسات ہمارے سامنے ہیں۔ اولاً ہم آپ کے متعلق حُسن ظنی کرتے ہیں کہ آپ اپنی طرف سے دیانتداری سے اس ضد پر مصر ہیں۔ اگر ایسا ہے تو خدارا حقیقت کو صحیح طور پر سمجھنے کی دوبارہ کوشش فرمائیں۔ کہیں دُور جانیکی ضرورت نہیں۔ اپنی پہلی تحریرات سے موجودہ عقائد کا موازنہ کریں اور پھر اس سے کہیں بڑھکر خدا کی متواتر وحی کو اس خوف کے ساتھ دوبارہ پڑھیں۔ کہ اگر آپ نے اسے صحیح طور پر نہ سمجھا تو آپ کے انجام پر اس کا شدید اثر ہوگا اور اس امید و رجاء کیساتھ پڑھیں کہ خدا تعالےٰ آپ کے خلوص و توجہ پر پھر ایک بار رحمت بنکر توجہ فرمائے اور آپ جو کبھی صالح تھے پھر ایک بار صالحیت کے پاکیزہ مقام پر کھڑے کر دیئے جائیں۔

ثانیاً اگر آپ بعض ذاتی خواہشات کے پورے نہ ہونے کی وجہ سے اپنے آقا کے لختِ جگر سے ذاتی عناد کی رنگ آلودگیوں میں جکڑے ہوئے ہیں تو خدارا اپنے پر رحم کریں اور تعصب کی ان گرہوں کو اب تو کھولدیں۔ اس کا انجام کیا آپ سمجھنا نہیں چاہتے۔ آپ پر نہ صرف اپنے نفس اور ذات کا ہی

بوجھ ہے بلکہ چند اور مقلد وجودوں کا بھی بوجھ ہے جو مخصوص وجہ کے ماتحت آپ کی تقلید پر مجبور ہیں۔ مکرم مولوی صاحب! خدارا اپنے پر اور ان سب پر رحم فرمائیں۔

وکالت ——— نہیں بلکہ ——— عدالت

کا وقت اب قریب تر آرہا ہے۔ آپ نے ہمارے دلوں کو متعدد بار مجروح کیا ہے۔ ہمارے پیارے آقا کے خلاف نہایت ہی نازیبا الفاظ استعمال کرتے رہے ہیں جن کے لئے آپ کو عام اخلاق سے بھی تنزل کرنا پڑا۔ آپ نے ایک عام انسانی احساس کو بھی ملحوظ نہ رکھا کہ وہ ایسی شدید جراحتوں اور نمک پاشیوں پر کس قدر بے بس ہو کر تڑپا کرتا ہے۔ ہمارا خیال نہ سہی لیکن کیا آپ کو اپنے محسن آقا کا بھی خیال نہ آیا۔ مخالفت کی کونسی کسر اب باقی ہے جو آپ نے اس کے لختِ جگر کے خلاف اٹھا نہیں رکھی۔ اور اس قدر احسان فراموشی کا ثبوت دیا ہے۔ آپ نے اس کی مقدس روح کو جو تکلیف پہنچائی ہے کیا آپ کو اس کا کبھی احساس نہیں ہوا۔ آپ کو تو اس کا احساس نہیں ہوا ہوگا مگر یقین جانیں کہ وہ آپ کی اس احسان فراموشی پر اُلٹا آپ کے لئے افسردہ ہوگا کہ آپ کیوں ہلاکت کے قریب ہوتے چلے جا رہے ہیں۔

مکرم مولوی صاحب! دلائل سے علیحدہ ہو کر انتہائی ہمدردی کے بعض جذبات عرض کرنے پر مجبور ہو رہا ہوں۔ اس وقت تک دلائل تو بہت دیئے جا چکے ہیں۔ مناظرہ کا چیلنج موجود ہے۔ مباہلہ کا چیلنج موجود ہے۔ تفسیر نویسی کا چیلنج موجود ہے لیکن خدارا ضد سے علیحدہ ہو جائیں۔ انجام کی فکر کا احساس پیدا کریں تو سب امور کا فوراً حل ہو جائے گا۔

دردمندانہ دُعا

اے خدا! تُو ہمارے دلوں کی معصومیت اور خلوص کو خوب جانتا ہے۔ ہمارے یہ جذبات مؤمنانہ دردمندیوں میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ الفاظ کا یہ ٹوٹا پھوٹا پیراہن ان کے لئے بالکل بھدہ معلوم ہوتا ہے۔ تُو ان میں خود اثر پیدا فرما۔ اور جس دل کے لئے یہ درد ہمارے دلوں میں ہے اس کی حقیقت سے اس دل کو آشنا کر۔ اور وہ جو کبھی صالح تھا اُسے پھر ایک بار ہمارے قریب کر دے۔ آمین یا ارحم الرّاحمین۔

شیخ عبدالرحمن صاحب مصری کیلئے دو سو روپیہ انعام

(از جناب مولوی نور الحق صاحب مولوی فاضل واقفِ زندگی)

شیخ مصری صاحب کا ایک مضمون ۱۹ ستمبر کے "پیغام صلح" میں شائع ہوا ہے۔ جس کا عنوان ہے "مولوی محمد علی صاحب کا مقام احادیث خیر الانام میں"۔ اس مضمون کا خلاصہ یہ ہے کہ مصری صاحب کی رائے میں حجج الکرامہ میں ص۴۴۳ پر بیان شدہ روایتوں میں سے ایک روایت مولوی محمد علی صاحب پر ایسے طور پر چسپاں ہوتی ہے جو انکو برحق ثابت کرتی ہے۔ مصری صاحب نے اپنے مضمون مؤرخہ ۱۹ ستمبر میں مذکورہ روایت کو لفظاً نقل نہیں کیا بلکہ دو روایتوں کو ملا کر ان کا خلاصہ اپنے الفاظ میں شائع کیا ہے۔ مصری صاحب سے "الفضل" میں بار بار مطالبہ کیا گیا ہے کہ مصری صاحب جس مفہوم کو حدیث کا نام دے کر مولوی محمد علی صاحب پر چسپاں کرتے ہیں اور اپنے مضمون میں اس کا نام "تیسری حدیث" رکھتے ہیں وہ حدیث حجج الکرامہ کے ص۴۴۳ سے نکال کر دکھا دیں لیکن ابھی تک مصری صاحب اس طرف متوجہ نہیں ہوئے۔

پس ان سطور کے ذریعہ میں مصری صاحب کو پھر توجہ دلاتا ہوں کہ اگر وہ اپنی نام نہاد "تیسری حدیث" کو نکال کر دکھا دیں تو مبلغ دوصد روپیہ انعام لیں۔ اور اگر اب بھی ٹال مٹول کریں تو دنیا جان لے گی کہ مصری صاحب نے اب جھوٹی حدیثیں بنانی شروع کر دی ہیں اور ایسے طریق کو استعمال کرنا شروع کر دیا ہے جو ایک مسلمان اختیار نہیں کر سکتا۔

شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری کی حدیث دانی

(از جناب قاضی محمد نذیر صاحب لائلپوری لیکچرار جامعہ احمدیہ قادیان)

شیخ عبدالرحمن صاحب مصری نے پیغام صلح ۱۹ ستمبر ۱۹۴۵ء میں ایک مقالہ مولوی محمد علی صاحب امیر غیر مبائعین کی مدح سرائی میں شائع کیا ہے۔ ایک موقعہ پر مولوی محمد علی صاحب نے مصری صاحب کی مدح سرائی کی تھی، تو اب "من ترا حاجی بگویم تو مرا حاجی بگو" کی ضرب المثل کے مطابق مصری صاحب نے اس مدح سرائی کا حق یوں ادا کیا ہے کہ بزعم خود ایک حدیث جناب مولوی صاحب کی شان میں تلاش کر کے پیش کر دی ہے۔ اور اس سلسلہ میں حضرت امیر المومنین المصلح الموعود والخلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی شان میں بھی بہت گند اچھالا ہے۔ اور اس طرح جناب مولوی محمد علی صاحب کے لئے جو حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے بغض سے بھرے بیٹھے ہیں عارضی خوشی کا کچھ مواد فراہم کیا ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ مصری صاحب نے مولوی محمد علی صاحب کے متعلق حدیث سے پیشگوئی کا مضمون پیش کرنے میں روایات میں سراسر تلبیس اور جعلسازی سے کام لیا ہے۔ اور بعض مجروح اور بے سروپا روایات میں جوڑ توڑ کر کے جس کی یہ روایات ہرگز متحمل نہیں ایک نیا تانا بانا تیار کر کے مولوی محمد علی صاحب کے لئے بزعم خود اس سے لباسِ فاخرہ تیار کیا ہے۔ مگر یہ لباس جن تاگوں سے تیار ہوا ہے وہ تارِ عنکبوت سے بھی اَوہن ہیں۔ یہ تانا بانا مصری صاحب کے نمائیشی تقویٰ کے دامن کو بھی تار تار کر رہا ہے۔ مصری صاحب مولوی محمد علی صاحب کے لئے حدیث سے پیشگوئی دکھانے سے پہلے بطور تمہید لکھتے ہیں:-

"اس سلسلہ میں سب سے پہلے اس پیشگوئی کو لیتا ہوں جو احادیث نبویہ میں وارد ہوئی ہے اور اس پیشگوئی کے متعلق تین احادیث ہیں۔ جو نواب صدیق حسن خاں صاحب نے اپنی کتاب حجج الکرامہ صفحہ ۴۴۲ و صفحہ ۴۴۳ پر نقل کی ہیں۔ اگرچہ مولوی صاحب کی ذات سے تعلق رکھنے والی تیسری حدیث ہی ہے لیکن اس حدیث کو کما حقہ سمجھنے کے لئے پہلی دو حدیثوں کا علم حاصل کرنا بھی ضروری ہے۔ اس لئے تینوں کو ہی نقل کر دیتا ہوں۔"

روایتوں میں مصری صاحب کی قطع و برید

مصری صاحب نے اس جگہ تینوں حدیثوں کو نقل کرنے کا وعدہ کیا ہے مگر جب آگے ان کا مضمون پڑھتے ہیں تو وہاں ایک حدیث بھی اصل الفاظ میں منقول نہیں پاتے۔ بلکہ یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ پہلی روایت کا تو حجج الکرامہ کی عبارت سے ترجمہ درج کر دیا ہے اور دوسری اور تیسری روایت جسے وہ پیش کرنا چاہتے ہیں ان کا پورا ترجمہ درج کرنے کی بھی تکلیف گوارا نہیں کی۔ بلکہ ان دو روایتوں میں کتر و بیونت کر کے کچھ مضمون ان کا آگے پیچھے کر کے اور دوسری روایت کا مضمون پیچھے سے چھوڑ کر اور تیسری روایت کا مضمون شروع سے چھوڑ کر ایک خود ساختہ اپنے مفیدِ مطلب مضمون بنا کر اسے احادیثِ نبویہ کے نام سے پیش کر رہے ہیں۔

یہ ہے کرشمہ مولوی محمد علی صاحب کی صحبت اور ہم نشینی کے فیضان کا۔ بہرحال مصری صاحب تینوں حدیثوں کے نقل کرنے کا وعدہ کر کے جو کچھ نیچے درج کرتے ہیں وہ یہ ہے:-

"پہلی حدیث ابو الشیخ نے ابو ہریرہ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ عیسیٰ بن مریم نزول فرمائیں گے اور دجال کو قتل کریں گے اور چالیس سال تک رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور میری سُنّت پر عمل کریں گے اور لوگوں کو انہی کی طرف بلائیں گے۔ پھر وہ فوت ہوں گے۔ پس لوگ عیسےٰ کے حکم سے بنو تمیم کے ایک آدمی کو خلیفہ بنائینگے"۔

پھر آگے مصری صاحب ایک دوسری جگہ کا فقرہ جوڑتے ہیں اور لکھتے ہیں:-

"دوسری جگہ ہے وہ قریش میں سے ہو گا"۔

پھر اس کے بعد پہلی روایت کا ترجمہ لکھتے ہیں:-

"جس کا نام مقعد ہو گا۔ پس جب مقعد مرے گا تو لوگوں پر تین برس نہیں گذریں گے کہ قرآن لوگوں کے سینوں سے اُٹھ جائے گا"۔

اس کے بعد حجج الکرامہ میں جو صاحب اشاعہ کی تشریح درج ہے اسے لکھتے ہیں:-

"بعض آدمیوں کے سینوں سے اُٹھ جائے گا نہ کل کے سینوں سے"۔

پھر آگے لکھتے ہیں:-

"پھر اس خلیفہ کے متعلق روایت ہے کہ خدا کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ یہ خلیفہ مہدی سے کم نہ ہو گا"۔

گویا اس جگہ مصری صاحب نے بقول خود بھی تین روایتوں کو جوڑا ہے مگر نام ان کا رکھا ہے "پہلی حدیث"

دوسری اور تیسری حدیث

اب مصری صاحب دوسری اور تیسری حدیث کو نقل کرنے کا وعدہ یوں پورا کرتے ہیں کہ دو روایتوں بلکہ تین روایتوں کے مضمون میں قطع و برید کر کے جوڑ توڑ کرتے ہیں اور ایک خود ساختہ اپنے مفید مطلب مضمون بنا کر اسے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔ و هو هٰذا :-

"دوسری اور تیسری حدیث کا مضمون یہ ہے کہ مہدی اپنی طبعی موت سے فوت ہو گا۔ لوگ فتنہ میں پڑ جائیں گے۔ اس کے بعد لوگ اس کے اہل بیت میں سے ایک آدمی کو اپنا والی بنائیں گے۔ اس میں خیر و شر دونوں ہوں گی لیکن اس کا شر خیر سے زیادہ ہوگا۔ وہ لوگوں پر خشمگیں رہے گا بعد اس کے کہ لوگ جماعت کی شکل میں ہوں گے وہ انہیں افتراق کی طرف لے جائے گا۔ اس کے خلاف ایک شخص خروج کرے گا جس کا لقب منصور ہوگا اور وہ پہلے خلیفہ کی سیرت پر ہوگا۔"

مصری صاحب کی چالاکی

اس جگہ مصری صاحب نے ایک چالاکی سے کام لیا ہے کہ دوسری اور تیسری روایت کو اس طرح پیش کیا ہے کہ کوئی پڑھنے والا یہ تمیز نہیں کر سکتا کہ دوسری روایت کا مضمون کہاں ختم ہوتا ہے اور تیسری کا کہاں سے شروع ہوتا ہے۔ حالانکہ ان کا مولوی محمد علی صاحب کے متعلق حدیث سے پیشگوئی ثابت کرنا اس مقالہ کا مقصدِ عظیم تھا۔ اور مصری صاحب کے نزدیک مولوی صاحب کی ذات سے تعلق رکھنے والی کوئی تیسری حدیث ہے جیسا کہ ان کی شروع میں پیش کردہ محولہ عبارت سے ظاہر ہے تو ان کا اخلاقی فرض تھا کہ اس تیسری حدیث کو معین اور اصل الفاظ میں اپنے مضمون کے پڑھنے والوں کے سامنے پیش کر دیتے۔ مگر ایسا تو وہ تب کرتے جب دیانت و امانت ان کے مدنظر ہوتی۔ وہ تو تلبیس اور جعلسازی سے ایک مضمون خود گھڑ کر اور اسے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ قرار دے کر جناب مولوی محمد علی صاحب کی خوشنودیٔ مزاج حاصل کرنا اور ان کے ہمنواؤں میں اپنی حدیث دانی کا سکہ بٹھانا اور قارئینِ مضمون کو گمراہ کرنے کی ڈیوٹی ادا کرنا چاہتے تھے۔

مصری صاحب اپنے اِس من گھڑت مضمون کے ایک حصہ کا مصداق تو معاذ اللہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کو قرار دیتے ہیں۔ کہ (معاذ اللہ) آپ ہی وہ والی ہیں جن میں خیر شر سے زیادہ ہے اور آپ لوگوں پر خشمگین رہتے ہیں۔ اور آپ نے جماعت میں افتراق پیدا کیا ہے۔ اور بعد والے حصہ "اس کے خلاف ایک شخص کھڑا ہوگا جس کا لقب منصور ہوگا...." الخ کا مصداق مولوی محمد علی صاحب کو قرار دیتے ہیں۔

مَیں نے مصری صاحب کا مضمون پڑھنے کے بعد جب حجج الکرامہ کا مطالعہ کیا تو مَیں مصری صاحب کی تلبیس اور جعلسازی کو دیکھکر ہکا بکا رہ گیا۔ کہ وہ جماعت احمدیہ سے کٹ کر اب کس عمیق گڑھے میں جا پڑے ہیں۔

مصری صاحب سے ایک مطالبہ

حجج الکرامہ کے مطالعہ کے بعد میں بڑے وثوق اور تحدی سے کہتا ہوں کہ مصری صاحب اپنا مضمون اسی تسلسل کے ساتھ جس تسلسل سے انہوں نے دوسری اور تیسری حدیث کے نام سے پیش کیا ہے حجج الکرامہ کی روایتوں میں ہرگز نہیں دکھلا سکتے۔ اگر مصری صاحب کے نزدیک میرا یہ بیان غلط ہے تو ان کا فرض ہے کہ وہ دوسری اور تیسری روایت بتمام وکمال اور من وعن حجج الکرامہ کے اصل الفاظ میں نقل کر دیں "تا سیاہ روئے شود ہر کہ در وغش باشد"۔

پس اصل حقیقت یہ ہے کہ مصری صاحب نے دوسری اور تیسری حدیث کے نام سے جو مسلسل مضمون پیش کیا ہے وہ ہرگز حجج الکرامہ میں اس تسلسل کے ساتھ موجود نہیں۔ اور مصری صاحب نے اس مضمون کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں قرار دیتے ہوئے من کذب عَلَیَّ متعمداً فلیتبوأ مقعدہ من النار کی وعید سے بھی خوف نہیں کیا۔

مصری صاحب کی پہلی حدیث کی حقیقت

مصری صاحب نے پہلی حدیث پیش کرنے میں بھی ایک ہُشیاری سے کام لیا ہے، وہ یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ پہلی حدیث میں مسیح موعودؑ کے جس خلیفہ کا ذکر ہے کہ وہ مقعد نامی ہوگا اور بنی تمیم سے ہوگا اس سے مراد حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ ہیں۔ غرض ان کی اس سے محض یہ ہی کہ تا مھدی کی وفات کے بعد اس کے اہل بیت سے مقرر کئے جانے والے جس آدمی کا ذکر ہی اُسے دوسرا والی قرار دیکر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ بابرکات پر اس روایت سے حملہ کر سکیں۔ حالانکہ اس دوسری روایت کے الفاظ سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا

کہ وہ والی مقعد کے بعد ہوگا۔ اوّل تو مقعد والی روایت کو حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل پر چسپاں کرنے میں مصری صاحب کو سراسر تاویل سے کام لینا پڑا ہے۔ چنانچہ مصری صاحب نے جب دیکھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل بنو تمیم کے خاندان سے نہ تھے تو اس کی یہ تاویل کر دی ہے کہ اس سے مراد تام الخلق ہونا ہے۔

علاوہ ازیں اس روایت میں لکھا ہے۔ کہ مقعد کی وفات کے بعد تین سال کے اندر ہی قرآن لوگوں کے سینوں سے اُٹھ جائے گا۔ اگر اشاعہ کی تاویل کو نظر انداز کر کے جس کا قبول کرنا ہم پر حُجت نہیں اس روایت کے الفاظ کو دیکھا جائے تو یہ روایت روایت کے لحاظ سے ہرگز قابلِ قبول نہیں رہتی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تو ایمان کو ثریا سے لانے والے تھے اگر ان کے بعد ۹ سال میں ہی تمام لوگوں کے سینوں سے قرآن مجید کا علم اُٹھ جائے تو اس سے تو پھر مسیح موعود علیہ السلام کی قوتِ قدسیہ پر بہت بڑی زد پڑتی ہے۔ اگر مصری صاحب

خلیفۃ المسیح الثانی برحق خلیفہ ہیں!

اشاعہ کی اس تعلیم پر ہی مصر ہوں کہ بعض لوگوں کے سینوں سے قرآن کا علم اٹھ جانا مراد ہے تو پھر اس کے معنی یہ ہوئے کہ اس وقت مسیح موعودؑ کی جماعت کی اکثریت ایمان و تقویٰ پر قائم ہوگی اور اس کے عقائد قرآن مجید کی تعلیم کے مطابق ہوں گے۔ ہاں صرف بعض لوگ قرآن مجید کی صحیح تعلیم کو چھوڑ دیں گے اور ان کے عقائد بگڑ جائیں گے۔ چنانچہ اگر مصری صاحب کی تاویلات درست مان لی جائیں کہ تمیمی مقعد حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ تھے تو اس روایت کی رو سے ماننا پڑتا ہے کہ یہ بعض لوگ جن کے سینوں سے علم قرآن اُٹھ گیا یہ مولوی محمد علی صاحب اور ان کے ہمنوا ہی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت کی اکثریت کو چونکہ صحیح عقائد پر قائم رہنا تھا اور اکثریت خدا کے فضل سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کی بیعت میں ہے اور آپ کے تابع ہے۔ لہٰذا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی خلافت اور آپ کی جماعت مصری صاحب کی اس پہلی حدیث کے لحاظ سے حق پر ثابت ہوگئی۔ اور مصری صاحب اس روایت کے پیش کرنے میں بھی خائب رہے۔

مصری صاحب کی دوسری تیسری حدیث میں جعلسازی!

اب میں اس کے بعد مصری صاحب کے دوسری اور تیسری روایت میں جوڑ توڑ اور جعلسازی سے خدا کے فضل سے پردہ اُٹھاتا ہوں اور اس

امر کے لئے میرے نزدیک مصری صاحب نے جن دو روایتوں میں جوڑ توڑ کیا ہے انکو حجج الکرامہ کے الفاظ میں ہی اگر درج کر دیا جائے تو مصری صاحب کے جوڑ توڑ کی قلعی کھُل جاتی ہے۔
مصری صاحب کی دوسری روایت حجج الکرامہ میں یوں درج ہے:۔

"از کعب مروی است کہ مہدی بمیرد و مردم بعد از وے از اہل بیت والی کنند و در وے خیر و شر ہر دو باشد و شر او بیشتر از خیر اوست۔ خشم گیرد بر مردم و بخواند ایشاں را بسوئے فرقت بعد جماعت بقائے او قلیل است۔ بجوشد بوے مردے از اہل بیت او و بکشد او را۔ اخرجہ نعیم بن حماد"

یعنی کعبؓ سے مروی ہے کہ مہدی وفات پائے گا اور لوگ اس کے بعد اس کے اہلِ بیت میں سے ایک والی بنائیں گے جس میں خیر و شر دونوں ہوں گی اور اس کا شر اسکے خیر سے زیادہ ہوگا۔ وہ لوگوں پر خشمگیں ہوگا اور لوگوں کو جماعت کے بعد افتراق کی طرف بُلائے گا۔ اس کی بقا زمانۂ امارت یا عمر تھوڑی ہوگی۔ ایک آدمی اُس کے اہل بیت میں سے اُس کے خلاف جوش میں آئے گا اور اُسے مار ڈالے گا۔

روایت میں پہلا تصرّف

اس روایت سے ظاہر ہے کہ مہدی کی وفات کے بعد جو شخص والی مقرر ہوگا وہ مہدی کے اہل بیت میں سے ہوگا۔
روایت کا منشاء بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ پہلا والی ہوگا۔ مگر چونکہ یہ ظاہری الفاظ مصری صاحب کو اپنے منشاء کے خلاف معلوم ہوئے اس لئے اپنے مفید منشاء مضمون بنانے کے لئے انہوں نے پہلا تصرّف یہ کیا کہ ایک اور روایت (جو ان کے نزدیک تیسری ہے جس کا آگے ذکر آتا ہے) کے پہلے الفاظ "بمیرد مہدی بموتِ خود و مردم بعد از وے در فتنہ افتند" کے مضمون کو اپنی اس دوسری حدیث کے شروع میں جوڑ دیا۔ تا یہ دکھا سکیں کہ اس روایت میں جس والی کا ذکر ہے وہ مہدی کی وفات کے معاً بعد نہ ہوگا بلکہ اس وقت مقرر ہوگا جب لوگوں میں فتنہ پڑے گا۔ اور چونکہ فتنہ مصری صاحب کے نزدیک خلافتِ ثانیہ ہی پڑا اس لئے انہوں نے اس تصرّف سے دوسری روایت کو گویا واقعات کے مطابق بنا لیا۔ یہ ہے مصری صاحب کا ان دونوں روایتوں کے مضمون میں پہلا تصرّف جس کی کسی متقی سے توقع نہیں ہوسکتی۔

دوسرا تصرّف

اب مصری صاحب کا اس روایت میں دوسرا تصرّف ملاحظہ ہو۔ وہ یہ ہے کہ وہ اس روایت کے آخری الفاظ کو ترک کر دیتے ہیں جو

یہ ہیں :-

"بقائے او قلیل است بجوشد بوے مردے از اہل بیت او وبکشد او را۔"

کہ اس والی کا زمانہ تھوڑا ہے اور اس کے خلاف اس کے اہل بیت میں سے کوئی آدمی جوش میں آکر اُسے مار ڈالے گا۔ چونکہ یہ حصہ روایت واقعات کے خلاف تھا۔ کیونکہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کو خدا تعالیٰ نے خلافت میں لمبا زمانہ عطا فرمایا ہے۔ اس لئے مصری صاحب نے اس روایت کا یہ حصہ نہ حجج الکرامہ کے الفاظ میں درج کیا اور نہ ہی اس کا ترجمہ نقل کیا بلکہ اسے حذف کر کے مضمون کو اپنے مفید مطلب بنانے کے لئے اس کی جگہ ایک اور تیسری روایت کے آخری حصہ کا مضمون پہلے مضمون کے تسلسل میں جوڑ دیا۔ اس تیسری روایت کا جو مضمون جوڑا ہے وہ مصری صاحب کے الفاظ میں یہ ہے :-

"اس کے خلاف ایک شخص خروج کرے گا جس کا لقب منصور ہوگا۔ یہ پہلے خلیفہ کی سیرت پر ہوگا۔"

یہ عبارت جوڑ کر مضمون یہ بنا دیا کہ اہل بیت والے والی کے خلاف خروج کرنے والے کا لقب منصور ہوگا۔ یہ منصور مصری صاحب کے نزدیک مولوی محمد علی صاحب ہیں جنہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے خلاف خروج کیا۔

تیسرا تصرف

یہ دکھانے کے لئے کہ یہ منصور گویا پہلے والی کے خلاف نہیں بلکہ والی ثانی کے خلاف کھڑا ہوگا مصری صاحب نے تیسری روایت کے مضمون میں اپنی طرف سے یہ الفاظ بڑھا دیئے کہ "یہ پہلے خلیفہ کی سیرت پر ہوگا" حالانکہ تیسری روایت میں ہرگز یہ الفاظ موجود نہیں۔

مصری صاحب کی تیسری حدیث

اب میں مصری صاحب کی تیسری حدیث کے الفاظ حجج الکرامہ سے پہلے پیش کرتا ہوں :-

"بمیرد مہدی بموتِ خود و مردم بعد از وے در فتنہ افتند و بیاید بسوئے ایشاں مردے از بنی مخزوم و بیعت کردہ شود او را و مکث کند زمانے پستر ندا کند منادی از آسمان کہ نیست انس و جن بیعت کنید فلاں را و برنگردید بپاشندہائے خود بعد ہجرت نظر کنند و نشناسند (شناسند چاہیئے) آں مرد را باز ندا کنند سہ بار پستر بیعت کردہ شود منصور بزود و بسوئے مخزومی و نصرت دہد خدا او را بر وے

وبجشد مخزومی را وکسے کہ با او باشد"

کہ مہدی طبعی موت سے وفات پائے گا۔ اور لوگ اس کے بعد فتنہ میں پڑیں گے اور انکی طرف بنی مخزوم کا ایک آدمی آئے گا اور اس کی بیعت کی جائے گی اور وہ کچھ زمانہ رہے گا۔ پھر آسمان سے منادی آواز دے گا جن و انس نہیں ہوگا۔ کہ بیعت کرو فلاں شخص کی اور ہجرت کے بعد اپنی ایڑیوں پر نہ پھر جاؤ۔ پس لوگ دیکھیں گے اور اس کو پہچان نہ سکیں گے۔ پھر وہ منادی تین دفعہ آواز دے گا۔ اس کے بعد منصور کی بیعت کی جائے گی اور منصور مخزومی کی طرف جائیگا اور خدا اس کو نصرت دیگا اور وہ مخزومی کو اور ان لوگوں کو جو مخزومی کے ساتھ ہوں گے مار ڈالیگا۔

مصری صاحب کا چوتھا تصرف

یہ روایت بھی واقعات کے خلاف ہونے کی وجہ سے قابلِ قبول نہ تھی۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد بنی مخزوم کے کسی ایسے فرد کی بیعت نہیں کی گئی اور نہ کسی مخزومی کے خلاف کسی منصور لقب آدمی نے خروج کر کے کسی مخزومی اور اس کے ساتھیوں کو قتل کیا ہے۔ اب مصری صاحب کا چوتھا تصرف اس جگہ ملاحظہ ہو کہ انہوں نے اس روایت کا پہلا فقرہ تو جیسا کہ میں اوپر بتا چکا ہوں اپنی دوسری روایت کے شروع میں جوڑ کر اس کا حصہ بنایا اور اس کے بعد کی عبارت اور اسکے مضمون کو جس میں مخزومی کی بیعت کا ذکر ہے حذف کر دیا۔ اور آخری فقرہ کو جو منصور کے متعلق ہے اس کے مہدی کے اہل بیت سے مقرر ہونے والے والی کی روایت کے ادھورے حصہ کو ان الفاظ میں ملا دیا کہ:۔

"اس کے خلاف ایک شخص خروج کرے گا جس کا لقب منصور ہوگا اور وہ پہلے خلیفہ کی سیرت پر ہوگا"

حالانکہ اس تیسری روایت میں منصور کے دوسری روایت میں مذکور والی کے خلاف خروج کرنے کا ذکر نہیں بلکہ مخزومی اور اس کے متبعین کے خلاف خروج کرنے کا ذکر ہے۔ پھر اس منصور کے متعلق یہ بھی اس جگہ موجود نہیں کہ وہ پہلے خلیفہ کی سیرت پر ہوگا۔

قارئین کرام! یہ ہے مصری صاحب کی جعلسازی اور جوڑ توڑ جس سے مصری صاحب نے ان دونوں روایتوں سے اپنے مفیدِ مطلب مضمون گھڑا ہے۔ پس چونکہ مولوی محمد علی صاحب نے کسی مخزومی کے خلاف خروج نہیں کیا اس لئے وہ اس روایت کے مصداق نہیں ہو سکتے۔

منصور کے متعلق ایک اور روایت

منصور کے متعلق ایک اور روایت

حجج الکرامہ میں ذیل کے الفاظ میں درج ہے:۔

"نعیم بن حماد از سلیمان بن عیسیٰ آوردہ گفت کہ مرا رسیدہ است کہ مہدی چہاردہ سال مالک بیت المقدس باشد۔ پستر بمیرد۔ پستر بعد از وے مردے باشد از قوم تبع کہ او را منصور گویند و آں قحطانی است۔ بست و یک سال در بیت المقدس مکث کند پستر کُشتہ شود۔ پستر غلامی مالک گردد و دو سہ سال مکث کند بعدہٗ کُشتہ شود۔ پستر بعد از وے مالک شود ہشیم سہ سال و چہاردہ ماہ و دہ روز" (حجج الکرامہ صفحہ ۴۴۲)

یعنی نعیم بن حماد نے سلیمان بن عیسیٰ سے روایت کی ہے۔ اس نے کہا کہ مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ مہدی چودہ سال بیت المقدس کا مالک رہے گا۔ اس کے بعد وہ وفات پائے گا۔ اس کے بعد ایک آدمی ہوگا قوم تبع سے (تبع عرب کے بادشاہ تھے) کہ اس کو منصور کہیں گے اور وہ قحطانی ہے۔ اکیس سال وہ بیت المقدس میں ٹھہرے گا اور پھر مار ڈالا جائے گا۔ پھر ایک غلام مالک ہوگا وہ دو تین سال رہے۔ بعدہٗ وہ مار ڈالا جائے گا۔ اس کے بعد تین سال چار مہینے اور دس دن تک ہشیم مالک رہے گا۔

مصری صاحب کا پانچواں تصرف

مصری صاحب نے اس روایت میں جو منصور مذکور ہے اس کا مصداق بھی مولوی محمد علی صاحب کو اپنے بعد کے ایک مضمون میں قرار دیدیا ہے۔ اور بیت المقدس سے قادیان مراد لیا ہے۔

مگر عجیب بات یہ ہے کہ مولوی محمد علی صاحب کا قادیان میں اکیس سال رہنا چونکہ ثابت نہیں کیونکہ وہ بقول مصری صاحب ۱۸۹۹ء کے آخری نصف حصہ میں قادیان آئے (ملاحظہ ہو پیغام صلح ۹ ارستمبر صفحہ ۶ کالم اوّل و دوم) اور ۱۹۱۴ء میں قادیان چھوڑ کر چلے گئے۔ گویا کل مدت زیادہ سے زیادہ پندرہ سال قادیان میں رہے۔ مگر چونکہ اس روایت میں منصور کا اکیس سال بیت المقدس میں رہنا لکھا تھا اس لئے مصری صاحب مولوی محمد علی صاحب کا قادیان میں اکیس سال رہنا اس طرح ثابت کرتے ہیں کہ ۱۸۹۴ء سے انہوں نے مضامین لکھنے شروع کر دیئے تھے۔ گویا قادیان سے باہر رہ کر ان کے مضمون لکھنے کا زمانہ بھی مصری صاحب اپنی تاویل سے قادیان میں ٹھہرنے کا زمانہ بتا رہے ہیں۔ کیا ایسی ہی تاویلات اور جوڑ توڑ اور جعلسازی کے بل بوتے پر مصری صاحب ہمیں مخاطب کرتے ہوئے

لکھ رہے ہیں :-

"ہزاروں تاویلوں سے کام لیا جائے اور حقیقت پر پردہ ڈالنے اور اصلی واقعات کو چھپانے اور لوگوں کو صحیح حالات سے بے خبر رکھنے کی ہزار سعی کی جائے مگر وہ خدا جو علیم بذات الصدور خدا ہے یعلم السرّ و اخفٰی کی صفت سے موصوف ہے اس نے تمام پردے پھاڑ دیئے ہیں"۔

ایک مطالبہ

مصری صاحب نے اپنی اس تاویل سے مولوی محمد علی صاحب کا قادیان میں اکیس سال قیام تو یوں گھڑ لیا۔ اب وہ بتائیں کہ وہ مولوی محمد علی صاحب کو جو ارائیں قوم کے فرد ہیں انہیں وہ قوم تبع کا فرد کس طرح بناتے ہیں؟ کچھ تعجب نہیں مصری صاحب اپنے زورِ علم سے مولوی صاحب موصوف کا شجرۂ نسب تبع بادشاہوں سے بھی جا ملائیں۔

مصری صاحب کی ایک اور روایت

مصری صاحب نے مہدی معہود کے بعد نالائق والیوں کے متعلق جو روایتیں پیش کی ہیں اوّل تو وہ بے سند روایتیں ہیں۔ علاوہ ازیں بعض اور روایتوں کے بھی مخالف ہیں۔ چنانچہ حجج الکرامہ کے صـ۴۴۳ پر ایک روایت منصور کے متعلق ہے جسے مصری صاحب نے دانستہ اپنے مخالف پاکر پیش نہیں کیا حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے یوں مروی ہے :-

"بعد جابرہ جابر است - پستر مہدی - پستر منصور - پستر سلام - پستر امیر غضب"۔

کہ جابر بادشاہوں کے بعد ایک (آخری) جابر ہوگا۔ اس کے بعد مہدی۔ اس کے بعد منصور۔ اس کے بعد سلام۔ اس کے بعد امیر غضب۔

مہدی کا دوسرا جانشین سلام۔

یہ روایت منصور کو مہدی کا پہلا جانشین اور سلام کو دوسرا جانشین قرار دیتی ہے۔ اس روایت میں امیر غضب جو تیسرے نمبر پر ہے اس کا یہ لقب قرینہ ہے کہ پہلے دو نام بھی صفاتی ہیں۔ پس اس لحاظ سے منصور حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ ہوئے اور سلام حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ۔ پس آپ کا نام سلام آپ کو نہایت بابرکت اور مجسّم سلامتی قرار دیتا ہے اور خدا کے نام السّلام کا مظہر اور ظلّ

ثابت کرتا ہے۔ ہاں اس جگہ سلام کے بعد ظاہر ہونے والے کو امیر غضب کہا گیا ہے۔ سو اگر یہ تیسرے خلیفہ کے متعلق ہے تو پھر واقعات آپ ظاہر کر دیں گے کہ وہ کس رنگ میں امیر غضب ہوگا۔ بہر حال اگر غضب برمحل ہو تو یہ حسن خلق ہے رذائل میں سے نہیں۔ مولوی محمد علی صاحب اس روایت میں مذکور منصور کا مصداق بھی نہیں ہو سکتے کیونکہ یہ منصور حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضؓ بنتے ہیں۔

امیر غضب

ہاں یہ ممکن ہے کہ امیر غضب سے مراد مولوی محمد علی صاحب ہوں کیونکہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے مسند آرائے خلافت ہونے کے بعد ہی مولوی صاحب لاہور میں جا کر امیر مقرر ہوئے ہیں اور حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ اور آپ کی جماعت کے خلاف آئے دن کے غضب کے شرارے پیغام صلح کے کالموں میں نمودار ہوتے رہتے ہیں۔

علامہ ابن حجر کا قول

پس مصری صاحب نے جو دو روایتیں توڑ مروڑ کر پیش کی ہیں ان میں سے کوئی بھی روایت صحیح نہیں۔ علامہ ابن حجر کا قول حجج الکرامہ میں ہی موجود ہے وہ لکھتے ہیں:۔

"والذین بعدہٗ امراء الصالحون" (حجج الکرامہ ص ۴۲۳)

کہ مہدی کے بعد جو امراء ہوں گے وہ صالح ہوں گے۔ پس علامہ ابن حجر نے مہدی کے بعد نالائق والیوں کے ہونے کے متعلق جو روایتیں ہیں ان کو رد کر دیا ہے۔

روایات کی حیثیت

اصل بات یہ ہے کہ مہدی اور اس کے جانشینوں کے متعلق جو روایات کتب احادیث وغیرہ میں آئی ہیں وہ آپس میں سخت متعارض اور متخالف ہیں۔ اسی لئے محققین کے نزدیک ان میں سے اکثر مجروح اور مخدوش اور وضعی ہیں۔ اسی قبیل کی روایتیں وہ ہیں جو مصری صاحب نے حجج الکرامہ سے پیش کی ہیں۔ نواب صدیق حسن خان صاحب نے یہ روایات اور اسی قسم کی اور روایات حجج الکرامہ میں اشاعہ سے درج کی ہیں اور پھر ان روایات کے بعد خود صاحب اشاعہ کلیفیال ان الفاظ میں درج کر دیا ہے:۔

"در اشاعہ گفتہ اکثر ایں احادیث متعارض اند"

پس جب اس قسم کی روایات باہمی تعارض رکھتی ہیں تو اذا تعارضا تساقطا کے

ماتحت ساقط عن الاعتبار ہونگی اور ان سے حجّت پکڑنا ہرگز درست نہ ہو گا۔ تاوقتیکہ واقعات کسی روایت کی تصدیق نہ کریں۔

الہامات مسیح موعودؑ میں خلیفۃ المسیح الثانی کی حیثیت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام جو حکم و عدل ہیں ان کے الہامات بھی صاف گواہ ہیں کہ آپؑ کا ایک بیٹا بھی آپؑ کا جانشین ہو گا۔ اور سبز اشتہار میں اس کے الہامی نام محمود۔ بشیر ثانی اور فضل عمر بتائے ہیں۔

فضل عمر میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح آپؑ کا دوسرا جانشین ہو گا۔ اور بشیر ثانی سے یہ مراد ہے کہ وہ آپؑ کے گھر بشارت کے ماتحت پیدا ہونے والے بیٹوں میں سے دوسرا بیٹا ہو گا۔ یہ ہر دو باتیں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ پر صادق آتی ہیں۔ پھر آپ کا آسمانی نام محمود اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپ کے کام خدا تعالےٰ کے نزدیک قابلِ تعریف ہیں۔ اب اس آسمانی فیصلہ اور حکم و عدل کی پیشگوئی کے موجود ہوتے ہوئے ہم مصری صاحب کی اس روایت پر کیا اعتماد کر سکتے ہیں جس میں مہدی کے اہل بیت میں سے ہونے والے کسی والی میں شر کی کثرت بتائی گئی ہے۔ بالخصوص اس حالت میں جبکہ اس والی کی واضح علامت یہ لکھی ہے کہ "بقائے او قلیل باشد" کہ اس کا زمانہ امارت تھوڑا ہو گا۔ پس یہ روایت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کے متعلق ہرگز نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ خدا تعالےٰ نے آپ کو خلافت میں ایک لمبا زمانہ عطا فرمایا ہے۔ اللّٰھمّ زد فزد۔

پس جب یہ روایت واقعات کے لحاظ سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ پر چسپاں نہیں ہو سکتی تو مصری صاحب کس قاعدہ اور اصل کی بناء پر اس کا مصداق حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کو قرار دیتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ مصری صاحب کو خود یہ بات کھٹکتی ہے کہ یہ فقرہ آپ پر چسپاں نہیں ہو سکتا۔ اسی لئے دو نو روایتوں میں جوڑ توڑ کے وقت انہوں نے دانستہ یہ فقرہ بھی ساتھ ہی حذف کر دیا ہے۔

پس روایت مذکورہ کی مندرجہ بالا واضح علامت کے آپ کے وجود میں نہ پائے جانے پر بھی مصری صاحب کا یہ لکھدینا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی میں (نعوذ باللہ) شر خیر کے مقابلہ میں زیادہ ہے اور آپ خشمگیں رہتے ہیں ہمارے نزدیک آپ کی ذات بابرکات پر ایک صریح

ناپاک حملہ ہے۔ ہم لوگ خدا کے فضل سے آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا حُسن و احسان میں نظیر اور مسیحی نفس اور کلمۃ اللہ پاتے ہیں اور مصری صاحب کے اس حملہ کو ایک غلیظ جھوٹ یقین کرتے ہیں۔ اگر آپ کا بعض مجرموں کو سزا دینا آپکے خشمگین ہونیکی دلیل ہے پھر تو کوئی برحق خلیفہ بھی اس حملہ کی زد سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔

افتراق کی ذمہ واری

باقی رہی خلافتِ ثانیہ کے زمانہ میں افتراق کی ذمہ واری سو یہ اُن لوگوں پر عائد ہوتی ہے جنہوں نے از رہِ تکبر آپ کو بچہ قرار دیتے ہوئے آپکی خلافت سے انکار کر کے جماعت کی وحدت کو توڑ کر اور رسول کے تخت گاہ کو چھوڑ کر لاہور میں جا ڈیرہ لگایا اور محض اس بات پر تفرقہ پیدا کر دیا کہ خلیفہ انجمن پر حاکم نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ یہ لوگ چھ سال تک حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کو انجمن پر حاکم تسلیم کرتے رہے ہیں۔ پس افتراق کے ذمہ وار وہ ہیں جو سوادِ اعظم سے الگ ہوئے۔

مصری صاحب کا بے ثمر منصور!

باقی رہا مولوی محمد علی صاحب کے منصور ہونیکا معاملہ سو میں حجج الکرامہ کی منصور کے ذکر پر مشتمل روایات کو پیش کر کے ثابت کر چکا ہوں۔ کہ مولوی محمد علی صاحب اس میں سے کسی روایت کا مصداق بھی نہیں بن سکتے۔ یوں مصری صاحب مولوی محمد علی صاحب کی جس قدر مدح سرائی کریں اُنکی مرضی ہے مگر مولوی محمد علی صاحب تو اپنی ناکامی کا صریح اعتراف اپنے ایک خطبہ میں کر چکے ہوئے ہیں۔ کہ ہمارے کام کو پھل اس واسطے نہیں لگا کہ ہمارے پاس آدمی نہ تھے۔ پس جس کے کام کو پھل نہیں لگا وہ منصور کاہے کا ہؤا! ہاں مصری صاحب کا نام نہاد منصور ہو تو ہو جسے منصور بنانے کیلئے مصری صاحب نے روایات میں جعلسازی، تحریف اور قطع و بُرید کر کے جوڑ توڑ کرنے میں خدا تعالیٰ کے خوف کو بھی بالائے طاق رکھدیا ہے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مطالبہ کا اعادہ

مَیں نے اپنے مضمون میں حجج الکرامہ کی بعض روایات میں مصری صاحب کا جوڑ توڑ اور قطع بُرید کرنیکا جو ثبوت پیش کیا ہے اگر مصری صاحب کو اس سے اتفاق نہ ہو تو پھر وہ حجج الکرامہ سے میرے گذشتہ مطالبہ کے مطابق اپنی دوسری اور تیسری روایت من و عن اور اصل الفاظ میں شائع کر دیں۔ اگر مصری صاحب ایسی دونوں روایتیں من و عن شائع نہ کریں تو اس سے صاف کھل جائیگا کہ اُنکے اپنے دل میں کوئی چور ہے جو انکو اپنے ہاتھوں اپنی مزید خفت اور سُبکی کرانے سے روکتا ہے۔

آخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین۔

عیسائیوں سے مشابہ کون ہے؟

مبایعین یا مولوی محمد علی صاحب اور ان کے رفقاء کار؟

(از جناب مولوی نور الحق صاحب واقف زندگی)

۱۷ اکتوبر ۱۹۴۵ء کے پیغام صلح میں مولوی محمد علی صاحب کا ایک خطبہ شائع ہوا ہے جس میں انہوں نے بعض اختلافی مسائل کو بیان کرتے ہوئے حسب عادت دل کھول کر گالیاں دی ہیں۔ تاریخ "اختلافات" اس بات کی شاہد ہے کہ مولوی صاحب کا یہ طرز بیان ان کا مقتضائے طبیعت ہے۔ مدتوں سے ہمارے بزرگ ان کے اس غیر شریفانہ طرز کلام کی طرف انہیں متوجہ کرتے چلے آتے ہیں لیکن مولوی صاحب پر اس کا کچھ اثر نہیں ہوتا۔ اور ان کے ہر خطبہ جمعہ سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ جب تک وہ مبایعین اور ان کے آقا کو برا بھلا نہ کہہ لیں انہیں چین اور قرار حاصل نہیں ہوتا پس مولوی صاحب کے غیر مہذب رنگ میں کلام کرنے اور گالیاں دینے کو نظر انداز کرتے ہوئے میں ان کے اصل استدلال کی طرف آتا ہوں۔ مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ:-

"حضرت مسیح ناصری کے دشمن یہودیوں نے آپ پر یہ اعتراض کیا تھا کہ وہ خدا کا بیٹا ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ اس پر مسیح علیہ السلام نے انکار کیا اور کہا کہ مجھے جو خدا کا بیٹا کہا گیا ہے یہ استعارۃً ہے اور انہی معنوں میں کہا گیا ہے جن معنوں میں تمہارے بزرگوں کو خدا کے کلام میں خدا کہا گیا ہے۔ اگر ان کا خدا کہلانا کفر نہیں تو میرا خدا کا بیٹا کہلانا کیوں کفر ہو گیا۔ اس تصریح کے باوجود عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا بنا لیا اور غلو کی طرف مائل ہو گئے۔"

پھر مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ:-

"پہلے مسیح کی مماثلت میں مسیح ثانی کی جماعت میں بھی ایسا ہی ہوا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بار بار کہا کہ میں حقیقی نبی نہیں ہوں اور میرے لئے نبی کا لفظ

بطور استعارہ اور مجاز استعمال ہوا ہے۔ لیکن اس تصریح کے باوجود جماعت کے اکثر حصّہ نے غلوّ سے کام لیتے ہوئے آپ کو نبی بنا دیا۔ اور اس طرح مسیح اوّل کے پیروؤں کیساتھ اپنی مشابہت پیدا کرلی۔"

مولوی صاحب کا غلط استدلال

مولوی صاحب نے حضرت مسیح ناصریؑ کے کلام کو لے کر جو مثال مبایعین پر چسپاں کرنے کی کوشش کی ہے وہ درست نہیں۔ کیونکہ انجیل کے اصل بیان کو پڑھنے اور عیسائیوں کی حالت کو دیکھنے سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوتے ہیں:۔

ا۔ حضرت مسیح ناصریؑ کے دشمنوں کا ان کے متعلق ان کے اقوال سے الزام لگانا کہ وہ خدا کا بیٹا ہونے کے مدعی ہیں۔

ب۔ حضرت مسیح ناصریؑ کا انکار کہ میں ان معنوں میں خدا کا بیٹا نہیں ہوں جن میں میرے دشمن مراد لیتے ہیں۔

ج۔ بلکہ ان معنوں میں خدا کا بیٹا ہوں جن میں خدا کے کلام میں بعض لوگوں کو خدا کہا گیا ہے۔

د۔ پھر ان باتوں کی موجودگی میں عیسائیوں کا مسیح ناصری کے دشمنوں کے استدلال کے مطابق ان کو خدا کا بیٹا بنانا۔

اب اگر مولوی محمد علی صاحب کا استدلال درست ہو تو مسیح محمدی کی جماعت پر مذکورہ بالا امور مندرجہ ذیل طریقوں سے چسپاں ہونے چاہئیں تا کہ ہر دو گروہوں کی مشابہت ثابت ہوسکے۔

ا۔ مسیح محمدی کے دشمن یعنی غیر احمدی آپ کے کسی قول کی بناء پر یہ الزام لگائیں کہ آپ نے فلاں دعویٰ کیا ہے۔

ب۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس دعویٰ سے انکار کریں۔

ج۔ اور اپنے دعویٰ کی حقیقت بیان کریں۔

د۔ پھر آپ کے پیرو اسی طرح غیر احمدیوں کا عقیدہ حضرت مسیح موعود کی طرف منسوب کریں۔ جس طرح عیسائیوں نے مسیح ناصریؑ کی وفات کے بعد یہودیوں کا عقیدہ لے لیا۔

ان مذکورہ بالا امور پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی محمد علی صاحب کے قول کے مطابق مبایعین عیسائیوں کے مشابہ نہیں بنتے کیونکہ ان پر یہ سب امور چسپاں نہیں ہوتے۔

۱۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر مسیح اوّل کے دشمنوں کی طرح آپؑ کے دشمنوں نے آپؑ کے بعض اقوال کی بناء پر یہ الزام لگایا کہ آپؑ نے تشریعی نبوّت کا دعوےٰ کیا ہے۔

۲۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کے الزام کی تردید کی اور فرمایا:۔

"یہ الزام جو میرے ذمّے لگایا جاتا ہے کہ گویا مَیں ایسی نبوّت کا دعوےٰ کرتا ہوں جس سے مجھے اسلام سے کچھ تعلق باقی نہیں رہتا اور جس کے یہ معنے ہیں کہ مَیں مستقل طور پر اپنے تئیں ایسا نبی سمجھتا ہوں کہ قرآن شریف کی پیروی کی کچھ حاجت نہیں رکھتا اور اپنا علیحدہ کلمہ علیحدہ قبلہ بناتا ہوں اور شریعتِ اسلام کو منسوخ قرار دیتا ہوں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اقتدا اور متابعت سے باہر جاتا ہوں۔ یہ الزام صحیح نہیں ہے۔"

۳۔ پھر الزام کی تردید کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی صحیح پوزیشن بیان فرمائی اور فرمایا کہ:۔

"جس بناء پر مَیں اپنے تئیں نبی کہلاتا ہوں وہ صرف اس قدر ہے کہ مَیں خدا تعالےٰ کی ہمکلامی سے مشرف ہوں۔ اور وہ میرے ساتھ بکثرت بولتا اور کلام کرتا ہے اور میری باتوں کا جواب دیتا ہے۔ اور بہت سی غیب کی باتیں میرے پر ظاہر کرتا ہے۔ اور آئندہ زمانوں کے وہ راز میرے پر کھولتا ہے کہ جب تک انسان کو اُس کے ساتھ خصوصیت کا قُرب نہ ہو دوسرے پر وہ اسرار نہیں کھولتا۔ اور انہیں امور کی کثرت کی وجہ سے اُس نے میرا نام نبی رکھا ہے۔ سو مَیں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں اور اگر مَیں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہوگا۔"

(اخبار عام لاہور ۲۳ رمئی ۱۹۰۸ء)

پس ان مذکورہ بالا حوالوں کے پیشِ نظر عیسائیوں کا وہی مشابہ ہو سکتا ہے جو حضرت مسیح موعودؑ کے دعویٰ کو چھوڑ کر غیر احمدیوں کے عقیدہ کو اختیار کرے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے تشریعی نبوّت کا دعویٰ کیا ہے۔ اور یہ بات واضح ہے کہ مبایعین کا یہ دعوےٰ نہیں پس مولوی محمد علی صاحب کا استدلال کہ مبایعین عیسائیوں سے مشابہ ہیں تبھی درست ہو سکتا تھا جبکہ ان کا عقیدہ غیر احمدیوں کے بیان کے مطابق ہوتا۔ لیکن مبایعین اس بات کی تردید اور نفی کرتے ہیں جس کو غیر احمدی کہتے ہیں۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو صحیح دعویٰ پیش فرمایا ہے

اسی کو پیش کرتے ہیں اور اسی پر قائم ہیں۔ پس مولوی صاحب کا مبایعین کو عیسائیوں کے مشابہ قرار دینا کسی طرح درست نہیں۔

غیر مبایعین کی مشابہت عیسائیوں سے

مولوی صاحب کے نتیجہ کی تغلیط کرنے کے بعد اب میں یہ امر واضح کرنا چاہتا ہوں کہ مولوی صاحب اور ان کے رفقاء کار ہی عیسائیوں کے مشابہ ہیں۔ کیونکہ مسیح ناصریؑ کے واقعہ صلیب کے بعد مسیحؑ کے پیروؤں نے غیروں کو ساتھ ملانے کی کوشش کی لیکن ان غیر اقوام کے افراد نے مسیحؑ کے متبعین کے ساتھ اس واسطے ملنے سے انکار کر دیا کہ ان کے شرعی احکام ان کو ماننے دوبھر معلوم ہوتے تھے۔ اس بات کے پیش نظر مسیح ناصریؑ کے متبعین نے اپنے شرعی احکام کو نرم کر دیا۔ چنانچہ اعمال باب ۱۵ آیت ۲۴ تا ۳۰ میں آتا ہے کہ:۔

"ان بھائیوں کو جو غیر قوموں میں سے ہیں اور انطاکیہ اور سوریہ اور قلقلیہ میں رہتے ہیں۔ رسولوں اور بزرگوں اور بھائیوں کا سلام۔ از بسکہ ہم نے سُنا ہے کہ ہم میں سے بعض نے جن کو ہم نے حکم نہیں کیا جا کے تمہیں اپنی باتوں سے گھبرا دیا اور تمہارے دلوں کو یہ کہہ کے پریشان کر دیا کہ ختنہ کرو اور شریعت پر چلو۔ سب ہم نے ایک دل ہو کے بہتر جانا کہ اپنے عزیزوں برنباس اور پولوس کے ساتھ جو کہ ایسے آدمی ہیں کہ انہوں نے اپنی جان ہمارے خداوند یسوع مسیح کے نام پر خطرے میں ڈالی۔ بعض چُنے ہوؤں کو تمہارے پاس بھیجیں۔ چنانچہ ہم نے یہوداہ اور سیلاس کو بھیجا اور وے یہ باتیں زبانی بھی بیان کرینگے کیونکہ روح القدس اور ہم نے بہتر جانا کہ ان ضروری باتوں کے سوا تم پر اور کچھ بوجھ نہ ڈالیں۔ کہ تم بُتوں کے چڑھاووں اور لہو اور گلا گھونٹی ہوئی چیزوں اور حرامکاری سے پرہیز کرو۔ اگر تم ان چیزوں سے آپ کو بچائے رکھو گے۔ تو خوب کرو گے۔"

اب غیر مبایعین خود ہی بتائیں کہ کیا عیسائیوں کے مشابہ طریقہ انہوں نے خود ہی نہیں اختیار کیا۔ اس بات کے پیش نظر تا غیر احمدی ان کے ساتھ مل جاویں اور غیر احمدیوں میں ان کو عزت حاصل ہو جائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نبی کی بجائے مجدد کہنا

شروع کر دیا۔ اور پھر یہ تلقین کرنی شروع کر دی کہ عام مسلمانوں کو کافر مت کہو۔ مبادا وہ بد دل ہو جائیں۔ اور پھر غیر احمدیوں کے پیچھے نماز پڑھنے کی بھی اجازت دیدی اور اِس طرح غیر احمدیوں کو ساتھ ملانے کے لئے عیسائیوں کی مشابہت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اصل تعلیم کو چھوڑ کر ایک نیا طریق جاری کر لیا

پس اب مولوی محمد علی صاحب اور اُن کے رفقاءِ کار سے سوال کرتا ہوں کہ مولوی صاحب کے بیان کردہ استدلال کے مطابق تو مبایعین عیسائیوں کے مثیل نہیں لیکن کیا آپ سب لوگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اصل تعلیم کو چھوڑ کر نرم تعلیم پیش کرنے میں عیسائیوں کے مثیل بنتے ہیں یا نہیں ؟

ضروری معذرت

فرقان کی گذشتہ اشاعت کے اہتمام کے دوران میں خاکسار خدام الاحمدیہ کے سالانہ اجتماع کی وجہ سے شدید مصروف تھا۔ جس کی وجہ سے کاپیاں خود نہ پڑھ سکا۔ شمارہ مذکورہ طبع ہونے کے بعد آخری وقت میں دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ فارسی حصہ میں کثرت سے غلطیاں تھیں۔ جلدی میں چند ضروری غلطیوں کی صحت بعض دوسرے دوستوں کے تعاون سے کرا دی گئی تھی۔ قارئین احباب کی خدمت میں ان تمام اغلاط پر معذرت عرض ہے۔

—— نائب مدیر

بہائیت :-

کشکول

باب اور بہاء کی تعلیم کا مطالعہ کرنے والا ہر صاحبِ شعور یہ امر نہایت آسانی کے ساتھ سمجھ سکتا ہے کہ بابیت اور بہائیت کے علمبرداروں کے سامنے صرف دو ہی مقصد تھے۔ جلبِ زر اور ناموس پسندی۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ صرف اموال کا اکٹھا کرنا ہی ان کے پیشِ نظر تھا تو یقیناً زیادہ صحیح ہے۔ کیونکہ اموال کے حاصل کرنے کے لئے جس طرح تذلل اختیار کر کے لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے پڑتے ہیں اس کے ہوتے ہوئے ناموس کا محفوظ کرنا ناممکن ہو جاتا ہے۔ چنانچہ بابی اور بہائی تعلیم میں اس غرض کے لئے جو احکامات دیئے گئے ہیں اس تعلیم کے جاری ہونے کے پہلے ہی روز سے ان کا عزت و ناموس خطرہ میں پڑ چکا تھا۔ مثال کے طور پر باب و بہاء کی تعلیم سے چند احکامات قارئین احباب کی خدمت میں پیش ہیں۔ کہ کن ناجائز اور ظلم پسند طریقوں سے لوگوں کے اموال پر جبر کے ساتھ قبضہ کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔

بابی دریوزہ گری

"کُل از کُل گرفتہ مے شود الاّ آنکہ داخل شوند در ظلِّ دینِ او" (باب ۵-واحد ۵)

سوائے بابی کے ہر شخص کا مال لے لیا جائے۔

"دریں ظہور حلال نیست بر غیر مومنین بحق آنچہ منسوبت بایشاں است الاّ آنکہ داخل در ایمان گردند" (باب ۵ - واحد ۵)

ہر غیر بابی پر اس کی تمام مملوکات حرام ہیں۔ یعنی بالفاظِ دیگر ہر غیر بابی کی دولت پر اس کا نہیں بلکہ بابیوں کا حق ہے۔

"آنچہ بر ایدی غیر مومنین می بینی بغیر حق است" (باب ۱۵ - واحد ۸)

ہر غیر بابی اپنے مال و اسباب کا صحیح حقدار نہیں ہے۔

پھر نہ صرف یہ کہ غیر بابیوں پر ان کے اموال حرام ہی قرار دیئے گئے ہیں بلکہ جبر کیساتھ اُن سے لینے کی بھی تلقین کی گئی ہے۔

"اگر حق مقتدر بے باشد نفسہائے ایشاں را از ایشاں منع مے کند الّا آنکہ ایمان آورند چہ گونہ مایملک ایشاں۔" (باب ۱۵۔ واحد ۵)

اگر بابیوں کو اقتدار حاصل ہوتا تو نہ صرف اموال ہی لیئے جاتے بلکہ غیر بابیوں کو قتل بھی کر دیا جاتا۔

کیسے پاکیزہ ارادے تھے، کہاں تک خیالات تھے۔ وہ علیم و خبیر خدا ایسا کرتا ہی کیونکر۔ وہ اپنی مخلوق کے لئے بہت رحیم اور شفیق ہے۔ اس بے وجہ ظالم ارادوں کو کس طرح پورا ہونے دیتا۔

غرضیکہ اس قسم کے متعدد احکامات میں اصرار کیساتھ یہ تعلیم دی گئی کہ ہر غیر بابی کے مال کا حقیقی حقدار صاحب مال نہیں بلکہ بابی معتقد۔ لیکن ہر بابی معتقد نہیں بلکہ اس کا اول حقدار خود باب ہوگا نہ کوئی اور۔ چنانچہ اس نے یہ حکم بھی دیا:۔

"فی حکم الاموال التی یؤخذ فی ذلک الذین ان یکن فیہ من شیءٍ لم یکن لہٗ عدل لن یملکہٗ الّا نقطۃ البیانِ وان غربتِ الشمس فلیحفظن لمطلہا۔" (باب ۵۔ واحد ۵)

جس قدر اموال اور اسباب مذکورہ طریق پر غیر بابیوں سے چھینے جائیں ان میں سے جو حصہ بے مثال اور بے نظیر ہوگا تو علی محمدؐ باب اس کا مالک ہوگا۔ اور اس کے مرنے کے بعد بطور امانت کے بابیوں کے پاس رہے گا۔ تا وقتیکہ باب کا دوبارہ ظہور ہو۔

پھر اپنی اس تعلیم پر بھی باب نے مختلف احکامات میں اصرار کیا اور اس طریق پر کشکول اس نے بنایا اس میں اپنے لئے منفعت کے پہلو کو ہی زیادہ تر مد نظر رکھا۔

بہائی صدقات و وراثت

جناب بہاء اللہ نے بھی بہائیت کے مورث اعلیٰ علی محمد باب کے نقش قدم پر ہی قدم رکھا۔ اور نہ صرف اس پر ہی اکتفاء کیا بلکہ چند قدم اور آگے بڑھنا نسبتاً زیادہ مفید سمجھا۔

جناب بہاء اللہ نے اوقاف اور خیرات کے تمام اموال پر تصرف کا اصل حقدار

اپنے آپ کو قرار دیا۔ اور اپنے بعد ذاتی جائداد کے طریق پر بطور ورثہ کے یہ حق اپنی اولاد کو دیا۔

"قد رجع الاوقاف المختصة للخیرات الی اللّٰہ مظہر الآیات۔ ومن بعدہ یرجع الحکم الی الاغصان ومن بعدھم الی بیت العدل ....." (اقدس)

چنانچہ اقدس کے اس حکم کے مطابق صدقہ وخیرات کا واحد مالک جناب بہاء اللہ خود تھے اور انکے بعد ان کی اولاد ان صدقات کی وارث ہوئی۔ اقدس میں بیان شدہ حکم کے مطابق بہاء اللہ کی اولاد ہی اس وقت تک ان کی مالک چلی آرہی ہے کہ جن کے ہوتے ہوئے بیت العدل اور دوسرے اہل بہاء کو ان پر تصرف کی اجازت نہیں۔

غرضیکہ جس دریوزہ گری کا حق اپنے لئے باب نے قائم کیا جناب بہاء اللہ نے اس کشکول کو خود اپنی زندگی میں اپنے لئے اہل بہاء کے سامنے ہمیشہ پھیلایا اور اپنے مرنے کے بعد اس کشکول کا اول وارث اپنی اولاد کو قرار دیا اور آجتک خیرات اور صدقات کے ان اموال واوقاف کی واحد مالک ہے۔

کس قدر ہی قابل طعن و ملامت یہ امر کیوں نہ ہو لیکن زندگی کے عیش اور لطف پر ایسی ہزار ہمتیں قربان۔ کوئی ایسی باتوں پر متنفر ہو تو ہوتا رہے مذہب کی یہ اختراع کسی حقیقت کے منوانے یا صداقت کے قائم کرنے کی غرض سے تو تھی نہیں جلب زر اصل غرض تھی جس کے لئے کشکول برداری ضروری تھی۔

مغربیت کے نقش قدم پر

گذشتہ اشاعت میں نکاح کے بارہ میں بعض بہائی احکامات درج کئے گئے تھے اور بہائی طریق نکاح سے متعلق بعض امور عرض کئے گئے تھے۔ کہ جس طرح بہائیت نے مغربیت کے نقش قدم پر چلنے کے لئے اسلامی تعلیم سے انحراف میں مصلحت جانی اسی سلسلہ میں آج پردہ کے متعلق کچھ عرض کرنا ہے۔

ترک پردہ کی ابتداء

تاریخی شواہد کے ماتحت قرۃ العین غالباً وہ پہلی بابی عورت ہے کہ جس نے پردہ ترک کیا اور بابی عورتوں کے لئے ایک غلط نمونہ قائم کیا۔

نقطۃ الکاف میں اس کے متعلق یوں ذکر کیا گیا ہے:۔

"قرۃ العین پہلے بہت باپردہ تھی۔ بابیت کو قبول کرتے ہی اس نے سیدہ محترمہ

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مظہریت کا دعویٰ کیا۔ جب اس کے خسر حاجی ملا تقی الدین کے قتل میں اس پر شبہ کیا گیا تو بھاگ کر بدشت کے مقام پر بابیوں کی جمعیت میں آ گئی۔ وہاں بے پردگی کے ایسے واقعات ہوئے کہ سید الشہداء ملا حسین بشروئی نے یہ کہا کہ جن بابیوں نے بدشت میں ایسی بے پردگی کے کام کئے ہیں میں اُن پر حد جاری کروں گا۔" (نقطۃ الکاف صفحہ ۱۴۰ تا ۱۵۵)

بدشت کے مقام پر جن بابی اخلاق کا مظاہرہ کیا گیا اس کے متعلق آئندہ کبھی تحریر اور اشاعت کے آداب جس قدر اجازت دیں گے ذکر کر دیا جائے گا۔ اس وقت صرف یہ مقصود ہے کہ قرۃ العین نے بابیت میں اسلامی پردہ کی بجائے بے پردگی کا غلط نمونہ دیا۔ اور اس کے نتیجہ میں بابیت کے بعد بہائیت اور عباسیت میں یہ بے پردگی رائج ہوئی۔ فلسفہ نیکو کی جلد اول اس وقت میرے سامنے ہے اس میں عبد البہاء کی بیوی، بہن، بیٹی اور نواسی کی تصویریں شائع کی گئی ہیں جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ کس طرح خاندانِ الوہیت نے اسلامی پردہ کی بجائے مغربیت کی تقلید میں بے پردگی اختیار کی۔

اسلامی پردہ جس طرح نسوانی حیا اور شرم کی طبعی طور پر حفاظت کرتا ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ اسی لئے باوجود بے پردگی کے بارہ میں انتہائی تعلیم کے پھر بھی بہائی مستورات کے لئے پردہ ترک کرنا مشکل تھا۔ چنانچہ شوقی افندی صاحب جو بہائی فرقہ کے اس وقت امام و مقتداء ہیں اُن کی طرف سے رومی افغان صاحب کی ایک تحریر شائع ہوئی ہے:-

"اب صرف ایک اور قدم اُٹھانا اور پردہ کا ترک کرنا ہے۔ ....
...... بہائی عورتوں نے اپنی تعلیم اور ترقی کے لئے سوسائٹیاں قائم کی ہیں۔ ہم سب امید کرتے ہیں کہ جلد ہی پردہ ترک کر دیا جائے گا۔ ...... تحریک نوری کے ابتداء میں ہی ایک بہائی عورت قرۃ العین نے سب سے پہلے مشرقی پردہ کو ترک کیا۔"

("ریلیجنز آف دی ایمپائر")

کس وضاحت کے ساتھ یہ امر واضح ہوتا ہے کہ بہائیت نے اسلامی شریعت کے زیر اثر مشرقی تمدن کی بجائے مغربیت کے آگے داد خواہی کے لئے ہاتھ پھیلائے ہیں؛

اختلاف

الاختلاف بین بہاء اللہ و عبد البہاء

(از جناب مولوی صدر الدین صاحب واقف زندگی)

بہائی دعاوی

مرزا حسین علی صاحب المعروف بہاء اللہ بانی مذہب بہائیت کا دعویٰ ہے کہ اس کی شریعت (نعوذ باللہ) قرآن مجید کی ناسخ بلکہ علی محمد باب کی شریعت کی بھی ناسخ ہے جو خود ناسخ شریعت قرآن مجید ہے۔ اور یہ کہ اس (بہاء اللہ) کی شریعت ایک ہزار سال تک قائم رہے گی۔ چنانچہ بہاء اللہ صاحب اپنی شریعت اقدس میں لکھتے ہیں:-

"من یدعی امراً قبل اتمام الف سنۃ کاملۃ انہ کذاب مفتر نسئل اللہ بان یؤیدہ علی الرجوع ان تاب انہ ھو التواب وان اصر علیٰ ما قال یبعث علیہ من لا یرحمہ انہ شدید العقاب" (اقدس)

یعنی جو شخص پورے ایک ہزار سال سے پہلے خدا سے حکم پانے کا دعویٰ کرے گا وہ یقیناً کذاب اور مفتری ہوگا۔

شریعت غیر مبدلہ

پھر اپنی شریعت کے متعلق لکھتے ہیں کہ اسے کوئی بدل نہیں سکتا۔ چنانچہ کتاب فردوس میں لکھا ہے:-

"یا حزب اللہ فی المدن والدیار قد ذکرت اسماء کم لدی الوجہ ونزل لکم ما انقطع عنہ ایادی التغییر والفناء یوصیکم بحفظ ما اوتیتم بہ من لدی اللہ رب العالمین" (فردوس ص۱۴۵)

یعنی اے اللہ تعالیٰ کے گروہ جو شہروں اور گھروں میں ہو تمہارے نام وجہ اعلیٰ کے حضور ذکر کئے اور اس نے تمہارے لئے وہ تعلیم اتاری ہے جس سے تبدیل کرنے والے اور فنا کرنیوالے ہاتھ قاصر ہیں وہ تم کو وصیت کرتا ہے کہ جو تمہیں رب العالمین کی طرف سے دیا گیا ہے اس کی حفاظت کرو۔

پھر لکھتے ہیں :-

"کونوا کالجبال فی امر ربکم الغنیّ المتعال ھذا ینبغی لکم ان انتم من العارفین ستمضی الدّنیا و تأخذھا ارياح الفناء ویبقیٰ ماجری به قلمی ونطق به لسانی الصادق الامین"۔

(الواح اقدس ص ۱۴۳-۱۴۴)

یعنی تم اپنے رب غنی اور بلند کے حکم میں پہاڑوں کی طرح ہو جاؤ۔ تمہیں ایسا ہی کرنا چاہئے اگر تم عارفوں میں سے ہو۔ عنقریب، دُنیا گذر جائے گی اور اس کو فناء کی ہوائیں اپنی لپیٹ میں لے لیں گی اور جس کو میری قلم نے لکھا اور جس کو میری سچی اور امین زبان نے بولا ہے وہ ہمیشہ رہیگا۔

پھر لکھتے ہیں :-

"لعمر اللہ یبقی لکم ماجری من ھذا القلم الّذی شھد انّه لا الٰه الّا انا المقتدر العزیز الفضّال"۔ (الواح اقدس ص ۱۹۶)

یعنی اللہ کی قسم تمہارے لئے باقی رہے گا جو اِس قلم سے جاری ہوا ہے۔ وہ قلم گواہی دیتی ہے کہ مجھ قادر و توانا و غالب وکثیر الفضل کے سوا کوئی معبود نہیں۔

عبارات مذکورہ بالا سے عیاں ہے کہ بہاء اللہ نے اپنی شریعت کے قائم رہنے اور تغیّر و تبدّل سے محفوظ رہنے کا کس قدر مبالغہ سے دعویٰ کیا ہے۔ مگر بناوٹی شریعت اور خود ساختہ تعلیم کا یہ حشر ہوتا ہے کہ اُسی کا جانشین فرزند ارجمند عبد البہاء عباس آفندی اپنے عہد میں کچھ کا کچھ کر کے اس کی عجیب ہی شکل کر دیتا ہے۔ اس کی چند ایک مثالیں ذیل کے مقابلہ میں درج کی جاتی ہیں :-

بہاء اللہ	عبد البہاء
۱۔ بہاء اللہ کے نزدیک بہائی کون ہے	**۱۔ عبد البہاء کے نزدیک بہائی کون ہے**
بہاء اللہ صاحب بہائی بنانے کے حسب ذیل امور ضروری قرار دیتے ہیں۔ لکھا ہے :- "ینبغی لکلّ نفس اراد ان یتوجّه	عبد البہاء کی تعلیم کی روشنی میں ایک مصری بہائی سلیم قبعین نامی اپنی کتاب "عبد البہاء والبہائیۃ" میں لکھتا ہے :- "لا یعتبرون البہائیۃ دیناً

بہاء اللہ

الافق الاعلیٰ ان یطھر ظاھرہٗ وباطنہ
عن کلّ ما نھی فی کتاب اللہ ربّ
العالمین وفی اوّل القدم یتمسّک
ویعمل بما انزلہ الرحمٰن فی الفرقان
بقولہ قل اللہ ثمّ ذرھم فی خوضھم
یلعبون ویری ماسوی اللہ کقبضۃ
من التراب ۔ وفی اٰخر القدم یتوجّہ
بکلّہ الی الوجہ وبلسان السّرّ
والحقیقۃ مقبلا الی البیت الاعظم
یقوم ویقول ترکت ملّۃ قوم لا
یومنون وھم بالاٰخرۃ ھم
کافرون۔ اذا فازت نفس بالمقامین
والامرین انّھا کانت مرقومۃ من
اھل البھاء من قلم الاعلیٰ فی الصحیفۃ
الحمراء" (اقتدار ص۱۰)

یعنی ہر شخص کے لئے ضروری ہے جو
افق اعلیٰ کی طرف متوجہ ہونے کا ارادہ
کرے کہ وہ اپنے ظاہر اور باطن کو ہر اس
چیز سے پاک کرے جس سے اللہ تعالےٰ
رب العالمین کی کتاب میں روکا گیا ہے۔
پہلے قدم پر وہ خدا تعالےٰ کے نازل کردہ
قرآن کے اس حکم کو مضبوطی سے پکڑ کر اس
پر عمل کرے "قُلِ اللّٰہُ ثُمَّ ذَرْھُمْ فِیْ
خَوْضِھِمْ یَلْعَبُوْنَ" یعنی کہہ دے وہ

عبد البہاء

جدیداً او مذھباً مستقلاً
بل فلسفہ اجتماعیۃ تقضی
بوجوب الاخاء والسلام و
تعلّم وحدۃ الجنس البشری
ووحدۃ اصول الادیان فالمسیحیُّ
منھم مسیحیٌّ والیھودیُّ یھودیٌّ
والکلّ تجمعھم رابطۃ البھاء"
(کتاب عبد البہاء والبہائیۃ ص۱۰۶ مطبوعہ مصر ۱۹۲۲ء)

یعنی بہائیت کو بہائی لوگ نیا دین
یا مستقل مذہب نہیں سمجھتے۔ بلکہ بہائیت
آپس میں مل جل کر رہنے کا ایک فلسفہ ہے۔
جو اخوت صلح و آشتی کا حکم دیتا ہے۔ اور
سب انسانوں کے ایک نسل سے ہونے
اور سب دینوں کے ایک اصول پر ہونے
کی تعلیم دیتا ہے۔ بہائیوں میں سے جو
شخص عیسائی ہے وہ اپنے عیسوی مذہب
پر قائم ہے اور جو شخص یہودی ہے وہ یہودیت
پر قائم ہے۔

اس امر کی تصدیق عبد البہاء کے اس
قول سے بھی ہو جاتی ہے۔ لکھتے ہیں:۔

"در محافل عظیمہ مسیحی و موسوی و
زردشتی و مسلمان در نہایت الفت و
یگانگی و محبت و آزادگی و سرور و فرح
باہم مجتمع و مجالس ند و ابداً فرقی نہ"

(مکاتیب عبد البہاء جلد اول صفحہ ۵۵ و صفحہ ۴۰۳)

بہاء اللہ	عبدالبہاء
پھر ان کو ان کی خوض و لعب میں چھوڑ دے کہ وہ کھیلتے رہیں۔ اور وہ اللہ تعالےٰ کے ماسوا تمام چیزوں کو مٹی کی مُٹھی کی طرح خیال کرے اور آخری قدم میں وہ ہمہ تن چہرے ( ) کی طرف متوجہ ہو اور بیت اعظم کی طرف مُنہ کر کے سرّ اور حقیقت کی زبان کے ساتھ کھڑا ہو کر کہے کہ میں نے اُس قوم کے مذہب کو چھوڑ دیا جو ایمان نہیں لا رہی۔ اور آخرت کے وہ انکاری ہیں۔ جب کوئی شخص اِن دو مقاموں اور اِن دو امروں کو پالے تو وہ یقیناً اہل بہاءؔ میں قلم اعلیٰ کے ساتھ سُرخ صحیفے میں لکھا جائے گا۔	یعنی بہائیوں کی محافل میں عیسائی یہودی زرتشتی اور مسلمان نہایت محبت اور الفت اور یگانگی اور آزادی اور خوشی اور سرور کے ساتھ ایکدوسرے کے ساتھ مل جُل کر بیٹھتے ہیں اور ان کے درمیان کوئی فرق نہیں۔ پھر مصنف کتاب عبدالبہاء والبہائیۃ لکھتا ہے:۔ لیس لہا نظام خاص بہا ولا طقوس تجری علیہا ولا طغمات یتوارثون رتبہا والقابہا ولا اماکن خاصۃ للعبادۃ ولا کتاب موقوت للصلوٰۃ۔ بل ھی بالاختصار روح و حیاۃ ولیس من مبادیہا اقتناع الناس بترک ادیانہم والانضمام الیہا فقد تکون بہائیا مع بقائک مسیحیاً اویہودیا اومسلماً۔" (کتاب عبدالبہاء والبہائیۃ ص۴۳) یعنی بہائیت کا کوئی خاص علیحدہ نظام نہیں ہے اور نہ اس کے کوئی خاص مذہبی فرائض ہیں اور نہ یہ فرقہ کوئی ایسا فرقہ ہے کہ اس میں عہدے یا القاب وراثت کے طور پر چلتے ہوں اور نہ اس کے ہاں عبادت کیلئے کوئی خاص عبادتخانے ہیں۔ نہ ان کی عبادت کا کوئی خاص وقت مقرر ہے اور نہ بہائیت کے

بہاء اللہ	عبد البہاء
	بنیادی اصولوں میں یہ بات داخل ہے کہ لوگ اپنے اصلی مذہبوں کو چھوڑ کر بہائیت میں داخل ہوں بلکہ ایک عیسائی عیسائی رہکر اور یہودی یہودی رہ کر اور مسلمان مسلمان رہ کر بہائی ہو سکتا ہے
۲۔ بہاء اللہ کے مخالفین جہنمی ہیں۔ • بہاء اللہ صاحب اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:۔ "قد خسر الذین کذبوا بآیاتنا سوف تأکلھم النار" (مبین ص۲۸۳) یعنی جو لوگ ہماری آیات کو جھٹلاتے ہیں وہ گھاٹے میں پڑ گئے ہیں۔ عنقریب انکو آگ کھا جائیگی۔ پھر بہاء اللہ صاحب اپنے منکروں کی نسبت لکھتے ہیں :۔ "لم یکن مقرّ الآ فی اصل الجحیم" (مطبوعہ الواح مبارکہ ص۱۶۷) یعنی اے میرے منکرو! تمہارا دوزخ کے سوا کوئی ٹھکانہ نہ ہوگا۔	**۲۔ ہر انسان بہائی ہے یعنی جنتی خواہ مخالف ہی ہو۔** عبد البہاء عباس آفندی نے کہا ہے :۔ "یصح ان یکون الانسان بھائیًا ولو لم یسمع باسم بھاء اللّٰہ"۔ (عصر جدید عربی ص۳۸) یعنی انسان بہائی ہو سکتا ہے۔ خواہ اس نے بہاء اللہ کا نام بھی نہ سُنا ہو۔ (یہ قول انہوں نے لندن میں اپنی ایک گفتگو میں کہا ہے۔)
۳۔ حضرت عیسیٰؑ صلیب پر نہیں چڑھے بہاء اللہ اپنی کتاب ایقان میں لکھتے ہیں :۔ "دیگر چہ ذکر نمائیم کہ بعد ازیں قول بر	**۳۔ حضرت عیسیٰؑ صلیب پر چڑھے** عبد البہاء صاحب کہتے ہیں :۔ "چوں کلمۃ اللہ از اوج جلال بحکمت حق متعال

بہاء اللہ

"آنحضرت چہ وارد آمد و چگونہ با و سلوک نمودند بالآخر چناں در صدد ایذا و قتل آنحضرت افتادند کہ فلک چہارم فرار نمود" (ایقان مطبوعہ مصر ص۱۱۱)

یعنی دوسرے میں کیا کروں کہ اس قول کے بعد عیسے علیہ السلام پر کیا مصیبت وارد ہوئی اور کس طرح انہوں نے آپ سے سلوک کیا۔ بالآخر جب وہ آپ کے ایذا اور قتل کے درپے ہوگئے تو آپ چوتھے آسمان پر بھاگ گئے۔

۴۔ حضرت عیسیٰ کو خدا چوتھے آسمان پر لے گیا۔

بہاء اللہ صاحب لکھتے ہیں:۔

"در عیسے بن مریم تفکر کن ظلم بمقامے رسید کہ حق جل جلالہ او را با سمان چہارم برد۔"

(فردوس ص۲۵۲)

یعنی حضرت عیسے علیہ السلام کے معاملہ میں غور کر کہ ظلم اس حد تک پہنچ گیا کہ اللہ تعالےٰ ان کو چوتھے آسمان پر لے گیا۔

عبد البہاء

"در عالم جسد اشراق نمود بواسطۂ جسد تعدی بر کلمۃ اللہ شد۔ چنانچہ در دست یہود افتاد و اسیر ہر ظلوم و جہول گردید و عاقبت مصلوب شد۔"

(مفاوضات عبد البہاء ص۸۵)

یعنی جب مسیح خدائے پاک کی حکمت کے بموجب عالم جسد میں ظاہر ہوا تو اس جسم کے سبب اس پر تعدی ہوئی۔ چنانچہ یہود کے ہاتھ چڑھا اور ظالم و جاہل کا قیدی بنا اور آخر کار صلیب دیا گیا۔

۴۔ حضرت عیسیٰ صلیب پر فوت ہوئے۔

عبد البہاء صاحب لکھتے ہیں:۔

"حضرت مسیح در وقتیکہ اظہار امر فرمودند جان را فدا کردند و صلیب را سریر دانستند و زخم را مرہم و زہر را شہد و شکر شمردند و بتعلیم و تربیت خاص قیام فرمودند یعنی خود را فدا کردند تا روح حیات بخشند و بجسد فانی شدند تا دیگران را بروح زندہ نمائند۔" (مفاوضات ص۹۱)

یعنی حضرت مسیح نے جب امر کا اظہار فرمایا جان کو فدا کیا۔ صلیب کو نعمت سمجھا زخم کو مرہم جانا۔ زہر کو شہد و شکر خیال کیا۔ لوگوں کی تعلیم و تربیت پر قیام فرمایا یعنی اپنے آپکو فدا کیا تاکہ زندگی کی روح بخشیں۔ اور اپنے جسم کو فنا کیا تاکہ دوسروں کو روح سے زندہ کریں۔

(مفاوضات اردو ص۸۲)

(باقی)

تبلیغِ بہائیت

بہاءاللہ مدعیٔ نبوّت نیست مگر دعوئ مقامِ برترے تو کردہ است (مدعیٔ الوہیت است)۔ در ادّعاءِ خود جسارتِ بسیا کردہ است۔ لکن در اشاعتِ ایں دعوئ از حوصلہ و جرأت کار نہ بُردہ است۔ چہ قدر تضاد است۔

ہمہ مدّعیانِ نبوّت کہ تا ہنوز آمدہ اند بہ ہر سو آواز دادند و دعوئ خود بہ ہر کس و ناکس پیش کردند۔ ہیچ باک نداشتند۔ مردانِ حق پسند ہموارہ خوفِ خدا مے دارند و غیرش را ہیچ اہمیّت نمے دہند۔ چہ جائیکہ از دیگراں بلرزند و بترسند لکن اینجا معاملۂ دیگر است۔ ہمہ تاریخ بہائیت را مطالعہ نمائید۔ بہ سلسلۂ تبلیغِ بہائیت مخصوص عدم جرأت و تلبیس مشاہدہ خواہید کرد و دریں باب از محمّد علی باب و بہاءاللہ تا بہ ادنیٰ تریں معتقد ایشاں ہیچ تفاوت نخواہید یافت۔ سببِ ایں ظاہر است۔ اعنی ادعائے بے بنیاد و جسارتِ بے حقیقت ایشاں۔

باب محمّد علی باب ہمہ معتقدینِ خویش را وصیت کرد کہ از حقیقتِ او انکار بکنند و عقیدتمندئ خود را مخفی دارند۔

بہاءاللہ جنابِ بہاءاللہ ابتداءً ادّعائے خود را بہ رازدارانِ خصوصی بیان نمود۔ بہ لباسِ فقیری تبدیلئ نام بہ ہمراہِ درویشانِ اسلامی دو سال متواتر در کوہستان بماند و دشت نوردی کرد۔ و ہم عمر کہ زیست بہ بسیار احتیاط و اخفاءِ تبلیغ عقایدِ باطلہ نمود و دیگر مبلّغین بہائیت را ہم بایں طور ہدایات جاری مے کرد۔ میرزا حیدر علی کہ بہاءاللہ او را مبلّغ استانبول مقرر نمود حسبِ ذیل ہدایات از پیر و مرشدِ خود حاصل کرد:

"بحکمت صحبت کن و مشرّف شدن او را برائے سیاحت و اطلاع ہر جائے اظہار دار۔ اُستُر ذَھَبَکَ وَذِھَابَکَ وَمَذْھَبَکَ را ہموارہ ملاحظہ۔" (بہجۃ الصدور صفحہ ۸۳)

ایں ہدایت کہ جنابِ بہاءاللہ ارشاد نمود میرزا حیدر علی لفظاً لفظاً تعمیل کرد۔ چنانچہ میرزا حیدر علی متعدد واقعات در تالیفِ مذکور رقم کردہ است و بیان نمود کہ چرا او عقیدۂ خود را مخفی داشت بہ مسلماناں نماز بطریقِ شاں ادا میکرد۔ بہ زیارت گاہ ہائے اسلامی مے رفت۔ متعدد مسلمان درویشاں را پیر و مرشد خود تسلیم کرد و چرا؟ "بہر رنگے کہ خواہی جامہ مے پوش" عنوانِ کردارِ خود در ادا داشت۔ چہ دُزدے

روا داشت۔ اہلِ بہاء را باید کہ فخر بکنند۔

عبد البہاء دریں باب عبد البہاء کہ حقیقی وارث پدرش بود از یں طریقِ کذب گوئی و حق پوشی بزیادت استفادہ کرد و دریں باب تقلیہ تکمیل کرد۔ عبد البہاء ہم بہ طریقِ مذکور معتقدین و مبلغینِ بہائیت را دریں دشتِ ضلالت پیما گمرہی نمود۔ ہدایاتِ عبد البہاء از یں قبیل نمونۃً عرض مے کنم:۔

"جناب یوحنا حکمت شرط است و احتیاط لازم۔ پردہ دری ننمائید۔ بحکمت صحبت کنید و باہر کس صحبت ندارید۔ بنفوسِ مستعدہ مکالمہ کنید و از عقاید صحبت ندارید۔ از تعالیم جمالِ مبارک روحی لاحبائہ الفداء بیان کنید و از وصایا و نصائح او دم زنید" (مکاتیب جلد ۳ صـ۲۴۴)

ملاحظہ بفرمائید! چرا عبد البہاء مرزا یوحنا را تلقین کرد کہ احتیاط و حکمت را بدست بدارد۔ باید کہ تذکرہ تعالیم عمومی و نصائح بکند۔ عبد البہاء شیخ محی الدین کردی را نوشت:۔

"مسائل حکمیہ را اساس مذاکرہ قرار دہید نہ عقائد" (مکاتیب جلد ۲ صـ۲۹۶)

عبد البہاء در مکتوب دیگر بہ شیخ فرج اللہ ذکی بہ شدت و تاکید اصرار کرد:۔

"جمالِ مبارک تبلیغ را دریں دیار مصر۔ ناقل) حرام فرمودہ اند۔ مقصود ایں است کہ احباء باید کہ ایامے چند بکلی سکوت نمایند و اگر کسے سوال نماید بکلی اظہارِ بے خبری کنند کہ ہمہمہ و دمدمہ قدرے ساکن شود"

ہمہ اہلِ علم و عمل خوب مے دانند کہ دریں معاملہ مخالفت چندانکہ شدید تر بود مفید تر مے باشد۔ .... ولکن برخلافِ ایں حقیقت ہمہ کارپردازانِ کارخانۂ بہائیت کہ بوجہ کذب و دروغ و کم مائگی حقیقتاً چیزے نمے داشتند۔ جوئے باطل بسوئے بلندی رواں کردن مے خواستند۔ فی الحقیقت دجلِ خود را خوب مے دانستند کہ ایں ہمہ تار و پودِ ایشاں بنا بہ باطل داشت و در چشم زدن منتشر خواہد شد۔ مے خواہند کہ بایں طرقِ باطلہ دجلِ خود را مخفی بدارند و قدرے محفوظ۔ ولکن تا کے۔ کذب جذب نمے دارد و دروغ را فروغ نباشد۔

شوقی آفندی من ایں مقالہ را باآخر بہ یک اقتباس الکشف الجلیل باختتام خود جنابِ آوارہ در تالیفِ مذکورش بیان نمود:۔

"شوقی آفندی بمن سفارش کرد کہ در لندن با ہر کس صحبت کردید نگوئید بہاء اللہ پیغمبر است۔ و عنوانِ مذہبی دارد بلکہ بگوئید حکیمے است کہ از مشرق ظاہر شدہ و تعالیم و مبادی صلح و سلام آوردہ"

جنابِ آوارہ بمنصبِ حکیم تنزل کردہ است۔ چہ عجب! راز دارِ خانہ راز دانِ اندرون است۔ جنابِ آوارہ بکمال حق گوئی حقیقت را آشکار کردہ است و بتوفیقِ حق تعالیٰ باب تلبیسِ خانۂ بہائیت را وا نمودہ ایم۔ باید کہ ہر اہلِ بصیرت از فتنۂ ایشاں آگاہ شود۔

لا الٰه الا الله محمد رسول الله

ان تتقوا الله يجعل لكم فرقانا

فرقان

قادیان

سالنامہ نمبر

مدیر:
عبدالمنان عمر ایم اے

مجلس رفقاء احمد کا ماہنامہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ـــــــ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

فرقان

قادیان

بابت ماہ فتح ۱۳۲۴ ہش
دسمبر ۱۹۴۵ء

جلد ۴ — ترتیب عنوانات — نمبر ۱۲

پیغامیت :-

(بقیہ ملاحظہ ہو ٹائیٹل پیج کے آخری صفحہ پر)

تین چیلنج

سیدنا حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ الودود کی طرف سے

سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی طرف سے تین مختلف چیلنج بارہا شائع کئے جا چکے ہیں:-

چیلنج مباہلہ ــــــ چیلنج تفسیر نویسی ــــــ چیلنج مناظرہ

چیلنج مباہلہ مولوی محمد علی صاحب نے سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کو مباہلہ کا چیلنج دیا تھا۔ جس کے جواب میں حضور نے اس چیلنج کو قبول فرمایا اور نہایت ہی معقول طریق پر فرمایا کہ مباہلہ ہمیشہ کسی کے مسلمات پر ہؤا کرتا ہے۔ حضور نے اپنے دعوے کو پیش فرمایا کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آخری عمر میں نبوّت کی تعریف میں تبدیلی فرمائی۔ مولوی محمد علی صاحب ہمارے اس مسئلہ سے اختلاف رکھتے ہیں، اس پر مباہلہ کے لئے نہایت ہی وضاحت کے ساتھ حضور نے مباہلہ کا چیلنج منظور فرمالیا۔ مگر مولوی محمد علی صاحب ہمیشہ ایچا پیچی سے کام لیتے ہوئے مباہلہ سے گریز کرتے ہیں۔ اہل پیغام میں سے ہی کوئی صاحب اگر مولوی صاحب کو تیار کر کے میدان مباہلہ میں لے آئیں تو حقیقت ظاہر ہو جائے گی ــــــ ہم مباہلہ کا چیلنج حضور کے الفاظ میں پیش کرتے ہیں جو حضور کے پرائیویٹ سیکرٹری کے دستخطوں سے ملک فیض الرحمن صاحب فیضی کے ایک خط کے جواب میں حضور نے بھجوایا تھا۔

چیلنج تفسیر نویسی تفسیر نویسی کا چیلنج مخالف علماء کو ۱۹۲۰ء میں دیا گیا۔ اور بعد میں ۱۹۴۴ء میں بھی۔ مولوی محمد علی صاحب بھی اس کے مخاطب تھے۔ مولوی صاحب کے لئے میدان مقابلہ میں آنا ناممکن تھا۔ اسی لئے اب تک حسب معمول بچنے کی کوشش جاری ہے۔ اس سے بچنے کی ایک راہ انہوں نے تلاش کر رکھی

ہے کہ وہ ان آیات پر چیلنج ماننے کے لئے آمادگی کا اظہار کرتے ہیں جن کے مطالب ہم میں اور اُن میں مختلف فیہ ہیں۔ ان چند آیات کے علاوہ سارا قرآن شریف پڑا ہے۔ قرعہ اندازی سے جو آیت بھی نکل آئے اُس پر مقابلہ ہوسکتا ہے۔ سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے بارہا فرمایا ہے کہ قرعہ میں جو آیت بھی نکل آئے اس پر مقابلہ ہوسکتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ وہی آیات نکل آئیں جو مولوی صاحب بار بار پیش کرتے ہیں اور ضروری نہیں کہ وہ آیات قرعہ میں نہ آئیں۔ کتنی واضح بات ہے لیکن مولوی صاحب بچنا چاہتے ہیں اس لئے ہمیشہ عذر تلاش کرتے ہیں۔ حالانکہ مختلف فیہ آیات کے مطالب پر مناظرہ تو ہوا کرتا ہے اور ہوسکتا ہے تفسیر نویسی کا مقابلہ نہیں ہوا کرتا۔ اس چیلنج کو ہم پھر اس شمارہ میں شائع کر رہے ہیں۔

چیلنج مناظرہ

حضور کی طرف سے تیسرا چیلنج مناظرہ کا موجود ہے۔ لیکن مولوی صاحب ایسی غیر معقول شرائط میں اُلجھتے ہیں کہ بات کا فیصلہ کیونکر ہو۔ وہ ہمیشہ یہ کہتے ہیں کہ جج اس طریق پر منتخب کئے جائیں کہ ہماری جماعت میں سے جج وہ نامزد کریں اور اُن کی جماعت میں سے حضور جج منتخب فرمائیں لیکن اس کے مقابلہ پر حضور فرما چکے ہیں۔ کہ صحیح طریق تو یہ ہے کہ اُن کے نمائندے حضور خود مقرر فرمائیں گے۔ اب اس میں کونسی حرج والی بات ہے۔ مولوی صاحب چیلنج سے گریز کس غلط طریق پر کر رہے ہیں۔

گذشتہ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر تو حضور نے اس امر کا ذکر فرماتے ہوئے یہاں تک فرمایا کہ:-

"اس موقعہ پر بہت سے غیر احمدی اور غیر مسلم معززین بھی موجود ہیں مَیں ان کو تحریک کرتا ہوں کہ ان میں سے کوئی اس بارہ میں اُن سے بات چیت کر کے مجھے اطلاع دیں کہ کیوں وہ (مولوی محمد علی صاحب) اس طریق پر فیصلہ نہیں کرتے جس پر ہمیشہ سے عمل ہوتا آیا ہے۔ اور ایسی باتیں کیوں کرتے ہیں جو عقل کے بھی خلاف ہیں۔"

(الفضل یکم جنوری ۱۹۴۵ء)

حضور کے اس ارشاد سے حضور کی آمادگی کس قدر واضح ہے۔ لیکن افسوس کہ مولوی صاحب

میدانِ مقابلہ میں آنے سے گھبراتے تو خود ہیں لیکن اس رنگ میں عُذر خواہی کرتے چلے آرہے ہیں کہ جس سے اُن کے سادہ لوح معتقدین کے سامنے اُن کی بات بن رہے۔

ہم غیر مبایعین حضرات کے سامنے تینوں چیلنج اس غرض کے لئے دوبارہ پیش کر رہے ہیں کہ اُن میں سے کوئی بھی جس چیلنج کے لئے مولوی صاحب کو میدانِ مقابلہ میں لانے کے لئے منوا سکیں وہ ضرور اپنی کوشش فرمائیں۔ تاکہ کم از کم کسی امر پر ہی فیصلہ ہو سکے۔ اور کسی طریق اور راہ سے ہی حق ظاہر ہو۔ اور وہ چند سادہ لوح جو صرف مولوی صاحب کی وجہ سے ہم سے برگشتہ ہیں پھر ہم میں آ ملیں۔ اہلِ پیغام میں سے کوئی صاحب ضرور اِس امر کے لئے پوری دیانتداری کیساتھ کوشش فرمائیں۔

مباہلہ

"یہ بالکل درست ہے کہ انسان مباہلہ اپنے مسلّمہ پر کرتا ہے نہ دوسرے کے اتہام پر۔ ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آخری عمر میں نبوت کی تعریف میں تبدیلی کی ہے اور یہ کہ آپؑ جب بھی نبوت کا انکار کرتے تھے اُس پہلی تعریف کے مطابق انکار کرتے تھے۔ دوسری تعریف کے مطابق آپؑ نے اپنے نبی ہونے کا دعویٰ کیا اور وفات تک اُس پر قائم رہے۔ یہ ہمارا دعویٰ ہے اور اسی دعویٰ پر ہم مباہلہ کے لئے تیار ہیں۔ بشرطیکہ مولوی صاحب بھی ہمارے بعض بتائے ہوئے امور پر مباہلہ کیلئے تیار ہوں۔ اُنہیں بھی یہ حق ہوگا کہ ہمارے بتائے ہوئے امر کے بارہ میں یہ اعلان کردیں کہ انکا یوں دعویٰ نہیں یوں ہے یا یہ کہ اُن سے غلطی ہوئی اب وہ اس غلطی پر قائم نہیں۔ مگر یہ طریق درست نہیں کہ آدمی خود تو چیلنج دیتا چلا جائے اور دوسرے کے چیلنج کو خاموشی سے گذار دے۔ انصاف یہ ہے کہ دونوں کو ایک سا حق دیا جائے۔"

دستخط پرائیویٹ سیکرٹری

(الفضل ۲۲ اگست ۱۹۴۵ء)

نوٹ:۔ مکرم ملک فیض الرحمٰن صاحب فیضی کے ایک خط کے جواب میں حضور نے مندرجہ بالا ارشاد دفتر پرائیویٹ سیکرٹری کی وساطت سے بھجوایا۔

تفسیر نویسی

"میں نے قرآن کریم کو سمجھکر پڑھا اور اُس سے فائدہ اُٹھایا۔ اور اب اِس قابل ہؤا کہ تمام مخالف علماء کو چیلنج دیتا ہوں کہ کوئی آیت لے کر مُجھ سے تفسیر کلام الٰہی میں مقابلہ کرلیں۔ میں انشاء اللہ تعالےٰ تائیدِ الٰہی سے اس کے ایسے معنے بیان کرونگا کہ تمام دُنیا حیران رہ جائیگی۔"

(مصباح ۱۵ر جنوری ۱۹۳۰ء)

"قرعہ نکالکر کوئی مقام نکال لو۔ اگر یہ نہیں تو جس مقام پر تم کو زیادہ عبور ہو۔ بلکہ یہاں تک کہ تم ایک مقام پر جتنا عرصہ چاہو غور کرلو اور مجھے نہ بتاؤ۔ پھر میرے مقابلہ میں آ کے تفسیر لکھو۔ دُنیا فوراً دیکھ لے گی کہ علوم کے دروازے مجھ پر کھُلتے ہیں یا اُن پر۔"

(الفضل ۷ر مارچ ۱۹۳۵ء)

"میں جسے خدا تعالےٰ نے اِس پیشگوئی کا مصداق قرار دیا ہے تمام علماء کو چیلنج دیتا ہوں کہ میرے مقابلہ میں قرآن کریم کے کِسی مقام کی تفسیر لکھیں اور جتنے لوگوں سے اور تفسیروں سے چاہیں مدد لے لیں گے۔ مگر خدا کے فضل سے پھر بھی مجھے فتح حاصل ہوگی۔"

(الفضل ۲۳ر اپریل ۱۹۴۴ء)

مناظرہ

"پھر مَیں نے تو آسان طریق فیصلے کے خود اُن (مولوی محمدؐ علی صاحب) کے سامنے بارہا پیش کئے ہیں وہ اُن پر عملکر کیوں فیصلہ نہیں کر لیتے۔ مثلاً مَیں نے بارہا کہا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں جو عقائد تھے اور جن کی ہم اشاعت کرتے رہے وہی درست عقائد ہیں۔ وہ اس زمانہ کی میری تحریروں سے میرے عقائد نکال لیں اور مَیں اُن کی تحریروں سے اُن کے عقائد نکال لیتا ہوں اور پھر دونوں اپنی اپنی تحریر کے پیچھے لکھ دیں کہ آج بھی ہمارے یہی عقائد ہیں اور پھر انکو شائع کر دیں۔ ہاں کوئی فریق دوسرے کی تحریر کو ادھورا پیش کرے تو اس دوسرے فریق کو ادھورا حوالہ پورا کرنیکا حق ہوگا۔ یا وہ ایسا حوالہ اسی زمانہ کا لکھوا سکتا ہے جو اس حوالہ کی شرح ہو۔ اس پر جھگڑا ختم ہو جائے گا۔ پھر ہم کہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آخری زمانہ میں جو نبوت کی تشریح فرمائی وہ حضورؑ کے رسالہ "ایک غلطی کا ازالہ" میں موجود ہے مگر وہ کہتے ہیں کہ اس رسالہ میں بھی وہی بیان ہے اور وہی تشریح ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پہلے زمانہ میں نبوت کی کرتے تھے۔ مَیں کہتا ہوں کہ اس رسالہ پر ہم دونوں دستخط کر دیں اور لکھدیں کہ ہمارا ابھی یہی عقیدہ ہے۔ مگر وہ اس طریق کے مطابق بھی فیصلہ کے لئے تیار نہیں ہوتے۔

ایک اور طریق یہ ہے کہ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں ایک حلفیہ بیان عدالت میں دیا تھا وہ اپنی اس شہادت پر دستخط کر دیں اور لکھدیں کہ آج بھی میرا یہی عقیدہ ہے۔ مَیں بھی اس پر دستخط کر دونگا کہ میرا ابھی یہی عقیدہ ہے۔ اور بس بات ختم ہو جائے گی۔"

(الفضل یکم جنوری ۱۹۴۵ء)

ایک معترض کے جواب میں

(۲)

(مکرم قاضی محمد ظہور الدین اکمل صاحب)

کوئی مردِ زمینی آسمانی ہو نہیں سکتا
نکمّا مستحقِ کامرانی ہو نہیں سکتا

وفاتِ ابن مریمؑ سے نہ کر انکار تو پیہم
کہ یہ انسانِ فانی جاودانی ہو نہیں سکتا

رسول اللہ خاتم ہیں تو انکی مُہر سے پھر کیوں
غلام احمدؐ مسیحِ قادیانی ہو نہیں سکتا

بنا دیتی ہے صحبت صادقوں کی مِس کو زرِ خالص
مہوّس کامیابِ خبطِ آنی ہو نہیں سکتا

نمازیں غیر کے پیچھے پڑھے لڑکی کا رشتہ دے
مریدِ حضرتِ احمد قادیانی ہو نہیں سکتا

بہ بذلِ مال و جاں یہ نعمتِ دارین پاؤ گے
کہ حاصل گنجِ عرفانی زبانی ہو نہیں سکتا

مباہل یا مفسّر بالمقابل آئے ناممکن
حریفِ ہستئ باقی یہ فانی ہو نہیں سکتا

بجز ظلّی بروزی ہونیکے یہ ٹھیک ہے اکمل
محمد مصطفےٰ کا کوئی ثانی ہو نہیں سکتا

مولوی محمد علی صاحب اور انکے رفقاء کا سے

الوداعی خطاب

ہماری صداقت ــــــ پر ــــــ خدا کی فعلی شہادت

ایک عظیم الشان زلزلہ۔ دلوں کو ہلا دینے والی ایک نہایت ہی شدید جنبش استقلال کے پاؤں کو اپنی جگہ سے ہٹا دینے والی ایک تزلزل پسند حرکت۔ کہ جس کے غلط اثرات سے آئندہ ہزارہا سال کی تاریخ کچھ سے کچھ ہو سکتی تھی۔ یقیناً وہ ایک تباہ کن ہلاکت آفرین زلزلہ تھا۔ اگر خدا تعالےٰ کی نصرت کا ہاتھ شامل حال اور پشت پناہ نہ ہوتا تو اپنے سارے ماحول کو اپنی ایک ہی جنبش سے ریزہ ریزہ کر دیتا۔ اور اپنے پس و پیش کی ہر شے کو جلا کر رکھ دیتا۔ لیکن وہی زلزلہ بجائے اس کے کہ آتش فشانی زہریلا مواد اُگلتا اُس نے ایسا نایاب گوہر کہ جس نے احمدیت کے کامیاب مستقبل کی روشن پیشانی پر رکھے جانے والے تاج کے لئے کوہِ نور سے کہیں زیادہ چمک، شوکت اور عظمت کے ساتھ زیب دینا تھا جس نے بجائے اپنے ماحول کو جلانے کے اپنے پرتوِ نور سے گرد و پیش کی ہر سمت کو منور کر دینا تھا پیدا کیا۔ ہاں اس زلزلہ نے کچھ گندہ مادہ بھی اُگلا جو نہ صرف خود جلا بلکہ اس نے اپنے ہم اثر ذرات کو بھی جلا دیا۔ وہ زلزلہ یقیناً ایک کیمیاوی اثر اپنے اندر رکھتا تھا جس نے زرِ خالص کو بیرونی آلودگیوں سے ہمیشہ کے لئے علیحدہ کر دیا اور مسِ غلیظ کو اس کی آلودگیوں کے ساتھ ایک طرف کر دیا۔

خلافت ثانیہ کا ابتداء

۱۴ مارچ ۱۹۱۴ء کا دن روحانی عالم میں آنیوالے اس زلزلہ کا ایسا تاریخی دن تھا کہ جسے تاریخ بھلائے سے نہیں بھلا سکتی۔

ہمارا پیارا آقا اپنے عقیدت مند، محبت شعار خدام میں جلوہ نما ہوتا ہے۔

ہمارا اولوالعزم سالار کاروانِ احمدیت کی باگ اپنے مقدس ہاتھوں میں لیتا ہے۔

ہمارا صاحبِ عظمت و شکوہ جرنیل ایمان و اخلاص کی نورانی وردیوں میں ملبوس سپاہ کی کمان اپنے پاکیزہ ہاتھوں میں لیتا ہے۔

ہمارا افضل عمر خلیفہ۔ عنانِ خلافت اپنے نور کے پانیوں میں ڈھلے ہوئے ہاتھوں میں لیتا ہے۔

مقصود کی جس راہ پر خدا تعالیٰ نے اُسے لا کر کھڑا کیا اُس راہ میں خدا خود اس کے ہمراہ تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ اس کا ظہور اس مظہر وجود میں ہو۔ اسی لئے اس کے اعجاز کا ہاتھ ہمیشہ اپنے اس پیارے کی پُشت پر رہا۔

وہ جس کی انتہاء خدائی نوشتوں میں ایک غیر معمولی شوکت اور عظمت رکھتی تھی اسکی ابتداء بظاہر کس قدر پریشان حال تھی۔ مقروض بیت المال اس کا سرمایہ تھا اور وہ جو بزعم خود اپنے آپ کو سلسلہ کے دست و بازو سمجھتے تھے وہ ہمیشہ کے لئے منقطع ہو رہے تھے۔ غرضیکہ بظاہر اس کے پاس کوئی مال نہ تھا اور ظاہر بین نگاہ میں وہ بالکل بے دست و بازو تھا۔

وہ جو ہمیشہ کے لئے اُسے اُس کے حال پر لیکن اُس کے خدا کی حفاظت میں چھوڑ گئے جاتے وقت انہوں نے عناد اور تعصب کی سوزش سے جلے ہوئے منافقت کے پھپھولوں کو پھوڑ کر اُن پر جھوٹی تسکین کا مرہم رکھا ــــ ہائی سکول کی عمارت کیطرف دیکھتے ہوئے انہوں نے یہ کہا کہ:۔

"ہم تو جا رہے ہیں لیکن اس پر عنقریب عیسائیت کا قبضہ ہوگا۔"

تاریخی کروٹ

وہ دن غروب ہوا۔ ایک اور دن آیا وہ بھی چلا گیا۔ کئی دن آئے۔ آئے اور گزر گئے۔ تاریخ کی وسعتیں ہی اپنے سینوں میں ان تمام واقعات کی حفاظت کر سکتی ہیں۔ جو آنے والے دنوں کے گذرنے پر رونما ہوتے رہے۔

ہمارے پیارے آقا کے گرد عقیدتمندوں اور محبت شعار مخلصین کی جمعیت انتہائی سرعت کے ساتھ بڑھتی گئی۔

ہمارے اولوالعزم سالار کا قدم منزل کی راہ پر پوری رفتار سے اُٹھتا چلا گیا۔

ہمارے صاحبِ عظمت و شکوہ جرنیل کی سپاہ دشمن پر حملہ آور ہونے کے لئے پوری طرح تیار ہو رہی تھی۔

ہمارے فضلِ عمر خلیفہ کے ہاتھوں میں عنانِ خلافت اب پوری مضبوطی سے سنبھلتی جا رہی تھی۔

وہ جو کل کا بچہ سمجھا جاتا تھا ——— وہی سب کا بزرگ بن گیا

وہ جو ناتجربہ کار تھا ——— اس کی آزمودہ کاری کا لوہا ساری دُنیا نے مانا

وہ جو اپنے آپکو بزرگ سمجھتے تھے ——— اُس سے انہوں نے ہزیمت دیکھی کیونکہ خدا کی نظر میں وہ بزرگ نہ تھے۔

وہ جو بزعمِ خود آزمودہ کار تھے ——— آخر اُسی کی حقیقی آزمودہ کاری کے سامنے سرنگوں ہوئے

ترقیات کی راہ پر

مجھے جلد جلد واقعات میں سے گذرنا ہے۔ اجمال اور اختصار ضروری ہے ——— سمندِ خلافت پر سوار ہوتے ہی دُنیا کی روحانی عنان اس مقدس کے ہاتھوں میں تھی۔ مشرق و غرب اس کی اسپ رانی کی جولانگاہ تھی۔ جلد ہی اُس نے زمین کے کناروں تک بڑھنا شروع کیا۔ دُور دُور کے ممالک میں اپنے نمائندے بھجوانے شروع کر دیئے۔ انگلستان۔ امریکہ۔ بلادِ عربیہ۔ افریقہ۔ ایران۔ افغانستان۔ روس۔ بخارا۔ جزائر شرق الہند۔ الغرض کرۂ ارض کے ہر حصّے میں اسلام کے سورج کی شعاعیں پہنچنے لگیں۔ نہ صرف اس کے نمائندے بلکہ وہ خود بلادِ عربیہ میں سے ہوتا ہوا اور یورپ کی زمین کو اپنے اولو العزم قدموں کے نیچے لیتا ہوا عیسائیت کے مرکز انگلستان میں پہنچا۔ خدا کے نام کو خود بلند کیا اور اسلامی عبادتگاہ کا سنگِ بُنیاد رکھ کر عیسائیت کے سینہ پر خدائے واحد کی آواز کو ہمیشہ کے لئے بلند کرنے کا اقدام فرمایا۔

ترقیات کے زینے

۱۹۳۴ء پھر اپنے بطن میں شاندار دفینے رکھتا ہے۔ اپنے مخلص معتقدین کی جولانیٔ ایمان کے لئے ایثار اور قربانیوں کا ایک وسیع میدان اُس نے تیار کیا۔ محبت اور ایمان کے جنون میں انہوں نے سب کچھ اپنے آقا کے قدموں پر رکھ دیا۔ اُن کے اموال اُس کے قدموں پر تھے، اُن کی جانیں اُسکے قدموں پر تھیں۔ احمدیت کی تبلیغ پہلے سے کہیں زیادہ وسعت کے ساتھ ہونی شروع ہو گئی۔ اسلام کے سپاہی دُنیا کے ہر گوشے اور ہر کونے میں پہنچ گئے۔ اگر مشرق بعید میں چین اور جاپان ہیں اور مشرق قریب میں جزائر شرق الہند۔ برما اور سنگاپور ہیں تو مغرب قریب

میں عیسائیت کے گھر میں پولینڈ۔ ہنگری۔ یوگوسلاویہ۔ یونان۔ اٹلی۔ سپین اور انگلستان میں۔ اور مشرق بعید کی نئی دنیا امریکہ میں۔ امریکہ شمالی میں امریکہ جنوبی میں۔ پھر نہ صرف گوروں میں ہی بلکہ کالوں میں بھی۔ تا کہ وہ جو ظاہری گورے ہیں وہ دل کے بھی گورے ہو جائیں اور جو ظاہر میں گو سیاہ ہیں لیکن باطن میں سفید ہو جائیں۔

ایک اولوالعزم اقدام

۱۹۳۷ء پھر اس کے ترقی پسند قدم میں ایک نیا عزم دکھاتا ہے۔ وقفِ زندگی کی تحریک پھر کی گئی۔ اس نورانی شمع پر پھر کثرت سے پروانے گرے۔ موقع کی ضرورت کے لحاظ سے جو انتخاب میں آ گئے دارالامان میں ان کی تعلیم اور تربیت کا انتظام کیا گیا۔ دو تین سال بعد انہیں باہر بھی جانا تھا لیکن حالات کچھ جلد جلد کروٹیں لینا چاہتے تھے۔ دنیا کا نقشہ کچھ بدلنا چاہتا تھا۔ خدا تعالیٰ اب بشارات بھیجنے سے پہلے کچھ انذار ضروری سمجھتا تھا۔ جلد ہی عالمگیر جنگ شروع ہو گئی۔ غیر ممالک میں جانا نہ صرف مشکل بلکہ ناممکن ہو گیا۔ سپاہی کے لئے میدانِ جنگ سے دور رہنا دوبھر ہوتا ہے لیکن حالات کی مجبوری عمل کے میدان میں ابھی اسے جانے کی اجازت نہ دیتی تھی۔ وہ جو زیر تربیت تھے انہیں مرکز میں دیگر خدمات کا موقع اور توفیق ملتی رہی۔ اپنے آقا کی صحبت و تربیت کا انہیں مزید موقع مل گیا۔ ان کے آقا کی شفقت پسند تربیت خدا تعالےٰ کا ایک عظیم الشان احسان تھا۔

حالات میں آسائش

۱۹۴۵ء کو شروع کرنے والے سورج نے طلوع ہوتے ہی اپنے افق پر ایسے آثار دکھائے کہ جس سے جنگ کے آخری مراحل محسوس ہونے لگے۔ جنگ اب ختم ہونا چاہتی تھی۔ باہر جانے کے لئے راستے اب کھلنے والے تھے۔ لیکن پھر بھی راہداری اور جہاز پر جگہ حاصل کرنا ناممکن نہیں تھا تو اسکے قریب قریب انتہائی مشکل ضرور تھا۔ اس ضمن میں ممکن کوششیں شروع کی گئیں۔ خدا تعالیٰ کی غیر معمولی نصرت شاملِ حال ہوئی۔ جلد جلد راہداری اور سواری کا انتظام ہونا شروع ہوا۔ بہت سے اپنے اپنے مقامات پر پہنچ چکے ہیں۔ بہت سے جہازوں پر سوار راستہ میں ہیں۔ اور بہت سے تیار چند دنوں میں روانہ ہونا چاہتے ہیں۔ روانہ ہونیوالے احمدیت کے ان خدام میں سے خاکسار بھی ایک فردِ نالائق ہے۔ جہاز پر پہنچنے کا تار آ چکا ہے۔ ۸ ماہ حال (دسمبر ۱۹۴۵ء) کو دارالامان سے روانگی ہو گی۔ انشاءاللہ۔

الوداعی جذبات

خدمات کا ایک میدان یہ تھا، دارالامان کے قیام کے دوران میں اب اس کی جگہ ایک نیا میدان ہوگا۔ ایک ماحول اور ایک ... کو چھوڑنے میں طبعاً ایک ہلکی سی افسردگی ہوتی ہے۔ مؤمن گو عمل پسند ہوتا ہے۔ وہ خدمات میں ہی خوش رہتا ہے۔ خدمت ہی اس کے لئے سرمایۂ حیات ہوا کرتی ہے اور اسی میں اس کی انتہائی خوشی۔ لیکن اپنے محبوب آقا سے جدائی۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے "اک سے ہزار ہونے والے" پاکیزہ وجودوں سے دُوری۔ دارالامان اور شعائر اللہ سے الوداع ضرور طبیعت پر گراں ہے۔ لیکن سطور زیر قلم کے سلسلہ اور "فرقان" کی وساطت سے ایک اور امر سے علیحدہ ہونا بھی کچھ افسردگی پیدا کرتا ہے دیر کے بچھڑے ہوئے بھائیوں کو مخلصانہ دل کے ساتھ کچھ کہنے میں جو رُوحانی لطف ہوتا ہے اُس کی محرومی بھی ضرور شاق ہوتی ہے۔ بڑی خواہش تھی کہ وہ جو کبھی کے بچھڑے ہوئے ہیں پھر مل جائیں۔ کہیں بچھڑے ہی نہ رہیں۔ غالباً یہ آخری گذارشات اسی سلسلہ میں ہونگی جن کی پُشت پر خدا تعالےٰ کی توفیق اور استمداد ہے کہ جو ان میں حقیقی اثر بھر دے۔

ممکن سعی

مکرم مولوی صاحب! اور ان کے دیگر رفقاءِ کار!! بہت کچھ عرض کیا گیا نہایت ہی اخلاص سے کہا گیا۔ محبت کے ہر طریق سے کہا گیا۔ عقل کے طشت میں رکھکر حقیقت پیش کی گئی۔ جذبات کے معصوم غلاف میں صداقت عرض کی گئی۔ افسوس کہ آپ نے اسے قبول نہیں کیا۔ خود حقیقت اور راستی سے محروم رہے اور ہمارے دلوں کو گونا دُکھ میں رکھا۔ لیکن ہم کیا اور ہماری سعی کیا۔ خدا تعالےٰ نے خود متعدد نشانات کے ذریعہ اس حقیقت سے آپ کو دوبارہ آشنا کرنے کے مواقع پیدا کئے۔

وہ جلد جلد بڑھیگا

خدا تعالےٰ کا وعدہ کس عظمت سے پورا ہوا۔ اور آج ہو رہا ہے۔ صداقت کی کس قدر واضح دلیل ہے اور ایک عظیم الشان فعلی شہادت جو واقعات کے سانچے میں ڈھل رہی ہے۔

وہ جس کی ابتداء سے واقف آپ سے زیادہ کون ہوگا۔ لیکن جس کی انتہاء، کامیاب انتہاء۔ نہایت ہی شاندار عظمت کی انتہائی رفعتوں پر جس کی انتہاء مقدر ہے رفعتوں کا انتہائی کلس جس کی شوکتوں کی قدمبوسی میں فخر محسوس کرے گا۔ ایسی بالا اور ارفع انتہاء تو خدا تعالےٰ کے علم میں ہی ہے۔ لیکن ان موجودہ ترقیات کا ایک زینہ

آج کے کچھ واقعات ہیں جن کے آئینہ میں بصیرت پسند آنکھ بہت کچھ دیکھ سکتی ہے۔ کس قدر سرعت سے وہ ترقی کر رہا ہے۔ احمدیت کی سپاہ کی کس حسن اسلوبی کے ساتھ کمان کر رہا ہے آج کے واقعات کا اجمال اس ضمن میں عرض کر دوں تو نامناسب نہ ہوگا۔

اس وقت تک باہر جانیوالے مبلغوں کی رفتار کی تفصیل یہ ہے:-

افریقہ - ۶ پہنچ چکے ہیں ---- ۳ راستہ میں ہیں ---- ۲ جانے والے ہیں = ۱۱

فلسطین - ۱ " " ---- ۱ جانے والے ہیں ---- = ۲

ایران - ۱ " " " ---- ۱ " " " ---- = ۲

لنڈن - ۲ " " " ---- ۱ راستہ میں ہیں ---- ۹ جا رہے ہیں ---- = ۱۳

شمالی امریکہ - ۳ جانیوالے ہیں ---- = ۳

جنوبی امریکہ - ۲ " " " = ۲

ان کی اجمالی تقسیم یہ ہے۔ مشن وار:-

انگلستان ۳ ---- امریکہ ۳ ---- جرمنی ۳ ---- فرانس ۲ ---- سپین ۲ ---- اٹلی ۲

ایران ۲ ---- فلسطین ۲ ---- جنوبی امریکہ ۲ ---- افریقہ ۱۲ ---- کل = ۳۳

ان کے علاوہ ۱۶ اس وقت زیر تعلیم دارالامان میں ہیں۔ اور تھوڑے ہی دنوں میں اس تعداد میں گونا اضافہ کیا جانے والا ہے۔ تاکہ کچھ عرصہ کے بعد جانے والوں کی قائم مقامی میں انہیں بھیجا جائے۔ اور اس کے علاوہ مزید مشنوں کے علاوہ مزید مشن کھولنے کیلئے بھی انشاء اللہ تعالیٰ۔ اس کی ہر نصرت اور تائید کے ساتھ۔

تحدیث بالنعمۃ

مکرم مولوی صاحب! ہم اس کا اظہار اسلئے نہیں کرتے کہ یہ محض ہماری ظاہری ترقی ہے اور ہم صرف اس ظاہر پر ظاہر تک ہی خوش ہیں بلکہ احمدیت کی ترقی پر۔ اسلام کے آئندہ غلبہ پر۔ اپنے خدا کے افضال کے نزول پر۔ اس کی رحمتوں کی بارش پر خوش ہیں۔ اپنے آقا کی صداقت پر۔ رحمت کے اس نشان کی صداقت پر ہمارے دل یقیناً اچھلتے ہیں اور کودتے ہیں۔ کیونکہ خدا کی وحی نے ہمیں پہلے سے ہی بتا دیا تھا اور آج بعینہٖ پورا ہو رہا ہے۔ اسی راہ سے ہم نے اپنے زندہ خدا کو پایا ہے۔ اسی ظاہر میں ہمارے خدا کا حقیقی ظہور ہے۔ اور ہم اپنے خدا کی اس حسین ادا پر خوش ہیں۔ انتہائی طور پر خوش ہیں۔

دلوں کی گہرائیوں سے خوش ہیں۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔ افسوس کہ آپ کیوں اس سے محروم ہیں۔ اے کاش! کہ آپ بھی اس سے بہرہ ور ہوتے۔

روحانی کیف مکرم مولوی صاحب! ۱۹۴۵ء کا ابتدا کس قدر خوشگوار تھا۔ ایک کیف آور یاد اب بھی محسوس ہے۔ قصرِ خلافت میں ہم خدام اپنے آقا کے حضور متواتر حاضر ہوتے۔ دُنیا کا نقشہ اس کے اولوالعزم تخیل کے سامنے تھا اور دین کے سپاہی اس کی خدمت میں حاضر تھے۔ دُنیا کی روحانی فتح کی سکیموں کے کچھ حصے جو ہم سے تعلق رکھتے تھے ہمیں بتاتا جاتا تھا۔ ہم اس کے ماہتاب چہرہ کے جمال کی تاب تو نہ لا سکتے تھے خصوصاً اس وقت جبکہ روحانی فتح کا گھوڑا اس کی رانوں کے نیچے دوڑتا نہیں، بلکہ پرواز کرتا نظر آرہا تھا۔ ہاں ہمارے کان گوش بر آواز ضرور تھے اس کے ارشادات کی پُرساز آواز پر۔

"ایک نہ۔ تین افریقہ میں۔ تین انگلستان میں۔ تین امریکہ میں ....."

اور ہم محوِ سماع تھے۔ دماغ روحانی تلطف سے سرشار اور دل بارگاہِ ایزدی میں تحمید و تسبیح کر رہے تھے۔ سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔ اللّٰھم صل علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد۔

مسجد نبوی کی یاد نبی پاکؐ آقاؤں کے آقا پر درود بھی کہہ رہے تھے۔ اسلئے کہ قصرِ خلافت کی ننگی اینٹوں سی چھتی ہوئی چھت کے نیچے بیٹھے ہوئے ہزار سال اور کچھ صدیوں قبل کی مسجد نبویؐ یاد آگئی۔ جو نسبت اُس ٹپکتی چھت کی مسجد نبویؐ کو قیصر و کسریٰ کے محلات سے تھی۔ وہی نسبت آج اِس قصرِ خلافت کو یاجوج ماجوج کی یورپ و امریکہ کی سینکڑوں منزلہ اونچی عمارتوں سے ہے۔ اور دُنیا کی فتح کی جو سکیمیں اُس بوسیدہ چھت کے نیچے صفوں پر بیٹھکر اُس وقت سوچی جا رہی تھیں بعینہٖ وہی سکیمیں عالمگیر فتح اور اسلام کے غلبہ کی اس وقت پیشِ نظر تھیں۔ ایمان میں ایک نئی زندگی، روح میں ایک اور پرواز تھی جو خدا تعالےٰ کی حمد کے ترانوں کیساتھ زمین سے آسمان کو اُٹھ رہی تھی اپنے خالق۔ خدائے رحمٰن کی پابوسی کے لئے۔

صدا بصحرا مکرم مولوی صاحب! اس "قول" کے ٹوٹے پھوٹے ریزے بھی اب آپ کو نہیں ملیں گے۔ واقعات ان کو بہا کر کہیں سے کہیں لے گئے۔

ہائی سکول پر عیسائیت کا غلبہ؟ نہیں نہیں۔ ہائی سکول اور دارالامان کی دیگر درسگاہوں کے پروردہ اسلام کی تائید میں احمدیت کے جھنڈے کو دشمن کے ہر مقام پر گاڑنے کے لئے، عیسائیوں کے کلسوں پر لہرانے کے لئے، عیسائیت کے مرکز میں نصب کرنے کے لئے اور کفر کے سینوں پر کھڑا کرنے کے لئے جارہے ہیں۔ احمدیت گھر بیٹھے دفاع ہی نہیں کررہی بلکہ جارحانہ اقدام بھی کررہی ہے۔ کس قدر عظیم الشان نشان ہے۔

کس قدر واضح صداقت ہے ـــــ کس قدر قطعی شہادت ہے

زلزلہ کے نتائج مکرم مولوی صاحب! یاد ہے آپ کو۔ کس قدر ہلاکت پسند زلزلہ تھا؟ یقیناً یاد ہوگا۔ اور پھر یہ بھی یاد ہوگا کہ اس زلزلہ نے کیا اُگلا؟ دو مختلف عناصر کو۔

ایک زندگی کے لئے آبِ حیات نہایت شیریں پاکیزہ پانی۔ اور دوسرے آتش فشاں خود جلنے والی اوروں کو جلانے والی آگ۔

ایک گوہرِ نایاب۔ دُرِّ شاہوار ـــــ اور دوسرے آگ سے جلے ہوئے چند سیاہ ذرّے۔ بجھی ہوئی راکھ۔

ایک زرِ خالص ـــــ اور دوسرے مِسِّ ناقص

رُوحانی کیمیا مکرم مولوی صاحب! کیمیا کے جاننے والے اس امر کا دعوےٰ تو کرتے ہیں کہ مِسِّ ناقص میں ایسے کیمیاوی تغیرات کئے جاسکتے ہیں کہ اُس کی آلودگیوں کو علیحدہ کرکے اس سے زرِ خالص حاصل کیا جاسکتا ہے جس کو زر میں بدلا جاسکتا ہے لیکن ایسا دیکھنے میں بہت کم آتا ہے۔ لیکن یقین جانیں کہ روحانی دُنیا میں نہ صرف سُنا گیا ہے بلکہ دیکھا گیا ہے اور مشاہدہ کیا گیا ہے۔ ایمان، اخلاص محبت اور عقیدتمندی کے چار کیمیاوی عناصر کے متوازن اجزاء سے بنے ہوئے مرکّب کے فرش ولحاف کے درمیان تقویٰ کے گل حکمت میں رکھکر ایثار کی بھٹی میں قربانیوں کے انگاروں پر اس مِسِ نفس کو اگر استقلال کے ساتھ کچھ وقت آگ دی جائے تو وہی مِسِّ ناقص زرِ خالص بنکر نکلتا ہے۔ بغض، عناد، تعصّب کی آلائشوں سے صاف ہوکر وہی مِسِ نفس زرِ حقیقت ہوکر نکلتا ہے۔

الوداع کے آخری الفاظ مکرم مولوی صاحب! پھر غالباً دوبارہ موقع نہ

مل سکے گا۔ نہایت ہی درد مند دل کے ساتھ افسردہ جذبات لیکن امید بھری توقعات کے ساتھ مجھے آپ سے اِن الفاظ میں الوداع ہونا ہے۔

۱۹۱۴ء پر بتیس سال سے زائد کا عرصہ گذر چکا ہے۔ خدا تعالےٰ نے آپ کو ایک لمبا وقت دیا ہے کہ آپ اس دُنیا سے رخصت ہونے سے قبل اس کھوئے ہوئے نور کو پھر حاصل کر سکیں۔ اب عمر میں سے بہت ہی تھوڑے دن باقی ہوں گے۔ خدا ارا اپنے پر رحم فرمائیں، بخلوصِ دل کے ساتھ اس صداقت کو قبول کرنے کی سعادت حاصل کریں اور ظلمت کے پردوں کی بجائے نور کے غلافوں میں اپنی تکفین کرائیں!

نبی کی تعریف

(حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قلم سے)

(۱) "نبی کے معنے صرف یہ ہیں کہ خدا سے بذریعہ وحی خبر پانیوالا ہو اور شرفِ مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہو۔ شریعت کا لانا اس کے لئے ضروری نہیں۔ اور نہ یہ ضروری ہے کہ صاحبِ شریعت نبی کا متبع نہ ہو"

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۳۸)

(۲) "میرے نزدیک نبی اسی کو کہتے ہیں جس پر خدا کا کلام یقینی و قطعی بکثرت نازل ہو جو غیب پر مشتمل ہو۔ اِسی لئے خدا نے میرا نام نبی رکھا"

(تجلیاتِ الٰہیہ صفحہ ۲۵)

(۳) "بنی اسرائیل میں کئی ایسے نبی ہوئے ہیں جن پر کوئی کتاب نازل نہیں ہوئی صرف خدا کی طرف سے پیشگوئیاں کرتے تھے"

(بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء)

مسئلہ نبوت

مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حقیقی مقام

(مکرم مولوی شریف احمد صاحب امینی مولوی فاضل)

مبایعین و غیر مبایعین میں اختلاف کی اصل بنیاد یہ ہے کہ غیر مبایعین نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حقیقی مقام کو نہیں پہچانا۔ وہ صرف حضور علیہ السلام کو ایک مجدد و محدث قرار دیتے ہیں۔ مگر حضرت کی شان اِس مرتبہ سے کہیں اعلیٰ و ارفع ہے درحقیقت حضور علیہ السلام حقیقتِ محمدی کے کامل مظہر ہیں۔ اور آپ کی بعثت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثتِ ثانی ہے۔ جس کا وعدہ قرآن مجید میں "وآخرین منھم لمّا یلحقوا بھم" کے الفاظ سے دیا گیا ہے۔ جیسا کہ حضور علیہ السلام نے خود اِس امر کو متعدد مواضع پر بیان فرمایا ہے:۔

حقیقتِ محمدی کا مظہر

(ا) "ہر ایک نبی کا ایک بعث ہے مگر ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے دو بعث ہیں۔ اور اس پر نصِ صریح اور قطعی آیت کریمہ وآخرین منھم لمّا یلحقوا بھم ہے۔ یا بہ تبدیلِ الفاظ کہہ سکتے ہیں کہ ایک بروزی رنگ میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا دوبارہ آنا وعدہ دیا گیا ہے۔ جو مسیح موعود اور مہدی موعود کے ظہور سے پورا ہؤا۔" (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۴)

(ب) "اور خیر الرسل کی روحانیت نے اپنے ظہور کے کمال کے لئے اور اپنے نور کے غلبہ کے لئے ایک مظہر اختیار کیا۔ جیسا کہ خدا تعالےٰ نے

کتاب مبین میں وعدہ فرمایا تھا ...... پس میں وہی مظہر ہوں۔ پس ایمان لا اور کافروں میں سے مت ہو" (خطبہ الہامیہ ص۱۷۱)

(ج) "اور جان کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کہ پانچویں ہزار میں مبعوث ہوئے ایسا ہی مسیح موعود کی بروزی صورت اختیار کر کے چھٹے ہزار کے آخر میں مبعوث ہوئے۔ اور یہ قرآن سے ثابت ہے اور اس میں انکار کی گنجائش نہیں اور بجز اندھوں کے کوئی اس معنے سے سر نہیں پھیرتا" (خطبہ الہامیہ ص۱۸۰)

(د) "کس طرح مِنْهُمْ کے لفظ کا مفہوم متحقق ہو۔ اگر رسول کریم آخرین میں اسی طرح موجود نہ ہوں جیسا کہ پہلوں میں موجود تھے ...... بلکہ حق ہے کہ آنحضرت صلعم کی روحانیت چھٹے ہزار کے آخر میں یعنی ان دنوں میں بہ نسبت ان سالوں کے اقویٰ اور اکمل اور اشد ہے۔ بلکہ چودھویں رات کے چاند کی طرح ہے" (خطبہ الہامیہ ص۱۸۱)

(س) "پس یہاں سے ثابت ہوا کہ مسیح موعود محمدی حقیقت کا مظہر ہے۔ اور جلالی حُلّوں میں نازل ہوا ہے۔ اس لئے خدا کے نزدیک اس کا ظہور نبی مصطفےٰ کا ظہور مانا گیا ہے۔ اور اس کا زمانہ رسول کریم کے زمانی معراج کا منتہا اور خیر البریہ کی روحانی تجلی کا آخری سرا شمار کیا گیا ہے۔ اور جان کے پروردگار کا یہ پختہ وعدہ تھا" (خطبہ الہامیہ ص۲۰۰)

جمیع کمالات کے ظِل

مندرجہ بالا حوالہ جات سے یہ امر بالبداہت ثابت ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام کی بعثت اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت ثانی کے رنگ میں ہوتی ہے۔ اور آپ کا وجود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ہی وجود ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے تمام کمالات آپ کو عطا کئے گئے ہیں۔ جیسا کہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"کمالاتِ متفرقہ جو تمام انبیاء میں پائے جاتے تھے وہ سب حضرت رسول کریم میں بڑھ کر موجود تھے۔ اور وہ سارے کمالات حضرت رسول کریم سے ظلی طور پر ہم کو دیئے گئے۔ اس لئے ہمارا نام آدم

ابراہیم۔موسےٰ۔نوح۔داؤد۔یوسف سلیمان۔یحییٰ۔عیسےٰ وغیرہ ہے ..
... پہلے تمام انبیاء ظلّ تھے نبی کریم کی خاص خاص صفات کے
اور اب ہم ان تمام صفات میں نبی کریم کے ظلّ ہیں"
(الحکم اپریل ۱۹۰۲ء)

اسی مضمون کا حضور علیہ السّلام کا ایک الہام بھی ہے۔ جری اللہ فی حلل الانبیاءؑ یعنی جس قدر نیک و راستباز و مقدس نبی گزر چکے ہیں۔ حضور علیہ السلام کے وجود میں اُن کے نمونے ظاہر کئے گئے ہیں۔ کیا جب تمام انبیاءؑ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک صفت کے ظلّ ہو کر نبی ہو سکتے ہیں تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام تمام صفات میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ظِلّ ہو کر نبی نہیں ہو سکتے؟ کس قدر حضور علیہ السّلام کے مقام کو گرایا جاتا ہے۔ اور آپؑ کی نبوّت کو ناقص قرار دیکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات پر حملہ کیا جاتا ہے۔ کیونکہ ظلّ کا ناقص ہونا اصل کے ناقص ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ اگر حضور علیہ السلام ظلّ ہونے کی وجہ سے کامل نبی نہ تھے تو نعوذ باللہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اصل ہونے کی وجہ سے کامل نبی نہ ٹھہریں گے۔ اور یہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صریح توہین ہے جسکو کوئی سچا احمدی ایک سیکنڈ کے لئے بھی ذہن میں نہیں لا سکتا۔ پس یہ قباحت صرف حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے حقیقی مقام کو نہ پہچاننے کی وجہ سے لازم آتی ہے

حضور علیہ السّلام فرماتے ہیں:۔

"مَیں اپنے رب سے اُس مقام پر نازل ہوا جس کو انسانوں میں سے کوئی نہیں جانتا۔ اور میرا بھید اکثر اہل اللہ سے پوشیدہ اور دُور تر ہے۔ قطع نظر اس سے کہ پہلے عام لوگوں کو اس سے کچھ اطلاع ہو سکے ...
.... پس مجھے کسی دوسرے کے ساتھ قیاس مت کر۔ اور نہ کسی دوسرے کو میرے ساتھ" (خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۹۱)

لازمی متابعت

پس حضور علیہ السّلام کا مقام تو ایسا بلند و ارفع ہے کہ اکثر اہل اللہ بھی اُس سے غافل ہیں۔ تو غیر مبایعین کا حضور علیہ السّلام کے مقام کو صرف محدثیت و مجددیت تک محدود رکھنا کیسے درست

ہو سکتا ہے؟ اسی مقام کو نہ سمجھتے ہوئے غیر مبایعین نے حضور علیہ السلام پر ایمان لانے کو کوئی ضروری امر قرار نہیں دیا۔ حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام میں حضور علیہ السلام کی پیروی کو لازمی اور ضروری قرار دیا گیا ہے اور وہ الہام یہ ہے:-

"جو شخص تیری پیروی نہیں کرے گا اور تیری بیعت میں داخل نہ ہوگا۔ اور تیرا مخالف رہے گا۔ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا اور جہنمی ہے" (رسالہ معیار الاصفیاء ۲۵ مئی ۱۹۰۶ء صفحہ ۸)

واجب الاطاعت

اسی طرح حضور علیہ السلام نے خود اپنی اطاعت کو واجب قرار دیا ہے۔ اور اپنی تعلیم کو مدارِ نجات قرار دیا ہے۔ فرمایا:-

(ا) "میری اطاعت واجب ہے۔ اور مسیح موعود کا ماننا واجب ہے۔ اور ہر ایک جس کو میری تبلیغ پہنچی ہے اگرچہ وہ مسلمان ہے مگر مجھے اپنا حَکَم نہیں ٹھہراتا اور نہ مجھے مسیح موعود مانتا ہے اور نہ میری وحی کو خدا کی طرف سے مانتا ہے ...... وہ آسمان پر قابلِ مؤاخذہ ہے" (تحفۃ الندوہ صفحہ ۴۳)

(ب) خدا نے میری وحی اور میری تعلیم اور میری بیعت کو نوح کی کشتی قرار دیا اور تمام انسانوں کے لئے مدارِ نجات ٹھہرایا۔ جس کی آنکھیں ہوں دیکھے جس کے کان ہوں سُنے" (اربعین صفحہ ۶ حاشیہ)

پس اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منصب ایک معمولی محدث و راستباز آدمی کا تھا تو خدا نے کس طرح آپ کی پیروی کو ضروری قرار دیدیا اور آپ کے مُنکر کو جہنمی قرار دیدیا؟ اور حضور علیہ السلام نے خود کیوں اپنے مُنکر کو قابلِ مؤاخذہ گردانا۔ اور کیوں اپنی تعلیم و وحی کو مدارِ نجات ٹھہرایا؟ پس یہ تمام امور آپ کی بلند و بالا شان کا اظہار کر رہے ہیں۔ جس سے ہمارے غیر مبایعین دوستوں کی آنکھیں ابھی تک ناآشنا ہیں۔ کاش کہ اللہ تعالیٰ ان کو وہ بصیرت عطا فرمائے جو انکو حضور علیہ السلام کے حقیقی مقام کی شناخت کرا دے۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:-

آخری راہ۔ آخری نور

"مبارک ہے وہ جس نے مجھکو پہچانا میں خدا کی سب راہوں میں سے آخری راہ ہوں۔ اور اُسکے سب نوروں میں سے آخری نور۔ بدقسمت ہے وہ جو مجھے چھوڑتا ہے۔ کیونکہ میرے بغیر سب تاریکی ہے۔" (کشتی نوح صفحہ ۵۶)

خدائی تجلّی

"مَیں اپنے پورے یقین سے جانتا ہوں کہ خدا وہی قادر خدا ہے جس نے میرے پر تجلّی فرمائی اور اپنے وجود سے اور اپنے کلام اور اپنے کام سے مجھے اطلاع دی۔ اور مَیں یقین رکھتا ہوں کہ وہ قدرتیں جو مَیں اُس سے دیکھتا ہوں اور وہ علم غیب جو میرے پر ظاہر کرتا ہے اور وہ قوی ہاتھ جس سے مَیں ہر خطرناک موقعہ پر مدد پاتا ہوں وہ اسی کامل اور سچے خدا کی صفات ہیں جس نے آدم کو پیدا کیا۔ اور جو نوح پر ظاہر ہوا اور طوفان کا معجزہ دکھلایا۔ وہ وہی ہے جس نے موسیٰ کو مدد دی جبکہ فرعون اسکو ہلاک کرنیکو تھا۔ اور وہی ہے جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سیّد الرسل کو کافروں اور مشرکوں کے منصوبوں سے بچا کر فتح کامل عطا فرمائی۔ اُسی نے اس آخری زمانہ میں میرے پر تجلّی فرمائی۔" (براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۳)

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وجود خدا کی آخری تجلّی گاہ ہے۔ اور آپ سب نوروں میں سے آخری نور ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس نور کی حقیقی قدر پہچاننے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ہمکو آپ کے دامن فیوض سے وابستہ کرے۔ تاکہ ہم بھی اُن انوار و برکات سے حصہ پائیں جو آپ کے وجود باجود کی برکت سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کے کامل متبعین کو ملتے ہیں۔ اور اس طرح ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ کی تعمیل کرنے والے اور خداوندیگانہ کی رضا و خوشنودی حاصل کرنیوالے ہوں۔ آمین ثم آمین *

مسئلہ خلافت

خلافتِ احمدیہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریروں کی رُو سے

(مکرم ملک محمد عبد اللہ صاحب مولوی فاضل)

نبی کے بعد سلسلۂ خلافت کی ضرورت

قرآن مجید اور حدیث شریف سے اس امر کی وضاحت کی جا چکی ہے کہ سلسلۂ نبوت کے بعد سلسلۂ خلافت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اللہ تعالےٰ کی یہ سنت ہے کہ جب بھی وہ بنی آدم کی رہبری اور رہنمائی کے لئے نبوت کا سلسلہ قائم کرتا ہے تو نبی کی وفات کے بعد اس روحانی سلسلہ کو وہ یونہی نہیں چھوڑ دیتا۔ کیونکہ یہ اس کی حکمت کے سراسر خلاف ہے۔ اور اس سے بنی نوع انسان کی ہدایت کا وہ عظیم الشان مقصد فوت ہو جاتا ہے جس کے لئے اس نے اپنے ایک برگزیدہ انسان کو دُنیا میں مامور کیا اور اُس نے اور اس کے متبعین نے اس کی راہ میں شدید سے شدید مصائب کا سامنا کیا۔ بڑی سے بڑی قربانیاں پیش کیں۔ ان قربانیوں اور تکالیف کے بعد کہیں جا کر ایک ایسی جماعت تیار ہوئی جو خدا تعالےٰ کی رضا کی متلاشی اور اُس کی توحید کی پرستار تھی۔ اب اتنی جانکاہیوں اور قربانیوں کے بعد جب وہ مامور فوت ہو جائے اور اس کے بعد اس کے ماننے والوں کے لئے کوئی نظام اور پروگرام نہ ہو تو یہ بات خدا تعالےٰ کی حکیمانہ شان کے بالکل منافی ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالےٰ نے سلسلہ نبوت کے بعد خلافت کے نظام کو قائم فرمایا ہے۔ یہی وہ طریق ہے جسے اس نے قرآن مجید میں سورۂ نور کی آیت استخلاف میں بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے پہلے زمانہ میں جب انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ قائم کیا تو ان کی وفات کے بعد اُن کے کام کو جاری

رکھنے کے لیے خلافت کا نظام قائم کیا گیا یہی نظام سرورِ کائنات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد ہو گا۔ چنانچہ اس ارشادِ باری کے ماتحت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت راشدہ کا دور دورہ ہوا۔ اور اس کے بعد بھی جب کوئی نبی خدا تعالےٰ کی طرف سے اصلاح خلق کے لئے مبعوث ہو گا تو اللہ تعالےٰ کا یہی قانون اس وقت بھی جاری ہو گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد سلسلہ خلافت۔

اس زمانہ میں اللہ تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اور آپ کو جری اللہ فی حُلل الانبیاء کی شان عطا فرمائی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اپنے دعویٰ کے متعلق حلفی بیان میں فرمایا کہ:۔

> "میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اُسی نے مجھے بھیجا ہے اور اُسی نے میرا نام نبی رکھا ہے۔"
>
> (تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۸)

اور پھر ایک دوسری جگہ نہایت ہی تحدی کے ساتھ فرمایا کہ:۔

> "خدا تعالےٰ نے اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کہ میں اس کی طرف سے ہوں اس قدر نشان دکھلائے ہیں کہ اگر وہ ہزار نبی پر بھی تقسیم کئے جائیں تو ان کی بھی اُن سے نبوت ثابت ہو سکتی ہے۔"
>
> (چشمۂ معرفت صفحہ ۳۱۷)

اسی طرح نبوت کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیسیوں تحریرات موجود ہیں لیکن چونکہ اس وقت میرے پیشِ نظر خلافت کا مضمون ہے اس لئے میں انہیں دو اقتباسات پر کفایت کرتا ہوں۔ اہلِ بصیرت کے لئے یہی دو حوالے اس بات کو سوچنے کے لئے کافی ہیں کہ جب اللہ تعالےٰ نے آپ کو نبی قرار دیا اور آپ نے اپنی نبوت کو حلفی بیان کے ذریعہ لوگوں پہ واضح کیا اور نہایت زور دار الفاظ میں یہاں تک تحریر فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے آپ کو اس کثرت سے نشانات دیئے گئے ہیں کہ اس سے ہزار نبیوں کی نبوت ثابت ہو سکتی ہے تو اس دعوےٰ کے ہوتے ہوئے آپ کے بعد نظام خلافت کے اجراء میں کوئی شک و شبہ باقی

نہیں رہتا۔ چنانچہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام خدا تعالےٰ کی طرف سے نبی ہیں۔ تو لازماً ماننا پڑے گا کہ آپؑ کے بعد خلافت کا سلسلہ بھی ضروری اور لابدی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات

قرآن مجید کے ارشادات۔ حدیث شریف کی صراحت اور اس پر اللہ تعالےٰ کی فعلی شہادت اور اس کی قدیم سُنّت کو دیکھتے ہوئے انبیاء علیہم السلام کے بعد سلسلۂ خلافت کے قیام کے لئے مزید کسی وضاحت کی ضرورت باقی نہیں رہتی لیکن چونکہ بانیٔ سلسلہ احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرنے والے بعض اشخاص کا یہ خیال ہے کہ آپؑ کے بعد سلسلہ خلافت کی ضرورت نہیں اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات اور اقوال سے بھی اس امر کا ثبوت پیش کیا جاتا ہے کہ آپؑ کے بعد خلافت کا وجود نہایت ضروری تھا۔ اور متعدد مقامات پر آپؑ نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ پہلے انبیاء علیہم السلام کی طرح آپؑ کے بعد بھی نظام خلافت جاری ہوگا۔ اور اس نظام کے ماتحت آپؑ کی جماعت ترقی کرے گی۔ اور ان مقاصد کی تکمیل ہوگی جنہیں پورا کرنے کے لئے آپؑ کو مبعوث کیا گیا۔ چنانچہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

شیخ رسول اور نبی کے بعد خلافت

(۱) "صوفیاء نے لکھا ہے کہ جو شخص کسی شیخ یا رسول اور نبی کے بعد خلیفہ ہونے والا ہوتا ہے تو سب سے پہلے خدا کی طرف سے اس کے دل میں حق ڈالا جاتا ہے۔ اور وہ ایک بہت ہی خطرناک وقت ہوتا ہے مگر خدا کسی خلیفہ کے ذریعہ اُسے مٹاتا ہے۔ اور پھر گویا اس امر کا ازسر نو اس خلیفہ کے ذریعہ اصلاح و استحکام ہوتا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کیوں اپنے بعد خلیفہ مقرر نہ کیا۔ اس میں بھی یہی بھید تھا کہ آپ کو خوب علم تھا کہ اللہ تعالےٰ خود ایک خلیفہ مقرر فرمائے گا۔ کیونکہ یہ خدا ہی کا کام ہے اور خدا کے انتخاب میں نقص نہیں . . . . . ایک الہام میں اللہ تعالیٰ نے ہمارا نام بھی شیخ رکھا ہے انت الشیخ المسیح الذی لا یضاع وقتہ"

(اخبار الحکم ۱۴؍ اپریل ۱۹۰۸ء)

قدرت کا دوسرا ہاتھ

(۲) ایک دوسری جگہ مزید وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

"یہ خدا تعالیٰ کی سنت ہے ۔ اور جب سے کہ اس نے انسان کو زمین میں پیدا کیا ہمیشہ اس سُنّت کو وہ ظاہر کرتا رہا ہے کہ وہ اپنے نبیوں اور رسولوں کی مدد کرتا ہے اور ان کو غلبہ دیتا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے کتب اللّٰہ لاغلبن انا ورسلی ۔ اور غلبہ سے مراد یہ ہے کہ جیسا کہ رسولوں اور نبیوں کا یہ منشاء ہوتا ہے کہ خدا کی حُجّت زمین پر پوری ہو جائے اور اس کا مقابلہ کوئی نہ کر سکے اسی طرح خدا تعالیٰ قوی نشانوں کے ساتھ ان کی سچائی ظاہر کر دیتا ہے ۔ اور جس راستبازی کو وہ دُنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں اس کی تخمریزی انہیں کے ہاتھ سے کر دیتا ہے لیکن اس کی پوری تکمیل ان کے ہاتھ سے نہیں کرتا بلکہ ایسے وقت میں ان کو وفات دے کر جو بظاہر ایک ناکامی کا خوف اپنے ساتھ رکھتا ہے مخالفوں کو ہنسی اور ٹھٹھے اور طعن اور تشنیع کا موقع دے دیتا ہے ۔ اور جب وہ ہنسی ٹھٹھا کر چکتے ہیں تو پھر ایک دوسرا ہاتھ اپنی قدرت کا دکھاتا ہے اور ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے جن کے ذریعہ سے وہ مقاصد جو کسی قدر ناتمام رہ گئے تھے اپنے کمال کو پہنچتے ہیں ۔"

(الوصیت صہ ۲)

دوسری قدرت

(۳) "سو اے عزیزو! جب کہ قدیم سے سنت اللّٰہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلاوے ۔ سو اب ممکن نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سُنّت کو ترک کر دیوے ۔ اس لئے تم میری اس بات کو جو میں نے تمہارے درمیان بیان کی غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں ۔ کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے ۔ اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے ۔ کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا ۔ اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک میں نہ جاؤں لیکن جب میں جاؤں گا تو پھر خدا اُس

دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیجدیگا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہیگی ''

(الوصیت ص۶)

انزالِ رحمت

(۴) ''تیسرا طریق انزالِ رحمت کا ارسالِ مرسلین و نبیین و ائمہ و اولیاء و خلفاء ہے تا اُن کی اقتداء و ہدایت سے لوگ راہِ راست پر آجائیں۔ اور اُن کے نمونہ پر اپنے تئیں بنا کر نجات پا جائیں۔ سو خدا تعالےٰ نے چاہا کہ اس عاجز کی اولاد کے ذریعہ سے یہ دونوں شق ظہور میں آجائیں '' (سبز اشتہار حاشیہ ص۱۶)

جانشین اولاد

(۵) ''یہ پیشگوئی کہ مسیح موعود کی اولاد ہوگی یہ اِس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خدا اس کی نسل سے ایک ایسے شخص کو پیدا کرے گا جو اس کا جانشین ہوگا اور دین اسلام کی حمایت کرے گا '' (حقیقۃ الوحی ص۳۱۲)

سفرِ دمشق

(۶) ''ثم یسافر المسیح الموعود او خلیفۃ من خلفائہ الی ارض دمشق ۔'' (حمامۃ البشری ص۳۷)

یعنی مسیح موعود یا اس کے خلفاء میں سے کوئی خلیفہ سفر کرتے ہوئے دمشق کے علاقہ میں جائے گا۔

قیامت تک خلافت

(۷) ''خلیفہ درحقیقت رسول کا ظل ہوتا ہے۔ اور چونکہ کسی انسان کے لئے دائمی طور پر بقا نہیں لہٰذا خدا تعالےٰ نے ارادہ کیا کہ رسولوں . . . . . کے وجود کو ظلی طور پر ہمیشہ کیلئے تا قیامت رکھے اور اِس غرض سے خلافت کو تجویز کیا۔''

(شہادت القرآن ص۵۷)

اِن جملہ اقتباسات سے یہ بات ظاہر و باہر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے بعد اپنی جماعت کے لئے نظام خلافت کو ویسا ہی ضروری قرار دیا ہے جیسا کہ پہلے انبیاء علیہم السلام کے بعد یہ نظام ضروری تھا۔ اور الٰہی سنّت کے ماتحت خلافت کے سلسلہ کی اہمیت کو واضح کیا ہے۔ نیز اِس امر کی بھی صراحت فرما دی ہے کہ آپ کے بعد بہت سے خلفاء ہوں گے جیسا کہ حمامۃ البشریٰ کے حوالہ سے ظاہر ہے جس میں

یہ مرقوم ہے کہ آپ کے کئی خلفاء میں سے ایک خلیفہ دمشق کی سرزمین میں جائے گا اور مزید برآں اس بات کو بھی بیان فرما دیا کہ آپ کی اولاد میں سے بھی ایک عظیم الشان انسان آپ کا جانشین یعنی خلیفہ ہوگا۔ اور اس کے عہدِ مبارک میں اسلام کی بہت ترقی ہوگی۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے بابرکت زمانہ میں یہ پیشگوئی حرف بحرف پوری ہوئی اور پوری ہو رہی ہے۔ خلافتِ ثانیہ کے عہدِ مبارک میں جماعت احمدیہ کی دن دُگنی اور رات چوگنی ترقی ہو رہی ہے اور تمام ممالک میں شوکتِ اسلام کا ایک غلغلہ بلند ہو رہا ہے اور کیا یورپ اور کیا ایشیا تمام جگہوں پر پرچمِ اسلام کو بلند کیا جا رہا ہے۔ اللّٰھمّ صلّ علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد۔

بادۂ عرفان

(فرمودہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

آنچہ دادہ است ہر نبی را جام
داد آں جام را مرا بتمام

انبیاء گرچہ بودہ اند بسے
من بعرفاں نہ کمترم ز کسے

کم ہم زاں ہمہ بروئے یقیں
ہر کہ گوید دروغ ہست لعیں

"پیغام صلح" کی حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے جوابات پر

بے جا نکتہ چینی!

(مکرم قاضی محمد نذیر صاحب لائلپوری لیکچرار جامعہ احمدیہ)

حضرت امیر المومنین المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ۲۴ر ستمبر ۱۹۴۵ء کے پرچہ میں کسی غیر مبائع کے بعض سوالات کے جوابات شائع ہوئے ہیں۔ جس میں سائل کے اس سوال کے جواب میں کہ کیا آپ مامور من اللہ ہیں آپ نے ارشاد فرمایا "میں مامور نہیں، میں مامور کے معنے نبی سمجھتا ہوں۔ اگر مامور غیر نبی بھی ہو سکتا ہے تو میں مامور ہوں۔ اس پر "پیغام صلح" مجریہ ۲۱ر نومبر ۱۹۴۵ء کے ایڈیٹوریل میں مولوی دوست محمد صاحب نے جو غیر مبایعین میں کہنہ مشق مضمون نگار سمجھے جاتے ہیں سخت نکتہ چینی کی ہے وہ لکھتے ہیں:-

"سبحان اللہ۔ گویا ماموریت کا تعلق بھی اگر مگر کے ساتھ ہے۔ مامور کے معنی ہیں جس کو خدا تعالےٰ کی طرف سے امر کیا گیا۔ مبعوث کیا گیا۔ بھیجا گیا میاں صاحب فرماتے ہیں اگر مامور غیر نبی بھی ہو سکتا ہے تو میں مامور ہوں گویا پتہ نہیں کہ انہیں خدا کی طرف سے کوئی امر کیا گیا ہے یا نہیں مبعوث کئے گئے ہیں یا نہیں۔ بھیجے گئے ہیں یا نہیں۔ تاہم وہ مامور ہیں بشرطیکہ غیر نبی بھی مامور ہو سکتا ہے۔ کس قدر عقلمندانہ کلام ہے جو انہیں جیسے لاعلم مامورین کو زیب دیتا ہے۔"

حضرت امیر المومنین کے پہلے جواب پر نکتہ چینی کا جواب۔

مولوی دوست محمد صاحب کی گالی گلوچ کو الگ کر لیا جائے جواب غیر مبایعین کا عام شیوہ بزدلی ہے تو اس کے

بعد یہ نکتہ چینی بالکل بے جان رہ جاتی ہے۔ کیونکہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ نے تو اپنا عقیدہ صاف بتا دیا ہے کہ آپ کے نزدیک مامور من اللہ صرف نبی کہلا سکتا ہے۔ ہاں آپ نے سائل کے خیال کو مدنظر رکھکر یہ بھی لکھا ہے کہ اگر اس کے نزدیک مامور کے معنے نبی کے سوا کچھ اور بھی ہیں تو مَیں مامور ہوں۔ صاف ظاہر ہے کہ مامور من اللہ ایک اصطلاحی لفظ ہے جو حضور کے نزدیک صرف نبی کے لئے ہی مخصوص ہے اور اگر اصطلاحی لفظ سائل کی مراد نہ ہو تو مامور کے معنی ہوں گے جسے کسی کام پر مقرر کیا گیا ہو ان معنوں میں حضور نے جب فرما دیا کہ مَیں مامور ہوں تو اس سے یہ کیسے لازم آگیا کہ آپکو یہ علم خدا کی طرف سے نہیں دیا گیا کہ آپ ایک خدمت پر مقرر ہیں۔ کیا مولوی دوست محمد صاحب کسی دوسری دُنیا میں رہتے ہیں۔ کیا انہوں نے بارہا الفضل کے کالموں میں نہیں دیکھا کہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ کو اپنی خلافت کے متعلق الہام ہوا اور اس میں بتایا گیا۔ ان الذین اتبعوك فوق الذین کفروا الیٰ یوم القیٰمۃ۔ پھر کیا انہیں معلوم نہیں کہ حضور نے خود اس بات کا اعلان کیا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے آپکو الہاماً بتایا کہ انا المسیح الموعود مثیلہٗ وخلیفتہٗ۔ کہ مَیں مسیح موعود ہوں یعنی مسیح موعود کا مثیل اور اس کا خلیفہ ہوں۔ اور اس الہام اور کشف کی بناء پر جس میں یہ الہام ہوا حضور نے اپنے مصلح موعود ہونے کا اعلان فرمایا۔ جس پر مولوی محمد علی صاحب اور مصری صاحب کئی مقالے بھی مخالفانہ جوش میں لکھ چکے ہیں۔ ان سب باتوں کے جانتے ہوئے مولوی دوست محمد کی یہ نکتہ چینی اگر بُغض وحسد کا مظاہرہ نہیں اور حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ کو گالیاں دینے کے لئے اس امر کو بہانہ بنا کر گندی مخالفانہ سپرٹ کا اظہار نہیں تو اور کیا ہے؟

اس کے بعد دوست محمد صاحب نے یہ محنت اٹھائی ہے کہ ہر مجدّد مامور ہوتا ہے اس کا جواب بھی حضور کے جواب کے اندر ہی آجاتا ہے کہ اگر مجدّد نبی ہو تو مامور من اللہ اصطلاحاً ہے۔ اگر نبی نہیں تو لغوی معنوں میں آپ اسے مامور کہہ سکتے ہیں اور اسکی اطاعت بھی ضروری ہوگی۔ جیسے اطیعوا اللہ واطیعوا الرّسول واولی الامر منکم میں خلیفہ وقت کو اولی الامر قرار دے کر اس کی اطاعت ضروری قرار دی گئی ہے۔ ہاں اصطلاحی معنوں میں چونکہ مامور حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تع

کے نزدیک صرف نبی ہی ہوتا ہے۔ اس لئے اس اصطلاح کو مدنظر رکھتے ہوئے حضور نے دوسرے سوال کا کہ کیا مجدّد بھی مامور ہوتا ہے یا محدّث بھی" یہ جواب دیا کہ :-

"میرے نزدیک ہر مجدّد مامور نہیں ہوتا لیکن ہر مامور مجدّد ہوتا ہے اس لئے باقی سوال ہی پیدا نہیں ہوتے۔ اسی طرح ہر محدّث ضروری نہیں کہ مامور ہو لیکن ہر مامور لازمی ہے کہ محدّث ہو"

حضرت امیر المومنین کے دوسرے جواب پر نکتہ چینی کا جواب۔

اس جواب پر مولوی دوست محمد صاحب یہ لکھتے ہیں کہ مجددوں کی حدیث میں ان اللّٰہ یبعث لھذہ الامۃ کے الفاظ آتے ہیں۔ اس سے وہ یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ ہر مجدّد مامور ہوتا ہے۔ سو اگر مولوی دوست محمد صاحب مجدّد کو غیر نبی مامور مانتے ہیں تو بے شک مامور قرار دے لیں۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے ایسا ماننے سے آپ کو کب روکا ہے۔ ہاں آپ کے نزدیک مامور کا لفظ اصطلاحاً نبی کے لئے مخصوص ہے۔ کیونکہ فاصدع بما تؤمر کا ارشاد صرف نبی کو ہوتا ہے۔ ہر مجدّد کو اگر عام معنوں میں آپ مامور قرار دیں تو انہی معنوں میں عام مجددین کے لئے بعث کا لفظ لے سکتے ہیں۔

تیسرے امر پر نکتہ چینی

اب رہا محدّث۔ تو اس کے لئے بھی حضور نے فرمایا ہے کہ ضروری نہیں کہ وہ مامور ہو۔ لیکن ہر مامور لازمی ہے کہ محدّث ہو۔

اس کے متعلق مولوی دوست محمد لکھتے ہیں :-

"ہر مامور لازمی ہے کہ محدّث ہو بالفاظِ دیگر ہر نبی محدّث ہوتا ہے۔ (کیونکہ میاں صاحب مامور نبی ہی کو سمجھتے ہیں) محدّث کون ہوتا ہے لقد کان فیما قبلکم من الامم محدثون فان یک فی امتی احدٌ فانّہ عمر ... اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ محدّث امتی ہوتا ہے نہ کہ نبی"

اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریر نقل کرتے ہیں :-

"سو یہ بات کہ اس کو (یعنی مسیح موعود کو) اُمتی بھی کہا گیا ہے اور نبی بھی اِس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دونوں شانیں اُمتیت اور نبوت کی اس میں پائی جائیں گی۔ جیسا کہ محدث میں ان دونوں شاخوں کا پایا جانا ضروری ہے۔ لیکن صاحب نبوت تامہ تو صرف ایک شان ہی رکھتا ہے۔"

(ازالہ اوہام صفحہ ۵۲۲)

یہ دونوں حوالے تو غیر مبایعین کو نوک بر زبان رہتے ہیں اس لئے مولوی دوست محمدؐ صاحب نے جھٹ انہیں پیش کر دیا ہے۔ مگر مولوی صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ علم وہی نہیں جو وہ رکھتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کوئی حصہ علم کا ان کے علم سے باہر رہ گیا ہو۔ پس وہ اپنی اس حوالہ دانی پر اترائیں نہیں۔ کیونکہ وہ دیکھیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام توضیح مرام صفحہ ۱۸ میں فرماتے ہیں:۔

نکتہ چینی کا جواب نبی کو محدّث کہہ سکتے ہیں۔

"فاعلم ارشدک اللہ تعالیٰ انّ النّبیّ محدّث والمحدّث نبیٌّ باعتبار حصول نوعٍ من انواع النّبوّۃ۔" (بحوالہ ضمیمہ النبوت فی الاسلام صفحہ ۱۲)

جس کا ترجمہ جناب مولوی محمدؐ علی صاحب نے النبوۃ فی الاسلام کے ضمیمہ کے صفحہ ۱۰ پر یہ کیا ہے:۔

"سو جان لے اللہ تعالیٰ تجھے ہدایت دے کہ نبی محدث ہے اور محدث نبی ہے اس اعتبار سے کہ انواع نبوت میں سے ایک نوع اسے حاصل ہے۔"

اب مولوی دوست محمدؐ دیکھ لیں کہ اس حوالہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نبی کو بھی محدث لکھا ہے۔ اگر اور حوالہ مطلوب ہو تو دیکھئے حمامۃ البشریٰ کا صفحہ ۸۱۔ حضورؑ فرماتے ہیں:۔

"جاز علیٰ ھذا ان نقول النّبیّ محدّث علیٰ وجہ الکمال لانّہٗ جامعٌ لجمیع کمالات علی الوجہ الاتمّ الابلغ بالفعل۔"

اب دیکھئے اس حوالہ میں نبی کو نہ صرف محدث کہنا جائز قرار دیا گیا ہے بلکہ اس جواز کی

معقول وجہ بھی بیان کر دیگئی ہے کہ نبی تمام کمالات کا چونکہ بالفعل جامع ہوتا ہے اسلئے محدّث کا کمال بھی اس میں پایا جاتا ہے۔ اور اس لحاظ سے اسے محدّث کہنا جائز ہے۔

پس انہیں حوالہ جات کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ نے سائل کو یہ جواب دیا ہے کہ ہر مامور لازمی ہے محدّث ہو۔ کیونکہ مامور آپ کے نزدیک نبی کو کہتے ہیں اور ہر نبی محدّث ہوتا ہے۔ اس لئے آپ نے فرمایا کہ ہر مامور لازمی ہے کہ محدّث ہو لیکن اسکے برعکس کہ ہر محدّث لازمی ہے کہ مامور ہو اس امر کو چونکہ آپ درست تسلیم نہیں فرماتے اسلئے حضور نے فرمایا کہ ہر محدّث ضروری نہیں کہ مامور ہو۔ گویا محدّث کی آپکے نزدیک حضرت مسیح موعودؑ کے فرمان کے مطابق دو قسمیں ہوئیں۔ ایک غیر نبی محدّث دوسرا نبی محدّث۔ غیر نبی محدث کے متعلق آپنے فرمایا کہ وہ مامور نہیں ہوتا اور نبی محدّث کے متعلق آپنے فرمایا کہ وہ مامور ہوتا ہے۔ پس محدّث اور نبی میں عموم خصوص مطلق کی نسبت سے یعنی ہر نبی محدّث ہوتا ہے اور ہر محدّث نبی نہیں ہوتا۔

اب اس حقیقت کو سمجھ لینے کے بعد مولوی دوست محمد صاحب کو اپنی عقل و سمجھ اور علم اور اس نکتہ چینی پر خود افسوس کرنا چاہیئے۔

دونوں حوالے امیر المومنین کے جواب کے خلاف نہیں۔

جب اوپر کی بحث سے واضح ہو گیا کہ محدّث کی دو قسمیں ہیں تو صاف کھل گیا کہ مولوی دوست محمد صاحب کے پیش کردہ ہر دو حوالے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کے جواب کے خلاف نہیں ٹھہرتے۔ کیونکہ جن دو حوالوں کو مولوی دوست محمد صاحب نے پیش کیا ہے وہ غیر نبی محدثوں کے متعلق ہیں۔ ایسے محدثوں کے متعلق تو حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کا بھی عقیدہ ہے کہ وہ مامور نہیں ہوتے۔ دیکھ لیجئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ غیر نبی محدّث تھے اسلئے وہ مامور نہ تھے۔ جناب مولوی محمد علی صاحب سے پوچھ کر دیکھ لو وہ بھی تو حضرت عمرؓ کو مامور محدّث نہیں مانتے۔

اور جن حوالہ جات کو مدنظر رکھکر حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ نے یہ فرمایا ہے کہ ہر مامور لازمی ہے کہ وہ محدّث ہے وہ ان حوالہ جات کی بناء پر ہے جن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہر نبی کو محدّث قرار دیا ہے۔ فافہم و تدبر ولا تکن من الغافلین

و آخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین۔

فَقَدْ لَبِثْتُ فِیْکُمْ اور مصلح موعود!

(مکرم پیر صلاح الدین صاحب ای ۔اے ۔سی ملتان)

مولوی محمد علی صاحب کو اعتراض ہے کہ حضور نے جو مصلح موعود ہونے کا دعوے کیا ہے تو چاہیئے کہ پہلی زندگی کے بے عیب ہونے کے متعلق بھی دعویٰ کریں

فقد لبثت فیکم کا صحیح اطلاق۔

جواب:۔ (۱) فقد لبثت فیکم والی آیت کا اصل مورد مامورین ہیں اور مصلح موعود نے نبی یا مامور ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی پہلی زندگی تذکرۃ الشہادتین (۱۹۰۳ء) میں بطور دلیل کے پیش کی۔ حالانکہ محدثیت و مجددیت کا دعوے اس سے بیس پچیس سال قبل کیا تھا۔

(۲) خود مامورین کے متعلق ضروری نہیں کہ تمام وجوہ صداقت ان میں مشاہدہ ہوں۔ مثلاً آیت ولو تقوّل سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اربعین میں یہ استدلال کیا ہے کہ جھوٹے ملہم کو ۲۳ برس کی مہلت نہیں ملتی۔ اب باوجود اسکے کہ حضرت یحییٰ قتل کئے گئے اور ۲۳ برس کے اندر قتل کئے گئے یہ ماننا لازم نہیں آتا کہ آپ (نعوذ باللہ) جھوٹے تھے۔ کیونکہ جو ۲۳ برس زندہ رہا وہ بہرحال سچا ہے۔ اور جو زندہ نہیں رہا اس کا حال نامعلوم ہے۔ ممکن ہے کہ سچا ہو اور ممکن ہے کہ جھوٹا اگر دوسرے دلائل سے سچا ثابت ہو تو پھر سچا ہی ہے۔

اسی طرح یہ آیت، فقد لبثت فیکم کا حال ہے۔ اگرچہ خدا تعالےٰ کے تمام مامور معصوم اور مطہر ہوتے ہیں مگر عین ممکن ہے کہ کسی کی پہلی زندگی کے متعلق غلط روایتیں جاری ہو گئی ہوں۔ مثلاً حضرت کرشن علیہ السلام خدا تعالےٰ کے نبی اور رسول تھے مگر ان کی پہلی زندگی کے متعلق غلط اور ناگفتہ بہ قصے مشہور ہو گئے۔

بُغض و حسد سے قبل کی رائے

(۳۱) باوجود اس کے کہ حضرت نے مامور ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ آیت فقد لبثت فیکم کے اصول کے مطابق آپ کی سچائی ثابت ہوتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ من قبلہٖ سے کونسا زمانہ مراد لیا جائے۔ سو ظاہر ہے کہ یہ وہی زمانہ ہے جبکہ کسی کی رائے بُغض اور کینہ اور حسد سے آلودہ نہ ہو۔ اور وہ ایسے مقام پر نہ کھڑا ہو کہ حاسدوں کی بینائی کو تعصب کی پٹی رد کر ڈالے۔ ماموریں کے لئے تو یہ وقت اکثر ان کے دعوے کے ساتھ ظاہر ہو جاتا ہے۔ لیکن غیر ماموریں کے لئے اس وقت ظاہر ہوتا ہے جبکہ خدا تعالےٰ اُن کی خاص نصرت کے لئے کھڑا ہو جائے۔ اور اذا نصر اللہ المومن جعل لہ الحاسد۔ یعنی (تذکرہ صلا۲۳) کے عہد کے مطابق حاسدوں کا گروہ بُغض اور کینہ کی بھٹی میں جلنے لگے۔

مولوی محمدؐ علی صاحب کا مقصدِ حیات

سو میرے محمود کے لئے یہ وقت اس وقت ظاہر ہوا جبکہ خدا تعالےٰ نے آپ کو خلافت کی خلعت سے نوازا۔ آپ کے خلیفہ بنتے ہی مولوی محمدؐ علی صاحب اور آپ کے رفقاء کی آنکھیں کھل گئیں اور انہیں نظر آنے لگا کہ تمام جہان میں صرف ایک محمود ہی ایسا شخص ہے جس کو سب و شتم کرنا وہ اپنا نصب العین قرار دے سکتے ہیں۔ یہ عجیب بات ہے کہ اسی زمانہ میں رنگیلا رسول کا مصنف پیدا ہوا جس نے رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم کو وہ وہ گالیاں دیں کہ الامان!۔ اور اسی زمانہ میں میور اور ویلز جیسے مشہور آدمیوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سخت ہتک کی۔ اور وہ لوگ بھی ظاہر ہوئے جنہوں نے مسیح موعود علیہ السلام کو گالیاں دیں اور بے حد و حساب فحش بکا۔ مگر مولانا محمدؐ علی صاحب اور ان کے ہمنواؤں نے اپنی تمام زندگی میں جس قدر درشت اور سخت کلمات۔ نا ملائم اور نازیبا الفاظ، اوچھے اور کمینے حملے میرے محمود پر کئے ان کا پلڑا بھاری ہے بمقابلہ اس کلی اظہارِ غضب کے جو انہوں نے تمام دشمنانِ دین کے مقابلہ میں دکھلایا۔ اگر ایک طرف ان لوگوں کی اس دشنام دہی کو رکھ لیا جائے جو المصلح الموعود کے خلاف

کی گئی اور دوسری طرف ان کے باقی تمام غیظ و غضب کے مظاہرات کو جمع کر لیا جائے تو یقیناً یقیناً معلوم ہو جائے گا کہ ان کی تمام تر غیرت اسلامی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جانشین اور آپ کے بیٹے کو گالیاں دینے میں سمٹ آئی ہے۔

مولوی صاحب کا عناد آفرین سایہ

محمود کے مقام خلافت پر سرفراز ہونیکے بعد ان لوگوں کا اس قدر تڑپنا اور گالیاں بکنا خود محمود کی ولایت کا نشان ہے۔ اگر آپ کے مسند خلافت پر بیٹھنے کے بعد بھی حاسد نعل در آتش نہ ہوتے تو پھر اذا نصر اللہ المومن جعل لہ الحاسدین کا وعدہ کیونکر پورا ہوتا۔ پس مولوی صاحب کا یہ کہنا کہ وہ دعوی المصلح الموعود سے پہلے کی تمام زندگی کو نشانہ بنائیں گے سوائے اسی حسد کے اظہار کے اور کچھ نہیں۔ آخر یہ کیا بات ہے کہ جب تک تو لوگ حضرت محمود کے سایہ تلے رہتے ہیں یہ ان کے لئے ظل ہما ہوتا ہے لیکن جونہی وہ جماعت سے نکالے جاتے ہیں اور مولوی صاحب کے سایہ میں آتے ہیں تو ان کو تمام جہان میں صرف ایک ہی شخص ایسا نظر آتا ہے جسکو برا بھلا کہنا وہ اپنی زندگی کا حاصل سمجھتے ہیں۔ وہ کیوں اپنی فطرت کے سوال سے گریز کرتے ہیں جو بار بار ان سے پوچھتی ہے کہ تمام عمر تم نے اس شخص کو قریب سے دیکھا اور صادق اور راستباز پایا۔ لیکن اب تم دور ہو کر اس میں عیب ڈھونڈتے ہو؟

الفضلُ ما شہدت بہ الاعداء

پس رمن قبلہ کے معیار کے مطابق حضور کی اسی زندگی کے متعلق سوال ہو سکتا ہے جو حاسدوں کا حسد کھلنے سے پہلے کی ہے۔ یعنی جب آپ ابھی خلیفہ منتخب نہیں ہوئے تھے۔ اس زندگی کے متعلق ہم اپنوں کی رائے نہیں دیتے بلکہ خود مولوی صاحب اور ان کے رفقاء آپ کی اس زندگی کے نمونہ ہونیکے متعلق اقبال کرتے ہیں۔ چنانچہ مولوی محمد علی صاحب لکھتے ہیں:-

"اس وقت حضرت صاحبزادہ کی عمر ۱۸-۱۹ سال کی ہے اور تمام دنیا جانتی ہے کہ اس عمر میں بچوں کا شوق اور امنگیں کیا ہوتی ہیں۔ زیادہ سے زیادہ

اگر وہ کالجوں میں پڑھتے ہیں تو اعلیٰ تعلیم کا شوق اور آزادی کا خیال ان کے دلوں میں ہوگا۔ مگر دین کی یہ ہمدردی اور اسلام کی حمایت کا یہ جوش جو اوپر کے بے تکلف الفاظ سے ظاہر ہو رہا ہے ایک خارق عادت بات ہے . . . . وہ سیاہ دل لوگ جو حضرت مرزا صاحب کو مفتری سمجھتے ہیں اس بات کا جواب دیں کہ اگر یہ افتراء ہے تو یہ سچا جوش اس بچہ کے دل میں کہاں سے آیا؟ جھوٹ تو ایک گند ہے پس اس کا اثر تو چاہئے تھا کہ گندا ہوتا نہ یہ کہ ایسا پاک اور نورانی جس کی کوئی نظیر ہی نہیں ملتی۔" (ریویو مارچ ۱۹۰۶ء صـ۱۱۸)

"اس میں کس ایماندار کو کلام ہے کہ حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب اور حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب اور حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب خدا کے مامور اور برگزیدہ کے فرزند۔ صاحبِ علم۔ صاحب عفت۔ صالح اور نہایت نیک اطوار اور ائمۃ الہدیٰ ہونے کے ہر طرح قابل ہیں۔ اور یہ سب فرزند بلاشبہ روحانی اور جسمانی دونوں معنوں کی رو سے حضرت مسیح موعودؑ کی آل ہیں۔ انی اللّٰہ معك ومع اھلك کے الہام کے پورے مصداق ہیں۔"

(پیغام صلح ۲۹ مارچ ۱۹۱۴ء)

• "پیارے ناظرین! ہم آپ کو یقین کلی دلاتے ہیں کہ ہم حضرت صاحبزادہ صاحب (سیدنا امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز۔ ناقل) کو اپنا ایک بزرگ اور امیر اور ملجأ و ماویٰ سمجھتے ہیں۔ اور ان کی پاکیزگی روح اور بلندیٔ فطرت اور علوّ استعداد اور روشن جوہری اور سعادتِ جبلّی کو مانتے ہیں اور دل سے ان سے محبت کرتے ہیں۔ واللّٰہ علیٰ ما اقول شھید۔"

(پیغام صلح ۲۹ مارچ ۱۹۱۴ء)

وہ لوگ جو یوسف کی عورتیں کی طرح اپنے ہاتھ آپ کاٹ چکے ہیں۔ ان کے لئے مجالِ کلام کیا ہے؟

بسلامت روی و باز آئی!

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت ثانیہ کے وقت میں حضرت المصلح الموعود کے ہاتھوں اسلام کا زمین کے کناروں تک پہنچنا مقدر ہے۔ اور مبارک ہیں وہ وجود جنہیں دین کی تبلیغ و اشاعت کی سعادت حاصل ہو۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ کے اس فضل کو جذب کرنے میں اُن کے اس اخلاص، عزم اور پاک ارادوں کا بڑا دخل ہوتا ہے جو ان کے دلوں میں مستور ہوتے ہیں۔ اور سچ تو یہ ہے کہ اس وجود باجود المصلح الموعود کو ایسے مجاہدوں کا حاصل ہو جانا جو پوری فداکاری اور بے نفسی سے خدمتِ دین کو اپنا فخر جانتے ہیں اس کی صداقت کا بہت بڑا ثبوت ہے۔

مجلس رفقاء احمدؐ کے لئے بڑی خوشی اور مسرت کی بات ہے کہ اُس کی گدڑی میں میں بھی ایسے ایسے لعل ہیں جن کی زندگیوں کا مقصد بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ اسلام اکنافِ عالم میں پھیل جائے۔ اور اس سعادت میں اُن کا بھی حصہ ہو۔ اور جن میں سے ہر ایک کی آرزوؤں، تمناؤں اور ولولوں کی آخری حد یہاں جا کر ختم ہو جاتی ہے کہ اس کے جسم کا آخری ذرہ اور اس کی جان کا آخری رمق اور اس کے وجود کی تمام تر صلاحیتیں اسی راہ میں قربان ہو جائیں۔ اور باطل کے اسلوبِ فکر و نظر اور راہِ عمل کی شکست اور نامرادی کو وہ ایک محسوس حقیقت کی طرح دیکھ لے اور اس طرح اس کے دل کی گہرائیوں سے یہ آواز نکلے ؎

شادم از زندگیٔ خویشتن کہ کارے کردم

چنانچہ اس سے پہلے مجلس کے تین نہایت معزز اراکین یعنی مکرم شیخ ناصر احمد صاحب۔ مکرم چوہدری مشتاق احمد صاحب باجوہ۔ مکرم چوہدری عبداللطیف صاحب اعلاءِ کلمۃ اللہ کے لئے انگلستان تشریف لے جا چکے ہیں اور اب ماہِ رواں کے ختم ہونے سے پہلے پہلے ہمارے نو اور مجاہد بھائی عازم انگلستان ہو رہے ہیں۔

وباللہ التوفیق۔ جن میں سے مکرم ملک عطاء الرحمٰن صاحب۔ جناب حافظ قدرت اللہ صاحب مولوی فاضل۔ مکرم چوہدری کرم الٰہی صاحب ظفر مجلس رُفقاءِ احمدؐ کے ممبر ہیں۔ یہ ہر سہ اراکین ہر درجہ شوق، انہماک اور بے لوثی کیساتھ مجلس کے کاموں میں حصہ لیتے رہے ہیں اور مجلس اپنے مالی پہلو کے لحاظ سے ظفر صاحب کی کوششوں کیلئے بڑی ممنون ہے۔

ملک عطاء الرحمٰن صاحب کے ساتھ مجھے کئی حیثیتوں سے کام کرنیکا موقعہ ملا ہے اور ہر جہت سے میں نے انہیں سلسلہ کا مخلص، فرض شناس اور ان تھک کارکن پایا ہے اور دیکھا ہے کہ ہمیشہ انکے طریق فکر و عمل میں ایک جدت، پائی جاتی ہے! اور ہر بہت سردہ ایک مؤثر انداز پیدا کرنیکی کوشش کرتے ہیں اور بے پایاں جذبات کا سمندر ان کے دل و دماغ میں موجزن رہتا ہے۔ ملک صاحب موصوف نے مجلس خدام الاحمدیہ کے معتمد کی حیثیت سے گزشتہ سال کے دوران میں اور پھر مجلس کے اس سالانہ اجتماع کے موقعہ پر جو خدمات سرانجام دیں وہ سب ان سب دوستوں کے سامنے ہیں جنہیں مجلس خدام الاحمدیہ کی جد و جہد اور کارگذاریوں کو دیکھنے کا موقعہ ملتا رہتا ہے۔ اور اب گذشتہ سال سے "فرقان" کے ادارۂ تحریر میں آکر انہوں نے میری مدیرانہ ذمہ واریوں سے بہت حد تک مجھے فارغ کر دیا تھا۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔

ہمارے یہ سارے مجاہد بھائی اب اپنی زندگی کے بالکل نئے دَور میں داخل ہو رہے ہیں اور جس عظیم الشان کام کے لئے انہوں نے اپنی زندگی کے گذشتہ حصہ میں تربیت حاصل کی تھی اس کو سرانجام دینے کا وقت آ گیا ہے۔ پس ہماری دُعا ہے کہ خدائے برتر و توانا ان سب کو اپنی حفاظت میں رکھے۔ جن ممالک میں یہ جا رہے ہیں وہ بڑی غفلتوں کا ماحول ہے۔ مولا کریم انہیں ہر قسم کی کوتاہیوں سے بچائے اور اسلام کی اشاعت کی راہیں انہیں اپنی جناب سے الہام کرے۔ اور یہ دار الشرک میں اسلام کا علم بلند کرنے میں کامیاب و کامران ہوں۔ آمین۔

ہم ان الفاظ کے ساتھ، ہاں پورے دلی جذبات کے ساتھ انہیں الوداع کہتے ہیں کہ:۔

اے جانیوالو! جاؤ۔ خدا کی حفظ و امان تمہارے ساتھ ہو!!

آمین یا ارحم الراحمین

ارہاصِ مصلح موعود

(مکرم صاحبزادہ خان عباس احمد خان صاحب ایم اے نائب صدر مجلس رفقاء احمدؐ)

قول و فعل مصلح موعود کی تعیین کے بارہ میں غیر مبائع اور مبایعین کے درمیان دیر سے نزاع چلا آرہا ہے۔ ایک زمانہ وہ تھا جب غیر مبائع یہ کہا کرتے تھے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز پر اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے الہاماً یہ ظاہر ہو جائے کہ آپ ہی مصلح موعود ہیں تو پھر انہیں آپ کو مصلح موعود ماننے میں کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ اور وہ اس نزاع کو جو فریقین کے درمیان تفریق کا موجب ہو رہا ہے ختم کر دیں گے۔ اور اس کام کی طرف توجہ دیں گے جس کا کرنا مصلح موعود کے دَور میں ہمارے ذمہ ہے۔

تأسف مگر افسوس کہ الہامی طور پر انکشاف ہو جانے کے باوجود بھی اپنے تفرقہ پر مصر ہیں۔ اور وہ آخری سہارا جس پر وہ اپنے زعم میں سہارا لئے ہوئے تھے ٹوٹ جانے کے باوجود پھر بھی حق کو قبول کرنے سے گریزاں ہیں۔

زمانہ ظہور بار بار مختلف طریقوں سے غیر مبایعین پر اس امر کو واضح کیا گیا ہے کہ اندرونی اور بیرونی ہر قسم کی شہادتوں سے یہ بات واضح ہے کہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ ہی وہ پسر موعود ہیں جن کی خبر اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں دی گئی تھی۔ پیشگوئی کی تقریب، اس کی غرض و غایت اور اس کے الہامی الفاظ اور اس کے بے نظیر ہونے کی تحدی ایسے امور ہیں جو اس بات کا مطالبہ کر رہے ہیں کہ یہ پیشگوئی ایسے زمانہ میں پوری ہو جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دیکھنے والوں سے متجاوز نہ کرے۔

خود پیشگوئی کے اندر بعض ایسے شواہد موجود ہیں جن سے یہ بات واضح طور پر ثابت ہوتی ہے کہ اس پیشگوئی کا پورا ہونا ایک معیّن اور بہت محدود وقت سے تجاوز

نہیں کر سکتا۔

اصل مقصود پیشگوئی

۲۰ فروری ۱۸۸۶ء والی پیشگوئی کا اصل مقصود مصلح موعود کا وجود ہے۔ اور اس کے علاوہ دیگر پیشگوئیاں جو اس میں بیان ہوئی ہیں وہ اس پیشگوئی کے ضمن میں ہیں۔ پیشگوئی کا اصل مقصود یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو وعدہ دیا گیا ہے کہ آپؑ کے کام کو جاری رکھنے اور اُسے تقویت دینے کے لئے اور اسلام کی صداقت کے بیّن براہین قائم کرنیکے لئے اللہ تعالےٰ آپ کی اولاد میں سے ایک شخص کو کھڑا کریگا جو غیر معمولی خصوصیات رکھتا ہوگا۔ اور اس کے ذریعہ سے اسلام کی حقانیت واضح طور پر غیر مسلموں پر عیاں ہو جائے گی۔

ضمنی پیشگوئیاں

لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب اس پیشگوئی کا اصل مقصود مصلح موعود کا وجود تھا تو پھر بشیر اوّل کے متعلق پیشگوئی اس پیشگوئی میں کیوں بیان ہوئی ہے۔ پس بشیر اوّل کی پیدائش کی خبر جسکی عبارت "سو تجھے بشارت ہو" سے شروع ہوکر "وہ جو آسمان سے آتا ہے" پر ختم ہوتی ہے مزید برآں یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ ایسے لڑکے کے متعلق پیشگوئی جس نے خدا تعالےٰ کے علم کے مطابق بہت جلد فوت ہو جانا تھا اس کے متعلق بشارت اور پھر اس کی صفات کے بیان کی کیا ضرورت تھی۔ بظاہر یہ پیشگوئی بے فائدہ نظر آتی ہے جب تک کسی اور حکمت کو مدنظر نہ رکھا جائے جو پیشگوئی میں مضمر ہے۔

ضمنی پیشگوئیوں کی پہلی حکمت

سب سے بڑی حکمت جو بشیر اوّل کے متعلق پیشگوئی میں مضمر معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ اس کی آمد کے ساتھ مصلح موعود کی آمد کی تعیین کر دی جائے اور تا اس فتنہ کے دروازہ کو بند کر دیا جائے جو اللہ تعالےٰ کے علم کے مطابق مصلح موعود کے ظہور کے زمانہ سے تعلق رکھنے والا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اپنے بیان کے مطابق "اس کے ساتھ فضل ہے" کی عبارت مصلح موعود کے متعلق ہے۔ یہ فقرہ بیّن طور پر اس امر کو بتا رہا ہے کہ بشیر اوّل کے بعد مصلح موعود کی آمد لازمی ہے۔ اور بشیر اوّل کی پیدائش اس بات کا اعلان ہوگی کہ مصلح موعود آرہا ہے۔

دوسری حکمت

بشیر اوّل کے متعلق پیشگوئی پر ایک اور اعتراض پیدا ہوتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جب خدا تعالیٰ کے علم کے مطابق بشیر اوّل نے جلد ہی فوت ہو جانا تھا تب اس کے صفات کے بیان کرنے کی کیا ضرورت تھی اور اس دعویٰ بلا دلیل کی حاجت کیا تھی۔ بشیر اوّل کے متعلق جن صفات کا دعویٰ کیا گیا تھا اس کا اظہار تو تبھی ہو سکتا تھا جب وہ پوری عمر پاتا۔ لیکن جب خدا تعالیٰ کے علم کے مطابق اس نے جلد فوت ہو جانا تھا تو پھر ان صفات کے بیان کی کیا ضرورت تھی جنہوں نے عملی طور پر ظاہر نہ ہونا تھا۔ معترض مزید یہ سوال کر سکتا ہے لیکن اس کی تردید میں ایک لطیف مصلحت موجود ہے۔ اور حکمت یہ ہے کہ اس ذریعہ سے ایک اور بڑے عقدہ کا حل مقصود تھا جو مبایعین اور غیر مبایعین میں مابہ النزاع ہے۔ اور وہ یہ کہ آیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت جاری ہے یا نہیں۔ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم فوت ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ اگر ابراہیم زندہ رہتا تو ضرور نبی ہوتا۔ آنحضرت صلعم اللہ علیہ وسلم کے اس قول پر بھی یہی اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ اس دعویٰ بلا دلیل کے بیان کی کیا حاجت کیا تھی۔ اس قول کی قدر و قیمت تبھی ہو سکتی تھی جبکہ آپ کے بعد نبوت جاری ہوتی۔ اور آپ کی اُمت میں بعض ایسے افراد پیدا ہوتے جو نبوت کے مقام تک پہنچتے اور نبی کا نام پاتے ان انبیاء کی آمد اس بات کی دلیل ہوتی کہ اگر ابراہیم زندہ رہتے تو ضرور نبی ہوتے۔

بشیر اوّل کے متعلق پیشگوئی میں بھی یہی اعتراض پیدا ہوتا تھا۔ اس کا جواب اللہ تعالےٰ نے یوں دے دیا کہ "ایک دوسرا بشیر دیا جائے گا"۔ دوسرا بشیر جس نے لمبی عمر پانا تھا وہ بشیر اوّل کی صفات کا حامل ہوگا اور اس طرح یہ ثبوت مہیا کریگا کہ بشیر اوّل بھی بیان کردہ صفات کا حامل تھا اور "ایک دوسرا بشیر دیا جائے گا" فرما کر اللہ تعالےٰ نے اس حکمت کو بیان فرما دیا کہ جب بھی وہ کسی ایسے امر کی خبر دیتا ہے جو عملی طور پر دُنیا میں ظاہر نہ ہونا ہو تب اللہ تعالےٰ اس کے مشابہ امر کے ذریعہ اس بات کا ثبوت مہیا کرتا ہے کہ وہ بات جو عملی صورت میں ظاہر نہیں ہوتی تھی بالقوۃ اس میں ظاہر ہونے کی خاصیت موجود تھی۔ اور اس کا ثبوت وہ مشابہ وجود ہے جو اس کی قائم مقامی کر رہا ہے۔

دعویٰ بالثبوت

قرآن کریم میں بھی اللہ تعالےٰ نے اس امر کو بار بار پیش کیا ہے کہ اس کا کوئی دعوےٰ بغیر دلیل کے نہیں ہوتا۔ اور یوں بھی یہ بات خدا تعالےٰ جیسی قادر اور مقتدر ہستی کے قانون کے خلاف ہے کہ وہ ایسی بات کرے جس کا کوئی ثبوت نہ ہو۔ اس کا عالی مقام اس امر کا متقاضی ہے کہ وہ اپنے دعوےٰ کی دلیل پیش کرے۔ سو اسی بناء پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے ابراہیم کی نبوّت کے متعلق جو دعوےٰ تھا اس کا ثبوت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ دیا گیا اور بشیر اوّل کے متعلق جو دعوےٰ کیا گیا تھا اس کا ثبوت اس دوسرے بشیر کے ذریعہ مہیا کیا گیا ۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اپنی اولاد کے حق میں دُعائیں ؎

یہ تین جو پسر ہیں۔ تجھ سے ہی یہ ثمر ہیں!
یہ میرے بار و بر ہیں تیرے غلام در ہیں
تو سچے وعدوں والا منکر کہاں کدھر ہیں!
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

کر ان کو نیک قسمت۔ دے انکو دین و دولت
کر ان کی خود حفاظت ہو ان پہ تیری رحمت
دے رشد اور ہدایت اور عمر اور عزت
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

یہ تینوں تیرے بندے رکھیو نہ انکو گندے
کر ان سے دُور یارب دُنیا کے سارے پھندے
چنگے رہیں ہمیشہ۔ کریو نہ ان کو مندے
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

یہ تینوں تیرے چاکر ہوویں جہاں کے رہبر
یہ ہادیٔ جہاں ہوں یہ ہوویں نور یکسر
یہ مرجعِ جہاں ہوں یہ ہوویں ۔ہرِ انور
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

اے واحد یگانہ اے خالقِ زمانہ!
میری دُعائیں سُن لے اور عرض چاکرانہ
تیرے سپرد تینوں دیں کے قمر بنانا
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

لفظ تدبر کے حقیقی معنی

اور

مولوی محمد علی صاحب کا غلط استعمال

(مکرم صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ)

مولوی محمد علی صاحب ایک کہنہ مشق مفسر ہونے کا ہمیشہ دعوےٰ کرتے ہیں گو بظاہر دنیاوی علوم کی ڈگریوں کے بھی حامل ہیں اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پاکیزہ صحبتِ علم نواز میں بھی ایک عرصہ رہے۔ لیکن افسوس کہ ضد و تعصب کے ضلالت پسند بندھنوں نے ان کا تمام علمی اور روحانی اکتساب ہمیشہ کے لئے نیست کر دیا۔ مولوی صاحب کے اس غلط دعویٰ کی تردید میں آج کے شمارہ میں ہم صاحبزادہ صاحب سلمہ اللہ کا ایک نہایت ہی مختصر مگر جامع مضمون شائع کر رہے ہیں۔

وہ خزائن جو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے ورثہ میں چھوڑ گئے لیکن غیر حقیقی ورثا نے ان میں لوٹ گھسوٹ سے کام لینا چاہا۔ آج ان خزائن کے حقیقی ورثاء۔ اولادِ مطہرہ اپنے خداداد علم و قلم سے اس کی حفاظت کر رہی ہے۔

(خاکسار نائب مدیر)

غلط استنباط مولوی محمد علی صاحب کا ایک خطبہ جمعہ ۲۸ر نومبر ۱۹۴۵ء کے پیغام صلح میں شائع ہوا ہے۔ اس خطبہ میں آپ فرماتے ہیں کہ:

"یاایھا المدثر قم فانذر و ربک فکبر میں خدا تعالیٰ نے عام خطاب رکھا ہے اور نہیں کہا کہ یاایھا الرسول قم"

اس کے بعد اس آیت سے استنباط کرتے ہوئے کہتے ہیں :۔

"ہمارے قادیان کی اصطلاح ہو تو ہمیں ابھی محمد رسول اللہ کو نبوت نہیں ملی تھی۔ کیونکہ وہاں نبوت کی یہ تعریف بتائی جاتی ہے کہ خدا اُس کو نبی کے نام سے پکارے۔ تو اِن ابتدائی آیات میں تو نبی یا رسول کے نام سے آپ کو نہیں پکارا گیا۔ پس کیا یہ سمجھا جائے کہ آپ ابھی نبی ہوئے تھے۔"

تردیدِ استنباط مولوی صاحب نے جو نتیجہ آیت مذکورہ سے نکالا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اس آیت میں نبی کر کے نہیں پکارا گیا یہ درست نہیں۔ کیونکہ اس آیت کا اگلا حصہ یعنی فانذر مولوی صاحب کے استنباط کو غلط قرار دے رہا ہے۔ اس لئے کہ انذر کے لفظ سے ہی نذیر کا لفظ بنا ہے۔ اور نذیر کے معنے نبی کے ہیں۔

قرآنی دلیل قرآن مجید نے خود اس لفظ کو ان معنوں میں استعمال کیا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ ان ھو الا نذیر مبین (اعراف) اسی طرح قرآن مجید میں کئی مواقع پر یہ الفاظ انہیں معنوں میں استعمال ہؤا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تشریح حضرت مسیح موعود علیہ السلام جو ہمارے لئے حکم و عدل ہیں حضور نے بھی نذیر کے معنے نبی ہی لئے ہیں۔ چنانچہ آپ پیغام صلح صد پر ان من امۃ الا خلا فیھا نذیر کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:۔

"کوئی ایسی قوم نہیں جس میں کوئی نبی یا رسول نہ بھیجا گیا ہو۔"

الہامی تردید علاوہ ازیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک الہام ہے کہ "دنیا میں ایک نذیر آیا" اس کی دوسری قرأت، "دنیا میں ایک نبی آیا" بھی ہے۔ لیکن چونکہ مولوی صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت کے منکر ہو گئے ہیں اس لئے اب ان کے نزدیک نذیر کے معنے نبی کے نہیں رہے۔

الغرض قرآن کریم کے استعمال، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام اور تحریرات سے یہ امر ثابت ہے کہ نذیر کے معنے نبی کے ہیں۔ و لفظ انذر کے مطابق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نذیر ثابت ہوتے

ہیں۔ اس لئے یہ ماننے بغیر چارہ نہیں کہ آیت مذکورہ بالا کی جو تشریح مولوی صاحب نے کی ہے یعنی اس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو نبی نہیں کہا گیا درست نہیں۔ اور انہوں نے اپنی غلط فہمی کی بناء پر "قادیان کی اصطلاح" پر بے وجہ اعتراض کر دیا ہے۔ حالانکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو شروع دن سے ہی نبی کے نام سے پکارا گیا۔

تعمیر کج

غرضیکہ مولوی صاحب کا یہ کہنا کہ اس آیت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو نبی نہیں کہا گیا۔ اور اس کو بنیاد قرار دیتے ہوئے اس پر ایک عمارت قائم کی ہے بزعم خود اس امر کو ثابت کیا ہے کہ قادیان کی اصطلاح ٹھیک نہیں۔ دراصل خود مولوی صاحب غلطی پر ہیں۔ اور جیسا کہ اوپر ثابت کیا جا چکا ہے کہ جب مولوی صاحب کی بنیاد ہی غلط ہے تو عمارت تو خود ہی غلط ہو گئی ہے۔

خشتِ اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا میرود دیوار کج

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کا ایک اہم ارشاد

"فلیبلّغ الشّاھد الغائب"

(مکرم چوہدری خلیل احمد صاحب ناصر بی۔ اے جنرل سیکرٹری مجلس رفقائے احمد۔)

نگاہِ انتخاب

سلافلۃ کا زمانہ تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کی طبیعت زخم کی وجہ سے علیل چلی آرہی تھی کہ عید الفطر کا دن آگیا خطبۂ عید کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی نگاہِ انتخاب اکیس ۲۱ سالہ نوجوان سیدنا صاحبزادہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب" پر پڑی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ میں "یوم العید کی حقیقت اور فلسفہ کے ساتھ اُن حکمتوں کا ذکر فرمایا جو انسان کو لہو و لعب اور ہر قسم کی مناہی سے بچانے کا ذریعہ ہو سکتی ہیں۔" (ضمیمہ الحکم)

شدتِ احساس

حضور کے اِس خطبہ کے متعلق ایک شخص نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی خدمت میں ایک لمبا رقعہ دوسرے کی شکایت کا پیش کیا اِس امر نے آپکو بہت تکلیف دی اور حضور نے اسی وقت ایک نہایت جلالی تقریر فرمائی اسکی اہمیت اس سے ظاہر ہے کہ وہ "ضمیمہ الحکم" کے طور پر "البلاغ من الشاھد الی الغائب" کے عنوان سے چھپا۔ اور اس کے متعلق آپ نے خاص طور پہ تاکید فرمائی کہ "جو نہیں سُنتے اُن کو پہنچادو۔"

ضمیمے کی تعارفی عبارت سے ظاہر ہے کہ یہ تقریر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے ملاحظے اور درستی کے بعد چھپی۔ اس میں آپ نے جماعت کو تنازعات سے بچنے اور لڑائی جھگڑے میں صبر کی تلقین فرمائی۔ آپ نے اپنی نصیحت کو اِس ارشاد سے شروع فرمایا:۔

البلاغ

"میاں صاحب (حضرت خلیفۃ المسیح الثانی) نے جمعہ کے دن لطیف سے لطیف خطبہ سنایا اور وہ اور بھی الطف ہوگا اگر تم اس پر غور کروگے۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ وہ خطبہ جمعہ کا عجیب سے عجیب نکاتِ معرفت اپنے اندر رکھتا ہے۔ بہت سے شریف الطبع لوگوں کو اس سے بہت سے فائدے ہونگے مگر بعض بڑے پلید الطبع گندے اور شریر ہوتے ہیں جو ایسی پاک باتوں سے بھی فائدہ نہیں اٹھاتے ..... خبیث الطبع لوگ ہیں جو ایسے پاک کلام کی قدر نہیں کرتے۔ ایسے گندے اور بدبخت خدا کے کلام کی خوبیوں پر بھی غور نہیں کرتے۔ وہ بدبخت گندے بیمار کی طرح ہیں جنکو عمدہ اور لطیف غذا بھی گندی نظر آتی ہے۔" (تشحیذ الاذہان ۶/۸)

الاعتبار

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ کا مختصر مگر جامع طرز بیان بہت سے معارف کا آئینہ دار ہے۔ ایک حق شناس انسان سمجھ سکتا ہے کہ اس نہایت بلند پایہ عالم قرآن کی نگاہ میں اس اکیس ۲۱ سالہ نوجوان کے کلام میں "عجیب سے عجیب نکاتِ معرفت" تھے جسکی تصانیف و تقاریر میں آج ہمارے پیغامی دوستوں کو یکسر کوئی خوبی نظر نہیں آتی۔ اس وقت بھی آپ کا خطاب "لطیف سے لطیف" بلکہ "غور کرنے پر اور بھی الطف" تھا۔ مگر کس کی نگاہ میں؟ حضرت حکیم الامت رضی اللہ تعالےٰ کی نگاہ میں جن کے ہاتھ میں پیغامیوں نے بھی اپنا ہاتھ دیا اور ان کے ارشادات کو واجب التعمیل سمجھا۔ آج وہ حضور کی بیان فرمودہ "پاک باتوں سے فائدہ نہیں اُٹھاتے"! وہ خدا کے لئے غور فرمائیں کہ کہیں اس کج بینی سے وہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے ان جلالی الفاظ کی تہدید میں تو نہیں آتے جو آپ نے اوپر کی عبارت میں نہایت جوش کے ساتھ "ایسے پاک کلام کی قدر نہ کرنے والوں کے متعلق فرمائے ہیں؟

- فاعتبروا یا اولی الابصار!

انعامی چیلنج کے قبول کرنے میں مصری صاحب کی جعلسازی

اپنے جھوٹے ہونیکا اعتراف انکی اپنی ہی قلم سے

(مکرم مولوی نور الحق صاحب مولوی فاضل واقف زندگی)

جناب شیخ کی خوش اعتقادی

شیخ عبد الرحمٰن صاحب مصری نے ۱۹ ر ستمبر کے پیغام صلح میں ایک مضمون لکھا تھا جس کا عنوان تھا "مولوی محمد علی صاحب کا نام احادیث خیر الانام میں"۔ اس عنوان کے مطابق ان کا فرض تھا کہ وہ کم از کم تین ایسی احادیث پیش کرتے جن سے مولوی محمد علی صاحب کا مقام واضح طور پر نظر آجاتا۔ لیکن اس کی بجائے انہوں نے حجج الکرامہ کتاب سے نواب صدیق حسن خانصاحب کا ایک قول لیکر اسکو حدیث نبوی قرار دیتے ہوئے مولوی محمد علی صاحب پر چسپاں کرنیکی کوشش کی۔ اور اسکے سہارے کے لئے مختلف روایات میں کتر و بیونت کر کے دو اور خود ساختہ مفہوم بھی پیش کئے۔ اور ان میں سے ہر ایک کو ایک ایک حدیث قرار دیا۔

انعامی چیلنج سے گریز

شیخصاحب کے اس مضمون کے شائع ہونے پر انہیں جناب مولوی ظفر محمد صاحب اور خاکسار نے ان کی جعلسازی کی طرف توجہ دلائی۔ لیکن شیخ صاحب اقرار جرم کرنیکی بجائے اپنے فعل پر مصر رہے۔ آخر خاکسار کی طرف سے اور پھر مولوی ظفر محمد صاحب کی طرف سے اعلان ہوا کہ اگر شیخ صاحب اس مفہوم کو جسے وہ حدیث کا نام دیکر مولوی محمد علی صاحب پر چسپاں کرتے ہیں اور اسے حجج الکرامہ کے صفحہ ۴۴۳ پر بتاتے ہیں حدیث نبوی ثابت کر دیں تو انعام لیں۔ اور یہ انعامی چیلنج اس لئے تھا کہ تا شیخ صاحب کا جھوٹ سب پر ظاہر ہو جائے۔ کیونکہ اس انعامی چیلنج کے بعد ان کے لئے دو ہی راستے کھلے تھے (۱) شیخ صاحب خاموش رہتے اور اپنے جھوٹے ہونے کا اعتراف بزبان حال کر لیتے (۲) انعامی چیلنج قبول کرتے اور اپنے جھوٹ کو قائم رکھنے کے لئے کسی اور جھوٹ کے مرتکب ہوتے اور اس طرح بزبان قال اپنے

جھوٹے ہونے کا اعلان کو دیتے۔ چنانچہ شیخ صاحب نے دوسرے طریق کو ترجیح دی اور ۲۰ نومبر ۱۹۴۵ء کے اخبار "پیغام" میں "انعامی چیلنج کی منظوری" کا عنوان باندھ کر لوگوں کو پھر دھوکا دینے کی کوشش کی کیونکہ ان کے اس عنوان کے پڑھنے سے تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا انہوں نے ہمارے انعامی چیلنج کو منظور کر لیا ہے۔ لیکن اُن کے مذکورہ مضمون کی چند ابتدائی سطریں دیکھنے سے ہی یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ شیخ صاحب نے پھر وہی جعلسازی کی ہے جو ۱۹ ستمبر کے مضمون میں کی تھی یعنی عنوان کچھ اور اس کے ماتحت مضمون کچھ اور۔ حالانکہ بات بالکل آسان تھی کہ شیخ صاحب ہمارے مطالبات کے مطابق اپنی پیش کردہ تیسری حدیث کو نکال کر دکھا دیتے اور انعام حاصل کرتے۔ لیکن اس سیدھی راہ کو اختیار کرنے کی بجائے انہوں نے اپنے سابقہ جھوٹ پر پردہ ڈالنے کے لئے ایک ایسا حیلہ تجویز کیا جس سے بزعم خود وہ ہماری گرفت سے بھی بچ سکیں اور اپنے عوام پر بھی یہ اثر پڑ سکے کہ گویا وہ ہمارے مطالبہ کے سامنے عاجز نہیں ہوئے۔ چنانچہ اس حیلہ کے مطابق انہوں نے ۱۱ نومبر کے اخبار پیغام میں ایک مضمون لکھا اور سادہ لوح عوام پیغامیوں پر یہ اثر ڈالنے کے لئے کہ وہ ہمارے مطالبہ کے سامنے عاجز نہیں ہوئے اس کا عنوان باندھا "انعامی چیلنج منظور" اور ہماری گرفت سے بچنے کے لئے اس عنوان کے ماتحت اپنے ۱۹ ستمبر کے اصل دعوی کو ہی بدل ڈالا۔ جس کی بناء پر ہمارا چیلنج تھا۔

عذرِ گناہ

مصری صاحب نے تو یہ سب کچھ اس لئے کیا کہ تا اُن کی سُبکی نہ ہو۔ لیکن اُن کا یہ فعل اُن کو سُبکی سے بچانے کی بجائے مجرم بنانے کا ذریعہ ہو گیا۔ کیونکہ اُن کے اس طریق عمل نے یہ واضح کر دیا کہ شیخ صاحب اپنی نجات جھوٹ بولنے میں ہی سمجھتے ہیں۔ علاوہ ازیں ہمارے حملہ کے ایک حصے سے بچتے ہوئے ہمارے حملے کے دوسرے حصے کا شکار ہو گئے۔ کیونکہ اُن کا نیا دعوےٰ ہمارے اِن بیانات کی تائید کرنے لگ گیا جو ہم نے اُن کی پہلی اور دوسری پیش کردہ حدیث کے متعلق شائع کئے تھے۔ کہ انہوں نے ان دونوں حدیثوں کے پیش کرنے میں جعلسازی سے کام لیا ہے۔ الغرض مصری صاحب اپنے پہلو کو بچاتے ہوئے اپنے ہی ہاتھوں اپنی افتراء پردازی سے پردہ اُٹھا گئے۔

اب میں اُوپر کے اجمال کی تفصیل کے لئے سب سے پہلے مصری صاحب کا اصل ادّعا مطبوعہ پیغام ۱۹ ر ستمبر نقل کرتا ہوں۔ پھر اس کے بعد اُن کی اِس پناہ سے پردہ اٹھاؤں گا جو انہوں نے ہمارے انعامی چیلنج کی بناء پر اپنے آپ کو بچانے کے لئے لی ہے۔ اور بجو بجائے اس کے کہ اُن کے لئے پناہ گاہ ثابت ہوتی، اُن کے پکڑے جانے اور مجرم ثابت ہونے کا ذریعہ بن گئی۔

شیخ صاحب کا اصل ادّعا

شیخ صاحب نے ۱۹ ر ستمبر کے پیغام صلح ص۷ کالم ۲ کے ابتداء میں مولوی محمد علی صاحب کے لئے احادیث سے پیشگوئی نکالتے ہوئے لکھا تھا کہ :-

"اس پیشگوئی کے متعلق تین احادیث ہیں جو نواب صدیق حسن خان صاحب نے اپنی کتاب حجج الکرامہ کے ص۳۴۲، ص۳۴۳ پر نقل کی ہیں۔ اگرچہ مولوی صاحب کی ذات سے تعلق رکھنے والی صرف تیسری حدیث ہی ہے لیکن اس کی حقیقت کو کماحقہٗ سمجھنے کے لئے پہلی دو حدیثوں کا علم حاصل کرنا بھی ضروری ہے۔ اس لئے میں اِن تینوں احادیث کو ہی نقل کر دیتا ہوں"

ناظرین! یہ وہ شیخ صاحب کا اصل دعویٰ ہے جو اُن کے اپنے ہی الفاظ میں بیان کر دیا گیا ہے۔ اِس پر سرسری نظر ڈالنے سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ شیخ صاحب لوگوں پر یہ اثر ڈالنا چاہتے ہیں کہ وہ اپنے مقصد کو ظاہر کرنے کے لئے آنحضرتؐ کی تین احادیث پیش کر رہے ہیں۔ چنانچہ بار بار انہوں نے اِس لفظ کو دُہرایا بھی ہے اور میں نے ان کے الفاظ پر خط بھی کھینچ دیئے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے مذکورہ بالا تمہیدی عبارت کے بعد جو کچھ تحریر کیا ہے اس سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ آنحضرتؐ کے اقوال کو پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ لکھا کہ "پہلی حدیث ابوالشیخ نے ابوہریرہ سے مرفوعاً بیان کی ہے" اور اس کے بعد ایک لمبی عبارت لکھی ہے۔ پھر اس کے بعد لکھا ہے کہ "دوسری اور تیسری حدیث کا مضمون یہ ہے" گویا شیخ صاحب نے اپنے تمہیدی نوٹ میں اور اپنے پیش کردہ تین اقوال کے ابتداء میں یہ ظاہر کرنیکی کوشش کی کہ وہ تین احادیث پیش کر رہے ہیں۔ حالانکہ اصل بات یہ تھی کہ جسے وہ پہلی حدیث قرار

دیتے تھے وہ دو احادیث اور نواب صدیق حسن خان صاحب کے ایک قول کا مجموعہ تھا۔ اور جسے وہ دوسری حدیث کہتے تھے وہ ایک ادھوری حدیث تھی اور اس کے ایک حصہ کو جو اُن کے مخالف پڑتا تھا اُسے چھوڑ دیا گیا تھا۔ اور جس کو وہ تیسری حدیث کا نام دیتے تھے اور اُس کو اصل مدارِ دعویٰ کہتے تھے وہ صرف نواب صدیق حسن خان صاحب کا ایک قول تھا۔

ہمارے مطالبات شیخ صاحب کی اس جعلسازی سے پردہ اُٹھانے کے لئے ہماری طرف سے کئی مضامین شائع ہوئے۔ دیکھو الفضل یکم اکتوبر۔ ۲۷۔ ۲۹۔ ۳۱ اکتوبر اور ۶ نومبر و فرقان ماہ نومبر ان سب مضامین میں اُن کی جعلسازی کو ظاہر کیا گیا۔ علاوہ ازیں شیخ صاحب کو خاکسار کی طرف سے اور جناب مولوی ظفر محمد صاحب کی طرف سے انعامی چیلنج بھی دیا گیا کہ اگر مصری صاحب اس حدیث کو جس کو وہ مدارِ دعوٰے کہتے ہیں اور اُس کا نام "تیسری حدیث" رکھتے ہیں اور حجج الکرامہ صفحہ ۴۲۳ پر بیان کرتے ہیں اگر حدیث ثابت کر دیں تو انعام لیں۔ اس چیلنج کے طبع ہونے پر مصری صاحب نے ۲۱ نومبر کے "پیغام" میں ایک مضمون لکھا اور بجائے اس کے کہ ہمارے مطالبہ کے مطابق "تیسری حدیث" پیش کرتے اور پھر یہ بھی ثابت کرتے کہ انہوں نے پہلی اور دوسری حدیث کے پیش کرنے میں جعلسازی نہیں کی، انہوں نے اپنے بچاؤ کے لئے ایک اور جھوٹ کا ارتکاب کیا۔ یعنی یہ لکھدیا کہ انہوں نے مولوی محمد علی صاحب کے لئے احادیث میں سے پیشگوئی کا لینے کے لئے اپنے ۱۹ ستمبر کے مضمون میں نہ تین احادیث پیش کی تھیں اور نہ اُن کے پیش کرنے کا ادعا کیا تھا بلکہ مختلف احادیث کو ملاکر اُن سے اپنا اخذ کردہ مفہوم پیش کرنے کے لئے کہا تھا۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے وہ مفہوم اس کے مطابق پیش بھی کردیا۔ اس لئے اُن سے ہمارا یہ مطالبہ کرنا کہ تیسری حدیث دکھائیں درست نہیں ہاں وہ اس کا مضمون دکھانے کے ذمہ وار ہیں۔

مصری صاحب کا نیا بیان مصری صاحب نے اپنے بچاؤ کے لئے جو حیلہ تلاش کیا ہے اور جس کا اشارۃً ذکر اوپر آچکا ہے۔ اب بہ تفصیل کے ساتھ اسے ذکر کرتا ہوں۔ چنانچہ شیخ صاحب

۲۱ر نومبر کے "پیغام" میں فرماتے ہیں :۔

"مَیں نے احادیث نبویہ کی بناء پر ۱۹ر ستمبر کے پیغام صلح میں ایک مضمون لکھا تھا۔ جس کے صلا کالم ۱۲ پر میں نے ایسی تین احادیث کا ذکر کیا تھا جو مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد کے زمانہ کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں۔ پہلی حدیث جو دو مختلف روایتوں سے مرکب ہے حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ اس کے بعد دوسری اور تیسری حدیث جو وہ بھی مختلف روایات سے مرکب ہیں"

پھر لکھتے ہیں :۔

"یہ تمام روایات جن سے یہ تینوں احادیث مرکب ہیں حجج الکرامہ کے صلا ۴۴۲، صلا ۴۴۳ پر درج ہیں"

بدتر از گناہ

اب ناظرین کرام! شیخ صاحب کے اِس بیان کو اور پہلے بیان کو بالمقابل رکھکر دیکھیں کہ مصری صاحب نے کتنا بڑا جھوٹ بولا ہے۔ پہلے بیان میں جو ۱۹ر ستمبر کے پیغام میں شائع ہوا تھا لکھا تھا کہ "پیشگوئی کے متعلق تین احادیث ہیں۔ اور مولوی محمد علی صاحب کے ساتھ تعلق رکھنے والی صرف تیسری حدیث ہی ہے" اور اسکے بعد لکھا کہ "مَیں ان تینوں احادیث کو ہی نقل کر دیتا ہوں"۔ اس مذکورہ بالا بیان میں صاف طور پر شیخ صاحب نے لکھا ہے کہ وہ "احادیث نبویہ" پیش کر رہے ہیں لیکن اب نئے بیان میں فرماتے ہیں کہ انہوں نے احادیث پیش نہیں کیں بلکہ احادیث سے اخذ کردہ مفہوم اور ان کا پہلا مفہوم دو روایتوں سے مرکب ہے اور دوسری اور تیسری حدیث کا مضمون کئی روایات کا مرکب۔ بس یہ ہے شیخ صاحب کی خدا ترسی اور اتقاء کا حال۔

مصری صاحب کو گھبراہٹ

اس مذکورہ نئے بیان پر شیخ صاحب کو فوری گھبراہٹ ہوئی ہے کہ آخر "پیغام" کے پڑھنے والے بالکل سادے تو نہیں کہ انکی ہوشیاری کو سمجھ نہ سکیں اور ان کے پہلے اور نئے بیان کو ملا کر دیکھ ہی لیں اور یہ نہ کہدیں کہ جناب شیخ صاحب! آپ نے اپنے پہلے مضمون میں بار بار "احادیث" کا لفظ استعمال کیا ہے اور یہی ظاہر کیا ہے کہ آپ احادیث کو "نقل" کر رہے ہیں۔ اگر آپ نے مختلف روایات سے اخذ کردہ خود ساختہ مفہوم ہی بیان کیا تھا تو "احادیث" کا نام دینے کی کیا

ضرورت تھی کیونکہ حدیث تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قول کا نام ہے نہ کہ جناب شیخ صاحب کے خود ساختہ خیال کا نام۔ چنانچہ مصری صاحب نے اس کی پیش بندی کرتے ہوئے لکھا کہ:-

"مَیں نے اپنے مضمون میں ان روایات کے مجموعہ کو جو حضرت مولوی نورالدین صاحب پر چسپاں ہوتی ہیں ایک حدیث قرار دیدیا اور ان روایات کے مجموعہ کو جو جناب میاں صاحب پر چسپاں ہوتی ہیں ایک حدیث قرار دیدیا اور ان روایات کے مجموعہ کو جو حضرت امیر ایدہ اللہ پر چسپاں ہوتی ہیں ایک حدیث قرار دیدیا"

شیخ صاحب کا یہ مذکورہ بالا بیان اُنہیں مذکورہ اعتراض سے بچا نہیں سکتا۔ کیونکہ یہ بات واضح ہے کہ حدیث آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا نام ہے نہ کہ مصری صاحب کے خود ساختہ بیان کا۔ اور انکا خود ساختہ مفہوم کو حدیث قرار دیدینا ہی انکی جعلسازی اور جھوٹے ہونے کا شاہد ہے۔ کیونکہ انکو کس نے یہ حق دیا تھا کہ وہ اس طرح خود تراشیدہ مفہوموں کو حدیث کا نام دیدیتے؟

ایک اور اقدام

العرض مصری صاحب نے اپنے دعوے کو تبدیل کر کے اپنی جعلسازی کا خود اعتراف کرلیا اور ہمارے ان بیانوں کی تائید کردی جو اُن کے ۱۹ ستمبر کے مضمون کی بناء پر تحریر کئے گئے۔ انہوں نے اپنے مضمون کے عنوان سے تو یہ ظاہر کیا کہ وہ اپنے مقصود کو ثابت کرنے کے لئے احادیث پیش کریں گے لیکن احادیث پیش کرنے کی بجائے اپنی خود ساختہ عبارتیں پیش کردیں۔

مصری صاحب کے اس اعتراف کے بعد اب صرف ایک امر باقی ہے اور ہماری طرف سے انعام بھی اس کے لئے مقرر کیا گیا تھا۔ اور وہ یہ ہے کہ ہمارے نزدیک مصری صاحب نے صرف مختلف روایات کو ملا کر خود ساختہ مفہوم ہی نہیں بنائے بلکہ ان مفہوموں میں نواب صدیق حسن خان صاحب کے اقوال کو بھی داخل کردیا ہے۔ اور ایک جگہ تو صرف نواب صدیق حسن خان صاحب کے قول کو حدیث قرار دیدیا۔ شیخ صاحب نے ہمارے اس بیان کی تائید نہیں کی بلکہ اس سے بچنے کے لئے ہی انہوں نے نیا بیان جاری کیا ہے جس میں بیان کیا ہے کہ ان کے پیش کردہ تینوں مفہوم مختلف روایات سے ہی اخذ کردہ ہیں۔ اور ان میں نواب صدیق حسن خان صاحب کے اقوال کا دخل نہیں۔ ان کا یہ بیان بھی

سو فیصدی جھوٹ ہے۔ کیونکہ ان کے ہاتھوں سے لکھی ہوئی تحریریں اس کے خلاف گواہی دیتی ہیں۔

نیا بیان بھی جھوٹا

مصری صاحب نے جو ۱۹ ستمبر کے مضمون میں سب سے پہلی حدیث پیش کی تھی وہ ہی ان کے موجودہ بیان کی تغلیط کر رہی ہے۔ چنانچہ ان کی پیش کردہ حدیث کے الفاظ مندرجہ ذیل ہیں:-

"پہلی حدیث ابو الشیخ نے ابو ہریرہ سے مرفوعاً روایت کی ہے۔ کہ عیسےٰ بن مریم نزول فرما دیں گے۔ دجّال کو قتل کریں گے اور چالیس سال تک رہیں گے۔ اللہ تعالےٰ کی کتاب اور میری سُنّت پر عمل کریں گے اور لوگوں کو انہی کی طرف بُلائیں گے۔ پھر وہ فوت ہوں گے۔ پس لوگ عیسیٰ کے حکم سے بنو تمیم کے ایک آدمی کو خلیفہ بنائیں گے۔ اور دوسری جگہ ہے کہ وہ قریش میں سے ہوگا۔ جس کا نام مقعد ہوگا۔ پھر اسی خلیفہ کے متعلق روایت ہے کہ خدا کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ یہ خلیفہ مہدی سے کم نہ ہوگا۔"

مذکورہ بالا عبارت کے متعلق مصری صاحب کا بیان ہے کہ یہ دو روایات کا مرکّب ہے لیکن اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ دو روایات اور ایک نواب صاحب کے قول کا مرکّب ہے۔ اگر شیخ صاحب کو اس سے اختلاف ہو تو میں ان سے مطالبہ کرتا ہوں کہ وہ فقرہ جو خط کشیدہ ہے اور جس کے الفاظ یہ ہیں کہ "وہ قریش میں سے ہوگا" یہ ان دونوں روایات میں سے نکال کر دکھا دیں جن کے متعلق وہ یہ کہتے ہیں کہ انہی سے ان کی پہلی حدیث مرکّب ہے۔ بلکہ اگر ان کا بیان درست ہو تو حجج الکرامہ کے صفحہ ۳۴۲ و صفحہ ۳۴۳ کی اصل احادیث سے ہی نکال کر دکھا دیں لیکن اگر نہ دکھا سکیں تو انہیں اپنے جھوٹوں کو دیکھ کر شرمندہ ہونا چاہیئے۔!

چیلنج قبول کرنیکی حقیقت

الغرض یہ ہے ساری حقیقت مصری صاحب کے چیلنج قبول کرنے کی جس پر سے تفصیل کے ساتھ پردہ اٹھایا جا چکا ہے کہ مصری صاحب نے ہمارے چیلنج کے سامنے عاجز آ کر اپنا اصل دعویٰ ہی بدل ڈالا اور اُن کی یہ چال اس وقت بالکل واضح

ہو جاتی ہے جبکہ وہ میرے دوسرے دو چیلنجوں کو قبول کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ”مَیں ان ہر دو چیلنجوں کو اس تبدیلی کے ساتھ منظور کرتا ہوں“۔ پس مَیں مصری صاحب نسے ہی پوچھتا ہوں کہ کیا اسے چیلنج منظور کرنا کہتے ہیں؟ پھر تعجب والی بات یہ ہے کہ اس کرتوت کے باوجود عوام طبقۂ پیغامیاں پر اثر ڈالنے کے لئے ہم سے انعامی رقم کے جمع کرانے کا مطالبہ کرتے ہیں جو مصری صاحب ایسے ہوشیار آدمی ہی کا کام ہے۔

پس اگر شیخ صاحب اپنے پہلے دعویٰ کو بحال رکھتے ہوئے ہمارے چیلنج کے مطابق اپنی مزعومہ ”تیسری حدیث“ دکھادیں اور بقیہ دو مطالبوں کو بھی من وعن پورا کر دیں تو ہم اپنے وعدہ کے مطابق انعامی رقم کسی کے پاس جمع کرانے کی بجائے اُن کے پاس براہِ راست ہی بھجوانے کو تیار ہیں۔ اگرچہ وہ مقصد جس کے لئے ہم نے انعام مقرر کیا تھا کہ تا مصری صاحب کا جھوٹا ہونا ایک دُنیا پر ظاہر ہو جائے وہ مصری صاحب کے اپنے دعوے کے بدلنے سے پورا ہی ہو چکا ہے۔

مزید انعامی چیلنج

القصہ مختصر۔ مصری صاحب ہمارے مطالبات کو پورا نہیں کر سکے۔ اور اب انہوں نے ایک نیا دعوےٰ بیان کر دیا ہے کہ انہوں نے مولوی محمدؐ علی صاحب کے لئے پیشگوئی ثابت کرنے کے لئے احادیث پیش نہیں کیں، بلکہ مختلف احادیث سے اخذ کردہ مفہوم۔ چونکہ ہمارے نزدیک اُن کا یہ بیان بھی درست نہیں اس لئے مَیں مصری صاحب سے مطالبہ کرتا ہوں کہ انہوں نے جو اپنی دوسری اور تیسری پیش کردہ حدیث کے متعلق نیا انکشاف کیا ہے کہ:۔

”مَیں نے ان روایات کے مجموعہ کو جو جناب میاں صاحب پر چسپاں ہوتی ہیں ایک حدیث قرار دے دیا اور ان روایات کے مجموعہ کو جو مولوی محمدؐ علی صاحب پر چسپاں ہوتی ہیں ایک حدیث قرار دیدیا“

اِن مذکورہ انکشاف کے مطابق ۱۹ر ستمبر والے مضمون میں پیش کردہ دوسری

اور تیسری حدیث کے مضمون کو علیحدہ علیحدہ لکھدیں اور پھر ان کا پیش کردہ
مفہوم جن روایات سے اخذ کردہ ہے وہ روایات بھی بتمام و کمال لکھدیں
اور اپنے مضمون کو بغیر ان کے کہ کسی روایت کا کوئی حصہ حذف کرنا پڑے
مکمل طور پر ان روایات سے نکال کر دکھا دیں جو انہوں نے اپنی پیش کردہ
دوسری اور تیسری حدیث کو تیار کرنے میں استعمال کی ہیں۔ پھر اگر ان کا پیش کردہ
مضمون ان روایات کے کسی حصہ کو حذف کئے بغیر مسلسل نکل آئے تو اس پر انہیں
مبلغ پچاس روپے انعام دیا جائے گا۔ لیکن اگر وہ اس چیلنج کو بھی اس ترمیم
کے ساتھ قبول کریں کہ میں روایات کے بعض حصص کو چھوڑ کر اپنا مضمون
دکھا سکتا ہوں تو پھر وہ انعام کے مستحق نہیں ہوں گے بلکہ ندامت کے مستحق
ہوں گے۔ غالباً اب میرا یہ چیلنج قبول کرنا ان کے لئے زہر کا گھونٹ ہوگا کیونکہ
اب اس میں ترمیم کی گنجائش نہیں ہے!

ایک استفسار

جناب مولوی محمد علی صاحب کا ایک خطبہ ۲۸ نومبر کے "پیغام" میں شائع ہوا ہے
اس میں آپ فرماتے ہیں:-

"کوئی وقت تھا جب برلن مشن ہم نے قائم کیا ہوا تھا اس وقت ہماری انجمن
پر سوا لاکھ روپیہ کا قرضہ تھا۔ اگر خدا کی نصرت پر ایمان نہ ہوتا تو اس وقت اس
مشن کو قائم رکھنے کا کوئی سامان نہ تھا۔ مگر خدا تعالےٰ نے اپنے فضل سے اسکو
اس بوجھ سے نکال لیا"

قابل استفسار یہ امر ہے کہ مولوی صاحب نے جو آخری فقرہ فرمایا ہے۔ کیا اس کا
یہ مطلب ہے کہ آخر کار برلن مشن کو خیر باد کہہ دیا؟ اگر یہی مراد ہے تو اچھی نصرت الٰہی کی مثال
ہے!

جناب مولوی محمد علی صاحب کا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز پر

جھوٹ کا الزام!

کیا وہ اس پر حلف اٹھائینگے؟

(مکرم مولوی علی محمد صاحب اجمیری)

کسی چیز کے متعلق اظہارِ خیال دو طریق پر کیا جاتا ہے۔ (اوّل) بطور شہادت اور (دوم) بطور استدلال و قیاس۔

شہادت یہ ہے کہ کوئی شخص کسی چیز کو امر واقعہ قرار دے کر کہے کہ میرے سامنے یوں ہوا۔ مثلاً زید بکر کی نسبت یہ بیان کرے کہ مَیں نے اُسے یہ کام کرتے ہوئے دیکھا یا یہ بات کہتے ہوئے سُنا۔ شہادت پر سچ یا جھوٹ کا لفظ بولا جا سکتا ہے۔ یعنی اگر بیان (Statement) مطابقِ واقع ہو تو اُسے سچا کہیں گے اور اگر مطابقِ واقع نہ ہو تو جھُوٹا۔

اور استدلال و قیاس یہ ہے کہ کوئی شخص کسی امر واقعہ کو بنیاد قرار دے کر اس سے ایک اور نتیجہ نکالے۔ مثلاً آیت قرآنی وَآوَيْنٰهُمَا إِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ (ترجمہ:۔ اور ہم نے ان دونوں یعنی مسیح اور اُن کی والدہ کو ایک اونچے ٹیلے کی طرف پناہ دی جو قرار اور چشموں والا تھا) سے ہم واقعۂ صلیب کے بعد حضرت مسیح علیہ السلام کے سفر کشمیر کا استنباط کریں۔ استدلال و قیاس

پر صحیح یا غلط کا لفظ بولا جا سکتا ہے۔ یعنی اگر بناءِ استدلال معقول ہو تو اُسے صحیح کہیں گے ورنہ غلط۔

شہادت اور استدلال و قیاس میں اِس فرق کو ذہن میں رکھیئے اور حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے مندرجہ ذیل الفاظ پڑھیئے:۔

"۱۹۰۱ء میں جب آپؑ (یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام) نے "ایک غلطی کا ازالہ" تحریر فرمایا تو اس میں آپؑ نے لکھا کہ ہماری جماعت میں سے بعض لوگ جن کو نہ ہمارے سلسلہ کی کتابیں بغور دیکھنے کا اتفاق ہوتا ہے اور نہ وہ ہماری مجالس میں بیٹھ کر اپنی معلومات کی تکمیل کرتے ہیں مسئلہ نبوت پر محض نفی میں جواب دے دیتے ہیں جو درست نہیں۔ اِس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کئی مہینوں سے آپؑ کی مجالس میں اِس بات کا چرچا رہتا تھا کہ نبوت کی تعریف سمجھنے میں آپؑ کا سابقہ اجتہاد درست نہیں نکلا۔"

(الفضل مؤرخہ ۲۶ر مئی ۱۹۴۴ء)

صاف ظاہر ہے کہ یہاں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک تحریر کو بُنیاد قرار دے کر اس سے بطور استدلال و استنباط ایک قیاس کا اظہار فرمایا ہے۔ اگر حضور "ایک غلطی کا ازالہ" کا حوالہ نہ دیتے، اور نہ اس کے بعد "اس سے صاف معلوم ہوتا ہے" کے الفاظ بیان فرماتے، بلکہ اِن دونوں چیزوں کو الگ کر کے صرف یہ فرماتے کہ "کئی مہینوں سے آپؑ کی مجالس میں اِس بات کا چرچا رہتا تھا کہ نبوت کی تعریف سمجھنے میں آپؑ کا سابقہ اجتہاد درست نہیں نکلا" تو اِس صورت میں بلاشبہ یہ ایک شہادت ہوتی۔ اور اِس پر سچ یا جھوٹ کا اطلاق ہو سکتا تھا۔ مگر موجودہ صورت میں جبکہ یہ محض استدلال و قیاس ہے اس پر صرف صحیح یا غلط کا

لفظ ہی بولا جا سکتا ہے۔

لیکن مولوی محمد علی صاحب کی حق پرستی کی داد دیجئے کہ انہوں نے حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے اعلان مصلح موعود سے غیر مبایعین کی توجہ کو ہٹانے کے لئے ان الفاظ کو حضور کے خلاف پروپیگنڈے کا ذریعہ بنا لیا۔ اور "پیغام صلح" میں بڑے زور سے یہ اعلان کرنا شروع کر دیا کہ "میاں صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر (نعوذ باللہ) یہ جھوٹ باندھا اور افتراء کیا ہے کہ آپ کی مجالس میں یہ چرچا رہتا تھا کہ نبوت کی تعریف سمجھنے میں حضور کا سابقہ اجتہاد درست نہیں نکلا۔

جناب مولوی محمد علی صاحب نے حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز پر جھوٹ اور افتراء کا الزام لگانے میں یہ خلاف دیانت کارروائی کی ہے کہ اول انہوں نے حضور کے استدلال و قیاس کو جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک تحریر پر مبنی تھا مستقل واقعہ کی شہادت کا رنگ دیا اور پھر اُسے حضور کا جھوٹ اور افتراء قرار دے دیا۔ حالانکہ ایک استدلال و قیاس کو امر واقعہ کی شہادت قرار دینا خود جھوٹ ہے جس کے مرتکب جناب مولوی محمد علی صاحب ہوئے ہیں۔

گذشتہ کئی ماہ سے ہم جناب مولوی صاحب کو مخاطب کر کے بار بار لکھ رہے ہیں کہ آپ نے حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز پر یہ افتراء کیا ہے کہ حضور نے مذکورہ بالا اقتباس میں کسی واقعہ کی شہادت دی ہے۔ یہ شہادت نہیں ہے بلکہ استدلال و قیاس ہے۔ اسے زیادہ سے زیادہ آپ غلط کہہ سکتے تھے۔ مگر آپ نے اسے شہادت قرار دے کر جھوٹ اور افتراء کا فتویٰ دیا ہے جس سے آپ کی نیک نیتی کا اظہار نہیں ہوتا۔ اس کارروائی سے صاف پتہ چلتا ہے کہ آپ حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے خلاف محض جھوٹا پروپیگنڈا کرنا چاہتے ہیں اور حضور کی طرف جھوٹ اور افتراء منسوب کر کے لوگوں کو حضور سے متنفر کرنا چاہتے ہیں۔

ہماری بار بار کی اس وضاحت پر جناب مولوی صاحب خاموش ہیں۔ اور اس کے متعلق کچھ نہیں فرماتے۔ اب آخری اتمامِ حُجّت کے طور پر ہم اُن سے مطالبہ کرتے ہیں کہ اگر وہ ہماری ان توضیحات و تشریحات (جن کی حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز بھی تصدیق و توثیق فرما چکے ہیں) کے بعد اس بات پر مُصِر ہیں کہ حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے مذکورہ بالا الفاظ میں کسی امرِ واقعہ کی شہادت دی ہے، استدلال اور قیاس نہیں فرمایا تو وہ حلف اُٹھائیں کہ وہ اسے واقعہ کی شہادت سمجھتے ہیں استدلال اور قیاس نہیں سمجھتے، اور اسی وجہ سے اس میں حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کو جھوٹا قرار دے رہے ہیں۔ اگر اب بھی انہوں نے خاموشی اختیار کی تو دُنیا کو یہ معلوم ہو جائیگا کہ حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز پر جھوٹ اور افتراء کا الزام دینے میں وہ خود جھوٹے تھے۔

بہائیت

تعلیمِ بہائیہ

جسارتِ غلط

جنابِ بہاء اللہ دعوئے نسخِ قرآن کرد۔ و دریں راہ کارِ خود بہ بسیار جسارت بُرد۔ لٰکن ہر مردِ شعور پسند نمے تواند فہمید کہ جنابِ بہاء چناں ایں بیباک اقدام نمود۔ ہر صاحبِ خرد کہ تعصب نمے دارد اگر قدرے زحمت بردارد و موازنہ احکامِ قرآنی بہ تعلیمِ بہائیت کند۔ چیزے دیگر نخواہد یافت اِلّا اینکہ شریعتِ اسلامی و تعلیماتِ قرآنی از ہر جہت مکمل و بہ ہر طور اعلیٰ و ارفع است ہیچ سقم نمے دارد۔ مقتضی ہمہ تقاضا ہائے فطرتِ انسانی است۔ و در ہیچ قضیہ و معاملہ دستِ نگر دیگرے نیست۔ ولٰکن احکام و شریعت کہ جنابِ بہاء اللہ در اقدس بیان نمود بسیار نامکمل و بے حقیقت است۔

خواہشِ نیک

من دریں شمارہ مے خواہم کہ حقیقتِ ایں دعوئے بے حقیقت را فاش بکنم و بہ یک نظر اجمالاً فرسودگی و بیہودگی شریعتِ ناسخِ قرآن را پیشِ ناظرین کرام بیاورم۔ تا حق ظاہر بشود۔ و پرتوِ حسن و تابانی شریعتِ قرآنی بہ صفِ مخالفینِ باطل پسند بافتد و قلوبِ ایشاں روشن شوند و از حق آشنا۔

تعلیمِ شرک پسند

جنابِ بہاء اللہ مدعیٔ اُلوہیت بود۔ و ازیں خبط مجبور و معذور بود کہ معتقدینِ خود را تعلیمِ شرک بدہد۔ در ایامیکہ بہاء اللہ بہ قیدِ حیات بود اہلِ بہاء او را سجدہ مے نمود و گردِ او طواف مے کرد۔ چنانچہ میرزا حیدر علی در بہجۃ الصدور بیان کردہ است۔ و بعد از وفاتِ معبودِ ایشاں جنابِ عبد البہاء تلقین فرمود۔ باید کہ ہمہ بہائیاں مقامِ اعلیٰ (مدفنِ علی محمد باب) روضۂ بہاء اللہ و بیتِ بہاء اللہ را سجدہ نمائند۔ و علاوہ ازیں در صلوٰۃ قبلۂ ایشاں کعبہ نیست و برخلافِ ایں بہاء اللہ حکم داد:-

"اذا اردتم الصلوٰۃ ولّوا وجوھکم شطر الاقدس المقدس"

یعنی با وقاتِ صلوٰۃ رُو بسوئے خانۂ بہاء اللہ بکنند و بعد از وفاتِ خود حکم فرمود :-

"عند غروب الشّمس الحقیقة والتّبیان المقرّ الّذی قدّرناه لکم"

بعد از غروبِ آفتابِ حقیقت (یعنی وفات جناب بہاء) ما مدفنِ خود را قبلۂ شما مقرر کردہ ایم۔

حضرات قارئین از راہِ حق خواہی و صداقت پسندی توجہ بفرمائید کہ بہائیت از شرک چگونہ خمیر یافت۔ حقیقت این است کہ ہمہ تار و پودِ اعتقادِ ایشان مشرکانہ است۔

بہ نقشِ مغربیت

اگر کسے احکامِ تمدن و معاشرتِ این شریعت را مطالعہ نماید، معلوم خواہد کرد کہ ہمہ احکامِ ایشان ازین قبیل بہ نقشِ مغربیت است۔ احکامِ نکاح بسیار فراغت و اجازت مے دارد۔ و بہ ہر کس بلا امتیاز مذہب و ملت جائز است۔ طریقِ نکاح ہیچ پابندی نمے دارد۔ بہ طریقِ ہر مذہب جائز است۔ بے پردگی و بے حیائی را بہ نقشِ مغربیت تشہیر کردہ اند۔ درین ضمن باید کہ چند امور متعلق احکامِ نکاح بیان نمائم۔

تضادِ تعلیم و تعمیل

در قضیۂ ازدواج این مسئلہ خیلے مبہم و دقت پسند است کہ بہاء اللہ تعدد ازدواج را جائز شمردہ در اقدس را۔ وے تا دو زن بیشتر اذن ندادہ کہ کسے اختیار کند۔ وحالانکہ خودش در وقتے سہ زن داشتہ۔ جنابِ آوارہ در کواکب الدریہ و کشف الحیل تفصیل ہر سہ زنانِ بہاء اللہ دادہ است۔

تصرفِ دُختر

جنابِ بہاء اللہ در اقدس فرمود :-

"قد حُرّمت علیکم ازواج آبائکم"

جنابِ شارعِ جدید در حُرمتِ مقاربت اقارب بجُز ازواجِ آباء کسے را ذکر نہ کردہ است۔ یعنی بالفاظِ دیگر حلیّتِ دُختر و خواہر و خواہر زادہ و برادر زادہ را جائز قرار دادہ است۔ جنابِ آوارہ در تصنیفش کشف الحیل یک واقعہ درج کردہ است :-

"مرزا مہدی خاں عسکرانی حکایت کرد کہ ہماں ملا رضا محمد آبادی کہ بہائیان خیلے او را مبلغ منتہے میدانند و چند دفعہ بہ حبس ناصر الدین شاہ رفتہ دختر

خود را متصرف شدہ وچوں بہائیاں .... ازو سوال کردہ اند کہ چرا چنیں کردی ؟ جواب دادہ است کہ انسان درختے را کہ نشانید خودش اولیٰ است بخوردنِ میوۂ آن "

(کشف الحیل جلد اوّل ص۵۹)

ناظرین ! غور فرمائید - چہ قدر بے حیائی است کہ صریحاً مخالفِ فطرتِ انسانی است - چہ رذالت و افتادگی است - احکامِ دیگر ہم بکثرت ازیں قبیل است - مثلاً :- "مَنِ اتَّخَذَ بکرًا لخدمتہٖ لا بأس علیہ"

بقولِ جناب آوارہ :-

"بادلہ بسیارے کہ محکم تر از ہمہ آنہا محلیاتِ خود بہاء است ثابت شدہ است کہ اتخاذِ بکر برائے مباشرت است ......"

احکامِ غیر مذکور

قرآنِ پاک اکمل ترین شریعت پیش فرمود کہ حاوی بہ ہر تقاضائے انسانی و شعبہ زندگی است - لیکن شریعتِ بہائیہ بہر جہت ناکمل است - چند امثلہ دریں باب عرض میکنم -

از روئے شریعتِ اسلامی غسل جنابت واجب است و بر ہر کس لازم است، کہ غسل بکند - ولکن جنابِ بہاء اینجا خاموش است، و ہیچ حکم نداده است -

در ضمنِ احکامِ وضو جنابِ شارحِ بہائیت فرمود کہ ہر روز یک بار وضو کافی است - و در موسمِ گرما ہر روز یک بار و در سرما بعد از سہ روز پا را بشوید - مزید برآں نواقضِ وضو را بیان نہ فرمودہ است -

جنابِ بہاء اللہ در احکامِ خورد و نوش آزاد انہ اجازت دادہ است حتّٰی کہ احکامِ حُرمتِ خوک را بیان ننمودہ است - چگونہ مکمل ایں شریعت است کہ دعویٰ تنسیخِ قرآن مے کند -

احکامِ ناکمل

جنابِ بہاء اللہ بہ سلسلۂ احکامِ زکوٰۃ فرمود :-

"کتب علیکم تزکیۃ الاقوات وما دونها بالزکوٰۃ هذا ما حکم به منزل الآیات فی هذا الرق المنیع سوف نفصّل لکم نصابها"

شارعِ بہائیت باوجودیکہ وعدہ کرد کہ من احکامِ نصابِ زکوٰۃ را بیان خواہم کرد، ولکن تا دم

دالسبیں ہیچ حکم دریں باب بیان نہ کرد۔

قرآنِ پاک شراب را بالتصریح ممنوع قرار دادہ است لکن برخلافِ ایں شریعتِ اقدس دریں باب ہیچ وضاحت نکردہ است۔ بسیار مبہم و غیر واضح احکام بیان کردہ است۔ و باوجود ایں ہمہ حقائق مدعیٔ شریعت مکمل و ناسخ کلام پاک است۔ نعوذ باللہ۔

سہولت پسندی

شریعت بہائیہ چگونہ نامکمل است۔ بغرضِ استشہاد چند امثلہ پیش کردہ ام کہ اہلِ نظر و غیر متعصب از بیچارگیٔ ایں شریعتِ بے حقیقت بلا دقت و زحمت آشنا خواہد شد۔ وطرفہ تر کہ احکامے کہ جناب شارع بیان فرمودہ است بہ بسیار تخفیف پیش کردہ است۔ مثلاً در ذیل احکام روزہ نوزدہ برخلاف سی اسلامی روزہ ہا حکم کردہ است پنجگانہ نماز را بہ سہ وقت تخفیف کرد۔ نماز سفر را بایں طور تخفیف کرد:-

"ولکم ولھن فی الاسفار اذا نزلتم واستحتم المکان الامن لکان کل صلوٰۃ سجدۃ واحدۃ۔"

در سفر یک سجدہ بجائے ہر نماز کافی است۔ مزید براں بجانبِ مرض مریض را بکلی فارغ فرمود:-

"من کان فی نفسہ ضعف من المرض او الھرم عفا اللہ عنہ۔"

نمازِ با جماعت را حرام فرمود و نماز انفرادی را حکم داد:-

"کتب علیکم الصلوٰۃ فرادیٰ۔ قد رفع حکم الجماعۃ۔"

عیسائیت شریعت را لعنت قرار داد۔ و ایں عقیدۂ خود را در تمدن و معاشرت بہر طور پیوست کردہ است۔ جناب بہاء اللہ خیال فرمود کہ مقصودش را ہیچ راہ نخواہد برد الا روش ہا عیسائیت۔ بائد کہ تقلیدش بکند۔ چند احکام بخلافِ احکام قرآنی وضع بکند و متبعینِ خود را بہر طور سہولت پیش بکند۔

حیف و افسوس بہ آں شارع کہ بغرضِ طلبِ زر و عظمت پسندیٔ ضمیرِ خود و متبعینِ خویش را بہ دستِ ایں باطل اعنی عیسائیت فروخت کرد۔ و از حقیقت و حق خواہی یکسر محروم شد +

تقیہ

مکرم صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

راست گوئی

مقصودِ حقیقی ہر مذہب و ملت درست کردن اعمالِ انسانی و صحیح کردن افعالِ اوست۔ و برائے عمل صالح قولِ سدید ضروریست۔ بدیں جہت قرآن کہ اعلیٰ و اکمل و پاکیزہ تریں تعلیم دارد پیروانِ خود را امر فرمودہ است کہ راستی را حرزِ جان گیرند و براں اصرار بسیار کردہ است۔ زیرا کہ بدوں راستی درستیٔ اعمال و بلند شدنِ اخلاق ہرگز دست نمے دہد۔ در مقاماتِ بیم و خوف و ہلاکت ہم اذنِ دروغ ندادہ است۔ زیرا کہ مقصدِ اسلام بپا کردنِ حق و پامال کردنِ باطل است۔ و چندانکہ اسلام بر راستی اصرار نمودہ است ضروری و لابدی است بمقابل شریعتِ اسلام ایں چنیں پاکیزہ و مصفّیٰ دارد۔ بہائیت چناں مخرّبِ اخلاق است کہ آدم انگشت در دہان حیران بماند۔ وصد افسوس بر بہائیاں است کہ مثلِ اسلام حق پسند و راست گو شریعت را ترک کردہ در چنیں مغاک گمرہی و چاہِ ضلالت افتادہ اند۔

ناسخِ اوّل

اوّل کسیکہ بزعم خود شریعتِ قرآنی را منسوخ قرار داد باب است۔ و بجائے حق گوئی و راست ورزی تلقینِ دروغ کردہ است۔ در اثنائیکہ باب در قید و بند بود و فردا قتلِ او قرار یافتہ بود گوئی کہ در دہانِ موت میرود۔ و در آخریں لمحاتِ خود بجائیکہ وعظ و نصیحت نکوئی بکند تلقینِ دروغ کرد۔ چنانچہ گفت:۔

"اے اصحاب۔ فردا کہ از شما سوال نمائیند از حقیقتِ من تقیّہ نمائید و انکار کنید و لعن کنید۔ زیرا کہ حکم اللہ بر شما ایں است۔" (نقطۃ الکاف ص ۲۴۷)

واہ واعجب خدا است کہ بندگانِ خود را دروغ بگفتن مے نماید۔ اگر باب چند ماہ یا چند سال قبل از مرگ ایں قول گفتہ شدہ بود اندیشہ میتواں کہ بعد ازاں ایں امرِ غلط شریعتِ خود را منسوخ کردہ باشد۔ ولے ایں قول چند ساعت قبل از مرگ کردہ است و آخریں کلام کہ با پیروانِ خود کردہ دراں تعلیم تقیّہ دادہ و تلقین بدروغ پردازی نمودہ و آں ہمہ خرافات را منسوب بخدا جلّ جلالہ کردہ است۔

نگاه کنید یکطرف بریں تعلیم بانیٔ بابیت و وصیت آخرین او و ببنید بجانب دیگر آں نبی مقدس و سید ولد آدم را که تا دمِ واپسیں دریں خیال پرداخته که پیروانش را از کذب و شرک منع سازد و دلش مے تپید که مبادا اُمتش بعد از وفات او در شرک ورزی و دروغ بافی مے پردازد۔ چه نسبت تاریکی را به روشنی۔

وراثۂ دروغ گوئی

ایشاں بایں قدر اکتفاء نکردند که تعلیم چنیں قبیح دادند بلکه خود سعی در استحکام تعلیمہائے باطله کردند چنانچه اول کسیکه از موروثِ خود وراثۂ دروغ حاصل کرده و برآں عمل کرده است بہاء الله است۔ باب از قلیان و تمباکو منہاسی کرده بود۔ چنانچه گوید "نہی شده از تمباکو و اشیاءِ آں۔ و آنچه از سمتِ خراسان حمل میشود که رائحهٔ غیر طیبه دارد و امثال بہر نوع که منقلب گردد" ولے پیروانش و جناب بہاء بجه طور بر فرمودهٔ او عمل نمودند۔ ذکرش در مکاتیب عبد البہاء آمده است:۔

"احباء بجہت تقیه بشرب دخان پرداختند" (مکاتیب جلد اول ص۳۲۷)

یعنی بابیاں برائے پوشیدن احوال قلیان کشی ورزیدند۔

"حتی در ہدایت بملاحظه قدرے استعمال فرمودند بعد بکلی ترک فرمودند" (مکاتیب جلد اول ص۳۲۷)

چوں بہاء الله خود مطابق فرمودهٔ مقتدائے خویش از کذب که تقیه گویاں او را حلال سازند احتراز نه کرده بلکه در آں پرداخته بود تا بدیگراں چه رسد۔ چه خوب گفته است شاعر عرب ؎

اذا كان الغراب دليل قوم ✤ فيهديهم طريق الهالكين

ایں تعلیم دروغ نه تنہا برائے باب و بہا بمقابلهٔ اسلام وجهِ امتیاز است بلکه ایں خانه بہمه آفتاب است و آں فرقه را سُنتے ہست متحده علی الدوام برآں عمل نمودند۔ ایں دروغ برائے مشکلات و شدائد که در ابتداء بود نیست بلکه جزوِ لاینفک قرار داده باشد برائے بہائیت۔ چنانچه دروغ شاں بحدے رسیده است که اکنوں ناممکن است و محال که دروغ را از بہائیت جدا کرده میشود۔ عبد البہاء در مکتوبے فرج الله زکی الکردی را فرموده است که

"علیکم بالتقیة" (مکاتیب جلد سوم ص۳۲۷)

دروغ را حرزِ جاں ساختن و پوشیدن طریقت لازم قرار داده است۔ دعا است که خداوند برایشاں حق واضح نماید و توفیق دہد که صداقت را قبول کنند۔

حقیقتِ ادعائے بہاء اللہ در ضیائے اسماء اللہ

(مکرم مولوی ظفر محمد صاحب لیکچرار جامعہ احمدیہ قادیان)

زبانِ شوخ بہائیاں دربارۂ قرآن کریم اگرچہ محدود تا بحدِ منسوخیتِ اوست مگر اندرونہٗ شاں ازیں حدود تجاوز کردہ بحدِ تکذیب و اباء رسیدہ۔ اگر ایشاں بہ حقیقتِ ایں کلامِ پاک ایمان داشتندے یک مشتے خاک را مقامِ الوہیت نداد ندے۔ و قولِ شاں کہ بہاء اللہ دعویٰ الوہیت نکردہ است محض دروغِ بے فروغ است۔ بہ بیں کہ در الفاظِ ذیل بہاء اللہ چہ بیباکانہ ادعائے الوہیت میکند۔

"ھو الذی ارسل الرسل و انزل الکتب الا انہ لا الٰہ الا انا العزیز الحکیم۔" (اقدس صفحہ ۳۵۱)

"کذلک ورد علینا من الذین ھم خلقوا بامر من عندنا وانا کنا قادرین۔" (صفحہ ۲۱۶ الواح)

گوییم کہ بالفرض اگر قرآن کریم منسوخ است و شریعتش دریں زمان در خورِ عمل نماندہ تاہم آں صفاتہائے الٰہیہ کہ دریں کتابِ پاک بیان فرمودہ است تغیر پذیر نیست۔ زیرا کہ صفاتہائے باری تعالیٰ غیر متغیر است۔ و گر متغیر شود حدوثِ باری تعالیٰ لازم آید و آیاتِ قرآنیہ مشتمل بر صفاتہائے باری تعالیٰ از پایۂ اعتبار ساقط گردد۔ و ایں امر ناممکن و محال است۔

پس جنابِ بہاء اگر در حقیقت الٰہ ہستند باید کہ بآں جملہ صفاتہائے الٰہ کہ در قرآن کریم مذکور است متصف باشند و الا بصورتِ دیگر لازم آید کہ آں الٰہ کہ منزلِ قرآن است دیگر است و ایں الٰہ نام نہاد کہ پدرش بنام حسین علی میخواند دیگر است۔

آمدم بر سرِ مطلب۔ باید کہ میانِ الٰہِ اسلامیاں و الٰہِ بہائیاں موازنہ کنیم و ببینیم کہ میانِ ہر دو الٰہاں چہ نسبت است۔ آیا ہر دو باعتبارِ ذات و صفات متحد ہستند یا نہ؟ اگر متحد ثابت شوند دریں صورت توحید فی التثنیہ لازم آید و آں ہم کفر است۔ و الا تعددِ الٰہاں لازم آید و توحید از دست رود۔

صورتِ موازنہ

چونکہ صفاتِ باری تعالےٰ غیر ذاتِ او نیست۔ لہٰذا صورتِ موازنہ در صفات کردہ مے شود۔

الٰہِ قرآن	الٰہِ بہائیاں
(۱) الٰہِ اسلامیاں مصداق اللہ لا الٰہ الّا ھو الحیّ القیّوم است یعنی آں زندہ و پایندہ است و دستِ موت تا بہ او نمے رسد۔ و نیز او قائم بذاتِ خود است و ہمہ عالم قائم بدو۔ اگر او نبودے ہیچ چیزے نبودے۔	(۱) الٰہِ بہائیاں بے بقا بود ازیں سبب نخچیرِ دستِ موت شدہ است۔ وقتے بود کہ جنابِ بہاءؔ در دُنیا نیامدہ بودند و مصداق لم یکن شیئًا مذکورًا بودند۔ و اکنوں وقتیست کہ بعد از موت خود مصداقِ کانّما قد کان لم یکن شدہ۔ گویا بہاء اللہ بہ ادعائے الوہیت با اسم حی و قیوم ہیچ نسبت ندارد۔
(۲) لا تاخذہٗ سنۃ ولا نوم یعنی الٰہ العالمین از خوابے کہ سبک باشد یا گراں باشد بالاتر است۔ چراکہ خواب منافی شانِ الوہیت است۔	(۲) مگر جنابِ بہاءؔ قریبًا نصف زندگیٔ خود را در خواب گذاشت و چوں مے خسپد الوہیت او ہم نذرِ خواب مے شد۔ پس ما الٰہِ خفتہ را نمے خواہیم۔ خفتہ را خفتہ کے کند بیدار۔
(۳) لہٗ ما فی السمٰوٰت وما فی الارض۔ یعنی الٰہ العالمین ہر چیز را کہ مابین زمین و آسمان است مالک ہست۔ حتّٰی کہ الٰہِ بہائیاں یکے از ممالیکِ اوست۔	(۳) اگر الٰہِ بہائیاں بر زمین و آسمان تصرفِ مالکیت داشتے دیوارہائے سجنِ اعظم را شکستہ بروں آمدے۔ و بر کسانیکہ دشمنانش بودند غضبِ خود نازل فرمودہ ایشاں را تباہ و برباد کردندے۔ مگر چوں ازیں کارہائے قادرانہ از ہیچ اثرے ظاہر نشد لہٰذا الٰہ نمے تواند شد۔
(۴) من ذا الّذی یشفع عندہٗ الّا باذنہ۔ یعنی پیشِ الٰہ العالمین کسے یارائے شفاعت نمے دارد	(۴) اما الٰہِ بہائیاں خود اسیرِ بند و قید بماندہ و ہر وقت از مخلوق لرزاں و ترساں مے بود و ہیچ شفیعِ شفاعتِ او نمودے

الٰہِ بہائیاں	الٰہِ قرآن
(۵) جنابِ بہاء ازیں صفات تہی بودند اگر عالم الغیب بودندے مصداق لا استکثرت من الخیر شدندے۔ و از مصائب و بلاہا کہ بر سرش نازل شد نجات یافتندے و دشمنانش را تباہ و برباد کردندے۔ مگر او بیچارہ ازیں نوع علم و قدرت ہیچ اثرے بمنصۂ ظہور نیامد۔ پس ما عاجزاں را ضرورت نیست کہ پیشِ عاجزے رفتہ از عاجزی خود شکوہ نمائیم و طالبِ نصرتِ او شویم۔ ع آنکس کہ خود گم است کرا رہبری کند	و ہر کس از جلالِ او لرزاں و ترساں است۔ (۵) یعلم ما بین ایدیھم و ما خلفھم ولا یحیطون بشیٔ من علمہٖ الا بما شاء وسع کرسیّہ السمٰوٰت والارض ولا یؤدہ حفظھما وھو العلی العظیم۔ یعنی اللہ العالمین میداند کہ کساں چہ کردہ اند و چہ خواہند کرد و بشر را یارا نیست کہ بہ چیزے از علمِ او محیط گردد۔ و ہر چیز کہ در زمین و آسمان است زیرِ نگیں علم و قدرتِ اوست۔ و او باوجودِ وحدت از نگرانی ایں کثرت ہیچ ملال و تعب نیابد و او ازیں شوائبِ نقصان بزرگ و بالا است۔

بالآخر گویم کہ اگر جنابِ بہاء زندہ بودے بخدمتش رفتہ عرض نمودے کہ اے جناب! اگر تو ہماں الٰہ ہستی کہ منزلِ قرآن است و رب العالمین و رحمان ہست چرا در قرآن صفاتِ خود بروفقِ حالاتِ ذاتی خود ننگاشتی۔ و چرا نشانِ خود بایں طور ندادی ــــ لا الٰہ الا انا الضعیف الموہون المیّت الّذی ابوہ ماءٌ غلیظٌ و امّہٗ صلصالٌ صنیت۔ رھین السنّۃ و ماخذ القوم معتوب الملوک و مطرود القوم من لیس لہ شیٔ فی الارض ولا فی السّماء ومن یداہ مغلولتان امام القدر و القضاء ومن ھو مسجون فی السجن الاعظم فلا یؤمّم ولا یُشفَّع وانّما یتوجّہ یُطرَدُ و یُدفع ... ھلمّ جرّا۔

اگر جنابِ بہاء صفاتِ خود در قرآن کریم بدیں طور بیان فرمودندے شاید مسلماناں در ادعائے او غور کردندے۔ مگر اکنوں برائے غور و خوض کہ ہیچ ضرورت نماندہ است چرا کہ نزدِ قرآن کریم اجتماعِ بشریت و الوہیت محال است۔ و اتصافِ جنابِ بہاء بصفاتِ بشریہ حقیقتِ بدیہی است۔ پس ثابت شد کہ "آنجناب" در ادعائے الوہیت راستباز نیستند۔ فھو المطلوب +

بہائیت کی مغلوبیت اور تلوّن

(مکرم مولوی صدر الدین صاحب واقفِ زندگی)

نبیوں کا ظاہری و باطنی غلبہ

ہمیشہ سے خدا تعالیٰ کی یہ سُنّت ہے کہ وہ اپنے پاک رسولوں اور نبیوں اور اسکے متبعین کو ظاہری اور باطنی غلبہ عنایت فرماتا ہے۔ باطنی غلبہ اس طور پر دیا جاتا ہے کہ اُن کو خدا تعالےٰ کی طرف سے ایسے دلائل اور براہین عطا کئے جاتے ہیں اور ایسی تائیدات و برکات اُن کے شاملِ حال ہوتی ہیں کہ دشمن اُن کی تاب نہیں لاسکتا۔ اور ہر میدان میں ذلیل و رُسوا ہوتا ہے۔ ظاہری غلبہ اِس طور پر دیا جاتا ہے کہ یا تو اُن کے دشمن بالکل ملیا میٹ کر دیئے جاتے ہیں یا ایمان لے آتے ہیں۔

بہاء اللہ کا دعویٰ

بہاء اللہ صاحب کے متعلق بعض بہائی لوگ کہتے ہیں کہ اُس نے نبوت و رسالت کا دعوےٰ کیا ہے۔ چنانچہ محمد عبد اللہ صاحب وکیل سرینگر نے ۱۶ ر فروری ۱۹۴۵ء کو ایک چار صفحہ کا ٹریکٹ بعنوان "فتح صور" شائع کیا ہے۔ جس میں بہاء اللہ صاحب کے مدعیٔ نبوت و رسالت ثابت کرنے کی بے سود کوشش کی گئی ہے۔ حالانکہ بہائی یہ اعلان کر چکے ہیں کہ بہاء اللہ کا دعوےٰ دعویٔ نبوت نہیں بلکہ نبوت سے آگے ہے۔ کیونکہ نبوت بند ہے۔ چنانچہ بہائی رسالہ "کوکبِ ہند" میں لکھا ہے کہ:۔

"اہلِ بہاء دَورِ نبوت کو ختم جانتے ہیں۔ اُمتِ محمدیہ میں نبوت جاری نہیں سمجھتے: ہاں خدا کی قدرت کو ختم نہیں جانتے اس لئے خدا کی قدرت کے نئے ظہور کو تسلیم کرتے ہیں جو نبوت سے آگے ایک نئی شان رکھتا ہے۔ اور یہ دَورِ نبوت کے ختم ہونے کا کھلا کھُلا اعلان ہے۔ اس لئے اہلِ بہاء نے کبھی نہیں کہا کہ نبوت ختم نہیں ہوئی۔ اور موعودِ کُل ادیان نبی یا رسول ہے بلکہ اس کا ظہور مستقل۔

خدائی ظہور ہے"۔

(رسالہ کوکبِ ہند جلد ۶۔ نمبر ۶ ص۲۹۔ ۲۴ جون ۱۹۲۸ء)

اِس اعلان سے صاف ظاہر ہے کہ بہاءاللہ کا دعوےٰ نبوت کا نہیں بلکہ "مستقل خدائی ظہور" ہونے کا دعوےٰ ہے۔ چنانچہ بہاءاللہ صاحب اپنے متعلق کہتے ہیں:۔

"تمسکوا بحبل اللہ انہ قد ظھر علی ھیکل الانسان"

(مبین ص۲۴۵)

یعنی اللہ کے رستے کو مضبوطی سے پکڑو۔ یقیناً وہ انسان کی صورت میں (یعنی بہاءاللہ میں) ظاہر ہوا ہے۔

پھر لکھتے ہیں:۔

"لا الٰہ الا انا المسجون الفرید" (مبین ص۲۴۵)

یعنی مجھ اکیلے قیدی کے سوا کوئی معبود نہیں۔

اسی طرح بہاءاللہ کی تمام کتب دعوئے الوہیت و ربوبیت سے بھری پڑی ہیں اور باوجود اِن واضح تصریحات کے محمد عبداللہ صاحب جان بوجھ کر لوگوں کو دھوکہ دیتے کہ بہاءاللہ کا دعویٰ نبوت و رسالت کا دعویٰ تھا۔ کیا ایسی چالیں چلنا اِس بات کا ثبوت نہیں کہ وہ احمدیت جیسے صاف، سیدھے اور پُر امن راستہ کو چھوڑ کر گہری، تاریک اور پُرخطر کھڈوں میں گھوم رہے ہیں۔ جہاں ہلاکت ہی ہلاکت ہے۔

بہاءاللہ سے خدا تعالیٰ کا سلوک

باوجودیکہ ہمارا یقین ہے کہ بہاءاللہ صاحب نے دعوئے نبوت نہیں بلکہ دعوئے الوہیت و ربوبیت کیا ہے۔ پھر بھی بفرضِ محال اگر وہ نبی تھے تو ان کے ساتھ نبیوں جیسا معاملہ ہونا چاہیئے تھا۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ اُن کے ساتھ نبیوں جیسا معاملہ نہیں ہوا۔ بلکہ وہ آیت قد خاب من افتریٰ (طٰہٰ ع۳) کے مطابق جھوٹا خدا بننے کی وجہ سے ناکام ہوئے، مغلوب ہوئے اور ظاہری اور باطنی غلبہ انہیں نصیب نہ ہوا۔ کیونکہ نبیوں کو خدا تعالےٰ واضح اور بیّن دلائل عطا کرتا ہے۔ مگر بہاءاللہ اور اس کے ماننے والوں کو دلائل و بیّنات کے میدان میں سخت شرمندہ ہونا پڑا ہے۔

باطنی شکست

بہاء اللہ صاحب اپنے مخالفین کے متعلق لکھتے ہیں:۔

"سوف یخرج اللہ من اکمام المقدرۃ ایادی القوۃ والغلبۃ ویبعث قوما ینصرن الغلام ویطھرن الارض من دنس کل مشرک مردود" (مبین ۵۳)

یعنی عنقریب اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے طاقت اور غلبہ کے ہاتھ کو نکالے گا اور میری مدد کرنے والی قوم کو بھیجے گا۔ اور وہ زمین کو ہر مشرک اور مردود کی میل سے پاک کریں گے۔

پھر کہتے ہیں:۔

"والذین کفروا واشرکوا اولٰئک غضب اللہ علیھم" (مبین ۵۳)

یعنی جنہوں نے کفر کیا اور مشرک ہو گئے اُن پر خدا کا غضب ہو گا۔ گویا بہاء اللہ کو نہ ماننے والے مشرک، مردود اور کافر ہیں۔ مگر اس کے برعکس بہاء اللہ کے خلیفہ دوم شوقی لکھتے ہیں:۔

"پہلے ادیان میں دُنیا کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جاتا تھا (۱) مومن (۲) کافر لیکن آج کوئی فرق نہیں۔ کسی کو ایک دوسرے کو کافر سمجھنے کا حق نہیں" (رسالہ "نئے دن کا طلوع" صـ)

اب دیکھئے کہ دلائل و براہین کے میدان میں بہائیت کس طرح مغلوبیت کے گڑھے میں پڑی ہے کہ ان لوگوں کا پیشوا کچھ کہتا ہے اور مرید کچھ کہتے ہیں۔ اسی طرح بیسیوں اور باتیں ہیں۔

کشف، وحی اور الہام کے لحاظ سے بہائیت بالکل بے بہرہ ہے۔ مثلاً اس زمانہ کے نبی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلیفہ ثانی حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ الودود کو اللہ تعالیٰ نے وحی اور الہام سے مشرف فرمایا ہے۔ اور بے شمار پیشگوئیاں حضور نے خدا تعالیٰ سے بذریعہ کشوف و رؤیا خبر پاکر قبل از وقت بیان فرمائیں اور عین وقت پر آکر پوری ہوئیں۔ مگر بہاء اللہ کے خلیفہ ثانی جناب شوقی آفندی ابن نعمت سے محروم ہیں۔ اور یہ امر بھی بہائیت کے باطل پر ہونے کی دلیل ہے۔

ظاہری شکست

انبیاء کے ساتھ خدا تعالیٰ کی نصرت کا یہ سلوک

ہوتا ہے کہ (۱) یا تو انبیاء کے مخالفین کو مٹا دیا جاتا ہے۔ مگر اس کے برعکس بہاء اللہ کے مخالفین بالکل مٹائے نہیں گئے۔ حالانکہ بہاء اللہ صاحب ان کے متعلق کہتے ہیں:-

"لا تحزنک کثرۃ الاعداء سوف یجعلھم اللہ ھباء" (مبین ص۵۱)

یعنی تم کو دشمنوں کی کثرت غم میں نہ ڈالے۔ عنقریب اللہ تعالےٰ اُن کو خاک کر دیگا۔ مگر بہاء اللہ کے دشمن ہمیشہ رہے۔ چنانچہ عبد البہاء نے لکھا ہے:-

"لم یکن یوجد من الکلمات المکنونۃ سوی بضع نسخ وکان من الضروری سترھا لکل احتراس لئلا تقع فی ایدی الاعداء الذین کثروا ھناک" (عصر جدید عربی)

یعنی بہاء اللہ کی کتب کو ہم نے اسی وجہ سے چھپائے رکھا تاکہ بہاء اللہ کے دشمن جو اردگرد بکثرت موجود تھے اُن کو تلف نہ کر دیں۔ گویا بہاء اللہ کے دشمن فنا نہ ہوئے۔

(۲) یا انبیاء کے دشمن سب کے سب ایمان لے آتے ہیں۔ مگر بہاء اللہ پر سب کے سب دشمن ایمان بھی نہیں لائے۔

(۳) یا انبیاء اور اُن کے ماننے والے مخالفین کے شرور سے بچکر اکثر دُنیا کو اپنی جماعت میں داخل کر لیتے ہیں اور ظاہری بادشاہت اُنہیں دی جاتی ہے۔ مگر یہ امور بھی بہاء اللہ کو حاصل نہیں ہوئے۔ کیونکہ باوجود اس کے کہ بہاء اللہ کے پاس ملکوت السموات والارض تھے اور زمین و آسمان کی بادشاہی (مبین ص۲۹) کے باوجود پھر بھی وہ مخالفین کو زیر نہ کر سکا اور بہائی نہ بنا سکا۔ حالانکہ اس کے دعویٰ پر آج تقریباً ۸۰ برس گذر چکے ہیں۔ اگر مستقل خدائی ظہور کی یہی طاقت ہوتی ہے تو افسوس ہے ایسے خدائی ظہور پر۔

حقیقی اور غیر حقیقی خدائی ظہور

ہم دیکھتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں کے سردار تھے اور انسان کی حیثیت رکھتے تھے۔ ان کی زندگی ہی میں عظیم الشان قدرت وجلال کا اظہار کر کے اللہ تعالےٰ نے آپ کو بادشاہ بنایا اور پھر تمام دنیا میں آپؐ کو اور آپؐ کی جماعت کو غلبہ عطا کیا۔ اس کے مطابق مستقل خدائی ظہور کے لئے تو چاہیئے تھا کہ چند دنوں میں ہی تمام

دُنیا پر قبضہ کر لیتا۔ مگر یہ تمام امور بہائیوں کو حاصل نہیں ہوئے۔ اور آج ان کی جماعت کس مپرسی کی حالت میں ہے۔ جا بجا مختلف شکلوں میں فریب دہی سے بہائیت کو پیش کیا جاتا ہے۔ آوارہ سابق بہائی مبلغ کے قول کے مطابق آج بہائی تعداد لاکھوں سے ۱۰۹ نفر پہنچ گئی ہے۔ حالانکہ بہاء اللہ نے پیشگوئی کی تھی کہ تھوڑے ہی عرصہ میں تمام لوگ بہائی ہو جائیں گے۔ چنانچہ مصنف عصر جدید لکھتا ہے کہ :-

"فبہاء اللہ یبشرنا بانہ لا یمضی زمن کبیر حتی یقبل النداء الالٰہی من جمیع الجہات ویتوجہ جمیع البشر الی الحق والطاعۃ" (عصر جدید عربی ص۲۳۷)

یعنی بہاء اللہ ہمکو بشارت دیتا ہے کہ لمبا زمانہ نہیں گذریگا یہانتک کہ نداء الٰہی تمام اطراف عالم میں مقبول ہو جائیگی۔ اور تمام لوگ حق اور اطاعت کو قبول کر لیں گے۔

بہائی خسران

آج ایک لمبے عرصہ میں بھی بہاء اللہ کی پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ سو یہ اس بات کی بین دلیل ہے کہ بہاء اللہ اپنے دعویٰ الوہیت میں سراسر کاذب تھا اور وہ نبوت کے معیار پر ہرگز ہرگز صادق ثابت نہیں ہوتا جیسے کہ اس نے نبوت کا دعویٰ ہی نہیں کیا تھا۔ اور یہ کہ اب بہائیت دن بدن گرتی جا رہی ہے اور آخری منازل طے کر رہی ہے۔ کیونکہ بہائیت کے شباب کی انتہائی آن بان اور شان و شوکت عبد البہاء کے زمانے میں تھی۔ اور اس وقت بھی وہ دُنیا کو مغلوب نہ کر سکے۔ بلکہ خود مغلوب ہی رہے اور اُن کے اپنے قول کے مطابق ان کی تعداد لاکھوں سے نہیں بڑھی۔ چنانچہ عبد البہاء بہائیت کے متعلق کہتا ہے :-

"فی وقت کان الدین الالٰہی فی مقام الجنین ثم صار فی مقام الطفل ثم فی مقام الشاب والآن اصبح مضیًا بالجمال ومنیرًا باعظم النور" (عصر جدید عربی ص۲۴۹)

یعنی ایک وقت بہائیت جنین کی حالت میں تھی۔ پھر طفل کی حالت میں آئی۔ پھر جوانی کی حالت میں۔ اور اب وہ جمال سے روشن اور بہت بڑے نور سے منور ہے۔

تلون پسندی

بہائیت کی جوانی کا نور صرف اسی حد تک محدود رہا کہ بہاء اللہ کے مقرر کردہ اصولوں کو چھوڑ دیا گیا۔

اور نئی شکل اختیار کرلی گئی۔ جس سے دلائل و براہین کے میدان میں بہائیوں کو سخت خجالت اٹھانی پڑتی ہے۔ اور تعداد بھی چندلاکھوں تک محدود رہی اور کم ہوتے ہوتے ہزاروں تک رہ گئی۔ تقیہ ان کا شیوہ اور جھوٹ ان کی گھٹی میں داخل ہے۔ موم کی ناک کی طرح اِدھر اُدھر پھر جانا ان کا کام ہے۔ الغرض بہائیت شجرۂ خبیثہ کی مصداق ہے جو اپنی جڑوں سے اُکھڑ گیا ہے۔ اور اس کے لئے اب کوئی قرار نہیں۔ اپنے مذہب کے اصول کو چھوڑ دینا ہی اس کی موت کی گھنٹی ہے۔ جس کی وجہ سے ایک ادنےٰ عقل کا انسان بھی اس مذہب کو قبول نہیں کرسکتا۔ سوائے ان لوگوں کے جو بہائیوں کی تقیہ بازی اور جھوٹ سے اُن کے قابو میں آجاتے ہیں۔ اور بہائیوں کی گرگٹ کی طرح رنگینی اور تلوّن کو امتیاز کی نظر سے نہیں دیکھ سکتے۔ جبکہ بہائی یہاں بہاء اللہ کے مستقل خدائی ظہور کے مدعی بن جاتے ہیں اور نبوت ختم قرار دیتے ہیں اور وہاں اس کو نبی بنانا شروع کردیتے ہیں۔ حالانکہ اس میں نبیوں والی کوئی بات بھی نہیں پائی جاتی۔

مُبارک لوگ

کیا ہی مبارک ہیں وہ لوگ جو بہائیت جیسے کھوکھلے مذہب اور جُرُفٍ ھارٍ کے مصداق دین کو چھوڑ کر احمدیت جیسے محکم اور بلند اور مامون اور خدا تعالےٰ سے سچا تعلق پیدا کرنے والے مذہب یعنی حقیقی اسلام کو قبول کرتے ہیں۔ اور مبارک ہیں وہ لوگ بھی جو اگر بہائیت کا شکار نہیں تو بھی احمدیت میں داخل ہوکر اپنے آپ کو باطل مذاہب اور باطل فرقوں سے نجات دیتے ہیں۔ وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِیْنُ۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ؛

اہلِ بہاء سے ضروری استفتاء!

(مکرم چوہدری خلیل احمد صاحب ناصر بی۔ اے جنرل سیکرٹری مجلس رفقاء احمد)

چند روز قبل اخبار اسٹیٹسمین میں یہ خبر شائع ہوئی۔ کہ بہائی کونسل نے اعلان کیا ہے کہ آج سے ستر سال پہلے قبل جناب بہاءاللہ نے ایٹم بم کے متعلق پیشگوئی کی تھی جو آج اس کے ظہور سے پوری ہوئی ہے۔ اس پر چند سوالات پیدا ہوتے ہیں۔ اُمید ہے کہ ذمہ دار بہائی توجہ فرمائیں گے۔

(۱) جناب بہاءاللہ نے اپنی کس کتاب میں یہ پیشگوئی کی تھی؟ اصل عبارت مع حوالہ دُنیا کے سامنے پیش کرنی چاہیئے۔ تاکہ اہلِ تحقیق فائدہ اُٹھا سکیں۔

(۲) کیا جناب بہاءاللہ صاحب کی اس تصنیف کی پبلک کے استفادہ کے لئے عام اشاعت ہے؟ اگر ہے تو عبدالبہاء آفندی کے اس قول کے مطابق بہائی کونسل کے لئے کیا فتویٰ ہے کہ:۔

"کتاب اقدس اگر طبع شد نشر خواہد شد در دستِ ارازل متعصبین خواہد افتاد۔ لہٰذا جائز نہ"

(جواب نامہ جمعیت لاہی ص۳)

اور اگر اُس کی اشاعت محدود ہے تو اِس امر کا کیا ثبوت ہوگا کہ وہ عبارت واقعی بہاءاللہ صاحب نے لکھی تھی اور اب وہ شامل نہیں کیگئی۔

(۳) کیا جناب بہاء اللہ صاحب نے کوئی اور پیشگوئی بھی آئندہ زمانہ کے متعلق کی ہے؟ بہائی حضرات کیوں ان پیشگوئیوں کو شائع نہیں کر دیتے۔ کہ دُنیا اُن کو پُورا ہوتے دیکھے اور فائدہ اُٹھائے۔

(۴) جس "علیم و خبیر" ہستی کے حکم سے بہاء اللہ نے یہ پیشگوئی کی تھی اُسی کی طرف سے یہ بھی تو بہاء اللہ صاحب نے لکھا تھا کہ:-

"قد اصطفینا الاکبر بعد الاعظم امرًا من لدن علیم خبیر"

(الکواکب الدریہ جلد ۲ صفحہ ۲۲)

یعنی "ہم نے غصنِ اعظم وعبد البہاء کے بعد غصنِ اکبر (میرزا محمد علی) کو چُن لیا ہے۔ یہ خدائے علیم وخبیر کا حکم ہے"

بہاء اللہ کی اِس تحریر کے مطابق عبد البہاء کے بعد میرزا محمد علی کو زعیم بننا چاہیئے تھا۔ مگر عبد البہاء صاحب نے اِس "الٰہی نوشتے" کو پسِ پشت ڈال کر شوقی آفندی کو زعیم نامزد کر دیا۔ جس "علیم و خبیر" ہستی سے خبر پا کر بہاء اللہ صاحب پیشگوئی کرتے ہیں۔ اگر اُس کی اتنی ہی حیثیت ہے۔ کہ بہاء اللہ کے مرنے پر بہائیت کا زعیم عبد البہاء اُسے پرِ کاہ کی بھی وقعت نہیں دیتا تو دوسروں کی نظر میں اُس کی دوسری خبروں کی کیا حیثیت ہو سکتی ہے؟

گذشتہ سے پیوستہ

الاختلاف بین بہاء اللہ و عبد البہاء

(مکرم مولوی صدر الدین صاحب واقف زندگی)

بہاء اللہ	عبد البہاء
(۵) مسیح بجسدِ عنصری آسمان پر گیا	(۵) مسیح کا بجسد عنصری آسمان پر جانا درست نہیں
"بعد از آنکہ شمس جمال عیسٰے از میانِ قوم خود غائب شد و بفلک چہارم ارتقاء فرمودہ کتاب حق جل جلالہ کہ اعظم بُرہانِ اوست میان خلق او آں ہم غائب شد۔" (ایقان ص۳۲) یعنی بعد اس کے کہ حضرت عیسٰے اپنی قوم سے غائب ہو گئے اور چوتھے آسمان پر چڑھ گئے۔ خدا کی کتاب (انجیل) کہ اس کی بُرہان اعظم ہے۔ وہ بھی مخلوق میں سے غائب ہو گئی۔	"این مسئلہ صعود حضرت مسیح باجسم عنصری باین سمائے ظاہری مخالف فنونِ ریاضی بود ولکن چوں حقیقت مسئلہ آشکار گردد و این رمز بیان شود بہیچ وجہ علم معارضہ نماید بلکہ علم وعقل تصدیق نماید۔ (مفاوضات عبد البہاء ص۸۱) مسیح کا جسم عنصری کے ساتھ اس آسمان ظاہری پر چڑھ جانے کا مسئلہ علم ریاضی کے خلاف ہے۔ مگر جب اس مسئلہ کی حقیقت ظاہر ہوتی ہے اور یہ رمز بیان کر دی جاتی ہے تو علم اس کا بالکل مخالف نہیں ہوتا بلکہ علم وعقل اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ (مفاوضات اردو ص۱۱۴)

بہاء اللہ	عبدالبہاء
(۶) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم افضل الرسل ہیں۔	(۶) حضرت مسیح تمام انبیاء سے افضل ہیں۔
بہاء اللہ صاحب لکھتے ہیں :- "اسالک باسرار کتابک وبالذی بہ فتحت ابواب العلم علیٰ خلقک ورفعت التوحید بین عبادک بان تشفعنی شفاعۃ سید الرسل وھادی السُّبل۔" (مجموعہ الواح مبارکہ صفحہ) یعنی اے خدا میں تیرے حضور تیری کتاب کے اسرار کے واسطے اور اس چیز کے واسطے جس سے تو نے اپنی مخلوق پر علم کے دروازے کھولے اور اپنے بندوں کے درمیان توحید کو بلند کیا یہ سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے رسولوں کے سردار اور رہنما محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی شفاعت عنایت کرے۔	عبدالبہاء صاحب لکھتے ہیں :- "جلوۂ فیوضاتِ الٰہیہ وانوار وحی در جمیع مظاہر مقدسہ ظاہر و باہر ولے کلمۃ اللہ الکبریٰ حضرت مسیح واسم اعظم جمال مبارک را ظہور و بروزے مافوق تصور زیرا دارندۂ جمیع کمالات مظاہر اولیہ بودند و مافوق آں بکمالاتے متحقق کہ مظاہر سائرہ حکم تبعیت داشتند۔" (مفاوضات عبدالبہاء صفحہ ۱۱۳) یعنی فیوضِ الٰہیہ اور انوارِ وحی کا جلوہ تمام مظاہر میں ظاہر و باہر ہوتا ہے مگر کلمۃ اللہ کبریٰ حضرت مسیح واسم اعظم جمال مبارک (بہاء اللہ) کا ظہور و بروز تصور سے بالا ہے کیونکہ وہ تمام پہلے مظاہر کے کمالات رکھنے والے تھے۔ اور ان سے بڑھکر کمالات رکھتے تھے کہ تمام مظاہر تبعیت کا حکم رکھتے ہیں۔
(۷) بہاء اللہ نے نئی نماز ایجاد کی۔	(۷) عبدالبہاء مسلمانوں کی نماز پڑھتا تھا۔
بہاء اللہ صاحب لکھتے ہیں :- "قد کتب علیکم الصّلوٰۃ تسع	عبدالبہاء کے متعلق عصر جدید عربی میں لکھا ہے :- "ففی یوم الجمعۃ ۲۵ نونمبر

بہاء اللہ	عبد البہاء
رکعات للہ منزل الآیات حین الزوال وفی البکور والآصال و عفونا عدۃ اخریٰ امرًا فی کتاب اللہ انہ لھو الآمر المقتدر المختار" (کتاب اقدس مطبوعہ مصر ص۳) یعنی تم پر نو رکعتیں اللہ تعالےٰ آیات نازل کرنے والے کی طرف سے مقرر کی گئی ہیں۔ زوال کے وقت اور صبح کے وشام کے وقت اور باقی تعداد کو معاف کردیا یہ اللہ کی کتاب میں حکم ہے۔ یقیناً وہ حکم دینے والا قادر اور مختار ہے۔	سنۃ ۱۹۲۱ شھد صلوٰۃ الجمعۃ فی مسجد حیفا وبعد ذٰلک وزع الصدقات بیدہ کعادتہٖ" (عصر جدید عربی ص۷۱) یعنی ۲۵ نومبر ۱۹۲۱ء کو جمعہ کے دن آپ (عبد البہاء) نے حیفا کی مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھی۔ اور اس کے بعد آپ نے اپنی عادت کے موافق اپنے ہاتھ سے صدقات تقسیم کئے۔
(۸) نماز اکیلے اکیلے پڑھنا فرض ہے۔	**(۸) نماز اکیلے اکیلے پڑھنا لغویت ہے۔**
بہاء اللہ صاحب لکھتے ہیں:۔ "کتب علیکم الصلوٰۃ فرادیٰ قد رفع حکم الجماعۃ الا فی صلوٰۃ المیت انہ لھو الآمر الحکیم" (کتاب اقدس ص۳) یعنی تم پر اکیلے اکیلے نماز پڑھنا فرض کی گئی ہے۔ جماعت کا حکم سوائے نماز جنازہ کے منسوخ کردیا گیا ہے۔ یقیناً وہ حکم دینے والا حکمت والا ہے۔	مصنف عصر جدید لکھتے ہیں:۔ "اما بخصوص صلوٰۃ الجماعۃ فیقول عبد البہاء ربما یقول الانسان انی اصلی کلما ارید و عند ما اجد قلبی متوجہًا الی اللہ سواء فی المدینۃ او فی الخلوات فلما ذا اذھب الی المحل الذی فیہ الآخرون فی یوم ما معین وساعۃ معینۃ واجتمع فی الصلوٰۃ معھم فذلک القول

بہاء اللہ	عبد البہاء
	باطل لا معنی لہ" (عصر جدید عربی ص۹۰) یعنی نماز باجماعت کی خصوصیت کے متعلق عبد البہاء صاحب فرماتے ہیں "بسا اوقات انسان کہتا ہے کہ نماز پڑھ لوں گا۔ جب چاہوں گا۔ اور جس وقت اپنے دل کو خدا کی طرف متوجہ پاؤں گا۔ خواہ شہر یا خلوت والی جگہوں میں۔ پس میں اس جگہ ایک معین دن میں اور خاص وقت میں کیوں جاؤں جہاں دوسرے ہوں اور ان کیساتھ مل کر نماز پڑھوں۔ پس ایسا قول باطل ولغو ہے اسکے کوئی معنے نہیں۔
(۹) دو سے زیادہ بیویاں مت کرو۔	**(۹) ایک سے زیادہ بیویاں مت کرو۔**
بہاء اللہ صاحب لکھتے ہیں:- "قد کتب علیکم النکاح ایاکم ان تجاوزوا عن الاثنین والذی اقتنع بواحدۃ من الاماء استراحت نفسہ ونفسہا" (اقدس ص۱۸) یعنی تم پر نکاح فرض کیا گیا ہے تم دو بیویوں سے تجاوز مت کرو۔ اور جو ایک ہی بیوی پر قناعت کرے تو اسکی جان اور اس کی بیوی کی جان	بہاء اللہ کی تعلیم کی روشنی میں عصر جدید میں لکھا ہے:- "ان البہائیۃ تنہی عن تعدد الزوجات" (عصر جدید عربی ص۴۷) یعنی بہائیت تعددِ ازواج سے روکتی ہے۔ پھر ایک بہائی مؤرخ لکھتا ہے:- "باید دانست کہ تعددِ زوجات در امرِ بہائی مطلوب نیست۔ واگرچہ تا دو ازواج برائے ہر مردے در کتاب اقدس تجویز شدہ ولے مقید بعدالت است۔ وحضرت عبد البہاء کہ مبینِ کتاب است فرمودہ کہ چوں

بہاء اللہ	عبد البہاء
راحت پاتی ہے۔	عدالت مرد نسبت بدو زوجہ امر محال است لہذا اولیٰ قناعت بواحدہ ست" (الکواکب الدریہ فارسی جلد ۲ ص۹) یعنی جاننا چاہیئے کہ بہائیت میں تعدد ازدواج مطلوب نہیں اگرچہ کتاب اقدس میں ہر مرد کیلئے دو بیویوں کی اجازت ہے مگر عدل کیساتھ مقید ہے اور عبد البہاء نے جو مفسر کتاب ہیں کہا ہے کہ چونکہ مرد کا دو بیویوں کے درمیان عدل کرنا محال ہے اسلئے ایک پر ہی قناعت درست ہے۔

(نوٹ) مصنف الکواکب الدریہ کا یہ قول درست نہیں کہ اقدس میں دو بیویوں کی اجازت عدل سے مشروط ہے کیونکہ اقدس میں کوئی ایسی شرط موجود نہیں اور عبد البہاء کا دو بیویوں کے درمیان عدل محال قرار دینا ہی بتاتا ہے کہ یہ عبد البہاء ہی کی ایجاد ہے ورنہ اگر عدل محال تھا تو بہاء اللہ نے یہ محال حکم کیوں دیا اور بے معنی اور لغو بات کیوں کی۔

(۱۰) گوشت کھاؤ!

بہاء اللہ کہتا ہے:۔

"قل یاملأ القسیسین والرھبان کلوا ما احل اللہ ولا تجتنبوا اللحوم قد اذن اللہ لکم اکلھا الا فی ایام معدودات فضلاً من لدنہ انہ ھو العزیز الکریم" (مبین ص۳۷)

یعنی اے راہبوں کے گروہ۔ کھاؤ جو اللہ نے حلال کیا ہے اور گوشت سے مت اجتناب کرو۔ اللہ نے تمہیں اسکے کھانیکی اجازت فرمائی سوائے چند دنوں کے۔ یہ اللہ کا فضل ہے یقیناً وہ غالب اور مہربان ہے۔

(۱۰) گوشت مت کھاؤ!

عبد البہاء افندی نے کہا ہے:۔

"گوشت غذائے آنہا است ولکن خوراکِ انسان گوشت نیست۔ چہ کہ در ایجاد آلاتِ گوشت خوری باو داداہ نشدہ" (بدائع الآثار جلد ۱ ص۲۷۳)

یعنی گوشت درندوں اور حیوانوں کی غذا ہے انسان کی خوراک نہیں۔ کیونکہ انسان کو گوشت خوری کے آلات نہیں دیئے گئے۔

ایک زبان

بابی تخیل کی داد دینے اور اُس پر آفرین کہنے سے کوئی رُک ہی کیونکر۔ گذشتہ چند اشاعتوں میں ان کے بعض خیالی قلعوں کی بے سرمایہ تعمیر کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ اسی سلسلہ میں ایک اور امر کا ذکر کر دینا ضروری ہے۔

بہاء اللہ نے جس تعلیم کو پیش کیا اس کا خیال تھا کہ چونکہ اس کی تعلیم لوگوں کی غلاظ و خواہشات کے مطابق تھی اس لئے دیکھتے ہی دیکھتے ساری دُنیا پر پھیل جائے گی۔ دُنیا ایک دن بہائی پلیٹ فارم پر متحد ہو جائیگی۔ اس لئے ساری دُنیا میں ایک زبان کا رائج کرنا ضرور ہے۔ چنانچہ اس نے اقدس میں حکم دیا:۔

"یا اھل المجالس فی البلاد اختاروا لغۃً من اللغات یتکلم بھا من علی الارض وکذلک من الخطوط۔"

تحریر و تقریر صرف ایک ہی زبان میں ہونی چاہیئے۔ خواہ کوئی چینی ہو یا جاپانی۔ افریقہ کا رہنے والا ہو یا امریکہ کا قدیم باشندہ۔ دُنیا کا ہر متنفس آئندہ صرف ایک زبان میں ہی کلام اور خط و کتابت کرے۔

بہاء اللہ نے اس حکم کی تاکید مختلف مواقع پر کی اور تکرار کے ساتھ کی۔ چنانچہ لکھا کہ:۔

"باید لغات منحصر بلغت واحدہ گردد و در مدارس عالم بآں تعلیم دہند"
(لوح العالم ص۶۹)

"اُمنائے بیتِ عدل یک لسان را از السن موجودہ و یا لسانے بدیع و یک خط از خطوط اختیار نمائند و در مدارس عالم اطفال را باں تعلیم دہند"
(اشراق ششم ص۲۹)

دُنیا میں صرف ایک زبان رائج کی جائے۔ تمام مدارس میں اس کی تعلیم دی جائے۔ اور

اس حکم کی تعمیل بیت العدل کے سپرد کی گئی، کہ وہ کوئی ایک زبان منتخب کر کے مدارس میں جاری کرائے۔

ساری دُنیا کے لئے ایک زبان جاری کرنا کس قدر کیف آور خیال ہے لیکن افسوس کہ اس خواہش کی تعمیل کا کام موہومہ بیت العدل کے سپرد کیا گیا یعنی ایک تصور کو ایک دوسرے تصور کے ساتھ وابستہ کر دیا ہے۔ کہ ایسا ہو تو پھر ایسا ہو۔ ہر اقدام مذموم اور ہر خواہش موہوم۔ چاہیے تو یہ تھا کہ جناب بہاء اللہ خود کوئی زبان رائج کرتے۔ کوئی رسم الخط خود ایجاد کرتے اور اُسے پہلے ہی دن سے خود اپنی موجودگی میں جاری کرتے اور اپنے بعد اس کی عالمگیر اشاعت کی تلقین کرتے۔ لیکن وہ خوب جانتے تھے کہ ایک ایسی زبان جو سب مُلکوں اور قوموں میں یکساں طور پر استعمال ہو سکے اس کا ایجاد کرنا بہت مشکل ہے۔ اس لئے انہوں نے ایک خواہش کا حسبِ عادت اظہار تو کر دیا لیکن اس کی تعمیل آئندہ پر ملتوی کر دی جس پر یہی کہا جا سکتا ہے کہ خیالات کے مواج سمندروں کا ناخدا! تصورات کی نامکمل کشتی کو ایک نئے ساحلِ مراد پر لے جانا چاہتا تھا لیکن افسوس کہ زمانہ کے درشت تھپیڑوں نے ان ٹوٹے پھوٹے تختوں کی نامکمل ترتیب کو ہمیشہ کیلئے توڑ پھوڑ دیا۔ اور اس کے ناخدا کو حسرت و یاس کی عمیق گہرائیوں میں ہمیشہ کے لئے ڈبو دیا۔

بہائی روزے!

بعض سادہ لوح مسلمان بہائیوں کی سراب نمائیوں سے کچھ اس طرح پریشان ایمان ہو جاتے ہیں کہ وہ بہائیت کو اسلام کے منافی اور مخالف نہیں بلکہ اسکی مؤید تصور کرتے ہوئے اُسے قبول کر لیتے ہیں۔ ایک طرف تو انہیں اسلام سے عدم واقفیت کی وجہ سے پوری بصیرت حاصل نہیں ہوتی اور دوسری طرف اہلِ بہاء کی جھوٹ اور تقیہ پسند فریب کاریوں میں بے شعوری کی وجہ سے اس طرح جکڑے جاتے ہیں کہ وہ بہائیت کو بجائے ناسخ قرآن سمجھنے کے اسے مؤید قرآن سمجھ رہے ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی معذوری ہمیشہ ہمارے مدنظر رہتی ہے۔ جس کے لئے ضروری ہے کہ ہم ان کے دلوں میں اسلام کی محبت اور اسلام کے لئے غیرت کا احساس پھیر دیں۔

...چہ اس غرض کے ماتحت گاہے گاہے ہم اسلامی تعلیم کے نمایاں احکامات میں بہائی ترمیم و
...نسخ پیش کیا کرتے ہیں۔ اسی سلسلہ میں آج کے شمارہ میں بہائی روزہ کا ذکر مجھے بیان کرنا ہے۔

...اسلامی روزوں سے اختلاف

روزوں کے متعلق چیدہ چیدہ اسلامی احکامات تو ہر اپنے اور بیگانے کو معلوم ہیں۔ ان کے مقابلہ پر صرف بہائی روزوں کے احکامات کا ذکر کر دینا کافی ہوگا۔

...بہاء اللہ نے سال کو بارہ ۱۲ ماہ میں تقسیم کرنیکی بجائے انیس ۱۹ ماہ میں ...ئے تیس دنوں کے انیس ۱۹ دنوں پر مشتمل قرار دیا ...کیا۔ چنانچہ اس ...روزوں کے انیس روزے مقرر کئے گئے۔

دوسرا اختلاف :- کھانے پینے کی مما... ...ع آفتاب سے غروب آفتاب تک کی گئی۔

تیسرا اختلاف :- کھانے پینے کی ممانعت میں مباشرت کی ممانعت کا کہیں ذکر ...آتا۔

...ہ ...روزہ ...ائضہ کو جہاں روزوں کے مہینہ میں ...

فرقان قادیان

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۸۰۴

ماہ دسمبر ۱۹۴۵ء

...نافذ کرتے۔ کوئی ...

...کی موجودگی میں جاری کرتے اور اپنے بعد

...مین وہ خوب جانتے تھے کہ ...

... کوشش کہ